ردِّ قادیانیّت

رسائل

- حضرت مولانا سید نور الحسن بخاریؒ
- حضرت مولانا مرغوب الرحمن دیوبندیؒ
- حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ
- حضرت مولانا افتخار احمد بگویؒ
- حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہ
- الحاج میاں قمر الدین اچھرویؒ
- ترکی کے نامہ نگار
- جناب قاری عبدالحئی عابدؒ
- حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
- حضرت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ
- جناب مختار حسن صاحب
- حضرت مولانا فضل حق پشاوریؒ
- حضرت مولانا سعید الرحمن علویؒ

احتسابِ قادیانیّت

جلد ۵۵

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
حضوری باغ روڈ، ملتان - فون: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

نام کتاب : احتساب قادیانیت جلد پچپن (۵۵)

مصنفین :

حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری ؒ

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن دیوبندی ؒ

حضرت مولانا ظہور احمد بگوی ؒ

حضرت مولانا افتخار احمد بگوی ؒ

حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہ ؒ

الحاج میاں قمرالدین اچھروی ؒ

ترکی کے نامہ نگار

جناب قاری عبدالحئی عابد مرحوم

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ

حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی ؒ

جناب مختار حسن صاحب

حضرت مولانا فضل حق پشاوری ؒ

حضرت مولانا سعید الرحمٰن علی ؒ

صفحات : ۵۹۲
قیمت : ۳۵۰ روپے
مطبع : ناصر زین پریس لاہور
طبع اوّل : فروری ۲۰۱۴ء
ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

فہرست رسائل مشمولہ……احتساب قادیانیت جلد ۵۵

☆……	عرض مرتب	حضرت مولانا اللہ وسایا	۴
۱……	ہفت روزہ تنظیم اہل سنت لاہور، مرزا غلام احمد نمبر	حضرت مولانا سید نور الحسن بخاریؒ	۹
۲……	ماہنامہ دار العلوم دیوبند کا ’’ختم نبوت نمبر‘‘	حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن دیوبندیؒ	۱۱۵
۳……	ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، ’’کادیان نمبر‘‘	حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ	۳۱۷
۴……	ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ کا، ’’ختم نبوت نمبر‘‘	حضرت مولانا افتخار احمد بگویؒ	۳۵۵
۵……	رپورٹ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند امرتسر (از جنوری ۱۹۳۹ء تا یکم/اکتوبر ۱۹۴۱ء)	حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہؒ	۴۱۹
۶……	شعبہ تبلیغ مرکزیہ احرار اسلام ہند قادیان گورداسپور کی سالانہ روئیداد و گوشوارہ آمد و صرف	جناب الحاج میاں قمر الدین اچھرویؒ	۴۲۵
۷……	قادیانی سیاست	حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہؒ	۴۳۱
۸……	خطبہ عید الاضحیٰ ۱۳۵۳ھ ترکان احرار کا پیغام	ترکی کے نامہ نگار	۴۵۱
۹……	لا نبی بعدی	جناب قاری عبدالحیٰ عابد مرحوم	۴۶۱
۱۰……	قادیانیوں کے کلمہ کی حقیقت	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	۴۷۹
۱۱……	تحریک ختم نبوت	حضرت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ	۴۸۳
۱۲……	سنڈیمن میں کیا ہوا؟	جناب مختار حسن صاحب	۵۱۹
۱۳……	اسلام میں عقیدۂ ختم نبوت	حضرت مولانا فضل حق پشاوریؒ	۵۳۹
۱۴……	امت مرزائیہ کی غلط بیانیوں کا جواب	حضرت مولانا سعید الرحمٰن علویؒ	۵۴۵
۱۵……	مرزائیوں کا سیاسی کردار	〃 〃 〃	۵۵۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

عرض مرتب

الحمدللہ و کفی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ، امابعد!

اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے احتساب قادیانیت کی جلد نمبر۵۵ پیش خدمت ہے:

۱…… **ہفت روزہ تنظیم اہل سنت لاہور، مرزا غلام احمد نمبر:** کسی زمانہ میں ’’تنظیم اہل سنت‘‘ لاہور سے ہفت روزہ رسالہ شائع ہوتا تھا جس کا ملک کے رسائل میں بڑا نام ومقام تھا۔ حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاریؒ اس کے ایڈیٹر ہوتے تھے۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں اس کا ’’مرزا غلام احمد نمبر‘‘ شائع کیا۔ اس میں ملک کے نامور اہل قلم اور سیاست دانوں کے رشحات قلم شائع کئے گئے۔ ایک سال میں اس کے تین ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۵؍شعبان ۱۳۶۹ھ، مطابق مئی ۱۹۵۰ء میں اس خاص نمبر کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا جو اس وقت اس جلد میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ کسی رسالہ کے خاص ایڈیشن کو ہم نے احتساب قادیانیت میں جگہ دی ہو۔ اس زمانہ (۱۹۴۹ء) میں قادیانیوں کے خلاف قلم اٹھانا بڑے جگرگردہ کا کام تھا۔ مولانا سید نورالحسن بخاریؒ پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ بیڑا اٹھایا۔ تریسٹھ (۶۳) سال بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

۲…… **ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کا ’’ختم نبوت نمبر‘‘:** دارالعلوم دیوبند میں ۲۹تا۳۱؍اکتوبر ۱۹۸۶ء ایک عالمی ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں مقررین حضرات نے مقالہ جات بھی پڑھے۔ جسے بعد میں جون تا اگست ۱۹۸۷ء کی اشاعت خاص ’’ماہنامہ دارالعلوم دیوبند‘‘ میں ’’ختم نبوت نمبر‘‘ کے نام پر شائع کیا گیا۔ اس جلد میں اس اشاعت خاص کو شامل کررہے ہیں۔ اس وقت ’’ماہنامہ دارالعلوم دیوبند‘‘ کے نگران حضرت مولانا مرغوب الرحمٰنؒ تھے۔ متذکرہ کانفرنس امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی مساعی جمیلہ سے انعقاد پذیر ہوئی تھی۔

۳…… **ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، قادیان نمبر:** بھیرہ میں حزب الانصار کے قائد اپنے دور میں حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ بھی رہے ہیں، جو نامور عالم دین اور صحیح معنی میں مجاہد ملت تھے۔ آپ نے قادیانی فتنہ کے خلاف وہ خدمات سرانجام دیں جو تاریخ کا انمٹ حصہ ہیں۔ آپ کے زیر سایہ بھیرہ سے رسالہ شائع ہوتا تھا جس کا نام ’’ماہنامہ شمس الاسلام‘‘ بھیرہ تھا۔ دسمبر ۱۹۳۲ء میں اس کا ’’قادیان نمبر‘‘ شائع ہوا جو احتساب قادیانیت کی اس جلد میں شامل کیا جارہا ہے۔ اسی

اکاسی سال بعد اس کی اشاعت پر اللہ رب العزت کا لاکھوں لاکھ شکر ادا کرتے ہیں۔

۴...... **ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ کا ختم نبوت نمبر:** حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ کے خاندان کے چشم و چراغ حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار احمد بگوی نے اپنے بڑوں کے نام اور کام کو زندہ رکھا۔ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو آپ نے ’’ماہنامہ شمس الاسلام‘‘ بھیرہ کی دو اشاعتوں کو اکٹھا کر کے ایک خاص اشاعت ’’ختم نبوت نمبر‘‘ کے نام پر شائع کیا۔ اس جلد میں اسے بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ فلحمدللہ اوّلاً و آخراً!

۵...... **رپورٹ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند امرتسر (از جنوری ۱۹۳۹ء تا یکم؍اکتوبر ۱۹۴۱ء):** کل ہند مجلس احرار اسلام کو اللہ رب العزت نے توفیق بخشی کہ سب سے پہلے جماعتی سطح پر اس نے قادیانیت کے تعاقب کا اہتمام کیا۔ کل ہند مجلس احرار کے دیگر سنہری کاموں کے علاوہ ایک بہت ہی مبارک کام یہ تھا کہ اس نے ایک ’’شعبہ تبلیغ‘‘ قائم کیا جسے صرف رد قادیانیت کے کام کے لئے وقف کیا گیا۔ قادیان میں ’’شعبہ تبلیغ‘‘ کی سرگرمیوں پر مشتمل رپورٹ مولانا عبدالکریمؒ مباہلہ نے امرتسر سے شائع کی۔ مولانا مباہلہ اس شعبہ تبلیغ کے اس وقت سیکرٹری تبلیغ تھے۔ یہ رپورٹ آٹھ صفحات پر شائع ہوئی۔ جس میں جنوری ۱۹۳۹ء سے یکم؍اکتوبر ۱۹۴۱ء کے آمد و صرف کی رپورٹ بھی شامل ہے۔ تاریخی ریکارڈ ہے۔ اس رپورٹ میں فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کا نام بھی مبلغین شعبہ تبلیغ میں درج ہے۔ آج ان کے ایک خوشہ چین کو اسے شائع کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ زہے نصیب!

۶...... **شعبہ تبلیغ مرکزیہ احرار اسلام ہند قادیان گورداسپور کی سالانہ روئیداد و گوشوارہ آمد وصرف (یکم؍اپریل ۱۹۴۵ء، لغایت ۳۱؍مارچ ۱۹۴۶ء):** جیسے ابھی ذکر ہوا کہ کل ہند مجلس احرار اسلام نے ’’شعبہ تبلیغ‘‘ قائم کر کے قادیانیت کے احتساب کا قادیان میں ڈول ڈالا۔ اس شعبہ تبلیغ کے مہتمم لاہور اچھرہ کا رئیس الحاج میاں قمر الدین مرحوم کو مقرر کیا گیا۔ اس شعبہ تبلیغ کے سرپرست امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ آج اس روئیداد کے ٹائٹل پر حضرت امیر شریعتؒ کو ’’فاتح قادیان‘‘ کے لقب سے ملقب پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ جھوم اٹھا۔ یہ روئیداد الحاج میاں قمر الدینؒ کی مرتب کردہ ہے جو اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

۷...... **قادیانی سیاست:** حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہ کا یہ رسالہ مرتب کردہ ہے۔ مولانا مرحوم کے تین رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷، ایک رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۶ میں ہے اور دو رسائل اس جلد میں ہیں۔ یہ سب ایک جلد میں آنے چاہئے تھے۔ لیکن ایسے نہ

ہوسکا۔ اب اگر کوئی دوست بعد میں احتساب کو جدید خطوط پر مرتب کرنا چاہیں تو اس کا خاص خیال رکھیں کہ جن حضرات کے کسی وجہ سے رسائل کئی جلدوں میں آ گئے ہیں ان کو یکجا کردیا جائے۔

۸...... **خطبہ عیدالاضحیٰ ۱۳۵۳ھ ...... ترکان احرار کا پیغام:** ترکی میں خلافت عثمانیہ کے کسی رہنما نے اپنے خطبہ میں دیگر احکام کے علاوہ قادیانیوں کی بھی خبر لی۔ مجلس احرار اسلام امرتسر نے اس خطبہ کو پمفلٹ کی شکل میں شائع کردیا جسے اس جلد میں محفوظ کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

۹...... **لانبی بعدی:** حضرت مولانا قاری عبدالحیٔ عابد ملک عزیز کے نامور خطیب تھے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ان کا وصال ہوا ہے۔ ہمارے ملک کے نامور خطیب حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے مولانا عبدالحیٔ عابد برادر اصغر تھے۔ مولانا عابد نے یہ رسالہ مرتب کیا۔ قرآن وسنت سے ختم نبوت وحیات مسیح پر لکھا گیا ہے۔

۱۰...... **قادیانیوں کے کلمہ کی حقیقت:** ۱۹۸۴ء میں جب قادیانیوں کے خلاف جنرل محمد ضیاء الحقؒ نے امتناع قادیانیت آرڈیننس منظور کیا تو قادیانیوں نے کلمہ طیبہ کے بیج لگا کر اس قانون کی خلاف ورزی کرنا چاہی۔ تب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کے احتساب کا دائرہ تنگ کردیا۔ اس کے نتیجہ میں قادیانی تحریک اس طرح دم توڑ گئی جس طرح مرزا قادیانی کے اندر سے حیاء نے ڈیرہ اٹھا لیا تھا۔ اس زمانہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشرواشاعت کے سربراہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ تھے۔ اس دور میں آپ کا قلم تازی گھوڑے سے بھی زیادہ میدان سرکر رہا تھا۔ آپ نے مختصر عرصہ میں قادیانی فرقہ سے متعلق اتنا تحریر کیا کہ جب اس کو جمع کیا گیا تو ''تحفہ قادیانیت'' کی چھ ضخیم جلدیں شائع ہوگئیں۔ بلاشبہ اس وقت تک کی فقیر کی نظر میں سب سے زیادہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ردقادیانیت پر تحریر فرمایا۔ باقی حضرات میں سے کسی نے دو جلدیں، کسی نے تین۔ آپ کی چھ جلدیں جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت علیحدہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کرچکی ہے۔ یہ رسالہ بھی ہمارے حضرتؒ کا مرتب کردہ ہے۔

۱۱...... **تحریک ختم نبوت:** مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں جو تاریخ کا حصہ ہیں۔ آپ نے تحریک کے چار سال بعد یہ رسالہ مرتب کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ چنیوٹ میں انجمن طلباء اسلام چنیوٹ نے ختم نبوت کانفرنس رکھی جس میں مولانا عبدالستار خان نیازی یہ مقالہ لکھ کر تشریف لائے جسے آپ نے کانفرنس میں پیش کیا اور پھر شائع بھی کیا نصف صدی سے زائد عرصہ بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

۱۲...... **سنڈیمن میں کیا ہوا؟:** جولائی ۱۹۷۳ء میں فورٹ سنڈیمن میں قادیانیوں نے اپنا محرف ترجمہ قرآن تقسیم کیا۔ تب حضرت مولانا شمس الدین شہید اور آپ کے گرامی قدر رفقاء حضرت صوفی محمد علی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و حضرت حاجی محمد عمر خان صدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قادیانی سازش کے خلاف تحریک چلائی۔ جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کا قانونی طور پر ضلع ژوب میں ہمیشہ کے لئے داخلہ بند کر دیا گیا۔ اس تحریک میں علماء اہل اسلام نے کیا کیا قربانیاں دیں اس کی روئیداد اس زمانہ میں ستمبر ۱۹۷۳ء کے ہفت روزہ زندگی لاہور میں جناب مختار حسن نے شائع کی تھی جسے بعد میں ادارہ ضیاء الحدیث مصطفیٰ لاہور نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ اتنے عرصہ بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ **فلحمدللہ!**

۱۳...... **اسلام میں عقیدہ ختم نبوت:** جمعیت علماء اسلام کی حکومت سرحد میں وزارت مذہبی امور نے پشاور میں دو روزہ علماء کنونشن کا اہتمام کیا۔ ۶ رجون ۱۹۸۱ء کو کنونشن میں حضرت مولانا فضل حق صاحبؒ نے یہ مقالہ پیش فرمایا جسے بعد میں پمفلٹ کی شکل میں مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور نے شائع کیا اس جلد میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ **فلحمدللہ!**

۱۴...... **امت مرزائیہ کی غلط بیانیوں کا جواب:** ۱۹۷۳ء میں جناب میجر محمد ایوب صاحب ممبر آزاد کشمیر اسمبلی نے آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی جو بالاتفاق منظور کر لی گئی۔ اس سے قادیانی ایسے حواس باختہ ہوئے کہ الامان۔ قرارداد کیا منظور ہوئی گویا قادیانیوں کے پاؤں کے نیچے آگ جلا دی گئی۔ اس زمانہ میں اس قرارداد کے خلاف قادیانی جماعت کشمیر کے امیر منظور احمد ایڈووکیٹ قادیانی نے پمفلٹ لکھا جس کے جواب میں حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی مرحوم جوان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک کے امیر تھے اور حضرو میں خطیب تھے۔ آپ نے قلم اٹھایا اور یہ پمفلٹ تحریر کر دیا۔ اس رسالہ کو اس جلد میں محفوظ کرنے پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں۔

(اس قرارداد کے خلاف مرزا ناصر نے ربوہ (چناب نگر) میں خطبہ دیا جسے بعد میں قادیانی جماعت نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ جس کا حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ نے جواب تحریر فرمایا تھا۔ جسے ہم احتساب قادیانیت کی جلد ۱۶ میں شائع کر چکے ہیں)

۱۵...... **مرزائیوں کا سیاسی کردار:** مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے ۱۶ رمئی ۱۹۷۰ء کمپنی باغ سرگودھا میں خطاب فرمایا اور اسی روز ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا۔ اس طرح مکی مسجد گوجرانوالہ شہر میں ۲۱ راکتوبر ۱۹۶۶ء کو حضرت مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا

خطاب ہوا۔ پریس کانفرنس سرگودھا، خطاب سرگودھا، خطاب گوجرانوالہ تینوں حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی مرحوم نے مرتب کئے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن خورشید ان دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے مبلغ تھے۔ آپ نے ان کو ”مرزائیوں کا سیاسی کردار“ کے نام سے پمفلٹ کی شکل میں شائع کردیا۔ احتساب قادیانیت کی اس جلد میں اسے بھی قریباً نصف صدی کے بعد شائع کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

غرض احتساب قادیانیت کی جلد ہذا (یعنی پچپن (۵۵) جلد) میں ۱۳حضرات کے ۱۵رسائل وکتب محفوظ ہوگئے ہیں جن کی فہرست پر ایک بار پھر نظر ڈالیں۔

۱......	حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری ؒ	کا	۱	رسالہ
۲......	حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن دیوبندی ؒ	کا	۱	رسالہ
۳......	حضرت مولانا ظہور احمد بگوی ؒ	کا	۱	رسالہ
۴......	حضرت مولانا افتخار احمد بگوی ؒ	کا	۱	رسالہ
۵......	حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہ ؒ	کے	۲	رسائل
۶......	الحاج میاں قمر الدین اچھروی ؒ	کا	۱	رسالہ
۷......	ترکی کے نامہ نگار	کا	۱	رسالہ
۸......	قاری عبدالحیٔ عابد مرحوم	کا	۱	رسالہ
۹......	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ	کا	۱	رسالہ
۱۰......	حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی ؒ	کا	۱	رسالہ
۱۱......	جناب مختار حسن صاحب	کا	۱	رسالہ
۱۲......	حضرت مولانا فضل حق پشاوری ؒ	کا	۱	رسالہ
۱۳......	حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی ؒ	کے	۲	رسائل

……

گویا ۱۳ حضرات کے کل ۱۵ رسائل

احتساب قادیانیت کی جلد (۵۵) میں شامل اشاعت ہیں۔ حق تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔ بحرمۃ خاتم النّبیین!

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ، بمطابق ۹؍فروری ۲۰۱۴ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

ہفت روزہ تنظیم اہل سنت لاہور

مرزا غلام احمد نمبر

حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملت اسلامیہ کا تبلیغی اخبار ہفت روزہ "تنظیم اہل سنت لاہور"

مرزا غلام احمد نمبر

"تنظیم اہل سنت کے مرزا قادیانی نمبر کی ترتیب پر میں سید نور الحسن صاحب کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتا ہوں۔ انہوں نے تنظیم کے اس خاص نمبر کی اشاعت سے ملت اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ "تنظیم اہل سنت" کے مندرجہ مضامین پڑھنے کے بعد کوئی معقولیت پسند انسان مرزا قادیانی کے دعوئے نبوت کا قائل ہو سکتا ہے۔" (شیخ فیض محمد سپیکر اسمبلی)

"اس پرچے میں قادیانیت کے متعلق ایسے محققانہ مضامین ہیں جن کے مطالعے سے کسی مسلمان کو محروم نہیں رہنا چاہئے۔ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس پرچے کے مطالعے سے محروم رہا ہو، تو یہ محرومی خوش قسمتی نہیں کہلائے گی۔ غرضیکہ یہ نمبر اپنے موضوع کے لحاظ سے قابل تحسین ہے اور تنظیم اہل سنت کا مدیر مستحق مبارک باد ہے۔ جس نے ان مضامین کا مجموعہ پیش کیا جو کفر والحاد کے خرمن پر حق وصداقت کی بجلیوں کا کام کر سکتے ہیں۔" (زمیندار لاہور)

اشاعت سوم

۲۸ ر رجب، ۵ ر شعبان ۱۳۶۹ھ، مطابق ۱۶، ۲۳ ر مئی ۱۹۵۰ء

مخلصانہ پیشکش

ہر اس فرزند توحید کی خدمت میں جو محبوب خدا احمد مصطفیٰ ﷺ کی عالمگیر قیادت اور ابدی رسالت پر غیر متزلزل ایمان رکھتا ہے اور "رحمۃ للعالمین" کے بعد ہر قسم کے مدعی نبوت کو کذاب ودجال اور اسے نبی اور مجدد ماننے والوں کو مرتد وملعون سمجھتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

(بخاری)

ارباب نگارش

نقاش پاکستان علامہ اقبالؒ حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب مدظلہ العالی عالی، جناب شیخ فیض محمد صاحب سپیکر اسمبلی، حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی، عالی جناب محمد اکبر خان صاحب سابق ڈسٹرکٹ جج ریاست بہاول پور۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب (گوجرانوالہ) بانی تحریک جناب سردار احمد خان صاحب پتافی، فاتح قادیان حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر، حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب، حضرت طالوت۔

شاعر تنظیم حضرت شوقی مدیر تنظیم!

تحریک تنظیم کے بانی محترم المقام جناب سردار احمد خان صاحب پتافی کا اہل حق سے مختصر خطاب

دیگر مذہبی جماعتوں نے بڑے بڑے ادارے، بڑے بڑے سرمائے اور بڑی بڑی جائیدادیں بنالی ہیں۔ ان کے سالانہ بجٹ لاکھوں تک پہنچتے ہیں۔ انہوں نے جابجا چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی شاخوں کا جال بچھا کر ہر ایک شاخ کی ذہنی اور دماغی تربیت کو اس درجہ تک پہنچا دیا ہے کہ ان کے پیروکار گوناگوں مدات میں امداد دیتے نہیں جھکتے اور بلامبالغہ اپنی آمدنیوں اور جائیدادوں کے حصے دے رہے ہیں۔ ہم میں ایک بڑا عیب یہ بھی ہے کہ ہم میں بڑی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو دیگر مذہبی جماعتوں کی مدح سرائی میں تو مصروف رہتے ہیں۔ مگر اپنی جماعتی تعمیر کو ذرا بھی زیرغور نہیں لاتے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ آپ کے فرائض محض دوسرے فرقوں کی صفت وثناء اور ان کی مدح سرائی تک محدود ہیں یا آپ خود بھی کوئی کام کریں گے؟

اللہ کے فضل سے تنظیم اہل سنت کا ادارہ قائم ہو چکا ہے۔ عقائد حقہ کی حفاظت واشاعت اور جماعت اہل سنت کا اٹھان اس کے فرائض میں داخل ہے۔ اس کی طرف سے ایک ہفتہ وار اخبار بھی جاری ہے۔ آپ لوگوں نے جہاں ہزاروں روپے کے اخراجات اپنے اوپر لازم کر رکھے ہیں۔ وہاں اپنی حفاظت کا خرچ بھی اپنے ذمہ لے لیں تو ہرج کیا ہے۔ اللہ کا نام لے کر اس میں نہ صرف وقتی کی امداد دیں بلکہ بڑی بڑی اور پیاری پیاری قربانیاں دے کر تحریک کو اپنائیں اور اپنے عطاء کردہ فنڈ کی نگرانی میں بھی شامل ہوں۔ اگر آپ بفضلہٖ تعالیٰ مذہبی جذبات سے اور فکر آخرت سے بالاتر نہیں ہیں اور اگر ہماری سعی محض جذبہ للّٰہیت پر ہی مبنی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ استدعا بے اثر اور بے نتیجہ رہے۔

(احمد پتافی)

اداریہ ...... ازمولانا سیدنورالحسن بخاری

مسلم لیگ کے باغی لیگ میں نہیں رہ سکتے اور قائداعظم کی شان میں گستاخی کرنے والی زبان کھینچ لی جائے گی۔ مگر فخر دوعالم ﷺ کی شان میں بکواس کرنے والی نبوت چلتی رہے گی اور نبی کریم ﷺ کے باغی دائرہ اسلام میں ہی رہیں گے۔

بندگی پر بھی خدائی کے ہیں دعوے کب سے
اب تو یارب! تیرے بندوں کی طبیعت بدلے

انگریز کا خوشامدی ''نبی'' قوم کو جہاد کی حرمت وتنسیخ کی تعلیم دیتا ہے تو کعبۃ اللہ پر بم کے گولے گرتے ہیں۔

حرم گرا کے مسیحان عصر حاضر نے
بنائے کاخ فرنگی کو استوار کیا

اور قائداعظم انگریز کی آنکھ میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہے تو دیکھتے دیکھتے دنیا کے نقشے پر بفضلہ تعالیٰ اسلام کی سب سے بڑی...... مملکت کا نقش ابھر آتا ہے اور مطلع کفر سے اسلام کا ستارہ چمک اٹھتا ہے۔ پاکستان پائندہ باد!

فرنگی کا خودکاشتہ ''بزدل نبی'' انگریز کے ملعون اقتدار کو خدا کی رحمت قرار دے کر اپنی امت کو عمر بھر انگریز پرستی کی تاکید کرتا ہے اور عیسائیت کی جڑیں ہند اور ہندوستان اور بیرون ہند میں غیر متزلزل اور مضبوط کرنے کی مردود اور ناکام کوشش میں مرجاتا ہے۔

دولت اغیار را رحمت شمرد
رقص ہا گرد کلیسا کردو مرد

تو اسلام مظلوم ومجبور اور مسجد میں محبوس ومحصور ہوکر رہ جاتا ہے۔ مگر قوم وملت کا مخلص اور بہادر لیڈر انگریز، ہندو سکھ اور مرزائی کے چنگل سے اسلام کے لئے ایک ملک چھین لیتا ہے اور کشمیر کی پہاڑیوں اور ہمالیہ کی چوٹیوں پر اسلام کا علم لہرادیتا ہے۔

اسلام زندہ باد! قائداعظم زندہ باد!

اگر گاندھی جی نے قیام پاکستان کو گئو ماتا کی تکا بوٹی سے تعبیر کیا تو تاراسنگھ نے ننگی تلوار کو لہرا کر پاکستان کو چیلنج کیا۔ انگریز کی ساختہ پرداختہ نبوت اور پنڈت جواہر لال کا لاہور اسٹیشن پر

اپنے رضا کاروں سے پرتپاک خیر مقدم کرانے والی خلافت کی مسلسل اور پرجوش مخالفت اور انتہائی معاندانہ روش کے باوجود اس مرد مسلماں کا مطالبہ پورا ہو کر رہا۔ محمد مصطفی ﷺ کے ادنیٰ امتی، احمد مجتبیٰ کے ایک غلام محمد علی جناح نے ”لا الــــہ الا اللہ“ کا نعرہ لگا کر محمد رسول اللہ ﷺ کے حلقۂ بگوش کی بقا و حفاظت کے لئے جو مطالبہ پیش کیا زمین و آسمان کی مخالفت کے باوجود اس پر ڈٹا رہا اور انگریز ہندو، سکھ اور مرزائی کی متفقہ کوششوں، سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے علی الرغم بعونہ تعالیٰ پاکستان لے کر رہا۔

اب اگر پاکستان کے اندر رہ کر کوئی انسان بانی پاکستان کے خلاف زبان طعن دراز کرے تو اسے برداشت کیا جائے گا؟ قطعاً نہیں!

پچھلے دنوں قائداعظم کے یوم انتقال پر تقریر کرتے ہوئے وزیراعظم پاکستان محترم لیاقت علی خان صاحب نے کیا خوب اعلان فرمایا: ”آج بھی پاکستان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو باوجود یہ جاننے کہ کہ پاکستان قائداعظم کی کوششوں اور حوصلہ کا نتیجہ ہے جس میں آج آٹھ کروڑ مسلمان بےفکری سے آرام کی نیند سوتے ہیں قائداعظم کی شان میں گستاخی کرتے اور زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ آپ نے غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا جب تک میں وزیراعظم ہوں میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ قائداعظم کی شان میں گستاخی کے جرم کو پاکستان کو نقصان پہنچانے کے مترادف سمجھوں گا۔ میری حکومت ان کے خلاف شدید قدم اٹھائے گی اور قائداعظم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی زبان گدی سے نکال دی جائے گی۔“

بجا ارشاد ہوا اور سولہ آنے بجا ارشاد ہوا۔ مگر اے کاش ہمارے محترم وزیراعظم کو مرحوم قائداعظم سے جو ربط و تعلق اور عشق و عقیدت ہے کم از کم اتنا ربط و تعلق اور اتنی محبت و عقیدت ہماری حکومت کو ذات اقدس ﷺ سے ہوتی تو آج پاکستان میں حضور ﷺ کی توہین یوں روا نہ رکھی جاتی۔ بلاشبہ قائداعظم پاکستانیوں کے محسن ہیں اور آج ان کی مساعی کے نتیجہ میں آٹھ کروڑ پاکستانی آرام کی نیند سوتے ہیں۔ ایک پاکستانی زبان اگر ان کی شان میں گستاخی کرے تو ضرور گدی سے کھینچ لی جائے۔ مگر سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ تو محسن کائنات ہیں اور آج حضور ﷺ ہی کے قدموں کی برکت سے سارا عالم انسانی انسانیت کے شرف سے مشرف ہے۔ پھر کیا عالم انسانی کے کسی فرد یا کائنات کے کسی ذرے کو محسن کائنات اور رہبر انسانیت کی شان اقدس و اطہر میں گستاخی کی اجازت دی جائے گی؟

ساری کائنات اور پوری انسانیت سے قطع نظر! صرف محدود نظر سے پاکستان ہی کو لیجئے۔ بے شک یہ پاکستان محمد علی جناح نے حاصل کیا۔ مگر کس کے نام پر؟ کیا اس حقیقت کے باور کرنے میں کسی کو ذرہ بھر تامل ہوسکتا ہے کہ بارگاہ رب العزت سے پاکستان کی بھیک قائداعظم کی جھولی میں ڈالی گئی تو محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر! پھر کیا محمد رسول اللہ کے مقدس نام پر حاصل کی گئی دولت خداداد پاکستان کے طول وعرض میں محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین برداشت کی جائے گی اور حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی روا رکھی جائے گی؟

مرزائیت کیا ہے؟

کیا یہ اسلام سے کھلی بغاوت نہیں؟ غلام احمد کون ہے؟ کیا یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا دشمن، مخالف، معاند، حریف، مقابل اور موہن نہیں؟

معزز معاصر ''مغربی پاکستان'' لاہور میں حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان صاحب نے یہ لکھتے ہوئے حقیقت کی کیا خوب ترجمانی فرمائی: ''یہ حقیقت کسے معلوم نہیں کہ فرقہ ضالہ مرزائیہ کے لوگ اور قادیانی نبی کے پیرو اپنے جلسوں میں اور اپنی گفتگوؤں میں مسلمانوں کے ہادی ومولا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ انداز اختیار کرنے کے عادی ہیں۔ بلکہ ان کے دھرم کی بنیاد ہی حضرت ختمی مرتبت (ﷺ) کی شان خاتمیت کی تنقیص کے عقیدہ پر رکھی جاچکی ہے۔''

سیالکوٹ کے جس حادثہ فاجعہ سے متاثر ہوکر معزز معاصر نے یہ سطور قلمبند کی ہیں۔ اس میں مرزائی اللہ دتہ جالندھری نے آنحضرت خاتم الانبیاء والمرسلین کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے یہاں تک بکواس کی کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا دور ختم ہے۔ اب مرزا قادیانی کی نبوت کا زمانہ ہے۔

سیالکوٹ کے غیور مسلمانوں کی دینی غیرت اور ایمانی حمیت حضور ﷺ کی ذات اقدس پر حملہ کو برداشت نہ کرسکی۔ انہوں نے قربانی دی اور وہ ملت کی سرفروش سراپا ایثار دینی جماعت مجلس احرار کی قیادت میں اس جلسہ کو بند کرا کے رہے۔ مسلم پریس نے متفقہ طور پر اس بکواس کے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کی تو اللہ دتہ قادیانی نے یہ بیان شائع کیا: ''۱۵؍جنوری کو سیالکوٹ میں جو ہنگامہ ہوا اس کے لئے یہ وجہ جواز تراشی گئی ہے کہ خاکسار نے اپنی تقریر میں سیدالانبیاء خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں توہین آمیز کلمات کہہ دیئے تھے۔ جنہیں احراری

برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے شور و شر اور ہنگامہ برپا کر دیا۔ یہ الزام سراسر جھوٹا اور ناپاک افتراء ہے اور کوئی احمدی سیدالاولین والآخرین کی شان اقدس کے بارے میں اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا۔"

(الفضل مورخہ ۲۴ر جنوری ۱۹۵۰ء)

ڈھٹائی اور بے حیائی کا کمال

ملاحظہ ہو کہ حضور ﷺ کی شان میں توہین آمیز کلمات کو صرف احراری برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ گویا احراریوں کے علاوہ تمام مسلمان مرزائی ہیں کہ حضرت فخر رسالت ﷺ کی توہین سے ان کے جذبات میں ہیجان پیدا نہیں ہوتا اور وہ نہایت سکون و سرور سے حضور ﷺ کی توہین برداشت کرتے ہیں۔ کاش کہ اس ملعون کو معلوم ہوتا کہ اگر حضور ﷺ کی محبت اور حضور کی عزت پر کٹ مرنے کا نام "احراریت" ہے تو ہر مسلمان احراری ہے۔

اور مسلمان کبھی اپنے آقا و مولا محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتا اور جہاں وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت و عظمت کو خطرہ لاحق ہے وہاں وہ اس مادی دنیا کی انتہائی قربانی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا ایمان ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

ایں طرفہ تماشا بیں

اور سنئے! کوئی احمدی سیدالاولین والآخرین کی شان اقدس کے بارے میں اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا۔ چہ خوب۔

شیشۂ مے بغل میں پنہاں ہے
لب پہ دعویٰ ہے پارسائی کا

تقابل و استقلال

۱...... سیدالعرب والعجم رسول مدنی کے مقابلہ میں مستقل رسول قدنی۔
۲...... اصحاب النبیؐ کے مقابلے میں اصحاب مسیح موعود۔
۳...... ازواج النبی امہاتؓ المومنین کے مقابلے میں ام المومنین۔
۴...... خلیفۃ الرسول کے مقابلہ میں خلیفۃ المسیح بلکہ خلیفہ اوّل (صدیق اکبر) کے مقابلہ میں

خلیفہ اوّل (نور الدین) اور خلیفہ ثانی (حضرت عمرؓ) کے مقابلے میں خلیفہ ثانی (میاں محمود احمد)

۵...... مدینۃ الرسول کے مقابلہ میں مدینۃ المسیح۔

۶...... دیار حبیب کے مقابلہ میں دیار حبیب۔

۷...... مزار نبی کے مقابلہ میں بہشتی مقبرہ۔

۸...... قبر رسول کے مقابلے میں قبر مرزا۔

۹...... قبلۃ الرسول اوّل (مسجد اقصیٰ) کے مقابلے میں مسجد اقصیٰ۔

۱۰...... قبلۃ الرسول ثانی (کعبۃ اللہ) کے مقابلہ میں مسجد قادیان۔

۱۱...... حرم اطہر (مکہ مکرمہ) کے مقابلے میں قادیان۔

۱۲...... اجتماع محمدی (حج کعبۃ اللہ) کے مقابلہ میں قادیان کا سالانہ جلسہ۔

۱۳...... سنہ محمدی (ہجری) کے مقابلہ میں سنہ قادیانی۔

۱۴...... اور سب سے بڑھ کر وحی محمدی (کتاب اللہ) کے مقابلہ میں تذکرہ (الہامات مرزا) پر تو احمدی ایمان لا سکتا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کے بارے میں اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا۔

تفوق و برتری

تقابل و استقلال اور برابری و ہم سری پر قناعت نہیں کی گئی بلکہ تقابل و برابری سے آگے بڑھ کر مرزائے قادیان کے تفوق و برتری کے شرم ناک دعاوی کئے ہیں۔ سید الکونین رحمتہ اللعالین کے دشمنوں کی تحقیر و اہانت اور تنقیص و مفضولیت کا جو نجس و ناپاک اور منحوس و ملعون بیج مرزا قادیانی نے بویا تھا وہ مصلح موعود اور اکابر مرزائیوں کی آبیاری سے اس قدر تناور اور گھنا درخت بن گیا ہے کہ اس کی چھاؤں تلے تمام قادیانی امت بیٹھی مرزا قادیانی کی نبوت کے گن گا رہی ہے۔ خطبہ الہامیہ کی تعلیم ''نبوی'' کا نتیجہ قاضی اکمل جیسے دریدہ دہن قادیانی صحابی کے رسوائے عالم اشعار عالم آشکار ہو چکے ہیں۔ اب ایک دوسرے صحابی ڈاکٹر شاہ نواز خان قادیانی کے ناپاک الفاظ ملاحظہ فرمائیے اور تعجب نہ کیجئے:

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا اور یہ جزئی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود کو آنحضرت ﷺ پر حاصل ہے۔''

(مضمون ڈاکٹر شاہ نواز قادیانی، رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ ۱۹۲۹ء)

دیکھئے کس جرأت و جسارت سے لگی لپٹی رکھے بغیر حضور کو مرزا قادیانی کے مقابلہ میں...... نقل کفر کفر نہ باشد...... ناقص العقل اور کم فہم کہا گیا ہے۔

ظلیت بلکہ عینیت

۱……مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

محمد پئے چارہ سازی امت   ہے اب احمد مجتبیٰ بن کے آیا
حقیقت کھلی بعث ثانی کی ہم پر   کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

(الفضل مورخہ ۲۸؍مئی ۱۹۲۸ء)

۲……پہلی حالت سے بڑھ چڑھ کر

''چودھویں رات کا چاند مسیح موعود ہی تو ہے جو چاند رات کے وقت تھا۔ یعنی رسول کریم ﷺ پس اس کا اصل حالت سے بڑھ چڑھ کر شان دار ہونا محل اعتراض کیوں کر ہوسکتا ہے۔'' (الفضل قادیان ج۳ نمبر ۷۶، یکم جنوری ۱۹۱۶ء)

اس علم کلام اس طرز تادیل اور اس انداز جواب سے نادان یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا پہلو صاف ہوگیا۔ اب محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس میں جو گستاخی کردیجا ہے۔ اس تادیل کے بعد غلام احمد قدنی کو محمد مدنی سے خوب بڑھا چڑھا کر پیش کرد۔ اس سے محبوب خدا مطلوب ہر دوسرا کی توہین کا اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس غلام احمد کو اچھالا اور بڑھایا جارہا ہے وہ کوئی غیر تو نہیں۔ عین وہی محمد مصطفیٰ تو ہے ہی۔ اس لئے تقابل اور توہین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس سے زیادہ حبیب کبریا کی کوئی اور توہین ممکن اور متصور ہی نہیں ہے کہ انگریز کے ساختہ پرداختہ ''نبی'' کو عین محبوب خدا سمجھ لیا جائے اور اس طرح انگریز کی خوشامد درآمد ڈپٹی کمشنروں اور مجسٹریٹوں کی چاپلوسی اور پذیرائی فریضہ جہاد کی تنسیخ وحرمت قرآن کریم، کعبۃ اللہ، مدینہ منورہ اور حج بیت اللہ وغیرہ سے الہامات مرزا قادیان لاہور، اور قادیان کے سالانہ جلسہ کے تغیر وتبادلہ اور وقت کی ہر کافر وظالم حکومت کی محکومی وفرمابرداری مسلم لیگ کی بدخواہی، آزادی اور حریت کے پروانوں کی جاسوسی وگرفتاری، مسلمان سلطنتوں کی تباہی وبربادی، سقوط…… بغداد پر قادیان میں چراغاں، انگریز کی دعاگوئی ورضاجوئی، سلطنت برطانیہ کے بقاء ودوام کی مسلسل ان تھک اور مرتے دم تک غیر مختتم مساعی اور ان سب سے بڑھ کر رسوائے عالم پچاس الماریوں اور انگریز کو اولی الامر قرار دینے اور اس کی غیر مشروط اطاعت کو پورا نصف اسلام قرار دینے کے علاوہ صلحاء وعلماء، صحابہ واہل بیت حتیٰ کہ انبیاء کرام کے حق میں ہزاروں مرصع اور مسجع گالیوں پر مشتمل غلیظ اور متعفن لٹریچر کی پوری ذمہ داری سید الانبیاء خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس برتر پر

عائد کردی جائے۔ اس سے زیادہ ظلم سید الابرار کی ذات پرانوار کے ساتھ اور کیا ہوسکتا ہے؟ اور اس سے بڑھ کر اشرف الانبیاء افضل المرسلین کی شان اقدس میں اور کون سی گستاخی ہوسکتی ہے؟

سرکار دو عالم ﷺ پر شرمناک حملہ

عام مرزائیوں سے قطع نظر خود مصلح موعود ''میاں محمود احمد صاحب کی اس قسم کی بات'' ملاحظہ ہو:

الفضل ۱۲ رمحرم میں ہے: ''چوہدری محمد حنیف خان صاحب نے اپنا ذیل خواب حلفیہ لکھ کر اس کی تعبیر کے متعلق عرض کیا''...... قرآن شریف میں مجھے ایک جیسی تین مختلف مقام پر تصاویر نظر آئیں۔ درمیان میں ایک شاہانہ کرسی پر حضور (مرزا محمود) رونق افروز ہیں۔ سر پر حضور (مرزا محمود) کے شاہانہ تاج ہے۔ ایک طرف مسیح موعود کھڑے ہیں دوسری طرف ایک اور بزرگ صاحب نورانی شکل کھڑے ہیں۔ دونوں حضور (مرزا محمود) کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ مصلح موعود ہیں...... حضور نے اس کی تعبیر فرمائی۔

''تعبیر تو ظاہری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے ماتحت مصلح موعود کا ظہور ہوا ہے۔ تیسرے نورانی شکل بزرگ غالباً آقائے محمد رسول اللہ ہوں گے۔'' (الفضل ۱۲ رمحرم ۱۳۶۵ھ ص۴)

کار شیطاں مے کند نامش ولی
گر ولی انیست لعنت بر ولی

کیا مصلح موعود کا خمیر توہین وتذلیل رسول امین سے اٹھایا گیا؟ کیا سید العرب والعجم کی شان: ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' میں انتہائی شرمناک گستاخی اور پرلے درجہ کی کمینہ بے ادبی کرنے والا مصلح موعود ہے یا مفسد موعود؟ العیاذ باللہ! ثم العیاذ باللہ!

ایک ایسا فاسق وفاجر اور روسیاہ وبدکار شخص جس کی سیہ کاری کی طویل داستانیں نہ صرف مباہلہ کی فائلوں میں بلکہ عدالت کی مسلوں میں موجود ہوں۔ جس کی بدکاری کے حالات نہ صرف عام مجالس ومحافل میں اور پریس اور پلیٹ فارم پر زبان زد ہر خاص وعام ہوں۔ بلکہ سیشن کورٹ اور ہائیکورٹ کی فضا ان سے گونج رہی ہو جو اپنے خلاف زنا ولواطت کے حلفیہ بیانات اور متعدد الزامات کی تردید میں آزاد تحقیقات پر آمادہ ہوتا ہو۔ نہ میدان مباہلہ میں نکلنے کی ہمت رکھتا ہو...... تو درمیان میں شاہانہ کرسی پر شاہانہ انداز میں شاہانہ تاج زیب سر کئے رونق افروز ہو اور محبوب خدا ممدوح ہر دوسرا سید الکونین رحمتہ للعالمین اشرف الانبیاء افضل المرسلین، نقل کفر کفر نہ باشد خادمانہ انداز میں کھڑے ہوں۔

بسے نادیدنی رادیدہ ام من
مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے

کیا اس سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی ہوسکتی ہے؟ کیا اس سے زیادہ کفر کسی نے آج تک بکا ہے یا کسی یورپین یا امریکن مخالف اسلام اور معاند رسول نے اس انداز میں سرور کائنات اور فخر موجودات کی تصویر کھینچی ہے۔ کیا آج تک کسی بداندیش وبدخواہ رسول نے خود صاحب تخت وتاج ہوکر اپنے سامنے صاحب السیر والمعراج کے دشمنوں کو غلامانہ انداز میں کھڑا کیا ہے؟ کیا کسی انسان صورت شیطان نے آج تک سرور عالم کے دشمنوں کی اس بری طرح توہین وتذلیل کی ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔

نہ برق میں یہ کرشمہ نہ شعلہ میں یہ ادا
کوئی بتائے کہ وہ شورخ تند خو کیا ہے؟

پھر یہ حقیقت کتنی دلآویز اور عبرت انگیز ہے کہ علم مجسم حضور ﷺ سراپا نور کو کھڑا کر کے خود شاہانہ کرسی پر شاہانہ تاج زیب سر کر کے رونق افروز ہونے والے بے غیرت خیر سے پرائمری بھی پاس نہیں۔

پرائمری فیل مصلح موعود

یہ طعن نہیں سولہ آنے حقیقت ہے۔ خود میاں صاحب کے الفاظ موجود ہیں: ”میری مثال دیکھ لو میں پرائمری میں بھی فیل ہوا اور مڈل میں بھی فیل ہوا۔ لیکن چونکہ گھر کا مدرسہ تھا اس لئے اگلی جماعت میں بٹھا دیا گیا۔ لیکن انٹرنس میں جا کر سوائے تاریخ اور جغرافیہ کے سب مضمونوں میں فیل ہو گیا...... ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ پچھلے دنوں جب لاہور میں میں شیخ بشیر احمد کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا تو ایک طالب علم لڑکی جو کہ ایم۔ اے فلاسفی میں پڑھتی تھی۔ بعض سوالات پوچھنے کے لئے آئی...... وہ مجھے کہنے لگی کہ کیا آپ ایم۔ اے ہیں۔ میں نے کہا میں پرائمری فیل ہوں۔“

(الفضل قادیان مورخہ ۲۸ راکتوبر ۱۹۴۶ء ص ۶، کالم ۳،۴)

مگر اس پرائمری فیل کی کامیابی کا معیار ملاحظہ ہو۔ اسی خطبہ میں فرماتے ہیں جو اسی ”الفضل“ کے اسی صفحے پر صرف چند سطر میں پہلے موجود ہے کہ: ”پس جب تک تم چھوٹے محمد (ﷺ) نہیں بن جاتے اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتے۔“ (الفضل مورخہ ۲۸ راکتوبر ۱۹۴۶ء ص ۶)

یہ تو کسر نفسی سے چھوٹے محمد ﷺ بن رہے ہیں۔ ورنہ دراصل تو (خاک بدہنش)

آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ سکتے ہیں۔ کہتے ہیں: "یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔"

(الفضل قادیان ج ۱۰ نمبر ۵، مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۲۲ء)

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

یہ تو خیر سے پرائمری فیل ہیں۔ اگر مڈل پاس ہو جاتے تو جانے کامیابی کا معیار کیا ٹھہراتے اور کیا سے کیا بن جاتے۔ ذہنی افلاس اور دماغی قلاشی کا یہ حال کہ پرائمری تک پاس نہیں کر سکے اور تعلّی یہ کہ حبیب کبریا ﷺ سے نیچے کوئی درجہ نظر ہی نہیں آتا۔

بندگی پر بھی خدائی کے ہیں دعوے کب سے
اب تو یا رب تیرے بندوں کی طبیعت بدلے

اور پھر یہ پرائمری فیل ہو کر محمد مصطفےٰ ﷺ سے بڑھ جانے کے امکانات صرف بیٹے تک محدود نہیں۔ باپ کا بھی یہی حال ہے۔ وہ خیر سے امتحان تو مختاری کا پاس نہیں کر سکے۔ مگر نقل کفر کفر نباشد! بڑھ گئے حبیب خدا محمد مصطفےٰ ﷺ سے۔

ایک مردود مرید قاضی اکمل کی ملعون زبان بکتی ہے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(البدر قادیان ص ۱۴، مورخہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

الفضل اس بے ایمانی و بے غیرتی پر چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کی بجائے قریباً چالیس سال بعد اس بے حیائی پر فخر و ناز کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: "یہ شعر اس نظم کا حصہ ہیں جو حضرت مسیح موعود کے حضور میں پڑھی گئی اور خوش خط لکھے ہوئے قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور...... (جزاکم اللہ تعالیٰ کہہ کر) اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ حضرت کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاکم اللہ تعالیٰ کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا ہے کہ اس پر اعتراض کر کے اپنی کمزوری ایمان و قلت عرفان کا ثبوت دے۔"

(الفضل مورخہ ۲۲ر اگست ۱۹۴۴ء، ص ۴)

تف ہے اس ایمان اور لعنت ہے اس عرفان پر ۔
گر ولی اینست لعنت بر ولی

مختاری فیل مسیح موعود

پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ فخر رسل سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر شان والے منشی غلام احمد خیر سے کھوتا رام جتنی قابلیت بھی نہیں رکھتے اور مختاری کا جو امتحان ہزاروں ہندو سکھ پاس کر لیتے تھے وہ حضرت صاحب پاس نہ کر سکے۔ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے لکھتے ہیں: ''ڈاکٹر امیر شاہ صاحب استاد مقرر ہوئے۔ مرزا صاحب نے انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔ آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے اور کیونکر ہوتے وہ دنیوی اشغال کے لئے بنائے نہیں گئے تھے۔'' (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص ۱۵۶، روایت نمبر ۱۵۰)

چہ خوب! گویا امتحان میں کامیاب ہونا تو دنیوی اشغال کا پیش خیمہ تھا۔ مگر فیل اور ناکام ہونا مدراج نبوت کا ایک درجہ اور قصر مسیحیت کا ایک ضروری زینہ۔

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

چھوٹے میاں بشیر احمد صاحب کا یہ آخری فقرہ انگور کھٹے ہیں کا مصداق اور بہت دلچسپ ہے۔ مگر اس سے زیادہ دلچسپ بڑے میاں محمود احمد صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

افیمی استاد کا افیمی شاگرد

''حضرت مسیح موعود کو بھی یہ دعویٰ نہ تھا کہ آپ نے ظاہری علوم کہیں پڑھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ میرا ایک استاد تھا جو افیم کھایا کرتا تھا۔ وہ حقہ لے کر بیٹھ رہتا تھا۔ کئی دفعہ پینک میں اس سے اس کے حقہ کی چلم ٹوٹ جاتی۔ ایسے استاد نے پڑھانا کیا تھا۔''

(الفضل مورخہ ۵ر فروری ۱۹۲۹ء)

گویا حضرت صاحب اس استاد سے پڑھتے پڑھاتے نہیں تھے۔ بلکہ اس سے جس فن میں وہ ماہر تھا اس کا استفادہ کرتے تھے۔ چنانچہ ذیل کی روایات سے اس بات کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔

۱...... میاں محمود احمد صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود نے تریاق الٰہی دوا، خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا بڑا جزء افیون تھا اور یہ دوا کسی قدر اور افیون کی زیادتی کے بعد

حضرت خلیفہ اوّل (حکیم نورالدین) کو حضور (مرزا قادیانی) چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے۔"

(الفضل مورخہ ۱۹/ جولائی ۱۹۲۹ء)

۲...... "آپ کی عادت تھی کہ روٹی توڑنے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے جاتے پھر کوئی ٹکڑا اٹھا کے منہ میں ڈال لیتے اور باقی ٹکڑے دسترخوان پر رکھے رہتے۔ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود ایسا کیوں کرتے تھے۔ مگر کئی دوست کہا کرتے کہ حضرت صاحب یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان روٹی کے ٹکڑوں میں سے کون سا تسبیح کرنے والا ہے اور کون سا نہیں۔"

(الفضل قادیان ۲۲/ مارچ ۱۹۳۵ء)

۳...... صاحبزادہ بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں: "خاکسار عرض کرتا ہے کہ آپ چابیاں ازار بند کے ساتھ باندھتے تھے۔ جو بوجھ سے بعض اوقات لٹک آتا تھا اور والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود عموماً ریشمی ازار بند استعمال فرماتے تھے۔ کیونکہ آپ کو پیشاب جلدی جلدی آتا تھا۔ اس لئے ریشمی ازار بند رکھتے تھے۔ تاکہ کھلنے میں آسانی ہو اور گرہ بھی پڑ جائے تو کھولنے میں دقت نہ ہو۔ سوتی ازار بند میں آپ سے بعض وقت گرہ پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔"

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص ۵۵، روایت نمبر ۶۵)

۴...... "بعض دفعہ جب حضور جراب پہنتے تو بے توجہی کے عالم میں اس کی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اوپر کی طرف ہو جاتی تھی اور بارہا ایک کاج کا بٹن دوسرے کاج میں لگا ہوتا تھا اور بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لئے گرگابی جوتہ ہدیۃً لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے اور بایاں دائیں میں۔ چنانچہ اس تکلیف کی وجہ سے آپ دیسی جوتہ پہنتے تھے۔ اسی طرح کھانا کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو اس وقت پتہ لگتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں کہ جب کھانا کھاتے کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آ جاتا ہے۔"

(سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۵۸، روایت نمبر ۳۷۵)

۵...... "بعض اوقات زیادہ سردی میں دو دو جرابیں اوپر تلے چڑھا لیتے مگر باوجود جراب اس طرح پہن لیتے کہ وہ پیر پر ٹھیک نہ چڑھتی۔ کبھی تو سرا آگے لٹکتا رہتا اور کبھی جراب کی ایڑی پیر کی پشت پر آ جاتی اور کبھی ایک جراب سیدھی دوسری الٹی۔" (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۱۲۷، روایت نمبر ۴۴۴)

۶...... "کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ، صدری، ٹوپی، عمامہ رات کو اتار کر تکیہ کے

نیچے ہی رکھ لیتے اور رات بھر تمام کپڑے بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جاتے۔"

(سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۲۸، روایت نمبر ۴۴۴)

اس سلسلہ میں چند ایک مریدان باصفا کی روایت بھی سن لیجئے۔

۷...... "آپ کو (یعنی مرزا قادیانی کو) شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی آپ کو عرصہ سے لگی ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔"

(ملحقہ حالات مرزا قادیانی براہین احمدیہ ج اوّل ص ۶۷، مرتبہ معراج الدین قادیانی)

۸...... "ایک دفعہ ایک شخص نے بوٹ تحفہ میں پیش کیا۔ آپ نے (مرزا قادیانی نے) اس کی خاطر سے پہن لیا۔ مگر اس کے دائیں بائیں کی شناخت نہیں کر سکتے تھے۔ دایاں پاؤں بائیں طرف کے بوٹ میں اور بایاں پاؤں دائیں طرف کے بوٹ میں پہن لیتے تھے۔ آخر اس غلطی سے بچنے کے لئے ایک طرف بوٹ پر سیاہی سے نشان لگانا پڑا۔"

(منکرین خلافت کا انجام ص ۹۶، مصنفہ جلال الدین شمس صاحب)

۹...... "نئی جوتی جب پاؤں کاٹتی تو جھٹ ایڑی بٹھا لیا کرتے تھے اور اسی سبب سے سیر کے وقت گرد اڑ اڑ کر پنڈلیوں پر چڑھا یا کرتی تھی...... حضور کبھی تیل سر مبارک پر لگاتے تو تیل والا ہاتھ سر مبارک اور داڑھی مبارک سے ہوتا ہوا بعض اوقات سینہ تک چلا جاتا جس سے قیمتی کوٹ پر دھبے پڑ جاتے۔" (اخبار الحکم قادیان مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۳۵ء)

گو اس سلسلہ میں تفصیلات کا دامن زلف یار سے بھی دراز تر ہے۔ تاہم اہل فکر ونظر کے لئے اتنا کافی ہے۔

دریائے خون بہانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

یہ منہ اور مسور کی دال

آہ! انسانیت کی بدقسمتی اور دین کی مظلومی کہ جس ذات شریف کو دستر خوان پر بیٹھ کر روٹی کھانے، چابیاں سنبھالنے، اپنی شلوار کا ازار بند کھولنے، جراب اور جوتا پہننے، کاج میں بٹن دینے، استنجے کے ڈھیلے اور کھانے کے گڑ کو جدا جدا رکھنے حتیٰ کہ سیر کے وقت چلنے اور داڑھی مبارک کو تیل لگانے کی بھی تمیز نہیں وہ دعویٰ کرتے ہیں تو صرف نبوت اور مسیحیت کے نہیں بلکہ افضل الانبیاء سے تخت نبوت ورسالت اور سید المرسلین سے تاج رشد وہدایت چھیننے کے۔

بادۂ عصیاں سے دامن تربتر ہے شیخ کا
پھر بھی دعویٰ ہے کہ اصلاح دوعالم ہم سے ہے

قادیانی نبوت کے تابوت میں آخری کیل

الفضل اور اللہ دتہ اپنا لکھا پڑھا چاٹ سکتے ہیں اور رائے عامہ کے دباؤ اور پریس کی گرفت سے گھبرا کر اپنی بات سے مکر سکتے ہیں اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی مرزائی اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا۔ لیکن کیا اس بات کا بھی انکار ممکن ہے کہ ان مرزائیوں کے پیشوا خود مرزا قادیانی عشق رسول کے مختلف مدارج تقابل وہمسری، تفوق وبرتری اور وحدت وعینیت طے کرنے کے بعد اب آخری منزل میں قدم رکھتے اور مقام مقصود پر آتے ہیں۔ یعنی نعوذ باللہ! سید المرسلین کو مسند رسالت اور کرسی نبوت سے اٹھاتے اور خود ہدایت عالم کا تاج زیب سر کر کے تخت خلافت پر براجمان ہوتے ہیں۔ سنئے! اور جگر تھام کر سنئے۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ: ’’اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔‘‘

(اربعین نمبر۴ ص۱۴، خزائن ج۱۷ ص۴۴۵)

فرمایئے! کیا اب بھی اس قسم کی بات میں کوئی کسر رہ گئی۔ کیا اس تصریح کی بھی کوئی تاویل کی جائے گی؟ کیا مقام محمد پر اس بے حیائی سے ڈاکہ زنی کے بعد بھی غلام احمد کی نبوت کو محمد رسول اللہ کی اتباع کامل کا ثمرہ قرار دیا جائے گا؟

ارباب اقتدار سے

ہم ارباب اقتدار سے بھی دریافت کرتے ہیں کہ سرور کائنات کے دشمنوں کی تحقیر واہانت اور تنقیص ومفضولیت کی خرافات اور بکواس سے گذر کر نعوذ باللہ سید المرسلین کو مسند رسالت سے اٹھا کر ہدایت عالم کے مقام محمود پر خود قبضہ کرنے کی نابکار سعی کے باوجود اس کذاب اکبر اور دجال اعظم کو انسان اور اس کی مردود وملعون لاہوری اور قادیانی امت کو مسلمان سمجھا جائے گا۔

ہر گزم باور نمی آید زروئے اعتقاد
ایں ہمہ با گفتن ودین پیمبر داشتن

مسلم لیگ اور اسلام

میاں افتخار الدین اور سردار شوکت حیات خان اگر اپنی تقریروں سے مسلم لیگ میں انتشار کا موجب ہوں تو انہیں مسلم لیگ سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

مجلس عاملہ پاکستان مسلم لیگ نے ۱۱ اپریل کو کراچی میں میاں صاحب اور سردار صاحب کو پارٹی سے پانچ پانچ سال کے لئے خارج کرتے ہوئے ان کے خلاف حسب ذیل فرد جرم مرتب کی ہے۔

’’میاں صاحب اور سردار صاحب نے جماعتی نظم وضبط کا خیال کئے بغیر مجلس دستور ساز میں پارٹی میں فیصلوں کے خلاف تقریریں کر کے مسلم لیگ کے مفاد کو نقصان پہنچایا بلکہ انہوں نے پارلیمنٹ میں پاکستان پارلیمنٹ کی حیثیت کو چیلنج کیا۔ انہوں نے پارٹی میں انتشار و بدنظمی پھیلانے کے لئے تخریبی کارروائیاں کیں اور مسلم لیگ کو رسوا کرنے کی کوشش کی۔‘‘

مگر آہ!

مرزا غلام احمد، میاں محمود احمد اور دوسرے مرزائیوں کی اس قسم کی تقریروں سے نہ ملی نظم وضبط کو صدمہ پہنچتا ہے نہ اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچتا ہے۔ نہ دین کی حیثیت کو چیلنج ہوتا ہے۔ نہ اس کی رسوائی ہوتی ہے اور نہ ملت میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں معزز معاصر ’’ڈان‘‘ (اردو) بعنوان ’’پارٹی سے بغاوت کی سزا‘‘ لکھتا ہے: ’’گورنمنٹ اس کے ارکان اور اس کی عام پالیسی پر انہوں نے سخت حملے کئے ہیں۔ انہوں نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ دستور یہ پاکستان اور پارلیمنٹ کی نیابتی حیثیت پر بھی اعتراض کیا۔ پاکستان کا کون سا نظام اور ادارہ باقی رہ گیا جس کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ ان کی نظر میں اس کا احترام ہے...... ان کے اور مسلم لیگ پارٹی کے درمیان کون سی چیز مشترک رہ گئی تھی جو انہیں پارٹی کا رکن باقی رکھا جاتا۔‘‘

بالکل انہی الفاظ میں ہم یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ (اس سارے مرزا نمبر سے قطع نظر صرف زیر نظر افتتاحیہ میں) ان کے کرتوت کو بغور دیکھ کر ہمیں بتلایا جائے کہ مرزائیت اور اسلام کے درمیان کون سی چیز مشترک رہ جاتی ہے کہ مرزائیوں کو ملت اسلامیہ کا رکن باقی رکھا جائے۔ جب وہ اسلام اس کے ارکان اور اس کی عام پالیسی پر شدید حملے نہ کریں بلکہ خود سید الانبیاء رحمتہ اللعالمین کی شان رسالت کو ختم کر کے مرزا غلام احمد قادیانی تخت وتاج نبوت پر قابض ہونے کی ملعون کوشش کرے تو پھر اسلام کا باقی کیا رہ گیا جس کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ

مرزائیت کی نظر میں اس کا احترام ہے؟

الحاصل

مرزا غلام احمد محمد رسول اللہ ﷺ کا حریف ومقابل اور بدترین مخالف ومعاند ہے اور امت مرزائیہ امت محمدیہ سے بالکل جدا اور مغائر! اس نے محمد رسول اللہ کے پاکستان میں مسلمانوں کے ساتھ شامل رکھنا اسلام کی مظلومی کا دردانگیز مظاہرہ ہے اور ملت کی مجبوری کا الم ناک نظارہ جسے دیکھ کر حساودیندار فرزندان توحید کا دل گھٹتا...... اور جگر پھٹتا ہے۔

ناديدنی کی دید سے ہوتا ہے خون دل
بے دست وپا کو دیدۂ بینا نہ چاہیے

اشاعت دوم

۱۶ر شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ، مطابق ۱۴ر جون ۱۹۴۹ء

مرزا غلام احمد نمبر کا منشاء

ہمارے مقامی معاصر پیغام صلح نے اعلان کیا تھا: ''۲۶ر مئی حضرت مسیح موعود کا یوم وصال ہے۔ اس موقعہ پر پیغام صلح کا ایک خاص نمبر شائع ہوگا جس میں حضرت مجدد وقت کی صداقت آپ کے عظیم الشان کارناموں، آپ کی خدمات دینیہ اور سیرت واخلاق پر بہت سے بیش قیمت مضامین درج ہوں گے۔''

ہم نے مناسب سمجھا کہ ہم بھی اس مبارک تقریب میں حصہ لیں اور تنظیم اہل سنت کا خاص نمبر شائع کر کے دنیا کو حضرت مجدد وقت کی صداقت آپ کے عظیم الشان کارناموں، آپ کی خدمات دینیہ اور سیرت واخلاق سے باخبر اور آگاہ کریں۔ چنانچہ آج ہم بفضلہ تعالیٰ تنظیم کا یہ خاص نمبر...... مرزا غلام احمد نمبر...... شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ہمیں امید ہے کہ دنیا کو اس خاص نمبر کے مطالعہ سے مرزا قادیانی کی شخصیت اور آپ کے صحیح منصب ومقام کے سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔ خدا ہمارے ''قادیانی'' کرم فرماؤں کو خالی الذہن ہو کر اس خاص نمبر کی روشنی میں مرزا قادیانی کی حقیقت جاننے پہچاننے کی توفیق عطاء فرمائے اور قبول حق کی سعادت سے انہیں بہرہ یاب فرمائے۔ آمین!

تنظیم اہل سنت کے "مرزا غلام احمد نمبر" کے متعلق

معزز اکابر ملت کی آرائے گرامی

عالی جناب شیخ فیض محمد صاحب سپیکر پنجاب اسمبلی کا ارشاد گرامی

"تنظیم اہل سنت کے مرزا قادیانی نمبر کا میں نے بغور مطالعہ کیا۔ اس کی ترتیب پر میں سید نور الحسن صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ انہوں نے تنظیم کے اس خاص نمبر کی اشاعت سے ملت اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ مرزائیت کے بارے میں حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے خیالات کی اشاعت خصوصیت کے ساتھ جاذب توجہ ہے۔ ان خیالات کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ علامہ موصوف نے کسی ہنگامی جذبہ کے ماتحت ان کا اظہار فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی یہ رائے گرامی برسوں کے عمیق مطالعہ کا نچوڑ ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تنظیم اہل سنت کے مندرجہ مضامین کے پڑھنے کے بعد کوئی معقولیت پسند انسان مرزا قادیانی کے دعوئے نبوت کا قائل ہوسکتا ہے۔ میری تجویز ہے۔ ان تمام اور ہچوں قسم دیگر مضامین اردو نظموں کو مستقل کتاب کی شکل میں شائع کرنا مفید ہوگا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی تجویز کرتا ہوں کہ کتاب کی اشاعت کے لئے خاص عطیات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور چھپ جانے پر اس کی تقسیم مفت ہو۔ اس مقصد کے لئے میں اپنے مقدور کے مطابق امداد کے لئے تیار ہوں۔"

قائد ملت حضرت مولانا سید داؤد صاحب غزنوی کا ارشاد گرامی

"ہفت روزہ تنظیم اہل سنت جو مولانا سید نور الحسن صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ شاندار تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ بلند پایہ علماء اور اہل قلم حضرات کے مضامین اس کی معنوی خوبیوں کے لئے اور خود فاضل مدیر کا حسن ذوق اس کے صوری اور معنوی محاسن کے لئے ضامن ہے۔ اس کے کئی مخصوص نمبر شائع ہوئے اور انہوں نے خاص قبولیت حاصل کی۔ لیکن یہ آخری مخصوص نمبر جو "مرزا غلام احمد نمبر" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے بعض مضامین کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتا ہے اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ قارئین کے شوق طلب کی بناء پر اسے دوبارہ طبع کرایا جارہا ہے۔ امید ہے کہ شائقین کی یہ قدر افزائی کارکنان تنظیم اہل سنت کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی اور وہ پہلے سے زیادہ شوق اور علو ہمتی سے کام کریں گے اور خدمت تبلیغ کو باحسن وجوہ سرانجام دیں گے۔"

محترم سید عبداللہ شاہ صاحب ایڈیٹر الفلاح پشاور

"ماشاء اللہ تنظیم جو کام سرانجام دے رہا ہے اس کی مثال دور حاضرہ میں مشکل ہے۔ پرچہ آتے ہی ہاتھوں ہاتھ مطالعہ کے لئے مانگا جاتا ہے اور میں تو مکرر سہ کرر پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دیوے اور اس جدوجہد میں کامیاب کرے۔ "مرزا غلام احمد نمبر" آپ کی تاریخی یادگار رہے گی۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے یہ عرق ریزی کی گئی ہے۔ "مرزا غلام احمد نمبر" کے براہ نوازش چالیس پرچے بھیج دیں۔ رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دوں گا۔"

دوسرا مکتوب: "وہ چالیس پرچے فوراً الگ گئے ہیں۔ ۵ پرچے مزید ارسال فرمادیجئے۔"

محترم شیخ فیض الحق صاحب نوری، سید پوری گیٹ راولپنڈی

"آپ کے اخبار تنظیم اہل سنت کا "مرزا غلام احمد نمبر" میں نے تقریباً بیس آدمیوں کو مطالعہ کرایا۔ تمام افراد نے ایک ایک کاپی منگوانے کی مجھ سے درخواست کی۔ بہت سے اصحاب نے اخبار مذکورہ کو ہمیشہ کے لئے منگوانے کی خواہش ظاہر کی اور آپ کے دفتر کا پتہ بھی نوٹ فرمالیا۔ امید ہے آپ کو خطوط بھی پہنچ چکے ہوں گے۔ اب گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل پتہ پر مرزا غلام احمد نمبر کتابی شکل میں چھپا ہوا یا اخباری شکل میں کم از کم پچاس کاپیاں ارسال فرماویں۔ قیمت انشاء اللہ ارسال کر دی جائے گی۔ میرے دوستوں کی رائے ہے کہ اخبار مذکور کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے آج کل نہایت ضروری ہے۔ تاکہ آپ کے اس کار خیر کی مالی امداد میں حصہ لے کر ہر باطل کے مقابلہ میں تنظیم کے تحت کھڑے ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔"

فقط: والسلام علیکم!

محترم صاحبزادہ رازق نور صاحب ای۔اے، بی۔ٹی (علیگ) ٹل ضلع کوہاٹ

"تنظیم سے ساری ملت اسلامیہ کا مفاد وابستہ ہے۔ "مرزا غلام احمد نمبر" یہاں بہت پسند ہوا ہے اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ نہایت عین موقعہ پر پہنچا۔ کیونکہ انہی دنوں فرزند علی ناظر امور عامہ قادیان بھی لوگوں کو مرتد کرنے کے لئے یہاں آیا ہوا تھا۔ وہ نہایت مایوس ہو کر یہاں سے گیا۔ اگرچہ وہ کھلے طور پر کسی سے نہ مل سکا۔ تاہم اس نے تین مریدوں سے جو باہر سے آ کر یہاں بس گئے ہیں اپنے دوستوں کو بلوایا اور اس کا وعظ ان کو سنوایا۔ میں نے بھی دام تزویر سے بچانے کے لئے ان لوگوں سے باتیں کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باطل کافور ہوا اور ان کے ایک چیلے نے تو

مجھ سے گلہ بھی کیا کہ میں نے ان کے لئے فضا خراب کر دی۔ فالحمدللہ علی ذالک!"

(۱۱؍جون ۱۹۴۹ء)

تنظیم اہل سنت کے مرزا غلام احمد نمبر کے متعلق
مؤقر مسلم پریس کی رائے گرامی

معزز معاصر زمیندار لاہور:

"مرزا غلام احمد نمبر!

مسلمانوں کو معاصر عزیز تنظیم اہل سنت کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس نے مرزا غلام احمد نمبر شائع کر کے اسلام وملت کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ اشاعت مرزائیت کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کی گئی ہے کہ۔

قصۂ وصل عدو تجھ کو سنا جاتا ہوں
لے تجھے ہی تیرا آئینہ دکھا جاتا ہوں

اس پرچے میں قادیانیت کے متعلق ایسے محققانہ مضامین ہیں جن کے مطالعے سے کسی مسلمان کو محروم نہیں رہنا چاہئے۔ ہمارا تو یہاں تک خیال ہے کہ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس پرچے کے مطالعے سے محروم رہا تو یہ محرومی خوش قسمتی نہیں کہلائے گی۔ مضمون نگاروں میں حضرت علامہ اقبال نور اللہ مرقدہ، مولانا ظفر علی خان قبلہ، حضرت طالوت، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ اور مولانا محمد زاہد الحسینی ایسے عالم باعمل اور وسیع العلومات رہنا شامل ہیں۔ غرضیکہ یہ نمبر اپنے موضوع کے لحاظ سے قابل تحسین ہے اور تنظیم اہل سنت کا مدیر مستحق مبارکباد ہے جس نے مضامین کا مجموعہ پیش کیا جو کفر والحاد کے خرمن پر حق وصداقت کی بجلیوں کا کام کر سکتے ہیں۔ قارئین کرام! یہ پرچہ دفتر ہفتہ وار تنظیم سے طلب کریں۔" (زمیندار ۷؍شعبان ۱۳۶۸ھ)

معزز معاصر! روزنامہ احسان لاہور

"ہفتہ وار تنظیم اہل سنت لاہور نے گذشتہ ہفتہ "مرزا غلام احمد نمبر" نکالا ہے جو ۲۸؍صفحات اخباری پر مشتمل ہے اور طباعت وکتابت کے لحاظ سے دیدہ زیب ہونے کے علاوہ اصل موضوع پر سیر حاصل تبصرے کا حامل ہے۔ اس میں ہر مضمون نگار نے قادیانیت کے متعلق اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ بلکہ خود انہی کی کتابوں کے حوالے سے پوری تصویر پیش کی ہے۔

مرزائیت کی سیاسی سرگرمیوں کے متعلق بعض اقتباسات ایسے دیئے گئے ہیں جنہیں پڑھ کر ہمیں سوچنا پڑتا ہے کہ اس فرقے کے متعلق کیا نظریہ قائم کریں۔ مثلاً الفضل کے ۱۵ اپریل ۱۹۴۷ء کی اشاعت کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

''ممکن ہے عارضی افتراق (پاکستان کی شکل میں) پیدا ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے۔''

(ارشاد مرزا محمود احمد خلیفۂ قادیان)

بہرحال یہ نمبر بہت معلومات افزا اور دلچسپ ہے اور اس لائق ہے کہ ہر پڑھا لکھا آدمی اس کا مطالعہ کرے۔ قیمت فی پرچہ چار آنے رکھی گئی ہے۔''

(احسان مورخہ ۱۸ جون ۱۹۴۹ء)

معزز معاصر روزنامہ تسنیم لاہور

''اخبار تنظیم اہل سنت لاہور نے ''مرزا غلام احمد نمبر'' شائع کر کے تبلیغ اسلام اور تردید باطل کا ایک نیا انداز پیش کیا ہے۔ مدعیان کاذب اور تحریکات باطل کے اندر داخلی طور پر اللہ تعالیٰ کی حکمت سے کچھ ایسے نمایاں سامان موجود ہوتے ہیں کہ ان کی تردید پر خارجی دلائل لانے کی بجائے صرف ان سامانوں کو الم نشرح کر دینا کافی ہوتا ہے۔ ان کے تیوروں کو دیکھ کر ہی ایک طالب حق فیصلہ کر لیتا ہے کہ ایک سچے داعی حق کے یہ لچھن نہیں ہیں۔ اس راز کو سب سے پہلے مولانا الیاس برنی نے بھانپا اور قادیانی مذہب کے نام سے ایک ضخیم کتاب حیدر آباد دکن سے شائع کی۔ جس میں قادیانی مذہب کے بانی اور اس کے متبعین کے اقوال اور تحریرات درج کر دیں۔ اپنی طرف سے انہوں نے تبصرے کے طور پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ تجربے نے بتایا کہ یہ کتاب ردمرزائیت میں نہایت کامیاب ثابت ہوئی اور اس نے اس تحریک باطل کے خدوخال پر سے پروپیگنڈے کی تمام پرفریب چادریں اتار کر پھینک دیں۔

معاصر تنظیم اہل سنت کا ''مرزا غلام احمد نمبر'' بھی اسی اصول کار پر مبنی ہے۔ اسی پر مرزا غلام احمد قادیانی متنبی قادیان کی نظم و نثر کے شہ پاروں کو جمع کر دیا گیا ہے اور ایک آدمی بغیر کسی خارجی استدلال کے مرزا قادیانی کے طرز کلام، حسن اخلاق، اصول پروری، فہم قرآن اور انسانیت و شرافت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں معاصر نے قادیانی جماعت کے ارباب تقدس کے اس مسلک کو بھی درج کر دیا ہے جو پاکستان کے متعلق تقسیم سے پہلے وہ ظاہر کرتے رہے یہ نمبر تردید قادیانیت میں بہت ہی مفید شے ہے اور ظاہری و صوری محاسن کا مرقع، قیمت چار آنے۔''

(۱۶ جون ۱۹۴۹ء)

معزز معاصر روزنامہ غازی لاہور

‘‘ہفت روزہ ’’تنظیم اہل سنت‘‘ کا زیرنظر شمارہ اپنی ظاہری اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے ملت پاکستان کے لئے ایک قابل قدر صحافتی پیشکش ہے۔ جسے ہر سچا مسلمان قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اس شمارہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی تحریروں کے حوالے سے ان کی حقیقت کو پوری طرح بے نقاب کیا گیا ہے۔ مرزا بشیر الدین کی تقریر اور تحریر کی روشنی میں مرزائیت کی کارگزاریوں اور سرگرمیوں بلکہ مستقبل میں اس کے وجود سے پیدا ہونے والے اندیشوں کی تعیین بھی مؤثر اور مدلل انداز میں کی گئی ہے۔ احمدیت سے متعلق حضرت علامہ اقبال مرحوم و مغفور کے معلومات افزا مضامین بھی درج ہیں۔ جن کے ذریعے مرزائیت کو اس کے اصلی رنگ و روپ میں دیکھنے کے لئے پوری امداد ملے گی۔

الغرض شمارۂ زیرنظر کی تمام نگارشات نے ایک ایسے وقت پر مرزائیت کی نقاب کشائی کا فرض عظیم سرانجام دیا ہے۔ جب کہ پاکستان کی تعمیری زندگی کے تقاضے مسلمانوں کے دیندار اور فرض شناس حلقوں سے اس کی توقع کر رہے تھے۔ ہم منتظمین جریدہ تنظیم کو اس بلند پایہ اور معنوی خوبیوں سے آراستہ شمارہ کی کامیاب تکمیل پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ جریدہ تنظیم ملت کی مذہبی پریشانیوں کے لئے صورت اطمینان کا زندگی بخش ذریعہ ثابت ہو۔’’

(۱۶/جون ۱۹۴۹ء)

معزز معاصر روزنامہ ‘‘سفینہ’’ لاہور

‘‘ہفتہ وار تنظیم اہل سنت نے جو محمود خان لغاری کی سرپرستی میں اہل سنت والجماعت کے عقائد کی تبلیغ اور ان کے حقوق کی نگرانی کے لئے جاری ہے اس ہفتہ ایک خوش رنگ جاذب نظر خاص نمبر شائع کیا ہے جس میں بزرگان قادیان کے سلسلہ پر نقد و تبصرہ کیا گیا ہے اور حوالے انہی کی کتابوں سے دیئے گئے ہیں پچھلے دنوں قادیانیوں کے متعلق یہ عام شبہ کیا جاتا تھا کہ مذہبی معاملے میں ان کے عام مسلمانوں سے جو اختلاف ہیں سو ہیں۔ سیاسی معاملات میں بھی وہ پاکستان کے وفادار نہیں اور یہ شبہ بھی بعض اقوال و افعال کی بناء پر کیا گیا تھا۔ اس نمبر میں ‘‘الفضل’’ کا مندرجہ ذیل اقتباس شائع کیا گیا ہے۔

‘‘ممکن ہے عارضی افتراق پیدا ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے۔’’ یہ اقتباس مرزا محمود احمد امام جماعت کی ایک تقریر سے لیا گیا ہے جو انہوں نے

اعلان تقسیم سے کوئی دو ہفتہ قبل کی تھی۔ اسی طرح اور معاملات پر اپنے نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ ۴ر میں یہ نمبر اخبار کے دفتر سے طلب کیجئے۔“

(۹رجون ۱۹۴۹ء)

معزز معاصر روزنامہ ”مغربی پاکستان“ لاہور

”ہفتہ وار تنظیم اہل سنت والجماعت نے یہ جدت کی ہے کہ اہل سنت کا اخبار ہونے کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی کے یوم ولادت پر اس نے ”مرزا غلام احمد نمبر“ کے نام پر ایک خاص نمبر شائع کیا ہے۔ اس خاص نمبر میں مرزا غلام احمد کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور مرزائیوں کے عقائد باطلہ کے پول نہایت عام فہم انداز سے کھولے گئے ہیں۔“

(مورخہ ۱۸رشعبان المعظم ۱۳۶۸ھ)

”مرزا غلام احمد نمبر“ کی اشاعت پر پیغام صلح کی فریاد و فغان

از: مولانا سید نور الحسن بخاری

کلیم غش میں ہے اور جل رہا ہے دامن طور
ابھی تو ”حسن“ کا پہلا ہی پردہ اٹھا ہے

آپ کے تنظیم کا ”مرزا غلام احمد نمبر“ شائع ہوا اور ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ ہمارے فہم و فکر میں بھی نہ تھا کہ یہ اتنا مقبول عام ہوگا۔ حیران ہوں کہ قادر مطلق کا کس زبان سے شکر ادا کروں۔ جس نے دین و ملت کے اس واحد تبلیغی مرکز...... مرکز تنظیم...... کو تنظیم اہل سنت کا یہ خاص نمبر شائع کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی اور پھر اس خاص نمبر کو قبولیت عامہ کی سند عطا فرما کر اسے برصغیر ہندو پاکستان کے طول و عرض میں پھیلا دیا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

مقامی مؤقر پریس نے اس نمبر کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کر کے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ملک و ملت کے مشہور و معزز روزنامہ زمیندار نے یہاں تک لکھ دیا کہ ہمارا تو یہاں تک خیال ہے کہ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس پرچے کے مطالعہ سے محروم رہا تو یہ محرومی خوش قسمتی نہیں کہلائے گی۔ علاوہ ازیں ”زمیندار“ نے اس نمبر سے تنظیم کے شکریہ کے ساتھ اپنی دو اشاعتوں میں مضمون بھی نقل کئے۔ اس پر آرڈر آنے شروع ہو گئے۔ مگر افسوس کہ ہم ان کی تعمیل سے قاصر تھے۔ کیونکہ یہ نمبر اپنی اشاعت کے ایک ہفتہ بعد ختم ہو گیا تھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں آرڈر آئے

رکھے تھے اور ابھی مزید آرہے ہیں۔ اس لئے ہم مجبور ہو گئے کہ نمبر کو دوبارہ شائع کریں۔ آپ کا یہ مقبول و محبوب نمبر چار صفحات کی ایزادی کے ساتھ ہدیہ قارئین کرام ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

عام صحافتی تاریخ میں تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن تنظیم اہل سنت کی تاریخ کا یہ پہلا موقعہ ہے کہ ہم بفضلہ تعالیٰ اس کا ایک خاص نمبر دوبارہ شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ ’’والحمدللّٰہ علی ذالك حمداً کثیراً‘‘ اور اگر خدا کو منظور ہے تو اس کا تیسرا ایڈیشن بھی بہت زیادہ اضافہ کے ساتھ کتابی صورت میں شائع ہوگا۔ جیسا کہ محترم المقام جناب شیخ فیض محمد صاحب سپیکر اسمبلی کی تجویز گرامی ہے۔

حق تعالیٰ اکابر ملت اور ارباب دولت کو عالی جناب شیخ صاحب کی مبارک تجویز کو جامۂ عمل پہنانے اور اس نمبر...... جو برادران اسلام کے تحفظ ایمان کی ضمانت ہے...... عامۃ المسلمین تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

معزز اکابر ملت اور مؤقر مسلم پریس کی آرائے گرامی آپ کے سامنے ہیں۔ لیکن کیا آپ تصویر کا صرف ایک ہی رخ دیکھیں گے؟ اور ان دوستوں کے تاثرات سے آپ بے خبر رہیں گے جن کی اصلاح و ہدایت کی بفضلہ تعالیٰ اس نمبر کی اشاعت سے توقع کی جا سکتی ہے۔ حق تعالیٰ قبول حق اور رجوع عن الباطل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

پیغام صلح کی فریاد و فغان

کفن اٹھاؤ نہ للّٰہ میرے چہرے سے
ہوں روسیہ مجھے رہنے دو منہ چھپائے ہوئے

لاہوری قادیانیوں کا ترجمان ’’پیغام صلح‘‘ اپنے افتتاحیہ میں رقمطراز ہے۔ ’’تنظیم اہل سنت‘‘ نے پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر کا اعلان دیکھ کر ’’مرزا غلام احمد نمبر‘‘ کے نام سے ایک خاص پرچہ شائع کیا ہے۔ اس پرچہ میں شاید ہی کوئی مضمون ہو۔ جس میں حضرت مسیح موعود کی گندی سے گندی تصویر بنانے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔ جھوٹ، افتراء، بدزبانی، تہمت طرازی اور شہوت رانی وغیرہ کے الزامات آپ پر نہ لگائے گئے ہوں۔ آپ کے عشق قرآن کی بھی تردید کی گئی ہے اور عشق رسول کی بھی اور اس بات پر سارا زور صرف کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کی ساری زندگی قرآن اور رسول کی مخالفت میں گذری۔‘‘ (۸؍جون ۱۹۴۶ء)

اس کا بہترین جواب وہی ہے جو معزز معاصر ''زمیندار'' اپنے شذرہ میں دے چکا ہے کہ یہ اشاعت مرزائیت کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کی گئی ہے۔

قصۂ وصل عدو تجھ کو سنا جاتا ہوں
لے تجھے ہی ترا آئینہ دکھا جاتا ہوں

حضرت مسیح موعود کی گندی سے گندی تصویر کی ذمہ داری خود حضرت صاحب پر ہے۔ آئینہ میں تو وہی کچھ نظر آتا ہے جو اس کے سامنے لایا جاتا ہے۔ اس لئے معزز معاصر ''پیغام صلح'' کو...... اس بھونڈے بھدے حبشی کی طرح جس نے آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر غصے سے اسے زمین پر پٹک دیا تھا اور کہا تھا۔ کیا منحوس اور بدصورت آدمی ہے۔ ''تنظیم اہل سنت'' کا ''مرزا غلام احمد نمبر'' دیکھ کر تنظیم پر غضبناک اور خشمگین ہونے کی بجائے خود مرزا قادیانی کے متعلق اپنے عقائد پر نظر ثانی کی تکلیف گوارا فرمانی چاہئے کہ

کسی کی چشم می نیلگوں سے ہے میری بادہ آشامی
کسی کے روئے رنگین سے میری رنگیں خیالی ہے

چیلنج

حقیقت یہ ہے کہ تنظیم نے صرف عکاسی کی ہے اور دیانتداری سے مرزا قادیانی کو ان کے اصلی رنگ اور روپ اور خدوخال میں منظر عام پر لا کھڑا کیا ہے۔ اگر ''پیغام صلح'' دیانتداری سے یہ سمجھتا ہے کہ تنظیم نے یہ غلط الزامات مرزا قادیانی پر لگائے ہیں تو پھر ہم پوری قوت سے اپنے معاصر کو غیر مبہم الفاظ میں کھلا چیلنج کریں گے کہ وہ عدالت میں ہمارے خلاف مقدمہ دائر کر دے۔ پھر دیکھئے ہم کس طرح سوائے شہرت رانی کے باقی سب اوصاف حمیدہ مرزا قادیانی ہی کے ارشادات عالیہ سے ثابت کرتے ہیں۔ رہا شہوت رانی کا سوال! تو ہم نے یہ الزام مرزا قادیانی پر لگایا ہی کب ہے؟ ہم نے تو الٹا ان کے حسب ذیل اقوال نقل کر کے ان کی قابل رحم حالت زار کا اظہار کیا تھا۔

۱...... ''صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوذ بکلی جاتا رہتا تھا۔''

(مکتوبات احمدیہ ج۵ نمبر۲ ص۱۴، مکتوبات احمدیہ جدید ج۲ ص۲۰، مکتوب نمبر۱۰)

۲...... ''میری حالت مردی کالعدم تھی۔'' (نزول المسیح ص۲۰۹، خزائن ج۱۸ ص۵۸۷)

صحبت کے وقت لیٹنے کی یہ حالت اور عدم مردی کی یہ حالت تو کسی اور حالت کا پتہ دیتی ہے۔ اس حالت پر شہوت رانی کا تو گمان بھی نہیں گذر سکتا۔ لہٰذا یہ تو ہم پر سراسر الزام، اتہام اور

بہتان وافتراء ہے۔ ہاں باقی جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ وہ ہم نے پوری دیانت وامانت کے ساتھ مرزا قادیانی کے ’’وحی والہام‘‘ یا پھر مرزائیت کے مسلم معتبر لٹریچر کی روشنی ہی میں لکھا ہے اور اسے ہم ہر سرکاری عدالت یا غیر سرکاری پنچائت کے سامنے ہر وقت ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ بہر حال۔

زباں گل جائے گر میں نے کہا ہو کچھ سر محشر
تمہاری تیغ کے چھینٹے تمہارا نام لیتے ہیں

یہ دین قادیانی جو ودانی ہو نہیں سکتا

شاعر تنظیم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شوقی ابنالوی!

زمیں پر جب نکاح آسمانی[1] ہو نہیں سکتا   تو پھر ہرگز پیمبر قادیانی ہو نہیں سکتا
وہ اپنے منہ میاں مٹھو بنے لیکن بایں صورت   مکاں کا رہنے والا لامکانی ہو نہیں سکتا
مرے خالق نے بخشا ہے مجھے اسلام سا مذہب   کوئی اس دین کا دنیا میں ثانی ہو نہیں سکتا
نبوت جس کی وابستہ ہو پائے اہل یورپ سے   وہ دنیا میں کبھی حق کی نشانی ہو نہیں سکتا
دلائل سے غرض کیا صرف اتنا جانتا ہوں میں   خدا والا اسیر بدزبانی ہو نہیں سکتا
ادھر اسلام کا دعوئی ادھر کفار سے الفت   ہمیں تو اعتبار قادیانی ہو نہیں سکتا
جہاں میں دشمن ختم رسل موجود ہیں جب تک   دل ناشاد وقف شادمانی ہو نہیں سکتا
کہاں سے لائیں جرأت میرزائی بحث کرنے کی   مقابل امر حق کا نقش فانی ہو نہیں سکتا
جسے نعلین پوشی میں بھی دھوکا پیش آجائے   وہ ملت میں کسی جدت کا بانی ہو نہیں سکتا
گئے انگریز تو خود کاشتہ پودا بھی سوکھے گا   یہ دین قادیانی جاودانی ہو نہیں سکتا

جو دنیا میں شریک زمرہ باطل رہے شوقی
وہ عقبیٰ میں قرین کامرانی ہو نہیں سکتا

---

[1] محمدی بیگم سے نکاح آسمانی، مرزائے قادیانی کے تابوت مجددیت میں آخری کیل ہے۔ ۱۸۸۶ء سے ۱۹۰۷ء تک پورے اکیس سال کی شبانہ روز مسلسل جدوجہد، ازالہ اوہام، آئینہ کمالات، تبلیغ رسالت جلد اوّل، دوم، سوم، حقیقت الوحی، انجام آتھم وغیرہ بیسیوں کتابوں میں مندرجہ سینکڑوں حلفیہ آسمانی ارشادات اور ہزاروں اشتہاروں میں شائع شدہ مؤکد بعذاب قسمیہ ربانی الہامات کے علی الرغم جب آسمانی نکاح کا زمین پر نفاذ نہ ہو سکا اور وقت کا نبی اور رسول یا بدرجہ اقل مسیح موعود مجدد اعظم مصلح اکمل اور امام اکبر اور امامت کا سب سے بڑا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نذر مرزائے قادیانی ہے

شوقی ابنالوی!

موجزن ہیں تخیلات عجیب　　فکر میں تیغ کی روانی ہے
سلک قطعات نو یہ اے شوقی　　نذر مرزائے آنجہانی ہے
نہ تھا عقل وخرد سے واسطہ جب　　نبی بننے کی اپنے دل میں ٹھانی
خدا بنتے تو واللہ خوب سجتے　　جناب میرزائے قادیانی
نبی بننے کا دعویٰ خوب آسان　　مگر پورا اترنا سخت مشکل
ذرا یاروں کی نادانی تو دیکھو　　نہ توشہ ہے نہ رہبر ہے نہ منزل
خدا کا ساختہ کوئی پیمبر　　نہ آئے گا قیامت تک کسی دن
مگر انگریز کے پروردہ فتنے　　ہزاروں ہوں اگر ظاہر تو ممکن
غلام شاہ لندن بن گئے ہیں　　ہوائیوں غرق بیڑا کمترین کا
نبوت سے جناب میرزا کی　　ہوا ثابت کہ سب کچھ ہے انہیں کا

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) عاشق قرآن اور بے نظیر محب رسول ۷ اپریل ۱۸۹۲ء سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء تک ۱۶ سال سے پورا چلہ اوپر جب منکوحہ آسمانی کے ساتھ مرزا سلطان محمد (محمدی بیگم کے شوہر) کے ناجائز تعلقات دیکھتا رہا اور زنا اور ناجائز اولاد کا یہ سلسلہ بند نہ کر سکا تو ایک باضمیر اور باغیرت انسان ایک سیکنڈ کے لئے بھی مرزا غلام احمد کے قریب نہیں بھٹک سکتا...... قابل صد ہزار تحسین وتبریک ہے۔ لاہوری قادیانی کے امیر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کا مرزا قادیانی سے ایمان واخلاص کہ ان کے پائے استقامت میں قطعاً لغزش نہ آئی اور یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی کہ یہ اہم پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ آپ مرزا قادیانی کے مسیح موعود مجدد اعظم، مصلح اکمل اور امت میں واحد ویگانہ عاشق قرآن کی رٹ برابر لگائے چلے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ”یہ سچ ہے کہ مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نکاح نہیں ہوا...... مگر میں کہتا ہوں...... صرف ایک پیش گوئی لے کر بیٹھ جانا اور باقی پیش گوئیوں کو چھوڑ دینا جن کی صداقت پر ہزاروں گواہیاں موجود ہیں۔ طریق انصاف اور راہ صواب نہیں۔ صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے دیکھنا چاہئے کہ تمام پیش گوئیاں پوری ہوئیں یا نہیں۔“ (پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۶ رجنوری ۱۹۲۱ء)

مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی ہونے کے باوجود کس قدر بھولے بھالے آدمی ہیں۔ اجی حضرت! یہ کون کہتا ہے کہ نتیجہ پر پہنچنے کے لئے تمام پیش گوئیوں کو نہ دیکھنا چاہئے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اشاعت اوّل

۲۴؍رجب، یکم؍شعبان ۱۳۶۸ھ، مطابق ۲۴، ۳۱؍مئی ۱۹۴۹ء

تنظیم اہل سنت کا ''مرزا غلام احمد نمبر''

مولانا ظفر علی خان!

بابائے شاعری وصحافت حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب مدظلہ العالی ایمان کی ایک

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ہم تو یہی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی صداقت کے متعلق صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ تمام پیش گوئیاں جس میں یہ محمدی بیگم کی پیش گوئی بھی شامل ہے پوری ہوئیں یا نہیں۔ آپ اس معیار پر مرزا قادیانی کو جانچنے کے لئے تو خود تیار نہیں اور کہتے دنیا کو ہیں کہ یہ طریق انصاف اور راہ صواب نہیں۔ اس پر سوائے اس کے ہم اور کیا عرض کریں۔

تا کے ملامت مژۂ اشکبار من
یک بارہم ملامت چشم سیاہ خویش

بہر حال مولوی صاحب کا اس معیاری پیش گوئی کو غلط تسلیم کر لینا غنیمت ہے۔ لیکن اس پر ہم انہیں ہدیۂ مبارکباد پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کا یہ اعتراف حق وانصاف اور صدق وسداد کی بناء پر نہیں بلکہ۔

عصمت بی بی ست از بیچارگی

مولوی صاحب نے حقیقت میں تمام راستے مسدود دیکھ کر اور کوئی راہ فرار نہ پا کر مجبوراً اس پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے کا اقرار تو کر لیا۔ مگر مرزا قادیانی کی صداقت پر برابر ڈٹے رہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی اپنے پرکھنے کی کسوٹی اور اپنے تولنے کا ترازو اس پیش گوئی ہی کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اصلی پیش گوئی اپنے حال پر قائم ہے اور کوئی آدمی کسی حیلہ یا مکر سے اسے روک نہیں سکتا اور یہ پیش گوئی خدائے بزرگ کی طرف سے تقدیر مبرم ہے اور عنقریب وہ وقت آئے گا مجھے قسم ہے خدا کی کہ محمدی بیگم کے خاوند کے مرنے اور اس کے بعد محمدی بیگم کے میرے نکاح میں آنے کی پیش گوئی سچی ہے۔ پس عنقریب تم دیکھ لوگے۔ میں اس پیش گوئی کو اپنے سچا یا جھوٹا ہونے کے لئے معیار قرار دیتا ہوں اور میں نے جو کچھ کہا الہام اور وحی سے معلوم کر کے کہا۔'' (انجام آتھم ص۲۲۳، خزائن ج۱۱ ص۲۲۳)

مولوی صاحب مجدد اعظم اور اپنے ہادی ومرشد کو اس معیار پر رکھتے جو انہوں نے اپنے لئے خود پیش کیا ہے تو ببانگ دہل مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کا اعلان کر دیتے۔ (بخاری)

جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر ہیں اور ایمان عبارت ہے۔ کفر سے بغض وعداوت سے۔ چنانچہ حضرت مولانا کے خون کا ہر قطرہ آج نہیں بلکہ اس وقت سے جب کہ فرنگی اقتدار واستعمار کا آفتاب نصف النہار پوری تیزی اور تمازت سے چمک رہا تھا اور وقت کے نبی اس چڑھے سورج کو خدا مان کر اس کی پوجا پاٹ میں مستغرق تھے۔ اس کے تشدد واستبداد کو نظر انداز اور پامال کر کے انگریز اور انگریز کی خود کاشتہ نبوت سے بغاوت ونفرت میں متحرک ومضطرب ہے اور اسی تڑپ کا نتیجہ ہے کہ آپ نے دور حاضر کے اس سب سے بڑے فتنہ کے خلاف جو مسلسل جہاد کیا ہے اس کی نظیر عرصہ تقریر وخطابت میں تو شاید مل جائے لیکن دنیائے تحریر وصحافت میں ہرگز نہیں مل سکتی۔ شورش کاشمیری سے مولانا نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ’’اب ہم لوگ ایک تماشا ہیں اور آپ تماشائی۔ ہمارا زمانہ بیت گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی قلم ودوات کے وہ معرکے ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔ اب تو قافلہ حیات سکون کے ساتھ اپنا سفر پورا کر رہا ہے۔ ہمارے وقت کا آفتاب ڈوب گیا اور اس زمانہ کی صحبتیں لیل ونہار کے ساتھ ختم ہوگئیں۔‘‘

اب جب کہ قلم اور دوات کے وہ معرکے ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔ ہم انہی معرکوں کے زمانہ کی ایک نظم عنوان بدل کر اپنے اس خاص نمبر کے زیب عنوان کر رہے ہیں۔ اس نمبر کے پس منظر کے پیش نظر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مولانا نے یہ نظم اسی نمبر کے لئے موزوں فرمائی ہے۔

کفر کا جھنڈا کریں گے آج مرزائی بلند   ہم بھی نکلیں ہاتھ میں لے کر علم اسلام کا
غیب سے کانوں میں پہنچی ہے یہ اڑتی سی خبر   قادیاں کے سر پہ پھٹنے کو ہے بم اسلام کا
سر چھپائیں گے کدھر جا کر پرستاران کفر   جب عرب اسلام کا ہے اور عجم اسلام کا
دل گواہی دے رہا ہے ایک دن اس دیس میں   بھرنے والے ہیں تمام انسان دم اسلام کا
سر کو بیچا اور خریدی اپنے مولا کی رضا   اس تجارت ہی سے قائم ہے بھرم اسلام کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

مرزا غلام احمد اور عشق خدا ورسول

شرم تم کو مگر نہیں آتی!

از: مولانا سید نور الحسن بخاری

اخلاق وروحانیت کے لئے کتنا جانگسل اور روح فرسا ہے یہ حادثہ! کہ صرف رائی کا پربت اور پر کا کوا بنا کر پیش کیا جائے۔ بلکہ نرے جھوٹ کو بالکل سچ بنا دیا جائے۔ شرافت

وصداقت کی کتنی مظلومی اور مجبوری ہے کہ گھٹا ٹوپ اندھیرا اپنے آپ کو اجالا ظاہر کرے اور کفر وباطل، حق واسلام کا نعرہ لگا کر میدان میں آ دھمکے۔ بدی نیکی کہلا کر نیکی کا منہ چڑائے اور شر، خیر کا روپ دھار کر خیر کے مقابلہ میں نکل آئے۔ جب زہر ہلاہل اور ستم قاتل پر آب حیات اور تریاق عراق کا لیبل لگا کر نہ صرف دنیا کو زہر دیا جائے بلکہ آب وتریاق کو چیلنج کیا جائے تو دنیا اور اہل دنیا کی بدنصیبی اور حق وصداقت کی مظلومی کی کوئی حد وانتہاء باقی رہ جاتی ہے؟

ہٹلر، گوئرنگ اور گوبلز اگر جھوٹ کو اس شدت وتکرار کے ساتھ دنیا میں نشر کریں کہ دنیا جھوٹ کو سچ سمجھنے پر مجبور ہو جائے اور چرچل، سٹالن اور ٹرومین اس قدر وثوق واعتماد کے ساتھ کذب ودروغ کی اشاعت کریں کہ دنیا ان کو ٹرومین (سچا آدمی) سمجھنے لگ جائے تو یہ چیز اتنی تعجب خیز اور حیرت انگیز نہیں۔ کیونکہ آج کل کی سیاست کی بنیاد ہی دجل وفریب پر قائم ہے۔ لیکن جب دنیا یہ دیکھتی ہے کہ دینی حدود میں ایک سولہ آنے دشمن خدا ورسول کو عاشق خدا ورسول بنا کر دنیا کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہے تو فرط حیرت سے انگشت بدنداں ہو کر رہ جاتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی خدا، رسول خدا اور دین خدا سے عداوت وبغاوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ سورج کی طرح روشن اور ظاہر حقیقت ہے۔ کوئی عقل کا اندھا شپرہ چشم ہی اس میں شک وشبہ کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مرزا قادیانی کی ذات اقدس کی طرف جب چند بدقسمت اور بدنصیب دنیا کو دعوت دیتے ہیں تو مرزا قادیانی کو سب سے بڑا محب خدا، عاشق رسول اور خادم ومجدد دین بنا کر پیش کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض سادہ لوح اور بے خبر مسلمان اس دام تزویر وتلبیس میں پھنس کر مرتد ہو جاتے ہیں۔

لاہوری جماعت اور مولوی محمد علی

قادیانی اکابر تو اس بارے میں انسانیت وشرافت کی تمام حدود پھاند چکے ہیں۔ اس لئے وہ مرفوع القلم اور خارج عن البحث ہیں۔ لیکن لاہوری جماعت جو عام طور پر اس سلسلہ میں سنجیدہ اور شریف سمجھی جاتی ہے اس کا بھی یہ حال ہے کہ اس کے مبلغ اس کا پریس، اس کا امیر سبھی ہر وقت اور ہر موقع پر اس قسم کا دلآزار راگ الاپتے رہتے ہیں اور آئے دن ایک دشمن خدا اور عدو رسول کو عاشق خدا اور محبت رسول بنا کر پیش کرتے رہتے ہیں۔

جماعت کے امیر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی کا تو یہ حال ہے کہ انہیں مرزا قادیانی کے اسی عشق کے چرچے کا ہیضہ ہو گیا ہے اور ان کا عموماً کوئی خطبہ ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ اس قسم کی مسلم آزار روش اختیار نہ کرتے ہوں۔ چند تازہ شواہد ملاحظہ ہوں:

حضرت مرزا صاحب کا عشق رسول

۸؍اپریل ۱۹۴۹ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں: ”ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے بھی یہ نظارہ دیکھا کہ ایک شخص ہمارے سامنے اٹھا اور خدا کے لئے اسی عشق اور محبت کا جذبہ ہم نے اس کے اندر دیکھا جس کی طرف محمد رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ خدا جانتا ہے اسی جذبہ کی ایک جھلک...... ان آنکھوں سے ہم نے حضرت مرزا صاحب میں دیکھی جس کا اصل سرچشمہ ہمارے پیغمبر ﷺ ہیں۔ کس طرح دیکھا؟ گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آپ کو آتے ہیں اور آپ ہنس کر فرماتے ہیں کہ ہم نے انہیں ایک بوری میں ڈالنا شروع کیا تھا۔ مگر وہ بہت جلد بھر گئی۔ اس لئے اس کو بھی چھوڑ دیا۔ لیکن وہی شخص جو اپنے لئے گالیوں کی پرواہ تک نہیں کرتا وہی شخص جو اپنے متعلق گالیوں کو اس فراخدلی سے سن لیتا ہے جب نبی کریم ﷺ کے متعلق کوئی ایسا خط آ جائے یا کوئی مضمون شائع ہو جس میں آپ پر حملہ ہو تو اس کی غیرت جوش میں آ جاتی ہے اور چین نہیں لیتے جب تک اس کا جواب نہ دے لیں۔“ (پیغام صلح مورخہ ۲۰؍اپریل ۱۹۴۹ء)

ملاحظہ ہو کہ مرزا قادیانی کے عشق الٰہی کا راگ کس زور شور سے الاپا جا رہا ہے اور ثبوت یہ دیا ہے کہ گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آپ کو آتے ہیں اور آپ ہنس کر فرماتے ہیں کہ ہم نے انہیں ایک بوری میں ڈالنا شروع کیا تھا۔ مگر وہ بہت جلد بھر گئی۔ اس لئے اس کو بھی چھوڑ دیا۔ لیکن وہی شخص جو اپنے لئے گالیوں کی پرواہ تک نہیں کرتا وہی شخص جو اپنے متعلق گالی کو اس فراخدلی سے سن لیتا ہے جب نبی کریم ﷺ کے متعلق کوئی ایسا خط آ جائے یا کوئی مضمون شائع ہو جس میں آپ کی ذات پر کوئی حملہ ہو تو اس کی غیرت جوش میں آ جاتی ہے اور چین نہیں لیتے۔ جب تک اس کا جواب نہ دے لیں۔ اللہ! اللہ!

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مولوی صاحب پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ کیا وہ اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ آخر دنیا اس لچر اور پوچ بیان پر کیا کہے گی۔ اس لاف وگزاف پر حقیقت حال سے باخبر لوگ کتنا مضحکہ اڑائیں گے۔ آخر اس صریح غلط بیانی اور فضول کذب و دروغ پر مولوی صاحب کو کچھ شرم آنی چاہئے۔

پہلا جھوٹ

ان گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط میں سے کسی ایک کی بھی نشاندہی کی جا سکتی ہے؟ کیا ہمارا یہ چیلنج قبول کیا جا سکتا ہے کہ مرزا قادیانی سبّاب اعظم نے جن اکابر دین اور علماء و مشائخ

امت کو نام بہ نام بازاری گالیاں دی ہیں ان کی طرف سے ایک گالی پیش کی جائے جو مرزا قادیانی کو پہلے یا اس سب وشتم کے بعد دی گئی ہو۔ کیا ہمارا یہ چیلنج منظور کرنے کی ہمت وقوت ہے۔

پیش کر غافل اگر کوئی عمل دفتر میں ہے

دوسرا جھوٹ

اگر مرزا قادیانی ”لوگوں کو گالیاں فراخدلی سے سن کر“ ہنس دیتے ہیں اور پرواہ تک نہیں کرتے تو پھر یہ مغلظات مرزا کس کا افتراء ہے۔ آخر مرزا قادیانی کی پاک تصنیفات میں یہ خرافات، یہ سوقیانہ سب وشتم یہ بدزبانی وگالی گلوچ کی نجاست اور غلاظت کس نے داخل کر دی ہے؟ جس کی ایک ہلکی سی جھلک ہم نے اسی نمبر کے صفحات پر دکھلائی ہے۔

تیسرا جھوٹ

آخری جھوٹ اور انتہائی کذب ودروغ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے متعلق کوئی مضمون شائع ہو۔ جس پر آپ کی ذات پر کوئی حملہ ہو تو اس کی غیرت جوش میں آجاتی ہے اور چین نہیں لیتے۔ جب تک اس کا جواب نہ دے دیں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

اس لئے اس صریح غلط بیانی اور غلیظ فریب کاری کا پردہ خود مرزا قادیانی کے ہاتھوں چاک ہوتا دیکھئے۔

سنئے اور جگر تھام کے سنئے! مرزا قادیانی لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں: ”بہتوں نے اپنی بدذاتی اور مادری بدگوہری سے ہمارے نبی ﷺ پر بہتان لگائے۔ یہاں تک کہ کمال خباثت اور پلیدی سے اس سید المعصومین پر سراسر دروغ گوئی کی راہ سے..... تہمت لگائی۔ اگر غیرت مند مسلمانوں کو اپنی محسن گورنمنٹ کا پاس نہ ہوتا تو ایسے شریروں کو وہ جواب دیتے جو ان کی بداصلی کے مناسب حال ہوتا۔ مگر شریف انسانوں کو گورنمنٹ کی پاسداریاں ہر وقت روکتی ہیں اور وہ طمانچہ جو ایک گال کے بعد دوسرے گال پر عیسائیوں کو کھانا چاہئے تھا ہم لوگ گورنمنٹ کی اطاعت میں محو ہو کر پادریوں اور آریوں سے کھا رہے ہیں۔ یہ سب بردباریاں ہم اپنی محسن گورنمنٹ کے لحاظ سے کرتے ہیں اور کریں گے۔ کیونکہ ان احسانات کا ہم پر شکر کرنا واجب ہے جو خدائے تعالیٰ کے فضل نے اس مہربان گورنمنٹ کے ہاتھ سے ہمارے نصیب کئے اور نہایت بدذاتی ہو گی اگر ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی ہم سے ان نعمتوں کو فراموش کر دے جو اس گورنمنٹ کے ذریعے سے

مسلمانوں کو ملی ہیں۔ بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فدا ہے اور ہوگا اور ہم غائبانہ اس کے اقبال کے لئے دعا گو ہیں۔” (آریہ دھرم ص ۵۸، ۵۹، خزائن ج ۱۰ ص ۸۰، ۸۱)

استغفر اللہ! العیاذ باللہ!!

شعور و فکر کی یہ کافری معاذ اللہ
فرنگ تیرے خیال و عمل کا ہے مسجود

بدن تھرا اٹھتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انسان لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ کس قدر جرأت و جسارت کا مظاہرہ ہے اور کس قدر بے باکانہ و گستاخانہ بیان ہے۔ چند روزہ مردود و ملعون فرنگی حکومت کی جھوٹی خوشامد اور چاپلوسی کے مقابلہ میں سرور کائنات، سید الاولین والآخرین کی انتہائی توہین گوارا کر لیتے ہیں اور محسن گورنمنٹ کے پاس اور لحاظ میں مست و مدہوش ہو کر سید المعصومین پر زنا تک کے شرمناک الزام و اتہام کا زہر شیر مادر کی طرح پی جاتے ہیں۔ بلکہ اس عیسائی گورنمنٹ کے قدموں پر جس کے عہد میں جس کی شہ پر اس کے ہم قوم عیسائی پادریوں نے اس قبیل کے دلدوز و جگر سوز اقدام کئے۔ نیک ذات مرزا قادیانی جان و مال فدا کرتے نظر آتے ہیں اور ایک لحہ کے لئے بھی اس گورنمنٹ کی نعمتوں کو فراموش نہ کرتے ہوئے ہر وقت غائبانہ اس کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ ملعون فرنگی حکومت نہ رہی اور پاکستان بن گیا تو پھر مسلمانوں کو یہ نعمتیں کہاں نصیب ہوں گی اور حضور رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس و اطہر پر پادریوں اور آریوں کی بدترین حملہ کی جرأت کیسے ہو سکے گی۔

حضرت مجدد وقت کے اس عظیم الشان کارنامے پر ہم سوائے اس کے اور کیا عرض کر سکتے ہیں۔

رخ صبح کلیسا پہ دل نثار نہ کر جبین ملت بیضا کو داغدار نہ کر
رواست دانش افرنگ را پرستاری مگرز احمدَ مرسل حیائے داری

مرزا قادیانی کے اس غیرت کش اور اخلاق سوز بیان سے جہاں مولوی محمد علی کی مندرجہ بالا صداقت اور حق گوئی کا بھانڈا برانڈرتھ روڈ کے چوراہے پر بری طرح پھوٹ کر چور چور ہو جاتا ہے۔ وہاں اس سے مرزا قادیانی کے عشق خدا اور عشق رسول کی حقیقت بھی عریاں ہو کر سامنے آجاتی ہے اور آپ کی زندگی بھر کے اس کیریکٹر سے عشق الٰہی کا وہ جذبہ اور عشق رسول کی وہ جھلک روز روشن کی طرح واضح ہو کر دنیا کے سامنے آجاتی ہے۔ جس کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجایا جاتا ہے اور شب و روز جس کا پریس اور پلیٹ فارم سے گیت گایا جاتا ہے۔

تعصی[1] الرسول وانت تزعم حبه
هذا لعمری فی الزمان بدیع
لوکان حبك صادقاً لا طعته
ان المحب لمن یحب مطیع

حضرت مسیح موعود کا عشق قرآن

دو ہفتے بعد ۲۲؍اپریل کا خطبہ جمعہ پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”تو اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق کہ ان غلطیوں کی اصلاح کے لئے جو وقتاً فوقتاً امت میں پیدا ہوتی رہیں گی۔ ایک مصلح یا مجدد کو اللہ تعالیٰ بھیجتا رہے گا۔ چنانچہ پہلے بھی ایسے لوگ آتے رہے اور اس صدی کے سر پر بھی ایک مجدد آیا۔ اس کو اس قدر درد تھا۔ قرآن کے ساتھ اس قدر عشق تھا کہ دن رات قرآن پڑھتے تھے۔ اس کا پہلا کام یہ تھا کہ قرآن کو پڑھتا چلا گیا۔ مہینے گذرتے گئے۔ قرآن پڑھتے ہوئے آپ کے ملنے والوں کا بیان ہے کہ کئی ہزار مرتبہ قرآن آپ نے پڑھا خوب یاد رکھو پہلی بات یہ ہے جو امام وقت میں نظر آتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس قدر قرآن کے ساتھ عشق کیا ہے کہ اس کی دوسری نظیر اس امت میں نظر نہیں آتی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ایک دفعہ یہ کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تو لوگوں نے بڑا بڑا عشق کیا۔ لیکن قرآن کے ساتھ عشق مرزا قادیانی ہی نے کیا۔ قرآن کی عظمت کا وہ نقشہ آپ کے دل پر تھا کہ مخالفوں کو چیلنج کرتے کہ اسلام کی صداقت کا ہر دعویٰ اور اس کی ہر دلیل اور جتنے باطل مذاہب ہیں ان کے بطلان کے متعلق ہر دعویٰ اور اس کی دلیل قرآن میں موجود ہے۔ آتھم کے مباحثہ میں بھی یہی بات آپ نے پیش کی تھی۔“ (پیغام صلح مورخہ ۴؍مئی ۱۹۴۹ء)

پہلا افتراء

اس مختصر سے بیان میں مولوی صاحب کا پہلا جھوٹ تو یہ افتراء علی اللہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا وعدہ ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ قرآن میں کیا

---

[1] تو رسول کریم ﷺ کی مخالفت اور بغاوت کو شعار بنا کر بھی حضور ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ واللہ یہ بات دنیا میں عجیب و غریب تر ہے۔ اگر تیرا عشق رسول کا دعویٰ سچا ہوتا تو حضور ﷺ کی اطاعت کا دم بھرتا۔ بلاشبہ عاشق صادق اپنے محبوب کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے۔

یا کسی گول مول[1] الہام میں یہ وعدہ جبرائیل علیہ السلام لایا یا ٹیچی؟

کاش مولوی صاحب اپنے جاہل جماعتیوں سے چندہ بٹورنے کی غرض سے انہیں اپنے ساتھ وابستہ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام کو یوں دام تزویر و تلبیس نہ بناتے۔

حافظا مے خور رندی کن وخوش باش ولے   دام تزویر مکن چو دگراں قرآن را

دوسرا جھوٹ

کیا مولوی صاحب اپنے سوا آپ کے ملنے والوں میں سے کسی ایک کا م بھی اس قسم کا بیان منظر عام پر لا سکتے ہیں کہ کئی ہزار مرتبہ قرآن آپ نے پڑھا۔ ایک دائم والمرض انسان جو بیچارہ مجموعہ امراض[2] اور مجسمہ علل ہو جتنے نیچے کے دھڑ کی بیماریاں جدا لاحق ہوں اور اوپر کے دھڑ کی جدا[3] عمر بھر جس کے جسم کا حصہ اسفل صحیح رہا ہو نہ حصہ اعلیٰ[4]۔ جو بیچارہ ایک ایک دن اور ایک ایک رات میں سو سو دفعہ پیشاب کرے[5]۔ جس بے چارے کو ہسٹیریا کے باقاعدہ دورے پڑیں[6]۔ جو بے چارہ مراق میں بھی مبتلا[7] ہو اور جس کا دل درست ہو نہ دماغ[8]۔ اس بے چارے کو روزانہ سوا دس پارے[9] قرآن پڑھنے کی فرصت ہی کب مل سکتی ہے۔

---

[1] مرزا قادیانی کا قول ہے: ''الہامی عبارت ذوی الوجوہ اور کچھ گول مول ہے۔''
(تبلیغ رسالت ج۱ ص۸۶، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۲۸ حاشیہ)

[2] حکیم نورالدین کو لکھتے ہیں۔ ''مجھے یہ دوا بہت ہی فائدہ مند معلوم ہوئی ہے کہ چند امراض کاہلی و سستی و رطوبات معدہ اس سے دور ہو گئے ہیں۔ ایک مرض مجھے نہایت خوفناک تھی کہ صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوذ بکلی جاتا رہتا تھا۔ شاید قلت حرارت غریزی اس کا موجب تھی۔ وہ عارضہ بالکل جاتا رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوا حرارت غریزی کو بھی مفید ہے اور منی کو بھی غلیظ کرتی ہے۔'' (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر۲ ص۱۴، مکتوبات احمدیہ ج۲ ص۲۶، مکتوب نمبر۱۰ جدید)

۲...... ''ایک میرے دوست سامانہ علاقہ پٹیالہ میں ہیں جن کا نام مرزا احمد یوسف بیگ ہے۔ انہوں نے کئی مرتبہ ایک معجون بنا کر بھیجی ہے جس میں کچھ مدبر داخل ہوتا ہے۔ وہ معجون میرے تجربے میں آیا ہے کہ اعصاب کے لئے نہایت مفید ہے اور امراض رعشہ، فالج اور تقویت دماغ اور قوت باہ کے لئے اور نیز تقویت معدہ کے لئے فائدہ مند ہے۔ مدت سے میرے استعمال میں ہے۔'' (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر۲ ص۵۵، مکتوبات احمدیہ جدید ج۲ ص۵۶، مکتوب نمبر۳۵)

۳...... نواب صاحب کو تحریر فرماتے ہیں۔ ''کس قدر تریاق جدید کی گولیاں بدست مرزا خدابخش صاحب آپ کی خدمت میں ارسال ہیں۔ دوا تریاق الٰہی سے فوائد میں بہت بڑھ کر ہے۔ اس میں بڑی بڑی قابل قدر دوائیں پڑی ہیں جیسے مشک، عنبر، مروارید، سونے کا کشتہ، فولاد، یاقوت احمر، کونین، فاسفورس، کہربا، مرجان، سندل، کیوڑہ، زعفران یہ تمام دوائیں قریب سو کے ہیں اور بہت سا فاسفورس اس میں داخل کیا گیا ہے۔ یہ دوا علاج طاعون کے علاوہ مقوی دماغ، مقوی جگر، مقوی معدہ، مقوی باہ اور مراق کو فائدہ کرنے والی اور مصفّی خون ہے۔ مجھ کو اس کے تیار کرنے میں اوّل تامل تھا کہ بہت سے روپیہ پر اس کا تیار کرنا موقوف تھا۔ لیکن چونکہ حفظ صحت کے لئے یہ دوا مفید ہے۔ اس لئے اس قدر خرچ گوارا کیا اور قوت باہ میں اس کو عجیب اثر ہے۔'' (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر۴ ص۱۰۵، مکتوبات احمدیہ ج۲ ص۲۵۰ جدید) (بقیہ حاشیہ جات اگلے صفحہ پر)

مولوی صاحب تو شاید فرمادیں کہ بایں ہمہ امراض وعلل حضرت صاحب تلاوت قرآن پاک سے غافل نہیں رہتے تھے۔ دست بکار دل بہ یار کے مصداق مجدد وقت بیمار وعلیل رہنے کے باوجود روزانہ ایک تہائی سے کچھ اوپر قرآن پڑھ لیتے تھے۔ آمنا وصدقنا! بجا ارشاد ہوا۔ لیکن اس کا کیا جواب ارشاد فرمایئے گا کہ حضرت صاحب خود فرمارہے ہیں کہ مجھ سے نفل طور پر ہزاروں قرآن تو کجا؟ فرض نماز میں قرأت قرآن بھی نہیں ہوسکتی۔ فرماتے ہیں: ”حالت صحت اس عاجز کی بدستور ہے۔ کوئی وقت دوران سر سے خالی نہیں گزرتا...... نماز کھڑے ہوکر نہیں پڑی جاتی اور نہ بیٹھ کر اس دفع پر پڑھی جاتی ہے جو مسنون ہے اور قرأت میں شاید قل ہو اللہ! بمشکل پڑھ سکوں۔ کیونکہ ساتھ ہی توجہ کرنے سے تحریک بخارات کی ہوتی ہے۔“

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر۲ ص۸۸، مکتوبات احمدیہ جدید ج۲ ص۱۰۱، مکتوب نمبر۶۵)

(بقیہ حاشیہ جات گذشتہ صفحہ) [۳] ”دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت نے پیش گوئی کی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔ یعنی مراق اور کثرت بول۔“

(رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ماہ جون ۱۹۰۶ء، اخبار بدر قادیان مورخہ ۷؍جون ۱۹۰۶ء، ملفوظات ج۸ ص۴۴۵)

[۴] ”مجھے دو مرض دامنگیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصہ میں کہ سردرد اور دوران سر اور دوسرے جسم کے نیچے کے حصے میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا یہ دونوں بیماریاں قریب ۲۰ برس سے ہیں۔“

(نسیم دعوت ص۶۸، خزائن ج۱۹ ص۴۳۵)

[۵] ”میں ایک دائم المرض آدمی ہوں...... ہمیشہ دردسر اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو پیشاب آتا ہے۔“

(ضمیمہ اربعین نمبر۳، ۴ ص۴، خزائن ج۱۷ ص۴۷۰، ۴۷۱)

[۶] صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے لکھتے ہیں کہ: ”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعود کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹیریا کا دورہ بشیر اوّل کی وفات کے چند دن بعد ہوا۔ اس کے بعد آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہوگئے۔“ (سیرت المہدی حصہ اوّل ص۱۶، روایت نمبر۱۹)

[۷] ”مراق کا مرض حضرت قادیانی کو موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا۔“

(رسالہ ریویو قادیان بابت اگست ۱۹۲۶ء ص۱۰)

[۸] ”میرا دل و دماغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ ذیابیطس اور دوران سر اور تشنج قلب کے دق کا اثر بھی بکلی دور نہ ہوا تھا...... میری حالت مردی کالعدم تھی۔“ (نزول المسیح ص۲۰۹ حاشیہ، خزائن ج۱۸ ص۵۸۷)

[۹] مرزا قادیانی نے ۱۸۸۴ء میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۸ء میں آپ کی وفات ہوگئی۔ اگر ہزاروں جمع کے صیغہ سے کم از کم تین ہزار ختم قرآن مراد لئے جائیں تو گویا مرزا قادیانی نے بایں ہمہ عوارض وامراض ۲۴ سال میں ۳۰۰۰ ختم قرآن کئے...... یعنی سوا دس پارے روزانہ۔

تیسرا الزام واتہام ۔

سر نہاں کہ عارف وزاہد بہ کس نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

تیسرا شرمناک الزام بطل حریت نقاش پاکستان حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کی ذات گرامی پر ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ یہ کہا کہ قرآن کے ساتھ عشق مرزا قادیانی ہی نے کیا۔

”ان هذا الا بهتان عظيم “ اور مولوی صاحب یہ بہتان عظیم باندھتے ہیں اس لئے جری ہیں کہ علامہؒ اس دنیا میں موجود نہیں۔ اس لئے تردید کا بھی خوف وخطر نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت نے یہ کس سے کہا اور کب کہا؟ اگر صرف مولوی صاحب سے کہا اور عالم خلوت میں کہا تو مولوی صاحب اب تک...... جب کہ دنیا علامہ کو اس رنگ سے پیش کرتی رہی کہ وہ نہ صرف مرزا قادیانی کو کذاب ودجال کافر ومرتد سمجھتے ہیں بلکہ ان کے جملہ متبعین کو بھی خواہ وہ لاہوری ہوں یا قادیانی۔ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج جانتے ہیں...... کیوں علامہؒ کی اتنی زبردست شہادت مرزا قادیانی کی صداقت میں چھپائے بیٹھے رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ نقاش پاکستانؒ سے پاکستانیوں کی عقیدت طوفان بڑھتا اور چڑھتا دیکھ کر اس طرف سے اپنے چندہ دینے والوں کو مطمئن کرنے کے لئے مولوی صاحب نے یہ سفید جھوٹ بولا ہے اور علامہؒ کی ذات پر ان کی وفات کے بعد یہ شرمناک بہتان والزام تراشا ہے۔ ورنہ علامہ کے عقائد وخیالات مرزا قادیانی اور مرزائیت...... قادیانی ولاہوری پارٹی دونوں کے متعلق کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس نمبر میں ہم حضرت ممدوح کے دو مضامین شائع کر رہے ہیں، جن سے ان کے افکار عیاں ہیں۔

اللہ اللہ! جب انسان خوف خدا سے بے پروا اور دنیا کی لعن طعن سے بے لحاظ ہو جاتا ہے تو پھر اس کے منہ میں جو کچھ آتا ہے بکتا چلا جاتا ہے اور اتنا بھی نہیں سوچتا کہ آخر دنیا کیا کہے گی؟

کہاں تو علامہ اقبالؒ کا یہ فیصلہ کہ:

۱...... ”قادیانیت اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے کہ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے...... حتیٰ کہ مسیح موعود کی اصطلاح بھی اسلامی نہیں بلکہ اجنبی ہے۔“

(حرف اقبال ص ۱۲۳)

۲...... ”اب احمدیت کی روح پر غور کرنا ہے۔ اس کے ماخذ اور اس امر کی بحث کہ قبل اسلام

مجوسی تصورات نے اسلامی تصوف کے ذریعہ بانی احمدیت کے ذہن کو کس طرح متاثر کیا۔ بے حد دلچسپ ہوگی۔" (حرف اقبال ص ۱۵۲)

گویا مرزا قادیانی اسلام وقرآن سے یکسر نابلد اور سراسر یہودیت اور مجوسیت کے حلقہ بگوش ہیں۔

اور کہاں مولوی صاحب کا یہ ارشاد کہ: "علامہ مرحوم اس دنیا میں مرزا قادیانی ہی کو عاشق قرآن مانتے تھے۔"

فرمایئے! ان دونوں میں باہم کوئی ربط ومماثلت ہے؟ اور پھر اس پر بس نہیں۔ اس خطبہ میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ: "اقبال کے اشعار کے اندر جو قرآن کی روح ہے وہ حضرت مرزا صاحب ہی کے تاثرات ہیں۔"

العیاذ باللہ! "اقبال کے کلام میں مرزا صاحب کے تاثرات" کیا اس سے بڑھ کر کوئی بہتان والزام اور کذب وافتراء ہوسکتا ہے اور ہم اس کے جواب میں لعنت اللہ علی الکاذبین کے سوا اور کیا عرض کرسکتے ہیں۔

کہاں تو بہاء اللہ ایرانی اور مرزا قادیانی سے متعلق علامہؒ کا یہ ارشاد جو جاوید نامہ (ص ۲۳۵) میں شائع ہوکر شرق وغرب، عرب وعجم کے کروڑوں آدمیوں کی نگہ سے گذر چکا ہے اور لاکھوں آدمیوں کے سینے میں محفوظ اور زبان پر شب وروز مذکور ہے۔

آں زایراں بود وایں ہندی نژاد
آں ز حج بیگانہ وایں از جہاد
سینہ ہا از گرمی قرآن تہی
از چنیں مرداں چہ امید بہی

اور کہاں جناب مولوی صاحب کی یہ "صدری اور قلمی" روایت کہ دنیا میں صرف مرزا قادیانی ہی عاشق قرآن تھے۔ (رواہ مسلم یعنی مولوی محمد علی)

اسی خطبہ میں علامہؒ سے متعلق متعدد اور غلط بیانیاں ہیں جن سے بحث کرنا اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ہم تو صرف یہ دکھلا رہے ہیں کہ لاہوری جماعت کے امیر کس طرح سفید جھوٹ بول کر مرزا قادیانی کے عشق الٰہی اور عشق رسول اور عشق قرآن کے افسانے دنیا کو سنا رہے ہیں۔

فریب خوردگی یا فریب کاری؟

شیشہ مے بغل میں پنہاں ہے
لب پہ دعویٰ ہے پارسائی کا

مولوی صاحب کی ان صریح غلط بیانیوں، دروغ بافیوں اور صاف کذب وزور سے قطع نظر، اب ہم جناب مولوی صاحب سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا قرآن کے ورد اور قرآن سے عشق کے لئے یہی کافی ہے کہ روزانہ اس کی تلاوت کرلی جائے اور اس کی عظمت کے لئے یہی بس ہے کہ اسے آتھم کے ساتھ مباحثہ میں پیش کردیا جائے۔ کیا مولوی صاحب بایں ہمہ قرآن دانی، قرآن کے موضوع اور مقصد سے ہی اتنے بےخبر اور اس بارے میں خودفریب نفس میں مبتلا ہیں یا سب کچھ جان بوجھ کر دنیا کو فریب دے رہے ہیں؟ بہرحال ’’وما قدروالله حق قدره‘‘

کیا ایک نبی یا مجدد کے واسطے قرآن کریم اس واسطے آیا ہے کہ صرف اسے پڑھ لیا جائے یا اس کو ہاتھ میں لے کر مخالفین کو چیلنج کیا جائے۔ باقی رہی ساری عملی زندگی سو اس میں پوری شدومد کے ساتھ قرآن کے حکم کا کھلا خلاف کیا جائے۔ اخلاق، سیاست، تمدن، معاشرت الغرض زندگی کے کسی شعبہ میں قرآن کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا جائے۔ اسلام کے اس نظام حیات کو جس کو قرآن اس دنیا میں لایا ہے۔

گلدستۂ طاق نسیاں بنادیا جائے اور اس کے سولہ آنے الٹ اور بخط مستقیم خلاف انگریزی نظام کے گوزے بھورے بت کو ساری عمر چوماچاٹا جائے۔ انگریزی حکومت کی اطاعت کو عین اسلام قرار دے کر گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کو اسلام اور خدا اور رسول کی سرکشی گردانیں[1] اور خود اسلام اور خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت سے مرتے دم تک سرکشی کریں۔ فرنگی آئین کی بدل وجان اطاعت کو تو شرائط بیعت[2] میں جگہ دی جائے اور اسلامی آئین کو پس پشت ڈال دیا جائے۔

---

[1] ’’سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خداتعالیٰ کی اطاعت کرے۔ دوسرے اس سلطنت کے جس نے امن قائم کیا ہے۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔‘‘ (اشتہار گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ص ج ۳، خزائن ج ۶ ص ۳۸۰)

[2] ’’اطاعت گورنمنٹ...... میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچہ شرائط...... کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔‘‘ (ضمیمہ کتاب البریہ ص ۹، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰)

انگریزی نظام کو رحمت اور برکت قرار دے کر اس کی پرستش کی جائے۔ لیکن اسلامی نظام کو پامال ونظر انداز کر کے اسلامی اصول میں کیڑے نکالے جائیں اور اصل اصول اسلام...... جہاد...... کو برتر اور حرام ٹھہرایا[۱] جائے۔ رائج الوقت کافرانہ نظام حکومت کی بقاء وقرار اور توسیع وترقی کے لئے تو رات دن دعائیں مانگی جائیں اور متروک ومہجور قرآن کے مفلوج ومجروح نظام حیات کو پھر بروئے کار لانے کا کبھی بھولے سے بھی دل میں خیال نہ پیدا ہو۔

چھپ کر او غیر کے گھر رات کو جانے والے
کبھی بھولے سے ہی آجا میرے کاشانے میں

اور پھر اس پر بس نہیں۔

آخر عشق ومحبت یہی جلنا تو نہیں
خاک پروانہ پہ دیکھو ابھی کیا کیا گذرے

خلاف قرآن فرنگی نظام کو متزلزل اور کمزور کرنے والے مخلص قومی کارکنوں کی جاسوسی[۲] کی جائے اور مسلم لیگ کو اس جرم کی پاداش میں کشتنی وگردن زدنی قرار دیا جائے کہ یہ ایک دن انگریز سے لڑ کر اس کا پنجہ استبداد واستعمار مروڑ ڈالے گی اور ملک کو آزاد کر کے اس میں قرآنی نظام

---

[۱] ’’انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے۔ تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں۔ ظاہر ہے کہ انگریز کس انصاف کے ساتھ ہم سے پیش آتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اسلام میں جہاد کا مسئلہ ہے۔ میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۱۲۳، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۴)

[۲] ’’یہ نقشہ اس غرض سے تجویز کیا گیا کہ اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں جو ایسی باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں...... ہم نے اپنے محسن گورنمنٹ کی پولٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ حالتیں ثابت کرتے ہیں...... لیکن ہم گورنمنٹ میں باادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی...... ایسے لوگوں کے نام مع پتہ ونشان یہ ہیں۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج پنجم ص ۱۱، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۲۷، ۲۲۸)

کو بروئے کار لانے کے امکانات[ل] پیدا کر دے گی۔

کیا اسی کا نام عشق قرآن ہے؟ یہی عشق الٰہی ہے۔ یہی ولایت ہے اور یہی مجددیت۔

گر دلی انیست لعنت بردلی

اگر اسلامی شریعت کے احیاء و نفاذ اور قرآنی نظام کے اجراء و استقرار کی ہر ممکن مخالفت اور فرنگی حکومت کی بقاء و حفاظت غیر اسلام نظام کے استحکام و دوام اور مخالف قرآن آئین کے قرار قیام کی ہر ممکن دوڑ دھوپ کا نام ہے۔ عشق خدا اور سول اور عشق قرآن اور اسی کا نام ہے۔ قرآن کا درد اور قرآن کی عظمت کا احساس اور قرآن کے محاسن کا علم تو واقعی اس کی دوسری نظیر اس امت میں نظر نہیں آتی اور پھر تو حکیم الامتؒ نے بجا فرمایا ہے کہ قرآن کے ساتھ یہ عشق مرزا قادیانی ہی

[ل] مسلم لیگ کی انتہائی مذمت...... میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں: ”ایک دفعہ صوبہ کے ایک بڑے افسر سے حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) ملنے کے لئے تشریف لے گئے...... ان افسر صاحب نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ آپ کا مسلم لیگ کے متعلق کیا خیال ہے؟...... فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ لوگ سیاسیات میں دخل دیں۔ صاحب بہادر نے کہا مرزا صاحب مسلم لیگ کوئی بری چیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ایک دن یہ بھی بڑھتے بڑھتے بڑھ جائے گی۔ صاحب بہادر نے کہا مرزا صاحب آپ نے کانگریس کا خیال کیا ہوگا۔ لیگ کا حال کانگریس کی طرح نہیں۔ کانگریس کی بنیاد چونکہ خراب رکھی گئی تھی اس لئے وہ مضر ثابت ہوئی۔ لیکن مسلم لیگ کے تو ایسے قواعد بنائے گئے ہیں کہ اس میں باغیانہ عنصر پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آج آپ کا خیال یہ تھوڑے دنوں تک لیگ بھی وہی کام کرے گی جو آج کانگریس کر رہی ہے۔“ (رسالہ ریویو آف ریلیجز ماہ جنوری ۱۹۲۰ء)

دوسری شہادت بھی ملاحظہ ہو۔ الفضل قادیان میں ہے: ”ہمیں یاد ہے کہ مسلمانوں کے حقیقی مصلح اور دنیا کے سچے ہادی حضرت مسیح موعود مہدی آخر الزمان علیہ السلام کے حضور جب اس مسلم لیگ کا ذکر آیا تو مرزا قادیانی نے اس کے نسبت ناپسندیدگی ظاہر فرمائی۔ پس کیا کوئی ایسا کام جسے خدا کا برگزیدہ مامور ناپسند فرمائے۔ مسلمانوں کے حق میں سازگار و بابرکت ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اب بھی اگر مسلمانوں کو اپنے حقیقی نفع و ضرر کی کچھ فکر ہے تو ایسے فضول مشاغل سے بلندر رہیں جن کے نتائج نہ تو ان کو دنیا کا فائدہ دے سکتے ہیں نہ دین کا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کئی سال سے یہ نیشنل کانگریس نقل ہوتی ہے۔ اس سے مسلمانوں نے کیا حاصل کیا۔“

(الفضل قادیان مورخہ ۱۸؍ جنوری ۱۹۱۶ء)

نے کیا۔ لیکن اگر قرآن کے نزول اجلال کا بھی کوئی منشا ومقصد ہے اور یہ کلام الٰہی اپنے منشاء ومقصد کے پیش نظر ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ اپنی زندگی کی باگیں میرے ہاتھ میں دے دو اور پورا آئین حیات میری آیات بینات میں تلاش کرو تو پھر مرزا قادیانی کے اس عشق قرآن سے بڑھ کر اور کوئی نسق قرآن اور اس نوعیت کی محبت خدا اور رسول سے زیادہ اور کوئی معصیت خدا ورسول متصور وممکن نہیں۔

ترجمان حقیقتؒ کا یہ ارشاد حقیقت کی کتنی صحیح ترجمانی ہے۔

ہستی مسلم ز آئین است وبس　　　باطن دین نبی این است وبس
تو ہمی دانی کہ آئین تو چیست　　　زیر گردوں سر تمکین تو چیست
آں کتاب زندہ قرآن حکیم　　　حکمت او لایزل است وقدیم
نسخۂ اسرار تکوین حیات　　　بے ثبات از قوتش گیر وثبات
نوع انساں را پیام آخریں　　　حامل او رحمۃ للعالمین
اے گرفتار رسوم ایمان تو　　　شیوہ ہائے کافری زندان تو
قطع کر دی امر خودرا در زبر　　　جادہ پیمائی الی شی نکر
گر توی خواہی مسلمان زیستن　　　نیست ممکن جزبہ قرآن زیستن

آہ! علم وخبر کی پستی اور فکر ونظر کی گراوٹ کہ آج اخلاق ودیانت، سیاسیات ومعاملات غرض عملی زندگی کے شیطانی نظام حیات پر مرمٹنے والے اور قرآن کے نظام رحمانی اور رسول خدا کی شریعت اسلامی کو بروئے کار لانے کے جملہ وسائل وذرائع کی منظم طور پر شرمناک مزاحمت کرنے والے سب سے بڑے عاشق خدا عاشق رسول اور عاشق قرآن کے لباس میں منظر عام پر لائے جاتے ہیں۔ بانسوں اچھالے جاتے ہیں۔ آہ! قرآن کی مظلومی کہ آج قرآن پر سب سے زیادہ ظلم کرنے والے کے حق میں کہا جاتا ہے کہ: ’’اس قدر قرآن کے ساتھ عشق کیا کہ اس کی دوسری نظیر اس امت میں نظر نہیں آتی۔‘‘ یعنی قرآن سے یہ عشق خلفائے راشدین کو تھا۔ نہ اصحابؓ رسول کو۔ اہل بیت رسول کو تھا۔ نہ آل رسول کو۔ تابعین کو تھا نہ ائمہ مجتہدین کو اور اگر تھا تو صرف مجدد وقت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی کو۔

آہ! ذوق جعفرؓ کاوش رازیؒ نہ ماند　　　آبروئے ملت تازی نہ ماند
تنگ برما رہگوار دین شد است　　　ہر لئیمے رازدار دیں شد است

اے کہ از اسرار دیں بیگانہ   بایک آئیں ساز اگر فرزانہ
از یک آئینی مسلماں زندہ است   پیکر ملت زقرآں زندہ است

الغرض قرآن ایک ضابطۂ حیات ہے اور آئین ملت اور اسے اپنی ساری زندگی کے جملہ گوشوں کونوں پر نگرانی وحکمرانی کا حق دینے کا نام ہے۔ اسلام! صرف قرآن کو پڑھ لینے، اسے مناظروں میں پیش کر دینے اور پھر اخلاق وسیاست معیشت ومعاشرت، معاملات بلکہ عبادات تک میں اس کی رہنمائی پر اعتماد نہ کرنے کا نام اسلام نہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت کا دعویٰ کر کے عملی زندگی کی کسی شاہراہ پر محمد رسول اللہ کی قیادت قبول نہ کرنا اور زندگی کی باگیں انگریزی کے گورے ہاتھوں میں دے دینے کا نام اسلام نہیں۔ یہ اسلام سے بغاوت ہے۔ اس کا نام کفر ہے۔ اسی کا نام منافقت ہے اور یہی سب سے بڑی آفت ہے۔ انگریز قرآن کا کھلا دشمن ہے اور دین کا کھلا معاند ومخالف۔

اس نے اپنے دور اقتدار واستبداد میں دین کو مسل ہی نہیں دیا، کچل دیا۔ دین کی رگ حیات کاٹ کر رکھ دی۔ پرنسل لاء کے نام سے نکاح وطلاق اور بے روح سجدہ ونماز کی آزادی دے کر اسلام کے پورے نظام اور قرآن کے پورے آئین کو انگریز نے معطل اور پورے قرآن کو منسوخ کر کے رکھ دیا۔

مجدد وقت کی دانش وبصیرت ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اس ملعون اور مردود صورت حالات کو خدا کی رحمت وبرکت سمجھا۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

انہیں انگریز کے دربار سے مسیحیت ومجددیت کی کرسی مل گئی۔ انہوں نے اسے غنیمت سمجھا اور اس میں کوئی قباحت نہ دیکھی کہ۔

اولی الامر ہے صاحب اقتدار
مجدد فقط اس کا سائیں ہے

بہر حال یہ الم انگیز اور دردناک حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی نے بایں ہمہ بلند بانگ دعاوی اسلام کو آزاد اور متروک ومہجور قرآن کے مجروح ومفلوج نظام حیات کو پھر سے بحال کرنے کی ادنیٰ سی کوشش بھی نہ کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے ذہن وفکر کی اس حد تک کبھی رسائی بھی نہ

ہوئی تھی وہ ساری عمر میں اپنی سیٹ[۱] کے لئے لڑتے جھگڑتے رہے۔ انہیں اس طرف گوشۂ چشم التفات...... مبذول کرنے کی کبھی فرصت ہی نہیں ملی۔

فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی

وہ قرآنی نظام کو درہم برہم کرنے والے انگریز کی خوشامد و چاپلوسی اور اسلامی آئین کو زیروزبر کرنے والے فرنگی اقتدار و استعمار کے استحکام و استقرار کے لئے انتہائی سرگرمی سے کوشاں اور ساعی رہے۔ مگر جب ان کے علی الرغم اس کا خاتمہ بالخیر ہوگیا اور انگریز بستر گول کر گیا تو ان کے خلفاء انہیں سب سے افضل رسول اور کم از کم امت میں سب سے بڑا عاشق قرآن اور سب سے اعلیٰ مجدد اسلام بتانے لگے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

آخری ڈھٹائی

یہ تو تمہید کرم ہے دل خوں گشتہ ابھی
دیکھ کیا کیا نگہ یار کے احساں ہوں گے

یہ بہت بڑی ڈھٹائی اور ستم آرائی سہی۔ لیکن انتہائی نہیں۔ ستم ظریفی کی انتہاء یہ ہے کہ جب قائداعظم اور اسی مسلم لیگ نے جس پر مرزا قادیانی کا نزلہ گرا تھا اور اسی لئے گرا تھا کہ کبھی یہ ہمارے محسن اور مہربان اولی الامر اور ظل اللہ سے اقتدار چھینے گی۔ بزور بازو انگریز سے اقتدار چھینا اور بفضلہ تعالیٰ پاکستان بن گیا تو یہ اسلام کے دشمن اور مسلم لیگ کے بدترین معاند اور تقسیم ملک و قیام پاکستان کے اشد مخالف، شرم و حیا کی آنکھیں بند کر کے:

۱...... خود پاکستان ہی کو مرزا قادیانی کی دعاؤں کا نتیجہ اور آپ کی نبوت و امامت کا ثمرہ بتلانے لگے۔ اس کی وزارت خارجہ، اس کے فوجی عہدوں سول کی اعلیٰ ملازمتوں اور بڑی بڑی اسامیوں پر چھا گئے۔ پاکستان کی جائیداد کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا۔ لاہور، کراچی، سیالکوٹ وغیرہ مرکزی مقامات پر اچھی سے اچھی کوٹھیاں، فیکٹریاں، دکانیں اور اچھے سے اچھے نفع بخش ادارے

---

[۱] مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں: ”حدیث میں مسیح موعود کے متعلق ایک نبی اللہ کا لفظ آ گیا تھا۔ جس کو صاف کرنے (کیونکہ یہ ارشاد رسول غیر صاف تھا۔ مدیر) حضرت مسیح نے اپنی ساری عمر گزار دی کہ اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نبی (حضرت عیسیٰ۔ مدیر) نہیں بلکہ اس امت کا محدث اور مجدد (حضرت مرزا صاحب۔ مدیر) ہے۔“ (پیغام صلح ص۲، مورخہ ۷رجون ۱۹۴۴ء) لیجئے! مرزا قادیانی کو سیٹ مل گئی۔ مدیر!

اور کارخانے انہوں[1] نے ہتھیا لئے اور وہ بدنصیب مسلمان مہاجر جن کے گوشت پوست جن کے لہو اور ہڈیوں سے پاکستان کا گل گارا بنا، منہ دیکھتے رہ گئے اور پھر یہ نہ سمجھئے کہ مہاجرین ہی نے پاکستان کی دولت لوٹی ہے۔ نہیں! حضرات انصار بھی اس مال غنیمت کی غارت گری میں مہاجرین سے پیچھے نہیں رہے۔

میاں صاحب خطبہ جمعہ (۲۹ر نومبر ۱۹۴۸ء) میں ان اسرار نہاں کو یوں بیان دعیاں کرتے ہیں: ”میں مغربی پاکستان والوں کو لیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل کیا ہے۔ انہوں نے اس طرف اپنی جدئداد کا کوئی حصہ نہیں چھوڑا۔ لیکن اس طرف انہوں نے دوسروں کے ساتھ (اخلاقی اور آئینی دونوں اعتبار سے ناجائز اور حرام ذرائع سے۔ مدیر) برابر کا حصہ لیا ہے۔ سینکڑوں ایسے آدمی ملتے ہیں جن کی پہلے کوئی جائیداد نہیں تھی۔ اب وہ کارخانوں کے مالک[2] بن گئے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ہندوستان سے باہر گئے ہوئے تھے۔ فسادات میں وہ یہاں آ گئے تاکہ لوٹ[3] مار میں ان کو حصہ مل جائے۔ بہت سے شہروں میں ایسا ہوا ہے۔ بہرحال اکثر کی اقتصادی حالت پہلے سے بہت اچھی ہے۔“ (الفضل قادیان مورخہ ۵ر دسمبر ۱۹۴۸ء ص ۵، کالم ۴)

قادیانی سیاست، ہندوستان اکھنڈر ہے

یہ تو ہوئی نچلے طبقے کی پاکستان نوازی۔ اب ذرا اوپر کے طبقے کی پاکستانی دوستی ملاحظہ ہو۔ ہم نے ابھی عرض کیا ہے کہ مرزا قادیانی کی امت نے تقسیم ملک اور پاکستان کے قیام کی اشد مخالفت کی ہے۔ ہم نے اس صحبت میں مرزائیت کو ننگا کر کے اس کے اصلی رنگ و روپ میں اسے

---

[1] میاں محمود احمد صاحب ۲۶ر نومبر کو خطبہ جمعہ میں بیان فرماتے ہیں: ”اب اکثر دوست آباد ہو چکے ہیں اور ان کی مالی حالت آگے سے بہت اچھی ہے۔ کیونکہ ہندوؤں کی بچی ہوئی تجارتیں اور کارخانے انہیں مل گئے ہیں اور ان میں سے بعض آگے سے دس دس بیس گنے زیادہ کما رہے ہیں۔ مجھے بعض لوگوں کا حال معلوم ہے۔ مشرقی پنجاب میں اگر وہ سات آٹھ ہزار کا مال لٹا کر آئے تھے تو آج وہ آٹھ دس لاکھ کے مالک بن گئے۔ ایک شخص کے متعلق میں نے سنا ہے وہ قادیان کا ایک تاجر تھا۔ چھابڑی پر چیز رکھ کر بیچا کرتا تھا...... اس نے بائیس ہزار کی موٹر خرید لی ہے...... اکثر حصہ غرباء کا ہے جو ہزاروں سے لکھ پتی بن گئے۔“ (الفضل ۵ر دسمبر ۱۹۴۸ء)

[2] کیا کمشنر صاحب نو آبادیات امام جماعت احمدیہ ہی کے اس بیان و اظہار کی روشنی میں دولت پاکستان کی اس صریح غارت گری اور لوٹ مار کی تحقیقات کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔

[3] کیا اس سلسلہ میں حکومت پنجاب اپنا فرض محسوس کرے گی۔ (مدیر)

پیش کرنے کی دیانتدارانہ کوشش کی ہے اور ہم نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے دلائل میں مرزا قادیانی اور اکابر مرزائیت کے اقوال معہ حوالہ پیش کئے ہیں تاکہ کسی کو انکار و روگردانی کی گنجائش اور فرار کی جگہ ہی نہ ملے۔ گو اس طرح افتتاحیہ طویل تو ہو گیا ہے۔ جس کے لئے ہم حضرات قارئین سے معذرت خواہ ہیں...... لیکن ہمارا کیس مضبوط اور ناقابل تردید ہو گیا ہے۔ اچھا لیجئے! ذرا ہمارے اس دعویٰ کی جو بظاہر ایک الزام و اتہام نظر آتا ہے...... تصدیق میں حضرت خلیفۃ المسیح مصلح موعود میاں صاحب مرزا بشیر الدین محمود احمد کے الہامی ارشادات سن لیجئے۔

فسادات مارچ ۱۹۴۷ء کے بعد ۳ر اپریل کو مجلس عرفان میں میاں محمود احمد صاحب نے ارشاد فرمایا: ”جہاں تک میں نے ان پیش گوئیوں پر نظر دوڑائی ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فعل پر جو مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے وابستہ ہے غور کیا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت رکھنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیش گوئیاں جو ہندوؤں کے متعلق ہیں اسی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ مثلاً جے سنگھ بہادر، مرزا غلام احمد کی جے اور رائے رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے...... اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں تاکہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔ بے شک یہ مشکل کام ہے۔ مگر اس کے نتائج بھی بہت شاندار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں...... بہرحال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔“ (الفضل قادیان مورخہ ۵ر اپریل ۱۹۴۷ء)

پاکستان کی پیٹھ میں چھرا، اگر پاکستان بن گیا تو ہم اسے جلد مٹا دیں گے

پھر اسی پر بس نہیں اور مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے الہامات اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے پیش نظر اسی پر بس ہونی بھی نہیں چاہئے۔ بلکہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کے منشاء اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف بوڑھے قائداعظم کی ہمت و قوت اور ان کی غلط[۱] اور فضول قیادت میں

---

[۱] ”ہندو مانیں نہ مانیں مسلمان مانیں نہ مانیں، انگریز مانیں نہ مانیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے احمدیت (فتنہ مرزائیت) کو قائم کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اب سوائے احمدیت اور سوائے احمدیت کے رہنما کے پیچھے چلنے کے کوئی علاج ان مشکلات کا نہیں...... بے شک آج دنیا ہمارے مشورے کو قبول نہ کرے۔ لیکن ہمارے لئے وقت مقدر ہے جب وقت آئے گا تو دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہماری رہنمائی ہی صحیح رہنمائی تھی۔“ (خطبہ خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل ۶ر دسمبر ۱۹۴۶ء، ص ۴)

مسلم لیگ کی سرگرم جدو جہد اور ملت اسلامیہ کی جانفشانی وقربانی سے جو پاکستان بن گیا ہے اس کا صفحۂ ہستی پر قائم رہنا مرزائیت کے مذہب حقہ کے بطلان کی دلیل ہے۔ لہٰذا اس کو (خاک بدہنش) صفحۂ ہستی سے مٹا دینے اور پھر سے ہندوستان میں مدغم کر کے اکھنڈ ہندوستان بنانے کے منصوبے باندھے جاتے ہیں اور اسی مجلس عرفان کے اس بیان میں کہا جاتا ہے: ”ممکن ہے عارضی طور پر افتراق پیدا ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے...... بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے۔“

(ارشادات مرزا محمود احمد صاحب خلیفۂ قادیان مندرجہ الفضل مورخہ ۵ اپریل ۱۹۴۷ء ص ۳، کالم ۱، ۲)

سوال یہ ہے کہ مرزا محمود کے ان ناپاک عزائم، ان ملعون منصوبوں اور ان کی جماعت کی ان خلاف پاکستان سرگرمیوں کے پیش نظر ملت پاکستانیہ اور حکومت پاکستان کا بھی کوئی فرض ہے یا نہیں؟ کیا ان دشمن پاکستان عناصر کی حوصلہ افزائی کی جائے گی؟ اور ان کی ملعون سازشوں ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں کو پھلنے پھولنے اور بارآور ہونے کی اجازت دی جائے گی؟ تا آنکہ یہ فتنہ قیامت بنکر سامنے آجائے۔

قرارداد مقاصد احمدی نقطۂ نگاہ کی تفسیر ہے، وزیر اعظم اور علامہ عثمانی مجدد وقت کے مقلد ہیں

اور صرف اسی پر بس نہیں کہ مرزا قادیانی کی ساری تاریخ اور انتہائی گھناؤنی تصویر بھلا کر انہیں پاکستان کا جنم داتا قرار دیا۔ بلکہ شرم وغیرت کی آنکھیں بند کر کے قرارداد مقاصد کے پاس ہونے پر یہاں تک کہہ دیا کہ یہ بھی مرزا قادیانی کے خواب کی تعبیر ہے اور آپ کے نقطۂ نگاہ کی تفسیر۔

۱...... لاہوری قادیانیوں کے آرگن ”پیغام صلح“ کا افتتاحیہ (۴ رمئی) ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

”کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے وزیر اعظم پاکستان کی قرارداد مقاصد اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے تائیدی بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا تھا کہ ان دونوں میں انہی خیالات کو احسن پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلۂ احمدیہ کی طرف سے پیش کئے جاتے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن اور سنت کو سب چیزوں پر مقدم کر کے انہیں پر دستور حکومت کی بنیاد رکھنا اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کے سوائے اور کسی کا اصول نہیں تھا۔ آج اسی اصول کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد میں دستور حکومت کی اساس ٹھہرا کر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مجدد وقت کا فرمان بالکل صحیح اور ہر طرح لائق تقلید ہے۔“

اس حق گوئی اور صداقت پر ہم مدیر محترم پیغام صلح کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرنے کے بعد اگر کچھ کہہ سکتے ہیں تو صرف یہ دعا! کہ حق تعالیٰ حکومت پاکستان کو اسلامی شریعت کی پوری اتباع اور حضرت مجدد وقت کی کامل تقلید کی توفیق مرحمت فرمائے تاکہ یہ ہر کذاب دجال مدعی نبوت وارشاد اور مزعم وحی والہام کو نبی اور مجدد ماننے والے باغی دین اور مرتد عن الاسلام کو داخل جہنم اور واصل سقر ہونے کی بشارت سنا دے۔ آمین!

۲...... حضرت امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب کا ارشاد بھی سن لیجئے۔ ۱۱؍مارچ کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

قرارداد مقاصد اور ہمارے وزیر اعظم

یہ جو پاکستان کی اسمبلی میں آئین بنانے کے لئے قرارداد مقاصد وزیر اعظم نے پیش کی ہے میں نے پچھلے ہفتے اس کے متعلق بتایا تھا کہ وہ احمدی نقطۂ نگاہ کی صحیح تفسیر ہے۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور حضرت مجدد

یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ یہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے۔ اب ذرا فرمایئے۔ یہ خیال کہاں سے آیا؟ کیا مرزا قادیانی سے پہلے بھی کوئی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نام لیتا تھا؟ کیا جو شخص آج سے پچاس سال پہلے جب ان چیزوں کو ناممکنات میں سے سمجھا جاتا تھا ان خیالات کو لے کر اٹھا، اس کی مجددیت میں کلام ہوسکتا ہے؟

نہ حضرت مولانا! کس کی مجال ہے کہ اس کی مجددیت میں شک کرے۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔

لیکن آخر یہ کیا معمہ ہے کہ فرنگی کے کافرانہ نظام کے حق میں خداداد نعمت (تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۲۳، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۸۳)، سایہ عاطفت، سایہ رحمت، اولی الامر منکم محسن حکومت گورنمنٹ محسنہ، مبارک دولت برطانیہ، گورنمنٹ انگریزی کی بدل وجان اطاعت، گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیر خواہ اور مطیع، بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر، دام اقبالہ (تبلیغ رسالت حصہ ہفتم ص۱۱، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۲)، تاج عزت عالی جناب مکرمہ ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند دام اقبالہا (کشف الغطاء ص۱، خزائن ج۱۴ ص۱۷۹)، اپنے اور اپنے دینی کارناموں کے متعلق خود کاشتہ پودا، پچاس الماریاں، پچاس ہزار کتابیں، رسائل اور اشتہارات (ستارۂ قیصرہ ص۴، خزائن ج۱۵ ص۱۱۴)، سرکار انگریزی کی راہ میں (باوجود حرمت جہاد وقتال۔ مدیر) اپنے خون بہانے اور جان دینے والے (تبلیغ رسالت جلد ہفتم، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۷۱) حرز سلطنت اے ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند ہم

عاجزانہ ادب کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں۔ (تحفہ قیصریہ ص ۲۵، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۷) اور جہاد کے متعلق جہاد کے غلیظ خیالات، احمقوں کے دلوں کو خراب کرنے والے دین کے لئے حرام ہے۔ اب جنگ اور قتل، اسلام کو بدنام کرنے والا بدتر مسئلہ جہاد...... اور اولیائے اللہ علمائے دین اور عامتہ المسلمین کے حق میں ولدالحرام، حرامزادے، کنجریوں کی اولاد، کنجر، ولدالزنا، نطفہ سفہاء، شتر مرغ، بھیڑیے، کتے، سور، بچھو، شیطان، مردود، ملعون، کمینے، بدبخت، بدذات، بے حیا، مردار خور، یہودی عیسائی، فرعون وغیرہ الہامی اقوال وارشادات اور نبوی القابات واعزازات تو ہزاروں بار سن سن کر دنیا کے کان پک گئے۔

اسلامیوں کے کان میں ناسور پڑ گئے
سن سن کے قادیانیوں کی بدزبانیاں

لیکن ایک نظام حیات کی حیثیت سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کسی نے کبھی کوئی لفظ نہ سنا۔ ان ناقابل انکار حقائق وواقعات اور زندہ وپائندہ نظائر ومشاہدات کے بعد بھی اگر میاں صاحب محمود احمد، مرزا قادیانی کو اولوالعزم نبی اور سب سے بڑا رسول بتلائیں اور مولوی صاحب محمد علی حضرت صاحب کو مجدد وقت امام الزمان، ساری امت میں بے نظیر عاشق قرآن ورسول اور پاکستان کا جنم داتا اور قرآنی نظام حیات کا سب سے پہلا داعی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سب سے پہلا نقاش ومصور اور محرک ومبلغ قرار دے کر آپ کو قرارداد مقاصد کا سرچشمہ اور وزیراعظم پاکستان محترم لیاقت علی خان اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو حضرت صاحب کا مرید اور مقلد ٹھہرائیں تو اس ستم ظریفی پر ہم تو وہی کچھ عرض کریں گے جو اس کلام کے سرآغاز پر عرض کر چکے ہیں۔ یعنی۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ایں چہ بوالعجبی است

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ حقیقت کا انکشاف تعجب وحیرت کا باعث ہوگا۔ ہمارے یہ مہربان جو محترم وزیراعظم اور حضرت شیخ الاسلامؒ کو حضرت مسیح موعود کی چوکھٹ پر جھکاتے نظر آتے ہیں۔ ان کا اپنا یہ حال ہے کہ حضرت صاحب کی تعلیمات کے تصور سے شرماتے۔ ان کے اہم ارشادات کو نوک زبان پر لانے سے کتراتے اور سرقرطاس لکھنے سے گھبراتے ہیں۔ اسی انگریز کی خدمت واطاعت کو لیجئے جو بالفاظ مرزا قادیانی، مرزا قادیانی کا سرمایۂ حیات اور باعث صد ہزار فخر ومباہات کارنامہ ہے۔ جو ان کی زندگی کا نصب العین ہے۔ یہ لوگ اس کا ذکر تک زبان وقلم پر نہیں لاتے اور انگریز کا نام سن کر عروس نو کی طرح شرمندہ اور شرفگندہ ہو جاتے ہیں۔ اسی پیغام صلح ہی

میں ہے: ”جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا باقاعدہ اجتماع جو ۱۸۹۲ء میں منعقد ہوا اس کی کیفیت آئینہ کمالات اسلام میں درج ہے۔ اسی کیفیت میں لکھا ہے۔ آئندہ بھی اس جلسہ کے یہی مقاصد ہوں گے..... نہ اس گورنمنٹ برطانیہ کا سچا شکرگزار اور قدردان بننے کی کوشش اور تدبیریں کی جائیں۔“ (پیغام صلح ص ۶، مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۳ء)

اب ہر سال قادیانی اور لاہوری جماعتیں یہ سالانہ جلسہ منعقد کرتی ہیں۔ (چناب نگر قادیانی جلسہ پر اب حکومت پاکستان نے پابندی لگادی ہے۔ مرتب!) الفضل اور پیغام صلح میں کئی ماہ پہلے پروپیگنڈا ہوتا ہے۔ امیر جماعت اور امام سلسلہ خطبے پر خطبہ دیتے ہیں۔ جلسے کے دوسرے مقاصد کے متعلق زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ مگر اس اہم مقصد کو زبان و قلم پر نہیں لاتے۔ نہ جلسوں کے پروگرام میں اس مقصد عظیم کے متعلق کسی تقریر کے لئے دو چار منٹ وقت رکھا جاتا ہے۔ امیر جماعت اور امام سلسلہ سے لے کر معمولی مبلغین تک نوجوانوں، بوڑھوں، بلکہ بچوں اور عورتوں تک کی بیسیوں تقریریں ہوتی ہیں۔ کسی ایک پروگرام میں امیر اور امام کی نہ سہی کسی معمولی مبلغ کی کوئی ایک تقریر اس مقصد عظیم کے متعلق دکھلا دو۔ کسی مرد کی نہیں بلکہ بچہ کی تقریر میں ایک لفظ کی نشاندہی کردو۔ جس میں گورنمنٹ برطانیہ کی سچی شکرگزاری اور قدردانی کی کوشش اور تدبیریں مذکور ہوں۔ نہیں دکھلا سکتے۔

پیغام صلح ہر سال جب اپنے سالانہ جلسہ کا پروپیگنڈہ کرتا ہے تو دوسرے مقاصد کے بیان کرتے ہوئے اس اہم مقصد کو وغیرہ وغیرہ کر کے پی جاتا ہے۔ چنانچہ اسی پرچہ میں لکھتا ہے: ”جماعت کے پیش نظر وہی مقاصد رہے ہیں جو کہ حضرت بانی تحریک احمدیہ کے مقاصد تھے اور آج اس جماعت کا سالانہ اجتماع بھی اسی روح اور تڑپ کے ساتھ منعقد ہوتا ہے جو آج سے نصف صدی قبل اس جماعت کا مطمح نگاہ اور نصب العین تھا۔ یعنی آئندہ بھی اس سالانہ جلسہ کے یہی مقاصد رہیں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین، امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں اور دنیا میں نیک چلنی، تقویٰ طہارت اور اخلاقی حالات کو ترقی دینے اور اخلاق اور عادات رذیلہ اور رسوم قبیحہ کو قوم میں سے دور کرنے کی کوشش اور تدبیریں کی جائیں۔ وغیرہ وغیرہ!“ (ایڈیٹوریل پیغام صلح ص ۶، مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۳ء)

اب ذرا امیر جماعت کی اخلاقی جرأت ملاحظہ ہو:

مولوی محمد علی صاحب اسی جلسہ کا پروپیگنڈا کرتے ہوئے جمعہ کے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”۱۸۹۱ء میں آپ نے مسیح موعود کے دعویٰ کا اعلان کیا اور ۱۸۹۱ء میں ہی آپ نے

سب سے پہلے سالانہ جلسہ کا اعلان کیا اور اس کے مقاصد میں اس بات کو رکھا کہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کے وسائل سوچے جائیں اور وہاں کے نومسلموں کی ہمدردی کے وسائل سوچے جائیں...... آپ نے فرمایا کہ آئندہ بھی اس جلسہ کے یہی مقاصد ہوں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی کو نومسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں۔"

(پیغام صلح ص۲، ۳ مورخہ ۳۰ر نومبر ۱۹۴۴ء)

غور فرمایئے! کہ جہاں مولوی صاحب اپنی طرف سے مرزا قادیانی کے بیان فرماتے ہوئے مقاصد جلسہ کی تعبیر کرتے ہیں وہاں بھی گورنمنٹ برطانیہ کی سچی شکر گذاری کی کوششوں کا ذکر تک نہیں کرتے اور جہاں خود مرزا قادیانی کی عبارت نقل کرتے ہیں وہاں بھی گورنمنٹ برطانیہ کی قدردانی کی تدبیریں سوچنے کو حذف کر دیتے ہیں۔ علماء یہود تو الفاظ پر ہاتھ رکھ کر چھپا لیا کرتے تھے۔ مگر یہاں تو الفاظ لائے ہی نہیں جاتے۔

اعتذار و درخواست

آخر میں احمدی حضرات سے حق گوئی پر معافی چاہتا ہوں۔

مری زبان پہ حق بات آج آ ہی گئی
خطا معاف کہ مجبور گفتگو ہوں میں

الحمدللہ! کلمۂ حق کا اعلاء ہو گیا۔ ہم مطمئن ہیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ ہماری طرف سے اتمام حجت ہو گیا۔ اب یہ احمدی دوستوں کا فرض ہے کہ وہ جذبات سے خالی ہو کر ہمارے ان معروضات پر غور اور اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کریں۔ جس پر آخرت کی فوز و فلاح اور عاقبت کی نجات و عافیت کا دارومدار ہے۔ آخر ایسے نبی یا مجدد پر ایمان لانے سے کیا حاصل؟ جس کے ارشادات والہامات کہنے سننے اور پڑھنے لکھنے سے آدمی کو دنیا میں شرم آئے اور جو قبر و حشر میں بھی کام نہ آئے۔

توبہ کار کے لے آئی
بہ کناز کے لے آئی
بہ چہ امید ے تواں مردن
بہ مزار کے لے آئی

اسلام کی تبلیغ اہل حق کی تنظیم اور اہل باطل کی تردید سے دلچسپی رکھنے والے ہر دوست کو تنظیم اہل سنت کی خریداری فوراً قبول فرما لینی چاہئے۔ (بخاری)

قادیانی اور مولانا اختر

از: حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب مدظلہ العالی!

فروری ۱۹۳۴ء کی بات ہے جب قادیانیوں نے اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کو مرتد کرنے کی مردود کوشش کی تو اکابر ملت نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے مسجد مبارک میں تقریریں کیں۔ جس پر حکومت نے حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب مدظلہ، حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا عبدالحنان اور احمد یار خان صاحب سیکرٹری مجلس احرار اسلام کو مقید و محبوس کر دیا۔ ایک دن مولانا ظفر علی خان سے ایک قیدی نے شکایت کی کہ جیل والے اسے اتنے دانے دیتے ہیں کہ پیسے نہیں جاتے۔ حضرت مولانا نے اپنے رفقاء کو بلالیا اور سب حضرات نے باری باری چکی پیس کر وہ باقی دانے ختم کر دیئے۔ اس دوران میں مولانا اخترؒ نے حضرت مولانا سے ارشاد کی درخواست کی تو ارتجالاً حضرت مولانا کی زبان پر یہ شعر آ گئے۔ جو تا حال کسی کتاب میں شائع نہیں ہو سکے۔ حضرت مولانا اخترؒ کے شکریہ کے ساتھ ہدیہ قارئین کرام ہیں۔ (مدیر)

غلام احمد بھلا کیا جان سکتا ہے کہ دیں کیا ہے　　رموز علم الاسماچہ داند ذوق ابلیسی
ادھر توحید کی باتیں ادھر تثلیث کی گھاتیں　　میری فطرت حجازی ہے سرشت اس کی ہے انگلیسی
یہ کہہ کر حق جتادوں گا محمد کی شفاعت پر　　کہا آقا تیری خاطر میں نے چکی جیل میں پیسی
مقابل قادیانی ہو نہیں سکتے ہیں اختر کے　　پڑے گا ایک ہی تھپڑ تو جھڑ جائے گی بتیسی
ہوا جب علم کا چرچا دیا فتویٰ یہ مرزا نے　　ہمارا علم ہے دریا کہ نام اس کا ہے سائیسی
ہے امرتسر سے مغرب کی طرف مینارۂ مرزا[1]　　یہ نکتہ حل کریں مرقد سے اٹھ کر آج ادریسی[2]

(ستارہ قیصرہ حقی خورد ص ۲)

حکومت قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے

از: نقاش پاکستان ترجمان حقیقت علامہ اقبالؒ!

اخبار اسٹیٹس مین نے علامہ اقبال کا بیان قادیانی اور جمہور مسلمان شائع کیا اور اس پر اپنے اداریہ میں تنقید بھی کی۔ مندرجہ ذیل خط اس کے جواب میں لکھا گیا اور ۱۰رجون ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں طبع ہوا۔

---

[1] ”قادیان جو ضلع گورداسپور پنجاب میں ہے جو لاہور سے گوشہ جنوب مغرب میں واقع ہے۔“ (تبلیغ رسالت ج۹ ص۴۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۸۸)

[2] مشہور جغرافیہ دان۔

علامہؒ پاکستان کے نقاش اوّل ہیں۔ آپ نے آج سے پورے چودہ سال پیشتر اجنبی اقتدار اور فرنگی عہد حکومت میں ''قادیانی جماعت ایک علیحدہ اقلیت ہے'' کا نعرہ بلند کیا اور ہندوستان کی انگریزی حکومت سے جو خود اس فتنہ کی بانی تھی مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ آہ! کس قدر دردناک اور عبرت انگیز ہے یہ حقیقت! کہ آج جب کہ علامہؒ کے ذہن ودماغ کے نقوش صفحہ گیتی پر ابھر آئے۔ بفضلہ تعالیٰ پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ جمہور مسلمانوں کی اپنی حکومت بن گئی اور اس نے قرارداد مقاصد پاس کر کے اسلام کا کلمہ بھی پڑھ لیا۔ قادیانیت نہ صرف اسلامی رنگ وروپ میں باقی ہے۔ بلکہ جسد اسلام کا ناسور بنتی جارہی ہے۔ علامہؒ کی روح کس قدر مضطرب اور بیقرار ہو اگر اسے علم ہو جائے کہ علامہ کے نہاں خانہ دماغ کا تصور وتخیل بعونہ تعالیٰ جب عملی شکل اختیار کر کے پاکستان بن گیا تو اس پاکستان کی پہلی مرکزی حکومت کا پہلا وزیر خارجہ اس دشمن ایمان اور غدار اسلام جماعت کا ایک فرد بنایا گیا۔ جس جماعت کو علامہ نے لاہور کے ایک تعلیمی ادارہ، انجمن حمایت اسلام، سے خارج کر کے انجمن کی تطہیر کی تھی اور اس وقت تک نہ تو چین لیا اور نہ کشمیر کمیٹی کی رکنیت قبول کی تھی جب تک اس کے صدر خلیفہ قادیان رہے۔ علامہؒ نے تب اطمینان کا سانس لیا جب کشمیر کمیٹی اس غیر مسلم عنصر سے پاک ہوگئی۔ کاش! کہ حکومت پاکستان اقبالؒ کی انجمن حمایت اسلام اور اقبال کی کشمیر کمیٹی کی طرف اقبال کی حکومت پاکستان کو اس غدار عنصر سے پاک کر کے اقبال کی روح کو بھی خوش کرتی۔ جس کی قبر کو پھولوں کی چادر سے ڈھانپا جارہا ہے اور جس کی یاد میں پاکستان کے طول وعرض میں یوم اقبال منایا جاتا ہے۔ اقبال سے پیار کرنا یوم اقبال منانا، اقبال کے فلسفہ حکومت علم اور فکر کی صحت وصداقت اور وسعت ورفعت پر فخر وناز کرنا مگر اقبالؒ کے مسلک ومذہب کو عملاً ٹھکرا دینا انصاف واخلاص کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں ہے۔ (مدیر)

''میرے بیان مطبوعہ ۱۴؍مئی ۱۹۳۵ء پر آپ نے تنقیدی اداریہ لکھا۔ اس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں جو سوال آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے وہ فی الواقعہ بہت اہم ہے اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے اس سوال کی اہمیت کو محسوس کیا۔ میں نے اپنے بیان میں اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے۔ خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ

قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی قدم اٹھائے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے بھی تقویت ملی۔ سکھ ۱۹۱۹ء تک آئینی طور پر علیحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کئے جاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد ایک علیحدہ جماعت تسلیم کر لئے گئے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سکھ ہندو ہیں۔

اب چونکہ سوال پیدا کیا ہے میں چاہتا ہوں اس مسئلہ کے متعلق جو برطانوی اور مسلمانوں کی ...... کے زاویۂ نگاہ سے نہایت اہم ہے۔ چند معروضات پیش کروں۔ آپ سے علیحدہ ہیں کہ میں واضح کروں کہ حکومت جب کسی جماعت کے مذہبی اختلافات کو تسلیم کیوں کرتی ہے۔ تو میں اسے کس حد تک گوارا کر سکتا ہوں۔ سو عرض ہے کہ:

اوّلاً...... اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں۔ یعنی وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسول کریم ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ کوئی فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔ ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحا جھٹلایا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا۔ لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم ﷺ کی شخصیت کا مرہون منت ہے۔

میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہو۔ تا کہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ جائیں۔

ثانیاً...... ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیا............ سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ............ اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا دین کے بنیادی اصولوں سے انکار۔ اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی) مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ تمام دنیائے اسلام کافر ہے۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں۔ جتنے سکھ ہندوؤں سے۔ کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندو مندروں میں پوجا نہیں کرتے۔

ثالثاً...... اس امر کو سمجھنے کے لئے کسی خاص ذہانت یا غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں۔ پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟

علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے ان کی موجودہ آبادی جو ۵۶۰۰۰ (چھپن ہزار) ہے انہیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں دلا سکتی اور اس لئے انہیں سیاسی اقلیت کی حیثیت بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجالس قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہو سکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیحدہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے بھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔

ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبے کے لئے کیوں انتظار کر رہی ہے؟

(حرف اقبال ص ۱۳۵ تا ۱۳۸ بحوالہ اخبار اسٹیٹس مین مورخہ ۱۰؍ جون ۱۹۳۵ء)

تلمیحات

از: طالوت!

حضرت طالوت تاریخ صحافت میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں۔ اخباری حلقوں میں آپ کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں۔ شاید قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ شروع ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ میں جب تنظیم کا پہلا پرچہ شائع ہوا تو اس کے لئے حضرت طالوت نے نظم لکھی تھی۔ مگر اس کے بعد آپ نے ہمیں اس طرح بھلا دیا کہ آج تک کبھی بھول کر بھی یاد نہ فرمایا اور ڈیڑھ سال کی طویل مدت میں تنظیم کے لئے ایک لفظ بھی نہ لکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت و نبوت کا یہ تازہ نشان ملاحظہ ہو کہ کل ہم نے تنظیم کے ”مرزا غلام احمد نمبر“ کا اعلان کیا اور آج طالوت صاحب دفتر میں تشریف لے آئے۔ یعنی آپ کے اشعار و تلمیحات ہمیں موصول ہو گئے۔

ہمارا ایمان ہے کہ آخرت میں ہمیں ضرور اس خدمت پر اجر عظیم حاصل ہوگا اور ”غلام احمد نمبر“ کی اشاعت پر ہمیں سرور عالم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ رہی دنیا سو اس میں اس کار خیر کی یہی جزا کیا کم ہے کہ ہمیں ایک بچھڑا ہوا یار پورے ڈیڑھ سال کے بعد مرزا قادیانی کی برکت سے گھر بیٹھے پھر مل گیا۔ امید ہے کہ اب یہ وصال پھر کبھی مبدل بہ فراق نہ ہوگا اور حضرت طالوت پورے تنظیم کو نہ سہی اس کے تلمیحات کو ضرور اپنا لیں گے۔ (مدیر)

بازاری دوائی فروشوں کو آپ نے بارہا دیکھا ہوگا جو اپنی دوائی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہوتے ہیں اور پھر وہ دوائی اس قدر مفید اور ذی اثر ہوتی ہے کہ دنیائے جہاں کے امراض میں اس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے۔ آپ کو پیٹ میں درد ہے تو وہ اچھا خاصہ چورن ہے۔ آپ دانتوں کے مرض میں مبتلا ہیں تو وہ بنا بنایا منجن ہے۔ آپ کو آنکھوں کی تکلیف ہے تو وہ سرمہ نور چشم ہے۔ کھانسی، نزلہ، زکام، بخار، غرضیکہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ دوائی ہر مرض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے اور پھر قیمت اتنی کم کہ آدمی کو بغیر لئے چارہ نہیں رہتا۔

ھبیہ اسی طرح بازاری قسم کے نبیوں کے الہام ہوتے ہیں۔ ربڑ کی طرح پھیلنے اور بڑھنے کی خاصیت کے حامل ہر قسم کی تاویل کو برداشت کے قابل۔ جہاں چسپاں کر دو وہیں چپک جانے والے، موم کی ناک کی طرح ہر طرف مڑ جانے والے۔ نہ موسم کی خصوصیت اور نہ مکان و زمان کی قید۔ جب چاہو اور جہاں چاہو مداری کے تھیلے میں سے ایک عدد الہام نکالو اور پکار اٹھو۔

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

(تذکرہ ص۵۴۱، طبع سوم)

انگریز کہیں ہارے یا جیتے، بغداد مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے۔ جنگ عظیم چھڑ جائے یا ختم ہو جائے۔ بہار میں زلزلہ آئے۔ کوئٹہ میں خدا کا عذاب نازل ہو، امان اللہ جائے اور نادر خان آئے۔ غرض دنیا میں کہیں کوئی اہم یا غیر اہم واقعہ یا حادثہ ہو جائے۔ پھر بہار آنے اور خدا کی بات پھر پوری ہونے میں قطعاً کوئی دیر نہیں لگتی۔ جبھی تو کہا گیا ہے۔

قسم ہے قادیاں کے گلرخوں کی گلعذاری کی
غلام احمد کی الماری پٹاری ہے مداری کی

یہ نہ خیال فرمائیے کہ یہ ربڑی الہام موسم بہار کے واقعات پر ہی چسپاں ہو سکتا ہوگا۔ مئی، جون کی چلچلاتی ہوئی دھوپ اور جنوری فروری کی کپکپا دینے والی سردی دونوں اس کارگاہ الہام میں بہار کا حکم رکھتی ہیں اور تو اور یہاں تو خود خزاں بھی بہار سمجھی جاتی ہے۔ بھلا جہاں الہام کے زور سے مشی فی النوم اور مشق شناوری تک کو عین ایمان ثابت کیا جا سکتا ہو۔ وہاں خزاں کو بہار بنانا کون سا مشکل کام ہے۔

قیاس کن گلستان من بہار مرا

ایسا ہی امرت دھارا قسم کا ایک الہام جو پہلے بھی کئی جگہ کام دے چکا ہے اور ہنوز تو بہ نو ہے یہ ہے۔ ”کمترین کا بیڑا غرق۔“ (تذکرہ ص۶۸۳، طبع سوم)

مشرقی پنجاب میں جس طرح خاکسار کمترین غلام احمد متنبی قادیان کی امت کا بیڑا غرق ہوا۔ وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں مگر بارگاہ خلافت میں نہ اب تک بہار آئی اور نہ خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ آخر یہ کیوں؟ جب واقعتاً کووک قادیان نے ”از غلط بر ہدف زند تیرے“ کہہ دیا ہے تو پھر اب شرمانے یا للچانے کا کیا موقع ہے۔ پہلے کی طرح حیا کی آنکھیں بند کر کے اب بھی پکار اٹھئے کہ دیکھئے حضرت مرزا قادیانی کتنے سچے تھے۔ مشرقی پنجاب کے سانحات کا جب کسی کو سان گمان بھی نہ تھا۔ آپ نے ان واقعات کا ذکر کس قدر بلیغ انداز میں فرما دیا تھا۔ ”کمترین کا بیڑا غرق“ (تذکرہ ص۶۸۳، طبع سوم)

اور اگر آپ یہ دعویٰ کر دیں تو آج کس کو یہ طاقت ہے کہ آپ کی اس بات کو جھٹلا سکے۔

بھائی "یہاں تو ہم بھی قائل ہو گئے۔" ہمارا یہ ایمان سہی کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیلمہ کذاب کا بروز اتم تھے اور عمر بھر کبھی انہوں نے سچ بولنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر ان کا یہ فقرہ (آپ الہام کہہ لیجئے) بہر حال سچا ثابت ہو گیا ہے کہ: "کمترین کا بیڑا غرق" (تذکرہ ص۶۸۳، طبع سوم)

اور پھر کمترین کے کفر کا بیڑا غرق بھی ایسا ہوا کہ اب ہر قسم کی سازشیں بھی اسے پھر ابھارنے سے قاصر ہوئی جاتی ہیں۔ ہاں!

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

(تذکرہ ص۵۴۱، طبع سوم)

کمترین کا بیڑا غرق

از: طالوت!

مشرقی پنجاب سے آنے کے بعد   قادیاں کا کعبہ ٹیڑھا ہو گیا
میرزا صاحب کا ہے الہام ٹھیک   کمترین کا غرق بیڑا ہو گیا
مرکزیت دی ابولولو نے چھوڑ   عشق بھی جی کا بکھیڑا ہو گیا
ڈارون صاحب کی بندر بانٹ سے   کمتریں کا غرق بیڑا ہو گیا
ان میں حرب و ضرب کی ہمت کہاں   ان کو کافی اک تھپیڑا ہو گیا
وہ چپت آ کر پڑی رخسار پر   کمتریں کا غرق بیڑا ہو گیا

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و امامت اور تعلیمات کے متعلق نقاش پاکستان حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ اور بابائے صحافت حضرت مولانا ظفر علی خان کے ارشادات

حاسدان تیرہ باطن کو جلانے کے لئے
تجھ میں اے پنجاب اقبال و ظفر پیدا ہوئے

(ظفر علی خان)

نقاش پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ کے ارشادات

گفت دین را رونق از محکومی است   زندگانی از خودی محرومی است
دولت اغیار را رحمت شمرد   رقص ہا گرد کلیسا کرد و مرد

(مثنوی پس چہ باید کرد ص ۲۹)

قادیانی نبوت؟ برگ حشیش

میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقیہہ   مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر   فاش ہے مجھ پہ ضمیر فلک نیلی فام
عصر حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے   یہ حقیقت کہ ہے روشن صفت ماہ تمام
وہ نبوت ہے مسلمان کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

(ضرب کلیم ص ۵۳)

انگریز کی پرستار امامت

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے   حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق   جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست   زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے   فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے

بہاء اللہ ایرانی اور غلام احمد قادیانی

آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد   آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد
سینہ ہا از گرمی قرآں تہی   از چنیں مرداں چہ امید بہی

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں؟
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بیسود و بے اثر
تیغ و تفنگ دست مسلماں میں ہے کہاں
ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر
تعلیم اس کو چاہیے ترک جہاد سے
دنیا کو جس کے پنجہ خونیں سے ہو خطر
باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر؟
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگذر

مہدیٔ برحق

سب اپنے بنائے ہوئے زنداں میں ہیں محبوس
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیار
پیران کلیسا ہوں کہ شیخان حرم ہوں
نے جدت گفتار ہے نے جدت کردار
ہیں اہل سیاست کے وہی کہنہ خم و پیچ
شاعر اسی افلاس تخیل میں گرفتار
دنیا کو ہے اس مہدیٔ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار

بابائے صحافت حضرت مولانا ظفر علی خان کے احساسات

لیکن اس دیں کی ہے شرط کہ خوش ہو انگریز
جس کا اقبال جہاں میں علم افراشتہ ہے
سوکھ جائے نہ کہیں میری نبوت کا درخت
یہ وہ پودا ہے کہ سرکار کا خود کاشتہ ہے

مادیان قادیان

میں نے دی اس کو لگام اور ہو گیا اس پر سوار
ورنہ کس کو مانتی تھی مادیان قادیاں
جو مجاور ہیں بہشتی مقبرہ کے آج کل
بیچتے پھرتے ہیں گھر گھر استخوان قادیاں
صرف غائب نحو عنقاء اور سلاست ناپدید
ان سب اجزا سے مرکب ہے زبان قادیاں

اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے آزار
یہ کہ "تا" ہے شاہکار شاعران قادیاں
لوگ حیراں تھے کہ جب پھیکا ہے پکوان اس قدر
ہو گئی پھر اتنی اونچی کیوں دکان قادیاں
جو فروشی کے لئے گندم نمائی شرط ہے
تھا بڑا ہی کائیاں بازار گان قادیاں
کیا سلوک ان سے روا رکھتے ہیں منکر اور نکیر
قبر میں خود دیکھ لیں گے منکران قادیاں

منکر ختم نبوت

منکر ختم نبوت ہو رہا ہے قادیاں
آ گیا وقت جہاد ایمان کا خنجر نکال
کہہ دو مرزا سے کہ خاک کعبہ اڑ سکتی نہیں
اپنے دل سے تمنائے جنوں پرور نکال
کائنات آنگن ہے اس کی اور ہے چھت عرش بریں
تو بھی کوئی گھر نکال اس سے مگر بہتر نکال
اس کو ڈھا کر دوسرا گھر شوق سے بنوا مگر
ابن آذر سے کوئی معمار بھی بڑھ کر نکال
سورج اس کا آئینہ ہے چاند اس کی شمع ہے
تو بھی اک گھر جس سے یوں روشن ہوں بام و در نکال

پناہ بخدا

نبی کے بعد نبوت کا ادّعا ہو جسے
ہر ایسے بطل خرافات سے خدا کی پناہ
ٹیچی ٹیچی ہے ادھر اور ادھر غلام احمد
ہزار بار ان آفات سے خدا کی پناہ
خدا بچائے ہمیں ان کے ساتھ ملنے سے
منافقوں کی موالات سے خدا کی پناہ
بنے جو باپ خدا کا اور اس کی بیوی بھی
ہر ایسے مسخرے کی ذات سے خدا کی پناہ

قادیانی اور لاہوری

قادیاں ہو کہ ہو لاہور بچو دونوں سے
اس طرف ہوتی ہے ایں اس طرف آں ہوتا ہے
شعلہ اٹھتا ہے اگر اس سے الوہیت کا
تو بلند اس سے نبوت کا دھواں ہوتا ہے
ہیں خدا ان کے نصاریٰ یہ ہیں بندے ان کے
وہیں ہوتے ہیں یہ انگریز جہاں ہوتا ہے

اسلام اور فقط اسلام

قادیانی جو اڑے پھرتے ہیں ان کا کیا ہے
بال گورے کا، رواں گورے کا، پر گورے کا
فقط اسلام ہی دنیا میں ہے طاقت ایسی
ناطقہ بند جو کر سکتی ہے ہر گورے کا

اسی اللہ کے بندے کو مسلماں سمجھو   ڈگرے کا ہو جسے خوف نہ ڈر گورے کا

منکر ختم نبوت کا حشر

جان سکتا ہے وہی مرزائیوں کی عاقبت   جس کے ہے پیش نظر حشر ثمود انجام عاد
منکر ختم نبوت کے مقدر میں ہے درج   ذلت و خواری ورسوائی الیٰ یوم التناد

صوت الحمیر

کان والو انکرالاصوات ہے صوت الحمیر   گر یہ ڈھیچوں ڈھیچوں سننی ہے تو جاؤ قادیاں
عیسیٰ مریم کو گالی قادیاں دے لے مگر   یاد رکھے اس کی بھی ہیں نانیاں اور دادیاں

”قادیانیت اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔ اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔“ (حرف اقبال ص ۱۲۳)

قادیانی اور جمہور مسلمان

از: نقاش پاکستان ترجمان حقیقت علامہ اقبالؒ!

”ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار مذاہب ملتے ہیں۔ اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذاہب کی نسبت گہرا ہے۔ کیونکہ ان مذاہب کی بناء کچھ حد تک مذہبی ہے اور ایک حد تک نسلی۔ اسلام نسلی تخیل کی سراسر نفی کرتا ہے اور اپنی بنیاد محض مذہبی تخیل پر رکھتا ہے اور چونکہ اس کی بنیاد صرف دینی ہے اس لئے وہ سراپا روحانیت ہے اور خونی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف بھی ہے۔ اسی لئے مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہے۔ جو اس کی وحدت کے لئے خطرناک ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بناء نئی نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے۔ مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ سمجھے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔

انسان کی تمدنی تاریخ میں غالباً ختم نبوت کا تخیل سب سے انوکھا ہے۔ اس کا صحیح اندازہ مغربی اور وسط ایشیا کے مؤبدانہ تمدن کی تاریخ کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ مؤبدانہ تمدن میں زرتشتی، یہودی، نصرانی اور صابی تمام مذاہب شامل ہیں۔ ان تمام مذاہب میں نبوت کے اجراء کا تخیل نہایت لازم تھا۔ چنانچہ ان پر مستقل انتظار کی کیفیت رہتی تھی۔ غالباً یہ انتظار نفسیاتی حظ کا باعث تھی۔ عہد جدید کا انسان روحانی طور پر مؤبد سے بہت زیادہ آزاد منش ہے۔ مؤبدانہ رویہ کا نتیجہ یہ تھا کہ پرانی جماعتیں ختم ہوتیں اور ان کی جگہ مذہبی عیار نئی جماعتیں لاکھڑی کرتے۔ اسلام کی جدید دنیا میں جاہل اور جوشیلے ملا نے پریس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قبل اسلامی نظریات کو بیسیوں صدی میں رائج کرنا چاہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلام جو تمام جماعتوں کو ایک رسی میں پرونے کا دعویٰ رکھتا ہے ویسی تحریک کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھ سکتا۔ جو اس کی موجودہ وحدت کے لئے خطرہ ہو اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے لئے مزید افتراق کا باعث بنے۔

اس سے قبل اسلامی مؤبدیت نے حال ہی میں جن دو صورتوں میں جنم لیا ہے میرے نزدیک ان میں بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے۔ لیکن مؤخر الذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔ اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں۔ اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا روح مسیح کے تسلسل وغیرہ کا عقیدہ۔ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔ روح مسیح کا تسلسل، یہودی باطنیت کا جز ہے۔ پولی مسیح بال شیم (Bal Shem) کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر بوبر کہتا ہے۔ ”مسیح کی روح پیغمبروں اور صالح آدمیوں کے واسطہ سے زمین پر اتری۔“

اسلامی ایران میں مؤبدانہ اثر کے ماتحت ملحدانہ تحریکیں اٹھیں اور انہوں نے بروز، حلول، ظل وغیرہ اصطلاحات وضع کیں تاکہ تناسخ کے اس تصور کو چھپا سکیں۔ ان اصطلاحات کا وضع کرنا اس لئے ضروری تھا کہ وہ مسلم کے قلوب کو ناگوار نہ گزریں۔ حتیٰ کہ مسیح موعود کی اصطلاح بھی اسلامی نہیں بلکہ اجنبی ہے اور اس کا آغاز بھی اسی مؤبدانہ تصور میں ملتا ہے۔ یہ اصطلاح ہمیں اسلام کے دور اوّل کی تاریخی اور مذہبی ادب میں نہیں ملتی۔

اس حیرت انگیز واقعہ کو پروفیسر ونسنک نے اپنی کتاب موسومہ "احادیث میں ربط" میں نمایاں کیا ہے۔ یہ کتاب احادیث کے گیارہ مجموعوں اور اسلام کے تین اوّلین تاریخی شواہد پر حاوی ہے اور یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ اسلام نے اس اصطلاح کو کیوں استعمال نہ کیا؟ یہ اصطلاح انہیں غالباً اس لئے ناگوار تھی کہ اس سے تاریخی عمل کا غلط نظریہ قائم ہوتا تھا۔ خاکی ذہن وقت کو مدور حرکت تصور کرتا تھا۔ صحیح تاریخ عمل کو بحیثیت ایک تخلیقی حرکت کے ظاہر کرنے کی سعادت عظیم مسلمان مفکر اور مؤرخ یعنی ابن خلدون کے حصہ میں تھی۔

ہندی مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے خلاف جس شدت احساس کا ثبوت دیا ہے وہ جدید اجتماعیات کے طالب علم کے لئے بالکل واضح ہے۔ عام مسلمان جسے پچھلے دن سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک صاحب نے ملا زدہ کا خطاب دیا تھا اس تحریک کے مقابلہ میں حفظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔ اگرچہ اسے ختم نبوت کے عقیدہ کی پوری سمجھ نہیں۔ نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں اور مغربیت کی ہوا نے اسے حفظ نفس کے جذبہ سے باہمی عاری کر دیا۔ بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔ اگر سر ہربرٹ ایمرسن مسلمانوں کو رواداری کا مشورہ دیں تو میں انہیں معذور سمجھتا ہوں۔ کیونکہ موجودہ زمانے کے ایک فرنگی کے لئے جس نے بالکل مختلف تمدن میں پرورش پائی ہو اس کے لئے اتنی گہری نظر پیدا کرنی دشوار ہے کہ وہ ایک مختلف تمدن رکھنے والی جماعت کے اہم مسائل کو سمجھ سکے۔

ہندوستان میں حالات بہت غیر معمولی ہیں۔ اس ملک کی بے شمار مذہبی جماعتوں کی بقا اپنے استحکام کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیونکہ جو مغربی قوم یہاں حکمران ہے اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ مذہب کے معاملہ میں عدم مداخلت سے کام لے۔ اس پالیسی نے ہندوستان ایسے ملک پر بدقسمتی سے بہت برا اثر ڈالا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ مسلم جماعت کا استحکام اس سے کہیں کم ہے۔ جتنا حضرت مسیح کے زمانہ میں یہودی جماعت کا رومن کے تحت تھا۔ ہندوستان میں کوئی مذہبی سٹے باز اپنی اغراض کے ماتحت ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے اور یہ لبرل حکومت اصل جماعت کی وحدت کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتی۔ بشرطیکہ یہ مدعی اسے اپنے اطاعت اور وفاداری کا یقین دلا دے اور اس کے پیرو حکومت کے محصول ادا کرتے رہیں۔

اسلام کے حق میں اس پالیسی کا مطلب ہمارے شاعر عظیم اکبر نے اچھی طرح بھانپ لیا تھا۔ جب اس نے اپنے مزاحیہ انداز میں کہا۔

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
انالحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

میں قدامت پسند ہندوؤں کے اس مطالبہ کے لئے پوری ہمدردی رکھتا ہوں جو انہوں نے نئے دستور میں مذہبی مصلحین کے خلاف پیش کی ہے۔ یقیناً یہ مطالبہ مسلمانوں کی طرف سے پہلے ہونا چاہئے تھا جو ہندوؤں کے برعکس اپنے اجتماعی نظام میں نسلی تخیل کو دخل نہیں دیتے۔ حکومت کو موجودہ صورت حالات پر غور کرنا چاہئے اور اس اہم معاملہ میں جو قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے عام مسلمان کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہئے۔ اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے سوا چارۂ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے؟ اور وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو تلعب بالدین کرتے پائے اس کے دعاوی کو تحریر اور تقریر کے ذریعہ سے جھٹلایا جائے۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے۔ حالانکہ اس کی وحدت خطرہ میں ہو اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔ اگرچہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔

اگر کوئی گروہ جو اصل جماعت کے نقطۂ نظر سے باغی ہے حکومت کے لئے مفید ہے تو حکومت اس کی خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔ دوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ توقع رکھنی بیکار ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں کو نظرانداز کر دے جو اس کے اجتماعی وجود کے لئے خطرہ ہیں۔ اس مقام پر یہ دہرانے کی غالباً ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے بے شمار مذہبی فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کا فتویٰ ہی دیتے ہیں۔

ایک اور چیز بھی حکومت کی خاص توجہ کی محتاج ہے۔ ہندوستان میں مذہبی مدعیوں کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ مذہب سے عموماً بیزار ہوتے لگتے ہیں اور بالآخر مذہب کے اہم عنصر کو ہی اپنی زندگی سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ ہندوستانی دماغ ایسی صورت میں مذہب کی جگہ کوئی اور بدل پیدا کرے گا جس کی شکل روس کی دہری مادیت سے ملتی جلتی ہوگی۔

(حرف اقبال ص ۱۲۱ تا ۱۲۷)

مہتمم مرکز تنظیم اہل سنت کی طرف سے مرزا البشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کو

غیر مشروط مناظرہ کا کھلا چیلنج

چھپ کر او غیر کے گھر رات کو جانے والے
کبھی بھولے سے ہی آ جا مرے کاشانے میں

ہم مسیحیوں کو چیلنج کرتے ہیں نہ یہودیوں کو۔ ملحدوں کو دعوت مناظرہ دیتے ہیں نہ دہریوں کو۔ کیونکہ ان کا کفر مسلمہ ہے۔ وہ اپنے آپ کو غیر مسلم مانتے ہیں۔ مسلمان بھی انہیں غیر مسلم جانتے ہیں اور ان کی دعوت و تبلیغ کا شکار نہیں ہوتے۔ لیکن احمدی ہم انہیں روز اوّل سے برابر چیلنج کر رہے ہیں اور ہماری تخلیق کا مقصد و منشا ہی براہین و دلائل سے ان کا ناطقہ بند کر دینا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اسلام کے رنگ و روپ میں دنیا کے سامنے آتے ہیں اور مسلمان بن کر صرف مسلمانوں کو مرتد کرنے سے نہیں شرماتے۔ نقاش پاکستانؒ کے فکر اور رائے اور ملت اسلامیہ پاکستانیہ کے متفقہ مطالبہ کے مطابق آج امت مرزائیہ ایک غیر مسلم اقلیت بن کر ہمارے سایہ عاطفت میں رہنے کا اعلان کر دے۔ آج ہم انہیں چیلنج کرنا بند کر دیں گے اور انہیں پاکستان میں انگریز کے ''ظل رحمت'' سے زیادہ مذہبی آزادی ہوگی۔

لیکن جب تک یہ اپنے غیر اسلامی قد و قامت پر اسلامی جامہ و لباس پہن کر آئیں گے اور احمدی بن کر محمدیوں کو متاع ایمان لوٹنے کی مردود و ملعون کوشش سے باز نہیں آئیں گے تب تک امت مسلمہ اور ملت پاکستانیہ کا دینی اور تبلیغی نمائندہ ادارہ ''مرکز تنظیم اہل سنت'' برابر ان کے اسلام و ایمان کو چیلنج کرتا رہے گا اور ان کا اخلاقی فرض ہوگا کہ ہماری موجودگی میں کراچی، لاہور، پشاور، کوئٹہ، ڈھاکہ یا پاکستان کے کسی دوسرے شہر یا قصبہ میں دنیا کے سامنے مرزا قادیانی اور اپنے اسلام و ایمان کا ثبوت پیش کریں۔ (مدیر)

جناب میاں صاحب! آپ دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کو مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان نہ لانے کے جرم میں کافر مانتے ہیں۔ چنانچہ سر ظفر اللہ خان نے کراچی میں دولت خداداد پاکستان کے بانی اور اپنے ذاتی محسن قائداعظم مرحومؒ کا جنازہ نہ پڑھ کر مرزا قادیانی اور آپ کے اس فتویٰ پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ ہر وہ مسلمان جو قادیانی نبوت کا قائل نہیں ہے

کافر ہے اور اس کا جنازہ ناجائز اور حرام ہے۔ خواہ وہ قائداعظم ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کفر و اسلام کا سوال ہے اور اس پر آخرت کی نجات و فلاح کا انحصار ہے۔ اس لئے ہماری دلی خواہش ہے کہ ہم افہام و تفہیم سے اس مسئلہ کو اگر سلجھا سکتے ہیں تو سلجھائیں اور مسئلہ کی بنیاد مرزا قادیانی کے صدق و کذب پر باہم گفتگو کریں۔

کیا آپ مرکز تنظیم کی یہ مخلصانہ درخواست قبول فرمائیں گے؟

ہم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور خود آپ کے لٹریچر سے یہ ثابت کر دیں گے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت صحیح نہیں ہے اور آنحضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد ظلی، بروزی، پوری، ادھوری، لفظی، معنوی، وہبی، کسبی، تشریعی، تفریعی ہر قسم کی نبوت کا مدعی دجال و کذاب ہے اور اس پر ایمان لانے والے کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اگر آپ ہماری یہ مخلصانہ دعوت قبول فرمائیں تو ''الفضل'' میں مقام تاریخ اور وقت کا اعلان فرما دیں اور ہمیں بھی مطلع کر دیں تاکہ ہم بروقت مقام متعینہ پر پہنچ جائیں اور دنیا کے سامنے حق و باطل کو کھول کر رکھ دیں اور اگر آپ میں حق و صداقت کے مقابل آنے کی ہمت و جرأت نہ ہو تو پھر آپ کا اخلاقی فرض ہوگا کہ آپ اندھیری قبر اور روز محشر کا خیال کر کے بھولے بھالے مسلمان کو مرتد کرنے کی مہم ترک فرما دیں اور آپ نے اپنے ہر جماعتی کو بہرحال کم از کم ایک مسلمان کو مرزائی بنانے کا جو حکم دے رکھا ہے اسے واپس لے لیں۔

آپ کا خیر اندیش، منتظر جواب، مہتمم ''مرکز تنظیم اہل سنت'' چوک جھنڈا (لوہاری دروازہ) لاہور!

ختم نبوت ایک ایسا مہتم بالشان مسئلہ اور اسلام کا اصل الاصول ہے کہ آنحضرت سید المرسلین ﷺ کے ساتھ دوسرے انبیاء و رسول اور خیر امت کے ساتھ سابقہ اقوام و امم اور زندوں کے ساتھ مردوں اور صاحب نطق و بیان انسانوں کے ساتھ بے زبان حیوانوں نے بھی اس کی شہادت دی۔ اس حقیقت کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلام اور ایمان کے بنیادی مسائل و عقائد میں کوئی مسئلہ اور عقیدہ اس قدر سے زیادہ ظاہر و باہر زیادہ واضح و مبرہن زیادہ روشن و تابناک اور زیادہ اجماعی اور متفق علیہ نہیں جس قدر مسئلہ ختم نبوت۔

امت محمدیہ اور ملت اسلامیہ کا مسلمۃ الکل، متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ختم نبوت

از: مولانا سید نور الحسن بخاری

ختم نبوت کا مسلمۃ الکل مسئلہ کم از کم ۱۰۲ آیات کریمہ اور دو سو دس احادیث نبویہ سے

ثابت ہے۔ حضرت استاذی مفتی محمد شفیع صاحب سابق مدرس ومفتی دارالعلوم دیوبند اپنی تالیف ''ختم نبوت فی القرآن'' میں یہ ۱۰۲ آیات قرآنیہ پیش کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اگر پورے غور وتفتیش سے کام لیا جائے تو جس قدر آیات اس وقت پیش کی گئی ہیں ان سے بہت زیادہ آیات جمع ہوسکتی ہیں۔ لیکن احقر نے استیعاب کا قصد نہیں کیا۔''

اسی طرح ''ختم نبوت فی الحدیث'' میں ۲۱۰ احادیث صحیح نقل کرتے ہوئے صفحہ اوّل پر لکھتے ہیں: ''احادیث نبویہ کا غیر محصور دفتر جو اس مسئلہ میں منقول ہے اس کا استیعاب تو نہایت دشوار بلکہ اس وقت تو عادۃً غیر ممکن ہے۔ لیکن اس میں سے جس قدر حصہ اس تھوڑے وقت میں اور کتب احادیث کے مختصر ذخیرہ میں ناقص تتبع کے ساتھ سامنے آیا ہے اس کو حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔ پھر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے بعد دین کا یہ بنیادی اور جوہری مسئلہ اجماع امت کی سند بھی اپنے ثبوت میں رکھتا ہے۔''

حضرت مفتی صاحب ممدوح نے ''ختم النبوۃ فی الآثار'' میں حضرت صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ سے لے کر حضرت ابوقبیلہؒ تک اسی ۸۰ اجلہ صحابہ کرامؓ اور امام المحدثین امام بخاری، امام مسلم سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ تک (۶۸) اڑسٹھ محدثین عظام اور امام التفسیر والحدیث امام طبریؒ، امام راغب اور امام ابن کثیر سے لے کر حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی وغیرہؒ تک (۲۶) چھبیس مفسرین حضرات اور امام الاحناف ملا علی قاریؒ، امام الشوافعؒ، علامہ ابن حجر مکی، صاحب بحر الرائق، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ دس مشاہیر فقہاء، علامہ تفتازانی، علامہ سیوطی، امام ابن ہمام حجۃ الاسلام، امام غزالی سے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ تک (۱۸) اٹھارہ اکابر متکلمین اسلام اور امام الاولیا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، مولانا جامیؒ عارف باللہ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ، امام العارفین حضرت مجدد الف ثانیؒ وغیرہ اعاظم صوفیائے امت کے اسمائے گرامی اور بطور نمونہ بعض حضرات کے ارشادات ومقالات پیش کئے ہیں جن سے روز روشن سے زیادہ ثابت ہوجاتا ہے کہ امت کے ہر طبقہ کے اکابر وعمائد کا اس مسئلہ پر ہمیشہ اجماع رہا ہے اور ختم نبوت کا منکر بالاجماع کافر، مرتد اور واجب القتل ہے۔

سابق انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کی شہادت

پھر اس خیر امت کی اجماعی شہادت پر بس نہیں بلکہ اس مسئلہ عظیم پر کتب قدیمہ، تورات وانجیل وغیرہ سے انبیاء سابقین علیہم السلام اور ان کی امتوں کی پندرہ شہادتیں مع حوالہ ''ختم النبوۃ فی الآثار'' ص ۲۳ تا ۴۱ پر نقل کی گئی ہیں جن میں سے بطور نمونہ چند ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

۱...... ''قال موسیٰ یارب انی اجد فی الالواح امة هم الآخرین فی الخلق السابقون فی دخول الجنة رب اجعلهم امتی قال تلك امة محمد ﷺ (تفسیر ابن جریر طبری ودلائل النبوة محدث ابونعیم ص۱٤) '' ﴿حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں الواح تورات میں ایک ایسی امت دیکھتا ہوں جو پیدائش میں سب سے آخری ہے اور دخول جنت میں سب سے مقدم۔ اے میرے رب ان کو میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تو محمد ﷺ کی امت ہے۔﴾

۲...... حضرت کعبؓ احبار فرماتے ہیں کہ میرے والد تورات اور اس کلام پاک کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اور جو کچھ جانتے تھے مجھ سے کچھ نہ چھپاتے تھے۔ جب ان کی وفات قریب آئی تو مجھے بلایا اور کہا: ''بیٹا تم جانتے ہو کہ جو کچھ علم مجھے حاصل تھا میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا۔ مگر دو ورق ابھی تک میں نے تم پر ظاہر نہیں کئے تھے۔ جن میں ایک نبی کا ذکر ہے جن کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تمہیں پہلے سے اس پر مطلع کر دوں۔ کیونکہ خطرہ تھا کہ کوئی کذاب اٹھے اور تم اس کو نبی موعود سمجھ کر اطاعت شروع کر دو اور ان دونوں ورقوں کو میں نے اس طاق میں جسے تم دیکھ رہے ہو گارے سے بند کر دیا۔ کعب احبارؓ نے (اس کا ایک طویل دلچسپ قصہ لکھنے کے بعد) فرمایا کہ میں نے یہ دو ورق اس طاق سے نکالے تو ان میں یہ کلمات بھی لکھے تھے۔''

''محمد رسول الله خاتم النبیین لا نبی بعده (رواه ابونعیم درمنثور ص۱۲۳، ج۳) '' ﴿محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

۳...... حضرت مغیرہؓ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور ابن مالک شاہ روم (عیسائی) مقوقس کے یہاں پہنچے...... اس نے دین محمدی کے متعلق پوچھا۔ ہم نے کہا کہ ہم میں سے کسی نے بھی ان کی دعوت قبول نہیں کی...... اگر تمام انسان بھی ان کے دین میں داخل ہو جائیں تب بھی ہم داخل نہ ہوں گے۔ یہ سن کر مقوقس نے نفرت سے سر ہلا کر کہا تم لہو ولعب میں ہو...... اور وہ (نبی کریم) اور حضرت مسیح علیہ السلام تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کی طرح ہیں......

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے پاس سے (متاثر ہو کر) اٹھے...... اس کے بعد میں اسکندریہ میں مقیم رہا اور کوئی کلیسا (گرجا) نہیں چھوڑا۔ جس میں جا کر میں نے وہاں کے قبطی اور رومی پادریوں سے دریافت نہ کیا ہو کہ تم محمد ﷺ کی کیا کیا صفات اپنی کتابوں میں پاتے ہو۔

کنیہ ابی غنی میں ایک بڑا مشہور پادری تھا۔ جس کو متبرک سمجھ کر لوگ اپنے مریضوں پر دعا پڑھانے کے لئے اس کے پاس لاتے تھے اور میں دیکھتا تھا کہ وہ پانچ نمازیں نہایت خشوع وخضوع سے پڑھتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ:

”اخبرنی هل بقی احد من الانبیاء قال نعم وهو آخر الانبیاء قد امرنا عیسیٰ باتباعه وهو نبی الامی العربی اسمه احمد، لیس بالطویل والا بالقصیر فی عینیه حمرة (الحدیث، رواه ابونعیم فی الدلائل ص ۲۰، ۲۱)“ ﴿مجھے بتاؤ کہ کیا انبیاء میں سے کوئی نبی باقی ہیں۔ اس نے کہا ہاں! اور وہی آخر الانبیاء ہیں…… حضرت عیسیٰ نے ہمیں ان کے اتباع کا حکم فرمایا ہے۔ وہ نبی ای عربی ہیں۔ ان کا نام احمد ہے۔ نہ دراز قد ہیں نہ پست قد۔ (بلکہ درمیانہ) ان کی آنکھوں میں سرخی ہے (اس کے بعد اور بہت سے اوصاف بیان کئے)﴾

حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کلام کو خصوصاً اور دوسرے پادریوں کے کلمات عموماً یاد رکھے اور پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ سنایا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

۴…… امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ صحیفہ ابراہیم میں لکھا ہے: **”انه کائن من ولدك شعوب وشعوب حتیٰ یاتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیاء (خصائص کبریٰ للسیوطی ص۹ ج۱)“** ﴿آپ کی اولاد میں قبائل در قبائل ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ نبی امی آجائیں جو خاتم الانبیاء ہوں گے۔﴾

۵…… اور امام بیہقیؒ بروایت عمرو ابن الحکم نقل فرماتے ہیں کہ میرے آباؤ اجداد سے ایک ورق محفوظ چلا آتا تھا جو جاہلیت میں نسلاً بعد نسل وراثت میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ دین اسلام ظاہر ہوا۔ پھر جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو لوگ یہ ورق آپ کی خدمت میں لے آئے۔ پڑھوایا گیا تو اس میں یہ عبارت لکھی تھی۔

”بسم الله وقوله الحق هذا الذکر لامة تاتی فی آخر الزمان یخومنون البحار الیٰ اعدائهم فیه الصلوٰة (خصائص کبریٰ ج۱ ص۱۶)“ ﴿اللہ کے نام پر شروع ہے اور اسی کا قول حق ہے۔ یہ ذکر اس امت کا ہے جو آخر زمانہ میں آئے گی وہ دشمنوں کے مقابلے کے لئے دریاؤں میں گھس پڑیں گے اور ان میں نماز ہوگی۔﴾

جب یہ ورق آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پڑھا گیا تو اس کے مضمون کو سن کر آپ ﷺ خوش ہوئے۔

۶...... اور زید ابن عمرو ابن نفیل جو علمائے اہل کتاب میں سے تھے اور آنحضرت ﷺ سے پہلے وفات پا گئے۔ نبی کریم ﷺ کے حالات وصفات بیان کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا: ”میں دین ابراہیم علیہ السلام کی طلب میں تمام شہروں میں پہنچا اور یہود ونصاریٰ اور مجوسی میں جس کسی سے پوچھتا تھا یہی جواب دیتا تھا کہ یہ دین تم سے آگے آنے والا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کے وہی اوصاف بیان کرتے تھے جو میں نے تم سے بیان کئے ہیں۔“ **”ویقولون لم یبق نبی غیرہ “** اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا۔“ (خصائص کبریٰ ص ۲۵، ج ۱)

۷...... امام حدیث بیہقی اور طبرانی اور ابو نعیم اور خرائطی خلیفہ ابن عبدہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن محمد ابن عبدی ابن ربیعہ سے پوچھا کہ زمانہ جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیسے رکھ دیا۔

انہوں نے جواب دیا کہ جو بات تم نے مجھ سے دریافت کی ہے میں نے خود اپنے والد سے دریافت کی۔ انہوں نے اس کا یہ واقعہ سنایا: ”کہ قبیلہ بنی تمیم سے ہم چار آدمی شام کے سفر کے لئے نکلے۔ جن میں ایک میں تھا اور دوسرے سفیان ابن مجاشہ، ابن آدم اور تیسرے یزید ابن عمرو بن ربیعہ اور چوتھے اسامہ ابن مالک ابن خندف۔ جب ہم ملک شام میں پہنچے تو ایک تالاب پر اترے جس کے کنارے پر درخت کھڑے تھے۔ ہمیں دیکھ کر ایک پادری ہمارے پاس آیا اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟“

ہم نے کہا: ”کہ قبیلہ مضر کی ایک جماعت ہے۔“

اس نے کہا: ”تمہارے قبیلہ میں عنقریب ایک نبی مبعوث ہوگا تو ان کی طرف جلد پہنچو اور اپنا حصہ دین ان سے لو۔ تم ہدایت پاؤ گے۔“ **”فانہ خاتم النبیین “** کیونکہ وہ آخری نبی ہے۔“

ہم نے پوچھا: ”کہ ان کا نام کیا ہے؟“ انہوں نے محمد بتایا۔

جب ہم وہاں سے واپس آئے تو اتفاقاً چاروں کے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ ہم میں سے ہر ایک نے اپنے لڑکے کا نام اسی طرح پر محمد رکھ دیا کہ شاید وہی نبی ہو جائیں۔

(خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۲۳)

۸...... ابن سعد محمد ابن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی: ''انی ابعث من ذریتك ملوكاً وانبياء حتىٰ ابعث النبیٰ الحرمی...... هو خاتم الانبياء واسمه احمد (خصائص کبریٰ ص۹ ج۱) ''
﴿میں آپ ﷺ کی ذریت میں بادشاہ اور انبیاء پیدا کروں گا۔ یہاں تک کہ حرم والے نبی مبعوث ہوں...... وہ خاتم الانبیاء ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔﴾

ایک فوق العادت واقعہ، مردہ کی شہادت

اس سلسلہ میں ایک حیرت انگیز اور سبق آموز واقعہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ: ''زید ابن خارجہ انصار کے سرداروں میں سے تھے۔ ایک روز وہ مدینہ طیبہ کے بازاروں میں پیدل چل رہے تھے کہ یکایک زمین پر گر پڑے اور فوراً وفات پا گئے۔ انصار کو اس کی خبر ہوئی تو ان کو وہاں سے اٹھایا اور گھر لائے اور چاروں طرف سے ڈھانپ دیا۔ گھر میں کچھ انصاری عورتیں تھیں جو ان کی وفات پر گریہ وزاری میں مبتلا تھیں اور کچھ مرد جمع تھے۔ اس طرح پر جب مغرب وعشاء کا درمیانی وقت آیا تو اچانک ایک آواز سنی گئی کہ: ''چپ رہو! چپ رہو۔'' لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ آواز اسی چادر کے نیچے سے آ رہی ہے جس میں میت ہے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے ان کا منہ کھول دیا۔ اس وقت دیکھا کہ زید ابن خارجہ کی زبان سے کہنے والا یہ کہتا ہے کہ ''محمد رسول الله النبی الامی خاتم النبیین لا نبی بعده كان ذلك فی الكتاب الاول صدقها، صدقها '' یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور نبی امی ہیں جو انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ یہی مضمون کتاب الاول یعنی توریت، انجیل وغیرہ میں موجود ہے۔ سچ کہا، سچ کہا۔'' (ختم نبوت فی الآثار)

جنگلی جانوروں کی شہادت

یہاں ایک اور بصیرت آموز اور عبرت انگیز واقعہ بھی سن لیجئے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بیہقی، طبرانی، اوسط طبرانی صغیر، ابن عدی، حاکم، ابونعیم، ابن عساکر، خصائص کبریٰ، سیوطی ج۲ ص۶۵ میں ایک روایت منقول ہے کہ آنحضرت نے ایک اعرابی کو دعوت اسلام دی تو اس نے کہا۔ جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے میں آپ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ آپ نے گوہ سے خطاب فرمایا کہ بتلا میں کون ہوں؟

گوہ نے نہایت بلیغ عربی زبان میں جس کو ساری مجلس سنتی تھی کہا: ’’لبیك وسعدیك یا رسول اللّٰه رب العالمین ‘‘یعنی اے رب العالمین کے سچے رسول میں حاضر ہوں اور آپ کی اطاعت کرتی ہوں......

آپ نے پھر فرمایا: ’’فمن انا قال انت رسول رب العالمین وخاتم النبیین ‘‘میں کون ہوں؟ گوہ نے جواب دیا کہ آپ پروردگار عالم کے سچے رسول ہیں اور انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

الغرض ختم نبوت ایک ایسا مہتم بالشان مسئلہ اور اسلام کا اصل الاصول ہے کہ آنحضرت سید المرسلین ﷺ کے ساتھ دوسرے انبیاء ورسل اور خیر امت کے ساتھ سابقہ اقوام وامم اور زندوں کے ساتھ مردوں اور صاحب نطق وبیان انسانوں کے ساتھ بے زبان حیوانوں نے بھی اس کی شہادت دی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلام اور ایمان کے بنیادی مسائل وعقائد میں کوئی مسئلہ اور عقیدہ اس قدر زیادہ ظاہر وباہر زیادہ واضح ومبرہن زیادہ روشن وتابناک اور زیادہ اجماعی اور متفق علیہ نہیں جس قدر مسئلہ ختم نبوت۔

اب ایک ایسے مسئلہ کا جس کا اقرار جنگل کی گوہوں تک کو ہے۔ جب قادیان کے متنبی نے انکار کیا تو انہوں نے کئی پینترے بدلے۔ کئی جھوٹ بولے۔ کئی پاپڑ بیلے۔ مگر جب کامیابی کی کوئی صورت بنتی نظر نہ آئی تو آخر حربہ ظل اور بروز کا اختیار کیا جو بظاہر نظر فریب اور زہر برنگ تریاق ہے اور بہت سے کم نظر اور سادہ وبے خبر مسلمان اس کا شکار ہو کر متاع ایمان لٹا چکے ہیں۔

اس لئے ہم پھر کبھی اس مسئلہ کو ہر پہلو سے مفصل زیر بحث لا کر اس کا بطلان اظہر من الشمس کرنے کی سعی کریں گے۔ ’’وما توفیقی الا باللّٰه العلی العظیم‘‘

تنظیم اہل سنت

طالوت!

تنظیم اہل سنت جب تک نہ ہوگی پوری — چھائی رہے گی ہم پر بدعت کی بے شعوری
ذریۃ البغایا کل تک تھا نام جن کا — آج ان کی چاپلوسی کیوں ہوگئی ضروری
ابلہ فریبیاں ہیں سب لیڈری کی باتی — مرکز کو چھوڑ آیا گو قادیاں کا نوری
ہے خون میں خوشامد گھٹی میں ہے تملق — باپو تھا جی جنابی بیٹا ہے جی حضوری

کفار کے قرینے، فجار کے طریقے مرزائیوں کا شیوہ اسلام سے ہے دوری
لاہور کا سقر ہی محمود کا مقر ہے ہاتھوں سے چھن گئے جب ڈلہوزی ومسوری
اب مقبرہ بھی کوئی پھر دوزخی بنائیں قبروں کا بیچنا ہے جب دین میں ضروری
مصری کی چاشنی ہی مکھی کو کھینچ لائی ورنہ اسے گوارا مرکز سے کب تھی دوری
چندوں کی سب اپیلیں ہیں حرص کی دلیلیں قانع بھلا ہو کیوں کر خواہش کی ناصبوری
باد صبا سے دیکھیں اب ہمنفس ہوں گل کب
نزدیک آگئے ہیں غلمانیوں کے حوری

بکر وثیب (کنوری اور بیوہ) مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی
حضرت مجدد وقت کی صداقت

مرزا غلام احمد قادیانی......اپنی زبانی

از: فاتح قادیان حضرت مولانا لال حسین صاحب اخترؒ!

مرزا غلام احمد نے خشکی پر اپنی نبوت کی کشتی چلائی۔ ان کی ہمت قابل داد ہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کشتی کو اپنے چپو کے زور سے کنارے لگانے کی کوشش کی ان کا مقام بھی نبوت سے کچھ کم نہیں۔ بعض مقامات پر تو یہ چپو مار کھیون ہار خود میر بحر سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اور ایسے مشکل وقت میں جب کہ میر بحر کے اوسان خطا ہو گئے تھے ان کھیون ہاروں نے محض اپنے چپو کے زور سے ناؤ کو پار لگا دیا۔ ”بکر وثیب“ کنواری اور بیوہ کا مقام بھی ان چند خطرناک مقاموں میں سے ایک ہے۔ جہاں سے نبوت کی کشتی صحیح سلامت نہ نکل سکتی۔ اگر یہ چپو باز اس کی مدد کو بروقت نہ پہنچ جاتے۔ مدعی نبوت تو حضرت ام المؤمنین (معاذ اللہ) کی دہلی والی شادی کے بعد بھی فرما رہے ہیں کہ: ”مقدر یوں ہے کہ ایک بکر سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ ایک بیوہ سے، میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں۔ مجھے امید نہیں محمد حسین نے بھلا دیا ہو...... یہ خدا کا نشان تھا۔ جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ جو ثیب بیوہ کے متعلق ہے دوسرے وقت میں دیکھ لے گا۔“

یعنی میر بحر تو بکر (حضرت ام المؤمنین) کے بعد برابر ثیب کی راہ میں چشم براہ رہے۔ مگر

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر وہ جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

الہام غلط ثابت ہوا۔ خدا کا نشان ظاہر نہ ہوا۔ مرزا قادیانی کی نبوت کا بیڑا ڈوبنے لگا تو اہل چپو آپہنچے اور انہوں نے یہ چپو مار کر اس بیڑے کو ڈوبنے سے بچالیا کہ: ”یہ الہام الٰہی اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المؤمنین کی ذات میں ہی پورا ہوا۔ جو بکر آئیں اور شیب رہ گئیں گویا اس الہام الٰہی کا مفہوم نہ الٰہی سمجھا سکا نہ نبی سمجھ سکا۔ اگر سمجھا تو برخوردار خلیفوں نے اور وہ بھی باپ کے انتقال کے بعد۔ سچ ہے۔ اگر پدر نتواند پسر تمام کند!“

کاش! کہ یہ بدھو چپو باز دنیا کو بدھو بنانے کی کوشش نہ کرتے۔ کاش کہ وہ یہ حقیقت جان لیتے کہ اس طرح وہ دنیا کو فریب دینے کی ناکام کوشش کرکے خود فریب کھا رہے ہیں اور دنیا کو بدنام اور ناکام نبوت پر ہنسنے اور مضحکہ اڑانے کے مزید مواقع بہم پہنچا رہے ہیں۔ (مدیر)

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کو پرکھنے کے لئے کسی علمی بحث کی ضرورت نہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنی صداقت جانچنے کے لئے علمی حقائق، فلسفیانہ دلائل منطقی الجھنوں اور صرفی ونحوی بحثوں سے ہمیں بے نیاز کردیا ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

الف...... ”توارت اور قرآن نے بڑا ثبوت نبوت کا صرف پیش گوئیوں کو قرار دیا ہے۔“

(رسالہ استفتاء ص۳، خزائن ج۱۲ ص۱۱۱)

ب...... ”سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو۔ بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقت کا انتظار کرے۔“ (شہادت القرآن ص۸۰، ۸۱، خزائن ج۶ ص۳۷۵، ۳۷۶)

ج...... ”ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔“ (آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۸، خزائن ج۵ ص۲۸۸)

د...... ”ممکن نہیں کہ نبیوں کی...... پیش گوئیاں ٹل جائیں۔“

(کشتی نوح ص۵، خزائن ج۱۹ ص۵)

ہ...... ”کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ چڑھ کر رسوائی ہے۔“ (تریاق القلوب ص۱۰۷، خزائن ج۱۵ ص۳۸۲)

مرزا قادیانی کی ان تحریرات نے فیصلہ کر دیا کہ ان کے صدق وکذب کی شناخت کا سب سے بڑا معیار ان کی پیش گوئیاں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنی ہر تصنیف میں اپنے نشانات، کرامات اور معجزات کے بے سرے راگ ہمیشہ ہی الاپتے رہے اور یہاں تک لکھ دیا کہ: ''خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھائے ہیں کہ وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت بھی ان سے ثابت ہو سکتی ہے۔''

(چشمہ معرفت ص ۳۱۷، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۲)

علیٰ وجہ البصیرت ہمارا دعویٰ ہے جس کی تردید قیامت تک امت مرزائیہ نہیں کر سکتی کہ مرزا قادیانی کی تمام تصانیف پڑھ لی جائیں تو سوائے فٹ بال کی طرح گول مول اور انٹ سنٹ پیش گوئیوں کے کسی نشان کسی کرامت اور کسی معجزے کا پتہ نہیں چلتا۔ لطف یہ ہے کہ قادیانی پیش گوئیوں کے الفاظ بھی موم کی ناک کی طرح ہیں۔ جدھر چاہو الٹ پھیر دو اور جب تک انہیں تاویلات باطلہ کے شکنجے میں نہ جکڑ دیا جائے وہ کسی واقعہ پر چسپاں نہیں ہو سکتے۔ ہماری تحقیقات کا نتیجہ ہے کہ مرزا قادیانی کی کوئی تحدیانہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ جتنی تحدی سے کوئی پیش گوئی کی گئی۔ اتنی ہی صراحت سے وہ غلط نکلی۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۱، خزائن ج ۲۰ ص ۴۳) پر اپنی پیش گوئیوں اور نشانات کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔ اس کی بعد کی پیش گوئیوں کا سلسلہ شیطان کی آنت سے بھی دراز تر ہوتا چلا گیا۔ مرزا قادیانی کی تمام پیش گوئیوں کی دھجیاں اڑانے کے لئے ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔

ہم پیش نظر اشاعت میں مرزا قادیانی کی عظیم الشان اور تحدیانہ پیش گوئی بکر وثیب کے چہرے سے اس لئے نقاب اٹھاتے ہیں کہ علماء اہل سنت والجماعت آج تک اسے منظر عام پر نہیں لائے۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں: ''تقریباً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گزرا ہے کہ مجھے کسی تقریب پر مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ 'اشاعت السنہ'' کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا۔ جس کو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے۔ ''بکر وثیب'' جس کے یہ معنی ہیں جو ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کئے کہ خدائے تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا اور ایک بکر (کنواری ناقل) ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے

متعلق تھا پورا[1] ہو گیا اور اس وقت بفضلہ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کا انتظار[2] ہے۔'' (تریاق القلوب ص۳۴، خزائن ج۱۵ ص۲۰۱)

یہ الہام ۱۸۸۱ء کا ہے۔ جس میں مرزا قادیانی کو بشارت دی گئی اور ان سے وعدہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ دو عورتیں تیرے نکاح میں لائے گا۔ ایک کنواری اور دوسری بیوہ۔ بقول مرزا کنواری کا الہام پورا ہو گیا۔ نکاح بیوہ کے الہام کا انتظار ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کا کسی بیوہ سے نکاح نہ ہوا اور وہ اس انتظار اور حسرت کو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ کسی بیوہ کے ساتھ نکاح کی ناکامی نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ بیوہ کے نکاح کا الہام شیخ چلی کی گپ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ مرزائی اس پیش گوئی کی الٹی سیدھی تاویل کرنے کے لئے کسی شرط کا بہانہ بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا الہام اور پیش گوئی کی تشریح بتا رہی ہے کہ پیش گوئی بلاشرط ہے۔ نہ ہی بیوہ کے نکاح کے الہام کو محمدی بیگم کے نکاح کی پیش گوئی پر چسپاں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ۱۸۸۱ء کا الہام ہے۔ اس وقت مرزا قادیانی اور محمدی بیگم صاحبہ کے نکاح کا قصہ ہی شروع نہ ہوا تھا جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے تحریر کیا ہے۔

''اسی طرح شیخ محمد حسین بٹالوی کو حلفاً پوچھنا چاہئے کہ کیا یہ قصہ صحیح نہیں کہ یہ عاجز اس شادی سے پہلے جو دہلی میں ہوئی۔ اتفاقاً اس کے مکان پر موجود تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کوئی الہام مجھ کو سناؤ۔ میں نے ایک تازہ الہام جو انہی دنوں میں ہوا تھا اور اس شادی اور اس کی دوسری جزو پر دلالت کرتا تھا اس کو سنایا اور وہ یہ تھا۔ بکر و ثیب یعنی مقدر یوں ہے کہ ایک بکر سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ ایک بیوہ سے۔ میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں۔ مجھے امید نہیں کہ محمد حسین نے بھلا دیا ہو۔

---

[1] یہ بھی غلط ہے کہ کنواری کے نکاح کا الہام پورا ہو گیا۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے خود لکھا ہے: ''دو جزوں میں سے ایک جزو باطل ہو جائے تو وہ اس بات کی مستلزم ہوئی کہ دوسرا جزو بھی باطل ہے۔'' (اعجاز احمدی ص۲۷، خزائن ج۱۹ ص۱۳۷)

جب بیوہ کے نکاح کا الہام صریح جھوٹ نکلا تو بقول مرزا غلام احمد قادیانی کنواری کے نکاح کا الہام بھی غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ ایک جزو باطل ہونے سے دوسرا جزو خود بخود باطل ہو گیا۔

[2] شب وعدہ کسی کی انتظاری کیا قیامت ہے
کھٹکتی خار بن کر ہے مہک پھولوں کے بستر کی

مجھے اس کا وہ مکان یاد ہے جہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے اس کو یہ الہام سنایا تھا اور احمد بیگ (مرزا قادیانی کی آسمانی منکوحہ محترمہ محمدی بیگم کے والد، ناقل!) کے قصہ کا ابھی نام ونشان نہ تھا۔ بس اگر وہ سمجھے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ خدا کا نشان تھا۔ جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ جو ثیب یعنی بیوہ کے متعلق ہے دوسرے وقت میں دیکھ لے گا۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص۱۴، خزائن ج۱۱ ص۲۹۸)

مرزا قادیانی نکاح بیوہ کے الہام اس کی امید اور حسرت سمیت ۲۶؍ مئی ۱۹۰۸ء کو اگلے جہاں کی طرف کوچ کر گئے تو امت مرزائیہ نے ثیب (نکاح بیوہ) کے الہام کو تاویلات نہیں بلکہ دجل وفریب کے شکنجہ میں جکڑ کر اس کی صورت کو مسخ کر دیا۔ نظارت تالیف وتصنیف جماعت قادیان نے جس کے ناظر مرزا قادیانی آنجہانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم۔ اے ہیں۔ تذکرہ[۱] میں (تریاق القلوب ص۳۴، خزائن ج۱۵ ص۲۰۱) سے یہ پیش گوئی (جسے ہم نقل کر چکے ہیں) درج کر کے حاشیہ میں لکھا ہے: "یہ الہام الٰہی اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المؤمنین کی ذات میں ہی پورا ہوا۔ جو بکر آئیں اور ثیب رہ گئیں۔ خاکسار مرتب!" (تذکرہ ص۳۹ حاشیہ، طبع ۳)

قارئین کرام! پھر ایک دفعہ مرزا قادیانی کے الہام اور اس کی تشریح وتوضیح کو پڑھ لیجئے اور ساتھ ہی تذکرہ کے مرتب کی دجل آمیز عبارت پر غور کیجئے کہ کس قدر دھوکا اور فریب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ واللہ! میں تو مرزائی مبلغین کی ایسی مکر دہ چالبازیاں دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کے دل میں نہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور نہ ہی انہیں لوگوں سے شرم وحیا آتی ہے۔

مرزا قادیانی تو لکھتے ہیں کہ: "خدائے تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک کنواری ہوگی اور دوسری بیوہ۔ لیکن مرزا قادیانی کے چیلے کہتے ہیں کہ ایک ہی نکاح سے الہام پورا ہوگیا۔ یعنی نصرت جہاں بیگم صاحبہ (مرزا محمود احمد کی والدہ) کا کنواری ہونے کی حالت میں مرزا غلام احمد قادیانی سے نکاح ہوا اور مرزا قادیانی کی وفات کے بعد نصرت جہاں بیگم صاحب بیوہ رہ گئیں۔"

---

[۱] "تذکرہ" مرزائیوں کے قرآن کا نام ہے۔ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے رؤیا، مکاشفات، الہامات اور وحی مقدس کو مزائیوں کی تلاوت کے لئے جمع کیا گیا ہے۔ مرزائی اس مجموعہ کو درجہ اور شان کے لحاظ سے قرآن مجید کے ہم رتبہ اور برابر سمجھتے ہیں۔ (اختر)

مرزائیو! (تریاق القلوب ص ۳۴، خزائن ج ۱۵ ص ۲۰۱، انجام آتھم ص ۱۴، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۸) سے ہماری درج کردہ اپنے مسیح موعود کی عبارات غور سے پڑھو تو تم پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہ نہیں لکھتے کہ میری بیوی بیوہ رہ جائے گی۔ بلکہ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک کنواری ہوگی اور دوسری بیوہ۔ پس تم بتاؤ کہ کس بیوہ عورت سے مرزا قادیانی کا نکاح ہوا؟ اگر کسی بیوہ سے نکاح نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو تمہیں مرزا قادیانی کو کاذب ماننے میں کون سا امر مانع ہے؟ کسی بیوہ عورت سے نکاح نہ ہونے کے باعث مرزا قادیانی کا ثیب والا الہام صریح جھوٹ اور کھلا ہوا افتراء ثابت ہوا۔ پس مرزا قادیانی کاذب ٹھہرے۔

کیونکہ خدائے تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ: ”ان اللّٰہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب“ سوچ کر دیکھو کہ اس کے یہی معنے ہیں۔ جو شخص اپنے دعوے میں کاذب ہو اس کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۲، ۳۲۳، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

نیز مرزا قادیانی خود ارشاد فرماتے ہیں: ”ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔“

(چشمہ معرفت ص ۲۲۲، خزائن ج ۲۳ ص ۲۳۱)

جب آپ مذہب رکھتے ہیں...... تو!

مذہب کی حفاظت و اشاعت سے بھی پوری پوری دلچسپی لیجئے! ”نزول مسیح کا نشان مال کی کثرت کے متعلق ہے۔ اسے کوئی قابل قبول نہیں کرے گا۔ حدیث میں ”حتیٰ لا یقبلہ احد“ پر زور دیا گیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے آنے کے بعد مال کی طلب ختم ہوگئی۔ ورع و اتقاء نے لوگوں کو مال سے متنفر کر دیا۔ واقعہ یہ ہے۔ خود مرزا قادیانی کا خاندان چندوں کے لئے مختلف حیلے تراش رہا ہے۔ مسیح قادیان نے خود لنگر کا چندہ، براہین احمدیہ کا چندہ، بہشتی مقبرہ کا چندہ، تبلیغ کا چندہ۔ غرض تحصیل مال کے لئے کس قدر باطل راہیں تھیں۔ جھوٹے حیلے تھے۔ جو اختیار کئے۔ معلوم ہوتا ہے اصل مسیح تا حال تشریف نہیں لائے۔ بھیس بدل کر کچھ ارباب ہوس ان کی جگہ لینے کی کوشش کر کے چل بسے۔ سچے مسیح کا انتظار ہنوز باقی ہے جو دنیا کو مال سے بے نیاز کر دے گا۔“

مرزا غلام احمد قادیانی احادیث اور واقعات کی نظر میں

از: حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب خطیب جامع مسجد اہل حدیث گوجرانوالہ!

آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تصدیق میں دو قسم کے دلائل سے کام لیا ہے۔

۱...... اپنے الہامات۔
۲...... بعض احادیث کی پیش گوئیاں۔

الہامات سے تو وہی لوگ متاثر ہوسکتے ہیں جو ان کو پیغمبر مانتے ہیں۔ ورنہ الہام بذات خود کوئی چیز نہیں۔ پھر ایسے مخالفین کا تو خیال ہے کہ بیچارے مرزا غلام احمد قادیانی اسلام کے مبادی سے ہی ناواقف تھے۔ ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مطالعہ اسلامیات کے متعلق بے حد ناقص تھا۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس میں گفتگو کسی دوسری صحبت میں ہوگی۔ اس وقت مقصود یہ ہے کہ احادیث میں پیش آمدہ حوادث کے معیار پر آنجہانی کے دعاوی کو پرکھا جائے۔

احادیث کی پیش گوئیاں

۱...... صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے نزول مسیح کے متعلق چند نشانات بتائے گئے ہیں۔ مسیحیت کے مدعی کے لئے ان کی مطابقت ضروری ہے۔

الف...... **”یضع للجزیه“** حضرت مسیح نزول کے بعد جزیہ معاف کریں گے۔

ب...... **”ویفیض المال حتی لا یقبله احد“** اس وقت مال اس قدر زیادہ ہوگا کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔

ج...... **”وتکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا وما فیها“** ایک سجدہ یا ایک رکعت پوری دنیا کے مال ودولت سے زیادہ مرغوب ہوگی۔

جزیہ معاف کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کفر یکسر ختم ہو جائے۔ تمام لوگ اسلام قبول کر لیں۔ جزیہ خودبخود ختم ہو جائے گا۔ اس مفہوم کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

آنحضرتﷺ نے ارشاد فرمایا: **”فیهلك الله الملل کلها الا ملة الاسلام“** حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت تمام مذاہب ہلاک ہو جائیں گے۔ صرف اسلام رہ

جائے گا۔ غرض حضرت مسیح علیہ السلام اپنی قوت بازو سے تمام مخالفین کا خاتمہ فرمادیں گے۔ مرزا غلام احمد آئے۔ ان کی ساری عمر بھی مناظرات اور پیشہ وارانہ مباحثات میں گذری۔ آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے عیسائیت کو فروغ ہوا۔ سماجی خیالات سے مسلمانوں کا ایک طبقہ متاثر ہوا۔ ارتداد کے پے درپے حملے ہوئے۔ آنجہانی اور آپ کی جماعت نے یہ سب حوادثات دیکھے۔ حالانکہ حسب ارشاد سرور عالم ﷺ سچے مسیح کی زندگی میں اسلام کے سوا تمام مذاہب کو ختم ہوجانا چاہئے تھا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کفر اتنا ذلیل ہوجائے کہ اس کے لئے مزید ذلت کی ضرورت نہ رہے۔ بلکہ مسلمان اپنے مراحم خسروانہ سے انہیں جزیہ سے سبکدوش کردیں۔ ان دونوں صورتوں کے لئے ضروری ہے کہ پہلے جنگ ہو۔ تصادم کے بعد دشمن کی طاقت ختم ہوجائے۔ مرزا قادیانی نے نہ جنگ کی اور نہ ان کے دلائل اور قلم دوات کی جنگ سے یہ صورت پیدا ہوسکی۔ جن کا تذکرہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے۔ پہلی قسم کی جنگ تو شاید آنجہانی کے نزدیک ناجائز تھی۔ لیکن ان کی خودساختہ جنگ بھی نتائج کے لحاظ سے بیکار ثابت ہوئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس مسیح کا ذکر احادیث میں آیا ہے وہ ابھی تک نہیں آئے۔ وہ یقیناً کوئی جنگی مسیح ہے۔ جن کے حملوں کی تاب خود جنگ بھی نہیں لاسکتی۔ ارشاد ہے۔ ”تضع الحرب اوزارها“ جنگ اس کے سامنے ہتھیار ڈال دے گی۔ واقعات شاہد ہیں کہ چاپلوسی اور متملق مسیح کے لئے احادیث میں کوئی مقام نہیں۔

۲…… دوسرا نشان مال کی کثرت کے متعلق ہے۔ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔ حدیث میں ”حتیٰ لا یقبله احد“ پر زور دیا گیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے آنے پر مال کی طلب ختم ہوگئی۔ روح اتقاء نے لوگوں کو مال سے متنفر کردیا۔ واقعہ یہ ہے کہ خود مرزا قادیانی کا خاندان چندوں کے لئے مختلف حیلے تراش رہا ہے۔ مسیح قادیانی نے خود لنگر کا چندہ، براہین احمدیہ کا چندہ، بہشتی مقبرہ کا چندہ، تبلیغ کا چندہ۔ غرض تحصیل مال کے لئے کس قدر باطل راہیں تھیں۔ جھوٹے حیلے تھے۔ جو اختیار کئے معلوم ہوتا ہے۔ اصل مسیح تاحال تشریف نہیں لائے۔ بھیس بدل کر کچھ ارباب ہوس ان کی جگہ لینے کی کوشش کر کے چل بسے۔ دولت مند مسیح کا انتظار ہنوز باقی ہے۔ جو دنیا کو مال سے بے نیاز کردے گا۔

۳…… تیسرا نشان یہ ہے کہ مسیح کے وقت لوگ عبادت کو دنیا کے مال پر ترجیح دیں گے۔ یہ

نشان بھی تاحال پورا نہیں ہوا۔ مسیحیت جدیدہ کے مبلغین کا کیریکٹر ہمارے سامنے ہے۔ نماز پنجگانہ تک کی پابندی مفقود ہے۔

”عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ لنقاتلن اليهود حتىٰ يقول الحجر يا مسلم هذا يهودي خلفي تعال فاقتله (متفق عليه)“

اس حدیث میں یہود کے ساتھ جنگ کی پیش گوئی فرمائی گئی ہے۔ حالانکہ یہود کی حکومت آنحضرت ﷺ کی بعثت سے کہیں پہلے تباہ ہوچکی تھی۔ اسلام کی فتوحات کا سیلاب دیکھتے تعجب ہوتا تھا کہ جو طاقت اپنے مخالفین کو روندتی جارہی ہے یہودیوں کی برسوں کی پامال شدہ طاقت ان کے مقابلے کی تاب کہاں سے لائے گی۔ وہ اس قدر مضبوط کیسے ہوں گے کہ اسلام سے آنکھیں ملاسکیں۔

آج قدرت کی نیرنگیوں کو دیکھئے کہ امریکہ، برطانیہ اور روس کے عیارانہ مصالح نے فلسطین میں ایک اسرائیلی حکومت کی تقویت کے امکانات اجاگر کردیئے ہیں۔ عرب روساء کی رقابت یا ذاتی مصالح یا کمزوری کی وجہ سے یہودی حکومت نے ابھرنا شروع کردیا۔

اقوام عالم کی سالہا سال کے دجل وفریب کے بعد آج اس حکومت کا وجود تسلیم کرلیا گیا ہے۔ غالباً یہی وہ یہودی عساکر ہوں گے جو دجال کے ساتھ مل کر مسیح کا مقابلہ کریں گے اور حضرت مسیح اور ان کے مخلص رفقاء اپنی قوت بازو سے اس قوت کو پامال کردیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنجہانی مرزاغلام احمد آئے اور چلے گئے۔ نہ اس وقت کوئی یہودی طاقت تھی۔ نہ مرزا قادیانی ان سے لڑے۔ انہوں نے علماء کو یہودی کہہ کر دل کی بھڑاس نکال لی۔ لیکن ان واقعات کا کیا کیا جائے جو ابھر کر سامنے آرہے ہیں۔ سرظفر اللہ کی موجودگی میں یہ سارا کھیل کھیلا گیا۔ ان کی وکالت کا حشر شروع سے لے کر آج تک ایک نالائق وکیل کی ناتمام کوششوں سے بہتر نہ ہوسکا۔ بلکہ یہ ہر جگہ ناکام ہوئے۔

مرزا بشیر الدین محمود کے الہامی خطبہ (۲۶/اپریل ۱۹۳۵ء) کا لفظی مفہوم

وفادارن مادرزاد

از: حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب مدظلہ العالیٰ!

رسول وقت کی اولاد ہم ہیں   وفادارن مادرزاد ہم ہیں

پچاس الماریاں ہیں قادیاں میں　　سبق ان کا ہے جن کو یاد ہم ہیں
بہشتی مقبرے کی ہڈیوں کا　　تبرک بانٹ کر دل شاد ہم ہیں
پرستاران خاک کعبہ سن لیں　　کہ زیب مسند ارشاد ہم ہیں
نگارستان ایماں کی کرو سیر　　کہ اس کے مانی وبہزاد ہم ہیں
جسے اسلام سمجھے ہو وہ ہے کفر　　اور اس پر کرنے والے صاد ہم ہیں
پرانی ہو چکی مکہ کی تہذیب　　نئی تہذیب کے استاد ہم ہیں
فضا گونجی ہے جس کی گالیوں سے　　وہ بستی کر رہے آباد ہم ہیں
شریعت بن گئی جن کا کھلونا　　وہی مادر پدر آزاد ہم ہیں
خدا کا لوگ کر لیں بے شک انکار　　کہ ان کو دینے والے داد ہم ہیں
نبوت ہے ہمارے گھر کی لونڈی　　خدا کے آخری داماد ہم ہیں
نصاریٰ کی ہری کیوں ہو نہ کھیتی　　کہ ان کا کھیت ہے اور کھاد ہم ہیں
کوئی جا کر مسلمانوں سے کہہ دے　　کریں گے جو تمہیں برباد ہم ہیں
حکومت سے الجھتے کس لئے ہو　　پڑی ہے تم پہ جو افتاد ہم ہیں
غم استعمار کی دیوار کو کیا　　جب اس دیوار کی بنیاد ہم ہیں

دماغ ان کا نہ پہنچا جن کی تہ تک
وہ نکتے کر رہے ایجاد ہم ہیں

مرزا قادیانی کی سیرت مقدسہ اور آپ کے اخلاق عالیہ

جن کے تصور سے جبین انسانیت عرق آلود ہے اور چشم غیرت اشکبار!

از: سید نورالحسن شاہ بخاری

بادۂ عصیاں سے دامن تربتر ہے شیخ کا
پھر بھی دعویٰ ہے کہ اصلاح دو عالم ہم سے ہے

اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مرزا قادیانی کا صرف سیاسی کیریکٹر درخشندہ وتابندہ تھا۔ اگر تم مرزا قادیانی کی نبوی سیرت کا صرف سیاسی پہلو روشن پاتے ہو تو یہ تمہاری نظر کا فتور ہے۔ تمہارے علم وفہم کا قصور ہے۔ ورنہ یہاں تو جس پہلو سے دیکھو۔ یہ نبوت حسن ہی حسن ہے۔ نور ہی نور

ہے۔ سراپا نور، عقائد، اعمال، سیاست، اخلاق اور قول وقرار تک جون سا پہلو چاہو، الٹ پلٹ کر دیکھ لو۔ روشن اور درخشندہ ہی پاؤ گے۔

ہوں سراپا درد جس پہلو سے الٹو درد ہوں

آپ کی سیرت طیبہ اور حیات نبویہ کا ہر گوشہ قابل دید وشنید ہے۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ہم اپنی تنگی داماں سے شکوہ سنج ہیں اور گلستان نبوت سے صرف گلہائے سخن پیش کرنے پر قناعت کرتے ہیں۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار توز داماں گلہ دارد

یہ بجا ہے کہ مرزا قادیانی نے دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کو اور اولیاء وعلماء امت کو ولد الحرام، ذریۃ البغایا، کنجریوں کی اولاد، حرامزادے، خنزیر، کتے، بندر، شیطان، گدھے، کافر، مشرک، یہودی، مردود، ملعون اور بے شرم و بے حیا وغیرہ کہا۔ مانا کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ ایک ایک لفظ لکھا اور مانے بغیر چارہ نہیں۔ کیونکہ یہ آج بھی مرزا قادیانی کی پچاس الماریوں والی کتابوں میں موجود ہے اور اسے اب چاٹا نہیں جاسکتا۔ یہ سب بجا اور درست۔ یہ سب آج بھی کتابوں میں مسطور ومذکور اور موجود ہے۔ لیکن بایں ہمہ مرزا قادیانی کا دہن مبارک بدزبانی سے کبھی آلودہ نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ تو خود فرماتے ہیں:

بدتر ہر ایک بد سے ہے جو بدزبان ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلا یہی ہے
گو ہیں بہت درندے انساں کی پوستیں ہیں
پاکوں کا خوں جو پیوے وہ بھیڑیا یہی ہے

(درثمین اردو ص ۱۲)

اور جب وہ خود بدزبانی کو نجاست اور بدزبان کو بیت الخلاء فرما رہے ہیں تو وہ خود کب بدزبانی فرما سکتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے کسی کو کبھی گالی نہیں دی۔ نبوت کی زبان سے بھلا گالی کب نکل سکتی ہے۔ جب کہ نبی خود کہتا ہے کہ: ”گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔“

(ست بچن ص ۲۱، خزائن ج ۱۰ ص ۱۳۳)

☆...... ’’خداتعالیٰ نے اس (حضرت مولانا سعد اللہ صاحب لدھیانوی۔ مدیر) کی بیوی کے رحم پر مہر لگادی۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳، خزائن ج ۲۲ ص ۴۴۴)

☆...... ’’جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہوجاتے۔‘‘ (حیات احمد جلد اوّل نمبر ۳ ص ۲۵)

☆...... ’’آریوں کا پرمیشر ناف سے دس انگلی نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں۔‘‘

(چشمہ معرفت ص ۱۰۶، خزائن ج ۲۳ ص ۱۱۴)

لیجئے اب آپ پورا مضمون پڑھئے!

۱...... مسلمان حرامزادے ہیں۔ زنا کار کنجریوں کی اولاد ہیں

الف...... ’’جو شخص اس صاف فیصلہ کے خلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا...... اور کچھ شرم وحیا کو کام نہیں لائے گا...... اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں...... حرامزادہ کی یہی نشانی ہے کہ وہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔‘‘ (انوار الاسلام ص ۳۰، خزائن ج ۹ ص ۳۱)

ب...... ’’کل مسلم...... یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریة البغایا ‘‘ ہر مسلمان مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ پر ایمان لاتا ہے۔ مگر زنا کار کنجریوں کی اولاد۔

(آئینہ کمالات ص ۵۴۷، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

۲...... اولیاء امت اور مشائخ ملت، شیطان، شتر مرغ، ملعون یاوہ گو اور ژاژ خا ہیں

’’بعض جاہل سجادہ نشین اور فقیری اور مولویت کے شتر مرغ...... یہ سب شیاطین الانس ہیں...... اور میں اعلان سے کہتا ہوں کہ جس قدر فقراء میں سے اس عاجز کے مکفر یا مکذب ہیں وہ تمام اس کامل نعمت مکالمہ الٰہیہ سے بےنصیب ہیں اور محض یاوہ گو اور ژاژ خا ہیں...... مکذبین کے دلوں پر خدا کی لعنت ہے۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴ تا ۲۳ ملخصاً، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۸ تا ۳۰۷)

۳...... علمائے امت کی ایسی تیسی

الف...... ’’اے بدذات فرقہ مولویان! کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت چھوڑو گے۔‘‘ (انجام آتھم حاشیہ ص ۲۱، خزائن ج ۱۱ ص ۲۱)

ب...... ’’اے بے ایمانو! نیم عیسائیو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو! تمہاری ایسی تیسی ہے۔‘‘ (اشتہار انعامی تین ہزار حاشیہ ص ۵، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۶۹)

۴...... جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں

”جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف وگزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے وہیں دخل ہو جاتے ہیں۔“ (حیات احمدیہ ج ۱ نمبر ۳ ص ۲۵)

ان عمومی ارشادات نبویہ اور الہامات ربانیہ کے بعد اب ذرا بطور نمونہ نام بہ نام نوازشات ملاحظہ ہوں۔

۵...... امام المحدثین حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث

دہلویؒ، قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ وغیرہم آئمہ وقت کے حق میں نبوی گوہر افشانی اور شیریں بیانی دیکھئے۔

”ایها الشیخ الضال والرجل البطال...... فمنهم شیخك الضال الكاذب نذیر المبشرین ثم الدهلوی عبدالحق رئیس المتلصفین...... ثم سلطان المتكبرین وأخرهم الشیطان الاعمیٰ والغول لا غویٰ یقال له رشید الجنجوهی وهو شقی كالا مروهی ومن الملعونین“

(انجام آتھم ص ۲۷۱، ۲۵۲، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۶...... مرشد وقت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے حق میں مشک افشانی ہوتی ہے۔

الف...... ”مجھے ایک کذاب کی طرف سے پہنچی ہے۔ وہ خبیث کتاب بچھو کی طرح نیش زن ہے۔ اے گولڑہ کی سرزمین تجھ پر لعنت۔ تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی۔“

(اعجاز احمدی ص ۷۵، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸)

ب......
مر گیا بدبخت اپنے وار سے
کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے
کھل گئی ساری حقیقت سیف کی
کم کرو اب ناز اس مردار سے

(نزول المسیح ص ۲۲۴، خزائن ج ۱۸ ص ۶۰۲)

ج...... ’’مہر علی نے ایک مردہ کا مضمون چرا کر کفن دزدوں کی طرح قابل شرم چوری کی ہے...... نہ صرف چور بلکہ کذاب بھی لعنت اللہ علی الکاذبین رہا۔ محمد حسن...... جس نے جھوٹ کی نجاست کھا کر وہی نجاست پیر صاحب کے منہ پر رکھ دی...... اس کے مردار کو چرا کر پیر مہر علی نے اپنی کتاب میں کھایا۔‘‘ (نزول المسیح حاشیہ ص۷۰،۷۱، خزائن ج۱۸ ص۴۴۸،۴۴۹)

۷...... غزنویوں کی جماعت پر لعنت

حضرت مولانا عبدالحق صاحب غزنوی کا نطفہ اوران کی اہلیہ محترمہ کے پیٹ سے چوہا۔

الف...... ’’عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہئے کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔ کیا اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا۔ یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا۔ اب تک اس کی عورت کے پیٹ سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔

ب...... عبدالحق اور عبدالجبار غزنویاں وغیرہ مخالف مولویوں نے بھی نجاست کھائی۔

ج...... کیا اب تک عبدالحق کا منہ کالا نہیں ہوا۔ کیا اب تک غزنویوں کی جماعت پر لعنت نہیں پڑی۔‘‘

گل افشانیوں کے یہ نمونے ایک نبوی تصنیف لطیف (ضمیمہ انجام آتھم ص۲۷، خزائن ج۱۱ ص۳۱۱) پر ہیں۔ (ص۵۸، خزائن ج۱۱ ص۳۴۲) تک یہ زعفران زار کھلا ہے اور حجۃ اللہ (عربی) وغیرہ دوسری کتابوں میں بھی غزنوی خاندان کے متعلق یہ عطر بیزیاں موجود ہیں۔

۸...... حضرت مولانا شیخ سعد اللہ صاحبؒ لدھیانوی کی بیوی کے رحم پر مہر

اس کی نسبت خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ: ’’ان شانئك هو الابتر گویا اسی دم سے خداتعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی اور اس کو یہ الہام کھلے کھلے لفظوں میں سنایا گیا کہ اب موت کے دن تک تیرے گھر اولاد نہ ہوگی اور نہ آگے سلسلہ اولاد کا چلے گا۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳، خزائن ج۲۲ ص۴۴۴)

سبحان اللہ! کیا خوب ’’نبوی‘‘ اخلاق اور الہامی تہذیب ہے۔ جب بیویوں کے رحم پر مہر لگانے والے ’’خدا اور رسول‘‘ کی طرف دنیا کو دعوت دی جائے گی تو انگلستان، امریکہ، جرمنی اور فرانس وغیرہ کا ہر دل پھینک زندہ دل جنٹلمین ایمان لانے میں سبقت کرے گا اور ضبط تولید کی دلدادہ ہر لیڈی بصمیم قلب امنا وصدقنا پکار اٹھے گی۔

بسے نادیدنی رادیدہ ام من
مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے (اقبال)

پھر یہ بھی دیکھا کہ مرزا قادیانی کا خدا کسی کی بیوی کے رحم پر مہر لگائے تو یہ مہر توڑ کر نو دس ماہ کا بچہ بھی باہر نہ آسکے اور نہ اولاد کا سلسلہ چل سکے۔ مگر جب محمد رسول اللہ کا خدا نبوت پر مہر لگادے تو پچاس ساٹھ سالہ بوڑھا نبی یہ مہر توڑ کر کسی نہ کسی طرح باہر آجائے اور نبوت کا سلسلہ برابر جارہ رہے۔

لطیفہ: مناظرہ بھدرواہ میں جب مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر مبلغ مرکز تنظیم نے بوقت مناظرہ یہ الہام ربانی اور اس کی یہ مندرجہ بالا نبوی تفسیر پیش کی تو قادیانی مناظر مولوی عبدالغفور صاحب فرمانے لگے: "یہ کیا گندی باتیں ہیں۔" اس پر برادر محترم مولانا اخترؒ نے برجستہ فرمایا کہ جناب! گندی باتیں کہاں؟ یہ تو الہامات ربانیہ اور ارشادات نبویہ ہیں۔

۹...... حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب عورتوں کی عار ہیں

الف...... "مولوی ثناء اللہ صاحب پر لعنت لعنت دس بار لعنت...... ایک بھیڑیے۔"

(اعجاز احمدی ص ۳۸، ۳۹، خزائن ج۱۹ ص ۱۴۹، ۱۵۱)

ب...... "اے عورتوں کی عار ثناء اللہ...... اے جنگلوں کے غول تجھ پر ویل۔"

(اعجاز احمدی ص ۸۱، ۸۳، خزائن ج۱۹ ص ۱۹۳، ۱۹۶)

یہ عقیدہ نہ کھلا کہ مرزا قادیانی نے کس شکایت کی بناء پر مولانا کو عورتوں کی عار فرمایا۔ حالانکہ مولانا تو مرزا قادیانی کی دعوت پر فوراً قادیان پہنچ گئے تھے اور الٹا مرزا قادیانی ہی گھر میں چھپ کر بیٹھ رہے تھے اور مقابلہ ومناظرہ سے صاف فرار اختیار کر گئے تھے۔

پھر یہ نبوی کرم فرمائی صرف مسلمانوں تک محدود نہیں۔ اس بارش الطاف وعنایات سے غیر مسلمین کو بھی حصہ وافر ملا ہے۔ صرف نمونہ بطور قطرے از بحر ذخار ملاحظہ ہو۔

۱۰...... لعنت، لعنت، لعنت، لعنت

(نور الحق ص ۱۱۸، خزائن ج۸ ص ۱۵۸) پر عیسائیوں کو لعنت، لعنت، لعنت، لعنت حتیٰ کہ پوری ہزار لعنتیں لکھ کر قادیانی نبوی تہذیب وشرافت کو عریاں کیا ہے۔

۱۱...... دس سے کروا چکی زنا لیکن

آریوں کے متعلق صرف نیوگ پر ایک طویل نظم کے چند اشعار آبدار ملاحظہ ہوں۔

چپکے چپکے حرام کروانا آریوں کا اصول بھاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے ساری شہوت کی بیقراری ہے

بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط   یار کی اس کو آہ وزاری ہے
دس سے کروا چکی زنا لیکن   پاک دامن ابھی بیچاری ہے
زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں   جس کو دیکھو وہی شکاری ہے
لالہ صاحب بھی کیسے احمق ہیں   ان کی لالی نے عقل ماری ہے
گھر میں لاتے ہیں اس کے یاروں کو   ایسی جورو کی پاسداری ہے
جورو جی پر فدا ہیں یہ جی سے   وہ نیوگی پہ اپنے واری ہے
ہے قوی مرد کی تلاش انہیں   خوب جورو کی پاسداری ہے
کیا کریں وید کا یہی ہے حکم   ترک کرنا گنہگاری ہے

(آریہ دھرم ص ۱۵ حاشیہ، خزائن ج ۱۰ ص ۷۵،۷۶)

۱۴......آریوں کا پرمیشر

’’آریوں کا پرمیشر ناف سے دس انگلی نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں۔‘‘

(چشمہ معرفت ص ۱۰۶، خزائن ج ۲۳ ص ۱۱۴)

تاریخ عالم کو الٹو پلٹو! دنیا میں کوئی ایسا خوش کلام اور شیریں گفتار انسان پیش کر سکتے ہو تو کرو۔ نہیں کر سکتے! ابتدائے آفرینش سے آج تک کیفیت میں اس قسم کی فحش کلامی دھریانی اور کمیت میں اس قدر بدزبانی اور زہرافشانی کا عشر عشیر بھی نہیں دکھلا سکو گے۔

یہاں ہم نے بادل ناخواستہ بطور نمونے مشتے از خروارے صرف چند ’’خوش کلامیاں‘‘ پیش کی ہیں۔ اگر اس سے زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو مولانا نور محمد صاحب سابق مبلغ ومناظر مظاہر العلوم سہارن پور کا رسالہ ’’مغلظات مرزا‘‘ ملاحظہ ہو۔ گو مرزا قادیانی کے ان کارناموں کا استیعاب تو ان سے بھی نہیں ہو سکا۔ تاہم انہوں نے بڑے سائز کے ۲۷ صفحات کے اس رسالہ میں ۶ اور ۷ سو کے درمیان ایسی سوقیانہ گالیاں ردیف وار مع حوالہ جمع کر دی ہیں۔

بدزبانی کے متعلق مرزا قادیانی کا فیصلہ

آخر میں بدزبانی کے متعلق خود مرزا قادیانی کا فیصلہ اور فتویٰ پیش کر دینا جہاں آپ لوگوں کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ وہاں اس سے غیر جانبدارانہ اور خالی الذہن مبصر وناقد کو مرزا قادیانی کا حقیقی مقام اور صحیح منصب متعین کرنے میں مدد ملے گی۔

۱......   ’’گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔‘‘ (ست بچن ص ۲۱، خزائن ج ۱۰ ص ۱۳۲)

۲...... بدتر ہر ایک بد سے جو بدزباں ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلا وہی ہے
گو ہیں بہت درندے انساں کی پوستین میں
پاکوں کا خوں جو پیوے وہ بھیڑیا یہی ہے

(درثمین اردو ص ۱۲)

افسوس کہ بدزبانی کی مذمت اور تقبیح کرتے ہوئے بھی مرزا قادیانی کی زبان بدزبانی سے ملوث ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ سچ ہے۔ ”یترشع من الاناء ما هو فيه“

از کوزہ ہماں تراود کہ در اوست

بدزبانی کے جواب میں فریب کاری

کہا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ گل افشانیاں مخالفین کی زبان درازیوں کا جواب اور ردعمل ہے۔ لہٰذا عوض معاوضہ گلہ ندارد! لیکن یہ سراپا مغالطہ اور سراسر فریب کاری اور سولہ آنے دھوکا بازی ہے۔ کیونکہ اوّل تو مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں:

۱...... ”بدی کا جواب بدی سے مت دو۔ قول سے نہ فعل سے۔“

(نسیم دعوت ص ۳، خزائن ج ۱۹ ص ۳۶۵)

۲...... گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

(دافع الوساوس ص ۲۲۵، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

۳...... ”خبردار! نفسانیت تم پر غالب نہ آوے۔ ہر ایک سختی کو برداشت کرو۔ ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو۔“ (نسیم دعوت ص ۳، خزائن ج ۱۹ ص ۳۶۵، ملخص)

۴...... ”ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا (اس کی) چھوٹی لڑکی بولی۔ آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟ اس نے جواب دیا۔ بیٹی! انسان سے کت پن نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی کت پن کی مثال لازم آئے گی۔“

(تقریر مرزا قادیانی جلسہ قادیان ۱۸۹۷ء، مدرپورٹ ۹۹، ملفوظات ج ۱ ص ۱۰۳)

دوسرے ہم چیلنج کرتے ہیں کہ جس طرح مرزا قادیانی کی سینکڑوں بدزبانیاں ہم نے پیش کر دی ہیں۔ اسی طرح علمائے کرام خصوصاً مجدد وقت قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد

صاحب گنگوہیؒ، امام المحدثین حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ، پیر کامل مرشد اعظم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ کی زبان اور قلم سے ایک ناشائستہ کلمہ کی نشان دہی کی جائے اور بتلایا جائے کہ مرزا قادیانی نے تمام دنیا کے اربوں آدمیوں، کروڑوں مسلمانوں اور خصوصاً مولوی سعد اللہ صاحب لدھیانویؒ کو کم از کم پچاس دفعہ ذریۃ البغایا، ولد الحرام، حرامزادہ، حرامی لڑکا، ہندوزادہ کہا ہے اور یہ مرزا قادیانی کی مرغوب اور مخصوص گالی ہے اور ان کی زبان ہمیشہ اس حرام، حرام سے آلودہ رہتی ہے۔ کیا دنیا کے ایک آدمی نے ایک دفعہ بھی مرزا قادیانی کو یا مرزا قادیانی کی اولاد کو زناکار کنجری کی اولاد۔ ولد الحرام، حرامزادہ، حرامی لڑکا اور ہندوزادہ کہا۔ اگر کہا تو پیش کرو۔

حالانکہ دنیا آپ کو نہیں تو آپ کی اولاد کو حسب ذیل اقوال کی روشنی میں اگر ان خطابات سے مخاطب کرتی تو وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہوتی۔ ملاحظہ ہو!

پھجے دی ماں

مرزا بشیر احمد صاحب گھر کے بھیدی لنکا ڈھاتے ہیں۔

۱...... ”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود کو اوائل ہی سے مرزا فضل احمد کی والدہ سے جن کو لوگ عام طور پر پھجے دی ماں کہا کرتے تھے۔ بے تعلقی سی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صاحب کے رشتہ داروں کو دین سے سخت بے رغبتی تھی اور اس کا ان کی طرف میلان تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے ان سے مباشرت ترک کردی تھی۔“ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص ۳۳، روایت نمبر ۴۱)

حضرت صاحب گویا بچے ہی تھے

۲...... ”خاکسار (مرزا بشیر احمد صاحب) عرض کرتا ہے کہ بڑی بیوی سے حضرت مسیح موعود کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ یعنی مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد۔ حضرت صاحب ابھی گویا بچے ہی تھے کہ مرزا سلطان احمد پیدا ہو گئے......“ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص ۴۳، روایت نمبر ۵۹)

ایک بچے کا بچے پیدا کرنا یقیناً ایک معجزہ ہے۔ لیجئے مرزا قادیانی کی نبوت کا ایک اور ثبوت مل گیا۔ تعجب ہے کہ امت مرزائیہ نے اس سے مرزا قادیانی کی نبوت کا استدلال کیوں نہ کیا۔

۳...... ”۲۱ر ستمبر ۱۹۰۱ء اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے پندرہ یا سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی۔ یہ سلطان احمد اور

فضل احمد قریباً اسی عمر میں پیدا ہو گئے تھے۔" (اخبار الحکم قادیان ج۵ ص۲۵، ملفوظات ج۲ ص۳۷۲)

اب غور فرمائیے! پندرہ برس کی عمر کے درمیان جب کہ آدمی پورا بالغ بھی نہیں ہوتا۔ مرزا سلطان احمد صاحب پیدا ہو گئے تو مرزا فضل احمد صاحب زیادہ سے زیادہ تیرہ برس کی عمر میں جب کہ انسان ابھی گویا بچہ نہیں حقیقی بچہ ہوتا ہے۔ اولاد پیدا کرنے کے قابل ہو گئے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود کو اوائل سے ہی بچے دی ماں سے بے تعلقی بھی تھی۔ کیونکہ اس کا میلان مرزا قادیانی کے "بے دین" رشتہ داروں کی طرف تھا اور وہ انہی کے رنگ میں رنگین تھی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے اوائل سے ہی ان سے مباشرت ترک کر دی تھی۔ مگر بایں ہمہ اعجازی طور پر پیا پے دو لڑکے پیدا ہو ہی گئے۔

کیا دنیا بے زبان ہے۔ مانا کہ دنیا اس فن شریف میں مجدد کی حیثیت نہیں رکھتی۔ لیکن کیا وہ مرزا قادیانی ہی کے اگلے ہوئے نوالے بھی ان کے منہ میں نہیں دے سکتی؟ اگر ہم مرزا قادیانی ہی کے عطا فرمودہ یہ تمام خطابات مرزا قادیانی کے حق میں استعمال کریں تو دنیا کا کوئی ضابطہ عدل وانصاف مانع ہونے کا حق رکھتا ہے؟ یا ہمارے منہ میں زبان اور ہاتھ میں قلم نہیں ہے؟ یہ سب کچھ ہے۔ مگر ہم بہ تقاضائے انسانی شرافت اور بمطالبہ اخلاق وآدمیت صرف عطائے تو بہ لقائے تو کہہ کر اس مکروہ باب کو ختم کرتے ہیں۔

انداز جنوں کون سا ہم میں نہیں مجنوں
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

چیلنج

اگر ان شواہد ودلائل کے باوجود بھی کسی قادیانی یا لاہوری دوست کو حضرت صاحب کی بدزبانی میں تأمل ہو تو جیسا کہ بارہا پریس سے چیلنج دیا جا چکا ہے ہم انہیں آج ایک دفعہ پھر پوری قوت کے ساتھ چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کسی وقت کسی جگہ اس عنوان پر ہم سے مناظرہ وبحث کر لیں۔ شرائط وغیرہ کا اڑنگا لگا کر نکل جانے کی راہ ہم نہیں دیں گے۔ ہم امن کی پوری ذمہ داری لیتے ہیں اور غیر مشروط مناظرہ کا اعلان کرتے ہیں۔ ہم صرف مرزا قادیانی کے اقوال وارشادات ہی سے آفتاب نصف النہار کی طرح دکھلا دیں گے کہ عظیم الشان نبی یا اس صدی کا مجدد اعظم سباب اعظم اور مجدد سب وشتم ہے۔ نہ صرف مجدد بلکہ اس فن شریف میں موجد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے ایسی ایسی لطیف ونفیس گالیاں ایجاد کی ہیں۔ جو لکھنؤ کی بھٹیاریوں تک کے وہم وگمان میں بھی نہ

آئی ہوں گی۔ اس کے جواب میں آپ کلیتاً آزاد ہیں۔ مرزا قادیانی کی پوزیشن صاف کرنے کے لئے جو چاہیں کہیں۔ کوئی ہے جو ہمارا یہ غیر مشروط چیلنج قبول کرے۔

ادھر آ کر جاناں ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

بڑے میاں، بڑے میاں، چھوٹے میاں، سبحان اللہ!

اگر برا نہ مانا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا مقابلہ ”خوش کلامی“ اور ”شیریں زبانی“ میں اگر کیا تو میاں محمود صاحب نے ”نبی“ کا ریکارڈ اگر توڑا تو ”خلیفہ“ نے باپ کی جگہ اگر لی تو بیٹے نے۔ آپ کی خوش بیانی کے ڈنکے دنیا بھر میں بجائے جاتے ہیں۔ آپ ایک خطبہ نکاح میں یوں اپنے دہن مبارک سے گل افشانی فرماتے ہیں: ”حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے قریباً ہم عمر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی تھے۔ ان کے والد کا جس وقت نکاح ہوا ان کو اگر حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی حیثیت معلوم ہوتی اور وہ جانتے کہ میرا ہونے والا بیٹا محمد رسول اللہ ﷺ کے ظل اور بروز کے مقابلہ میں وہی کام کرے گا جو آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں ابوجہل نے کیا تھا تو وہ اپنے آلہ تناسل کو کاٹ دیتا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاتا۔“

(الفضل قادیان مورخہ ۲ر نومبر ۱۹۲۲ء)

انا للہ!

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے
خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے

پھولوں کی اس جھڑی اور موتیوں کی اس لڑی پر اتنا تعجب و تحیّر نہیں۔ جتنی حیرت اس بات کی ہے کہ ان اقوال و ارشادات بلکہ ان الہامات کے صدور و نزول اور آج تک ان کے باوجود باپ کو عظیم الشان نبی اور سب رسولوں سے افضل و برتر رسول یا بدرجہ اقل مجدد اعظم اور مسیح موعود مانا جاتا ہے تو بیٹے کو خلیفۃ المسیح اور مصلح موعود۔ حالانکہ باپ کو زبان وحی ترجمان سے حضرت مولانا غزنویؒ کی باعصمت بیوی کا پیٹ اور حضرت مولانا سعد اللہ صاحب لدھیانوی کی عفت مآب بیوی کا رحم محفوظ نہ رہا تو بیٹے کی لسان الہام نشان سے حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے باپ کا آلہ تناسل نہ بچ سکا۔

اگر حضرت اقدس مرزا قادیانی کا ہم عمر تھا تو مولوی محمد حسین حضرت مسیح موعود کے

مقابلہ میں اگر کوئی کام کیا تھا تو مولوی محمد حسین نے، لیکن آلہ تناسل کاٹا جاتا ہے۔ ان کے والد کا اس بیچارے کا کیا قصور؟ اس نے کون سا ایسا اقدام کیا تھا؟

اس انتہائی گراوٹ اور زبان کے بدترین تلوث کے باوجود بھی...... کہ جسے نقل کرتے ہوئے بھی دم گھٹا جاتا ہے اور ضمیر مرا جاتا ہے...... مرزا قادیانی اگر نبی ہیں اور میاں صاحب خلیفہ! تو یہ اس مرزائی علم کلام کی برکت ہے جو زبان و قلم کی ان گل افشانیوں اور جولانیوں کے بعد بھی مرزا قادیانی کو سلطان القلم اور خلیفہ صاحب کو غالب علیٰ کل قرار دیتا ہے اور مذکورہ بالا حوالوں کو من و عن لفظاً لفظاً نہیں بلکہ حرفاً حرفاً تسلیم کرنے کے بعد یہ کہتا ہے کہ ان حضرات کے منہ سے کبھی ناجائز و ناروا بات نکلی اور نہ نکل سکتی ہے۔

آتے ہیں وہ خوابوں میں خیالوں میں دلوں میں
پھر ہم سے یہ کہتے ہیں کہ ہم پردہ نشیں ہیں

مرزا غلام احمد کا ایک عظیم الشان کارنامہ

ابدی غلامی

از قلم: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب، دار الاشاعت اٹک!

خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لئے ہر زمانہ میں رسول مبعوث فرمائے۔ حتیٰ کہ خاتم النبیین محمد ﷺ نے دو جبروتی نظاموں کے خاتمہ کا اعلان فرمایا۔

”اذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده“ ساری دنیا پر یہی دو نظام تھے جنہوں نے انسانیت کے وقار کو خاک میں ملایا ہوا تھا۔ محمد ﷺ کی مقدس تعلیم اور آپ ﷺ کے پاک جذبہ حریت نے اس کا ابدی خاتمہ کر کے انسان کو آزادی کامل سے نوازا۔ یہی مقصد ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے یہی مطالبہ کیا تھا کہ **”ارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبهم“**

الغرض نبی کا سب سے بڑا کام یہی ہوا کرتا ہے کہ وہ جبروتی نظام کے ظالمانہ وقار کو تار تار کر کے اشرف المخلوقات کو آرام اور سکون بخشے۔ بلکہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہوں گے کہ نبی کا تو بہت ہی بلند مقام ہے۔ ذرا سا اور دو دل رکھنے والا اللہ کا بندہ بھی اپنا فرض عین سمجھتا ہے کہ وہ ظالم حکومت کا مقابلہ کرے۔ **”الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون“**

فرعون کے وہ جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سرپیکار تھے۔ ایمان لانے کے بعد اتنے بے خوف ہو گئے کہ فرعون کو صاف کہہ دیا تو صرف یہی کر سکتا ہے کہ ہماری دنیاوی زندگی کا فیصلہ صادر کر دے۔

”انما تقضی هذه الحیوة الدنیا“ جناب رسول اللہ ﷺ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“ اور دوسری جگہ فرمایا: ”افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر“ اسی جذبے سے متاثر ہو کر ابوالحسن خرقانیؒ نے سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان پر حملہ کا حکم فرمایا۔ تاکہ ظالم گوسالہ پرستوں سے اللہ کے ماننے والوں کو نجات ملے۔ یہی وہ تڑپ تھی جس نے مجدد الف ثانیؒ کو جہانگیر جیسے مسلمان (مگر غیر عامل) بادشاہ کے مقابل کر دیا۔ پھر فاتحان ہند اور موسس پاکستان سید احمد اور سید اسماعیلؒ نے اسی امنگ بلکہ اسی عقیدت سے سرشار ہو کر باطل کے مقابلہ میں جان تک نثار کر دی۔ علامہ جمال الدین افغانی ساری عمر باطل کی غلامی گوارہ نہ کی۔ اس حقیقت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو بالفاظ قادیانی امت مرزائیوں کے نبی تھے اور اس نے خود بھی کہا: ”هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ“ اس کے حق میں نازل ہے اس کا دعویٰ یہ ہے کہ:

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام

(نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

اور جاویل ”پیغامیہ“ مجدد تھے۔ ضروری اور لازم تھا کہ وہ ہر باطل کے مقابلہ پر کمربستہ ہو جاتے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی بالکل برعکس ہے۔

اقبال مرحوم نے اس سارے فلسفے اور اس کی ساری تعلیم کو صرف ایک شعر میں جمع کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

گفت دیں را رونق از محکومی است
زندگانی از خودی محرومی است

اب اسی شعر کی تشریح مرزائیوں کی زبانی ملاحظہ فرما دیں۔ مرزا بشیر احمد کا کہنا ہے کہ سکھوں کے زمانہ میں بھی ان کے بزرگوں نے وفاداری کا اعلان کیا اور اعزاز و اکرام حاصل

کیے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ''ہمارے دادا مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مہاراجہ کی اجازت سے قادیان واپس آ گئے اور باوجود زخم خوردہ ہونے کے ملک کے امن کی خاطر اور خاندانی روایات کی بناء پر ملک کی قائم شدہ حکومت کے ہمیشہ وفادار رہے۔'' (الفضل ۱۳؍جنوری ۱۹۲۷ء)

چنانچہ انگریزوں سے وفاداری اور ان کا خودکاشتہ پودا ہونا، ان کی سلطنت کو مکہ مدینہ سے اشرف اور قابل شکر سمجھنا یہ سب کچھ اس قدر کثرت سے شائع ہو چکا ہے کہ اُس کی اور ضرورت نہیں رہی۔ انگریزوں کی حکومت کو مٹانے کے لئے جو تحریک بھی اٹھی اس کی مخالفت پر لاکھوں روپیہ اس لئے خرچ کیا گیا کہ انگریزوں کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ مرزا بشیر الدین نے خود اس کا اعتراف کیا۔ جس کی شہادت مولوی محمد علی مرزائی امام جماعت لاہور نے دی ہے۔ چونکہ اس وقت انگریزوں کی حکومت تھی۔ اس لئے اس کی وفاداری لازم اور داخل ایمان تھی۔ مگر جب اسی نہرو کی حکومت قائم ہو گئی تو اب الفضل کی مدح سرائی ملاحظہ ہو۔

''بیشک کانگریس کے اصول بڑے جمہوری تھے۔'' (۱۳؍اپریل ۱۹۴۸ء)

''ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کہی ہے اور اب پھر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہر تقسیم اصولاً غلط ہے۔'' (حوالہ مذکور)

''مسٹر گاندھی کی موت کا پیغام جو امیر مرزائیہ نے بھیجا۔ اس میں پنڈت نہرو کو لکھا اور حلفاً لکھا۔ خدا جانتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمارے مقدس مرکز سے زبردستی نکالا گیا ہے۔ ہم آپ کے اور آپ کی حکومت کے خیر خواہ ہیں۔'' (الفضل مورخہ ۲؍فروری ۱۹۴۸ء)

جب ہندو اور انگریز کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا تو مرزائیت کی دونوں شاخوں نے اس کے ساتھ کوئی تعاون نہ کیا۔ بلکہ سیاسیات سے علیحدہ رہنا ان کا ایمان ہے۔ بشیر الدین خلیفہ نے اقرار کیا ہے کہ ہم مذہبی لوگ ہیں۔ حکومتوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

لاہوریوں کے امام مولوی محمد علی کا فیصلہ اب سن لیں: ''یہ خدا کا فضل ہے جو سیاسی ہوا چلی ہے۔ اس سے آپ باہر ہیں۔ خدا کا احسان ہے کہ تمہاری جماعت اس زہریلی ہوا سے بچی ہوئی ہے۔'' (پیغام صلح مورخہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۴۸ء)

ہندوؤں کے مظالم سے جان بچانے کے لئے مسلمانوں نے جو دفاع کارروائی کی۔

مرزائیوں کے نزدیک یہ سب کچھ ملحدانہ تحریکوں کا نتیجہ ہے: "لیکن یہ مذہب کے تفرقہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ مذہب پر یہ سراسر بہتان باندھا گیا ہے۔ یہ سب کچھ انہیں ملحدانہ تحریکوں کا کارنامہ ہے۔ اگرچہ مذہب کے نام پر سرانجام دیا گیا ہے۔" (الفضل مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء)

یہ ملحدانہ تحریک کس تحریک کا خطاب ہے؟ آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس تعلیم کے زیر اثر وزیر خارجہ پاکستان ظفر اللہ خان صاحب ہندوستان اور پاکستان دونوں کو فسادات کا پورا پورا شریک قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے پاکستان انسٹیٹیوٹ آف انٹرنیشنل آفیسرز کے سالانہ ڈنر کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا: "تقسیم کے بعد ہندوستان اور پاکستان میں مسابقت کی جنگ جاری رہی ہے اور دونوں نے دنیا کے سامنے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ برائی اور ظلم میں ان میں سے کون دنیا کے سامنے مثال قائم کر سکتا ہے۔" (نوائے وقت مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۴۹ء)

غرضیکہ مرزائیت کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ جو حکومت قائم ہو خواہ کافر ہو یا مسلمان۔ ظالم ہو یا عادل اس کی فرمانبرداری لازم اور ضروری ہے۔ اس کے خلاف آواز اٹھانا آزادی کے لئے جدوجہد کرنا حرام ہے۔ اسی لئے فریضہ جہاد کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ مرزا بشیر الدین نے لکھا ہے: "ہم صرف انگریزوں کے فرمانبردار نہیں بلکہ افغانستان میں افغانی حکومت کے، مصر میں مصری حکومت کے اور اسی طرح دوسرے ممالک میں ان کی حکومتوں کے فرمانبردار اور مددگار ہیں۔" (الفضل مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

ان بیانات کے ذکر کرنے سے مقصد اظہار یہ ہے کہ مرزائیت ہر حکومت کی وفاداری شرط ایمان سمجھتی ہے۔ خواہ وہ کیسی ہی حکومت کیوں نہ ہو۔ ان مختصر سے حوالہ جات سے معلوم ہوگا کہ مرزائیت کی تحریک ابدی غلامی کی ایک زنجیر ہے۔ اس میں حریت کا جذبہ، آزادی کا شائبہ تک موجود نہیں ہے۔ ایسی تحریک سے نہ تو ملت کو نفع پہنچ سکتا ہے اور نہ ملک کو۔ بلکہ ایسی تحریکات نقصان دہ ثابت ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ آج بھی پاکستان کے کسی میدان سرفروشی میں انکا حصہ موجود نہیں ہے۔

اقبال مرحوم کا نصیحت آمیز شعر اس سارے مضمون کا خلاصہ ہے۔

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

”مرزا قادیانی کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دور ہے۔ ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے اور پھر سب اقوال میں اس قدر تہافت اور تعارض پایا جاتا ہے اور خود مرزا قادیانی کی ایسی پریشان خیالی ہے اور بالقصد ایسی روش اختیار کی ہے کہ جس کا نتیجہ گڑبڑ رہے اور ان کو بوقت ضرورت مخلصی اور مفر باقی رہے۔ چنانچہ کہیں تو وہ ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجماعی معنے کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں ایسے عقیدہ بتلانے والے مذہب کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواتر دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں اس عقیدہ کو...... مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔“

(بیان شیخ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ)

نبوت کا گورکھ دھندا

از: عالی جناب محمد اکبر خان صاحب سابق ڈسٹرکٹ جج بہاول پور!

مقدمہ بہاول پور اور فیصلہ مقدمہ بہاول پور دونوں کی حیثیت تاریخی ہے۔ ایک مسلمہ نے شوہر کے ارتداد پر تنسیخ نکاح کا دعویٰ کیا...... علماء اسلام نے اپنے فاضلانہ بیانات میں مرزا قادیانی کے کفر اور مرزائیوں کے ارتداد کو ثابت کیا۔ مرزائی علماء نے تردید اور صفائی کی ناکام کوشش کی...... فریقین کی مفصل بحث سن لینے کے بعد فاضل جج نے ایک عالمانہ فیصلہ لکھا۔ جس کا ایک تھوڑا سا حصہ ہدیہ قارئین ہے۔ (مدیر)

”معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی جب اس میدان میں گامزن ہوئے اور ان پر مکاشفات کا سلسلہ جاری ہونے لگا تو وہ اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے اور صوفیائے کرام کی کتابوں میں وحی اور نبوت کے الفاظ موجود پا کر انہوں نے سابقہ اولیاء اللہ سے اپنا مرتبہ بلند دکھانے کی خاطر اپنے لئے نبوت کی ایک اصطلاح تجویز فرمائی۔ جب لوگ یہ سن کر چونکنے لگے تو انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کرنا چاہا کہ گھبراتے کیوں ہو۔ آنحضرت ﷺ کے اتباع سے جس مکالمہ اور مخاطبہ کے تم لوگ قائل ہو۔ میں ان کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوۃ رکھتا ہوں۔ یہ صرف لفظی نزاع ہے۔ سو ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ کوئی اصطلاح مقرر کرے۔ گویا انہوں نے نبی کے لفظ

کو برعکس اس کی اصل اور عام فہم مراد کے یہاں اصطلاحی طور کثرت مکالمہ اور مخاطبہ پر حاوی کیا اور یہ اصطلاح بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم کی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس لفظ کا استعمال کثرت سے اپنے متعلق کرنے لگے تو لوگ پھر چونکے۔ اس پر انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کیا کہ میں کوئی اصلی نبی تو نہیں۔ بلکہ اس معنی میں کہ میں نے تمام کمال آنحضرت ﷺ کے اتباع اور فیض سے حاصل کیا ہے۔ ظلی اور بروزی نبی ہوں اور اس کے بعد انہوں نے ان آیات قرآنی کو جو شاید کسی اچھے وقت میں ان پر نازل ہوئی تھیں، اپنے اوپر چسپاں کرنا شروع کر دیا اور شدہ شدہ تشریعی نبوت کے دعویٰ کا اظہار کر دیا۔ لیکن صریح آیات قرآنی اور احادیث اور اقوال بزرگان سے جب انہیں اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو انہوں نے اس دعویٰ کو ترک کر کے اپنا مقر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث میں جا تلاش کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو بذریعہ وحی ثابت کر کے یہ دکھلایا کہ ان احادیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں کسی شخص کو نبوت کا درجہ عطاء کیا جائے گا۔

مدعا علیہ کے ایک گواہ کے بیان سے یہ اخذ ہوتا ہے اور نہ معلوم اس نے بطور خود یا مرزا قادیانی کی کسی تحریر کی رو سے یہ بیان دیا ہے کہ احادیث میں جو عیسیٰ ابن مریم کے نزول کی خبر آئی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ سے ایک اجتہادی غلطی ہوگئی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوتی ہیں جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن حقیقت ان کے ظہور کے وقت نمایاں ہوتی ہے اور اجتہادی غلطی پیش گوئیوں کے سمجھنے میں یعنی کیفیت تحقیق وقوع کے لحاظ سے ہر نبی سے ممکن ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کی مثال اس نے بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ دے کر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رؤیا کی بناء پر یہ سمجھا کہ وہ ہجر یمامہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے۔ لیکن آپ جس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ ﷺ پر اس پیش گوئی کی حقیقت کھلی کہ اس سے مراد مدینہ تھا اور کہ جب نبی سے اجتہادی غلطی ممکن ہوئی تو پیش گوئی کے پورا ہونے کے وقت اصل حقیقت پیش گوئی کی منکشف ہو جائے گی اور کہ امتی کو پیش گوئی کے تحقق وقوع کے وقت وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ غرض مرزا قادیانی نے سابقہ مراحل سے گذرنے کے بعد بڑھ چڑھ کر اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے کا اظہار شروع کر دیا اور نبوۃ کو پھر ایک ایسا گورکھ دھندا بنا دیا کہ جو نہ تو لوگوں کی سمجھ میں آسکا ہے اور نہ ہی ان کے اپنے متبعین جیسا کہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے۔ ان کے مرتبے کو بخوبی سمجھ سکے ہیں۔ بلکہ خود خدا کو بھی نعوذ

باللہ ان کے نبی بنانے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ جب خداوند تعالیٰ نے یہ محسوس کیا کہ نعوذ باللہ اس کے حبیب سے ایک اجتہادی غلطی ہوگئی ہے۔ اب ان کی آن رکھنے کے لئے مرزا قادیانی کو نبوۃ کا مرتبہ عطاء فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بقول مرزا قادیانی پہلے تو ان تمام پیش گوئیوں کو جو قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھیں۔ مرزا قادیانی کی طرف پھیر دیا اور پھر کبھی انہیں مریم بنایا اور کبھی عیسیٰ اور اس کے بعد بارش کی طرح وحی کر کے یہ جتلا دیا کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ اب تم بلاخوف وخطر نبی ہونے کا دعویٰ کر دو اور جہاں پہلے وہ ”فاستمع لما یوحی“ اور ”یاایها المدثر قم فانذر“ کی تحکمانہ وحی کے ذریعہ سے نبیوں کو چوکنا کر کے اپنی طرف سے مامور فرمایا کرتا تھا۔ وہاں مرزا قادیانی کے لئے اسے نعوذ باللہ مختلف حیل اختیار کرنے پڑے۔ مرزا قادیانی کے اس طرز عمل سے نبی بننے سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبوت کے عہدے ختم ہو چکے تھے۔ کیونکہ اس نے پہلے تو مرزا قادیانی کے لئے نبوت کی اصطلاح، تجویز فرمائی۔ پھر وہ جب اس سے خوش نہ ہوئے تو ان کو نبی کا خطاب عطاء فرما دیا۔ جیسا کہ نواب اور راجہ کے خطابات گورنمنٹ سے ان لوگوں کو فرمائے جاتے ہیں۔ جو صاحب ریاست نہ ہوں۔ لیکن جب مرزا قادیانی کی اس سے بھی تشفی نہ ہوئی۔

باوجودیکہ اللہ تعالیٰ انہیں یا ولدی فرما چکا تھا اور اس خیال سے کہ رسول اللہ ﷺ کو چونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خاتم النبیین کہہ چکا تھا وہ بھی کسی دوسرے نبی کے بننے سے خفا نہ ہوں۔ مرزا قادیانی کو آپ کا ظل بنا دیا گیا اور آخرکار جب ان کی خوشی نبی بننے میں ہی دیکھی اور یہ بھی خیال آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخر زمانہ میں بھجوا دیجئے کہ وعدہ ہو چکا ہے تو انہیں مار کر مرزا قادیانی کو نبی بنا دیا۔ استغفراللہ!

گواہ مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی سے بھی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے تو پھر اس کا کیا اعتبار ہے کہ مرزا قادیانی سے یہ غلطی نہ ہوئی ہوگی۔ خصوصاً جب کہ مرزا قادیانی، رسول اللہ ﷺ کے ظل بھی ہیں اغلب ہے کہ اصل کی فطرت ظل کی فطرت پر اثر انداز نہ ہوئی ہو اور علاوہ ازیں مرزا قادیانی اپنے اقرار کے مطابق آنحضرت ﷺ سے زیادہ ذکی بھی نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کے کئی سال کے متواتر وحی کے بعد انہوں نے یہ جا کر سمجھا کہ وہ نبی ہو چکے۔ اس لئے ممکن ہے کہ انہوں نے وحی الٰہی کا مفہوم غلط سمجھ کر دعویٰ نبوت کر دیا ہو۔ مرزا قادیانی کی اپنی تصریحات سے یہ پایا جاتا ہے کہ انہیں امتی ہونے کے وقت نزول مسیح کے متعلق وقوع کا علم نہیں

ہوا۔ بلکہ جب ان کو نبوت کا خطاب مل چکا۔ اس کے بعد انہیں یہ جتلایا گیا کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے مدعاعلیہ کے گواہ کا یہ کہنا کہ امتی کو وقوع کے متعلق تحقیق وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کی اپنی تصریحات سے باطل ہو جاتا ہے۔

گواہ مذکور نے رسول اللہ ﷺ کی جس حدیث کا حوالہ دے کر یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ سے اجتہادی غلطی کا وقوع ممکن ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے ہجرت کے وقت کوئی غلطی فرمائی۔ گواہ مذکور کی یہ حجت اس وقت صحیح ہوتی کہ جب آپ بجائے مدینہ...... کے ہجر یمامہ کی طرف تشریف لے جاتے اور پھر وہاں سے مدینہ عالیہ کی طرف لوٹتے۔ وہاں جانے کے متعلق آپ ﷺ کا صرف ایک خیال تھا۔ جو وقوع میں نہ آیا اور رؤیاء پر عمل اس طرح ہوا جس طرح مشیت ایزدی میں مقدر تھا۔ خود اس مثال سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر کسی نبی کو کسی طرح غلط فہمی ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے فوراً رفع کر دیا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ صدیوں تک وہ غلطی چلی جائے اور نہ خود نبی پر اور نہ اس کے کامل متبعین پر اس کا افشا ہو۔ اس لئے یہ کہنا دیدہ دلیری ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی بیان کرنے میں اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے پھر آخر عمر میں جا کر اپنے دعویٰ کی غلطی کو محسوس کیا اور پھر اصطلاحی نبوت کو ہی جا کر قائم کیا۔ جس سے انہوں نے اپنے دعویٰ کی ابتداء شروع کی تھی۔ جیسا کہ ان کے اس خط سے جو انہوں نے وفات سے دو تین یوم قبل اخبار عام کے ایڈیٹر کے نام لکھا تھا۔ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں درج ہے کہ: ”سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیش گوئی کرنے والا۔“ ان تمام واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے بجا طور پر یہ کہا ہے کہ مرزا قادیانی کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دور ہے۔ ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے اور پھر سب اقوال میں اس قدر تہافت اور تعارض پایا جاتا ہے اور خود مرزا قادیانی کی ایسی پریشان خیالی ہے اور بالقصد ایسی روش اختیار کی ہے جس سے نتیجہ گڑبڑ رہے اور ان کو بوقت ضرورت تخلص اور مفر باقی رہے۔ چنانچہ کہیں وہ ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجماعی معنے کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں ایسا عقیدہ بتلانے والے مذہب کو

لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواترات دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں ایسے عقیدہ کو مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے اور خاتم النّبیین کے جو معنی مدعا علیہ کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کے صحیح معنی وہی ہیں جو کہ گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں۔

اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آیت خاتم النّبیین قطعی الدلالت ہے اور اس کے بطن کے معنے ایسے نہیں ہو سکتے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے خاتم النّبیین بمعنے آخری نبی سمجھنے کے منافی ہوں اور چونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا عقیدہ سے انکار کفر ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا اور جن مسائل کی بناء پر اس نے ایسا کہا ہے وہ اس قبیل کے نہیں جیسا کہ مسئلہ ختم نبوت لہٰذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ خاتم النّبیین کے جو معنے مدعیہ کی طرف سے کئے گئے ہیں اور اس معنی کے تحت جو عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس عقیدہ سے انحراف ارتداد کی حد تک پہنچتا ہے اور کہ آنحضرت ﷺ کے بعد عہدہ نبوت اور وحی نبوت منقطع ہو چکے ہیں۔ مرزا قادیانی صحیح اسلامی عقائد کی رو سے نبی نہیں ہو سکتے......

ظلی اور بروزی نبی اگر آنحضرت ﷺ کے کمال اتباع سے ہونے ممکن ہوتے تو اس قسم کے نبی مرزا قادیانی کے آنے سے قبل کئی آ چکے ہوتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افاضہ روحانی سے اگر نبوت مل سکتی ہے تو ضرور ہے کہ ان سے قبل ایسے نبی آتے کہ جن کے بعد انہیں درجہ کمال حاصل ہوتا۔ مدعیہ کی طرف سے یہ درخواست میں کہا گیا ہے کہ ظلی اور بروزی کی اصطلاحیں اور اصل الفاظ وہی الفاظ ہیں ورنہ دراصل مرزا قادیانی کی مراد اس سے اصل نبوت ہے۔ جیسا کہ اس کی تشریح بعد میں ان کے خلیفہ ثانی نے کی۔

کچھ شک نہیں کہ یہ الفاظ مغالطہ پیدا کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ورنہ ان کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی شرع میں اس قسم کے الفاظ پر کسی عقیدہ کا حصر ہے۔

مرزا قادیانی نے یہ بیان کر کے کہ اس قسم کی نبوت قیامت تک جاری ہے۔ اسلام میں

ایک فتنہ کی بنیاد ڈالی ہے اور ممکن ہے کہ ان کے بعد کوئی اور شخص دعویٰ نبوت کر کے ان کی کارگذاری کو ملیا میٹ کر دے۔ اس طرح مذہب سے امان اٹھ جائے گی اور سوائے اس کے کہ وہ ایک کھیل اور تمسخر بن جائے۔ اس کی کوئی حقیقت بحیثیت دین نہ رہے گی۔ اس لئے بھی رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ماننا علاوہ عقائد صحیحہ میں سے ہونے کے ازبس ضروری ہے۔

مرزا قادیانی رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔ اس لئے ان کا اسلام کے اس بنیادی مسئلہ سے انکار کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر عقائد بھی ان عقائد کے مطابق نہیں پائے جاتے۔ جن کی آج تک امت مرحومہ پابند چلی آئی ہے۔

خدا کا تصور اس نے تیندوے سے تشبیہ دے کر ایسا پیش کیا ہے کہ جو سراسر نص قرآنی کے خلاف ہے اور اس طرح یہ بیان کر کے کہ خدا خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی اور روزے رکھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ انہوں نے ایک ایسے عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ جو سراسر نصوص قرآنی کے خلاف ہے۔ انہوں نے آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ جیسا کہ ایک آیت ”هو الذی ارسل رسوله“ کے متعلق انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس میں میرا ذکر ہے اور دوسرے الہام بالفاظ محمد رسول الله بیان کر کے یہ کہا کہ اس میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ اسی طرح کئی ایسی تصریحیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے۔ اس سے بھی رسول اللہ ﷺ کی توہین ہوتی ہے۔

اور حضرت مریم کی شان میں مرزا قادیانی نے جو کچھ کہا ہے اور جس کا حوالہ شیخ الجامعہ صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے اور جس کا مدعا علیہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس سے قرآن شریف کی صریح آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے سوائے مرزا قادیانی کو کافر قرار دینے کے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔

مدعا علیہ کی طرف سے مرزا قادیانی کی بعض کتب کے حوالے دیئے جا کر یہ کہا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے خوب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایک جگہ کلمات توہین ثابت ہو گئے۔ تو اگر ہزار جگہ کلمات مدحیہ لکھے ہوں اور ثنا خوانی بھی کی ہو تو وہ کفر سے نجات نہیں دلا سکتے۔ جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلمہ اس پر شاہد ہیں کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کا اتباع اور اطاعت گذاری کرے اور مدح وثناء کرتا رہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کر دے تو کوئی شخص اس کو مطیع اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔“

عجائبات مرزا

از: مولانا لال حسین اخترؒ

مرغ، بلی اور چوہا

مرزا غلام احمد قادیانی تحریر فرماتے ہیں: ’’رؤیا، چند آدمی سامنے ہیں۔ ایک چادر میں کوئی شے ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ آپ لے لیں۔ دیکھا تو اس میں چند مرغ ہیں اور ایک بکرا[1] ہے۔ میں ان مرغوں کو اٹھا کر اور سر سے اونچا کر کے لے چلا۔ تاکہ کوئی بلی وغیرہ نہ پڑے۔ راستہ میں ایک بلی ملی۔ جس کے منہ میں کوئی شے مثل چوہا ہے۔ مگر اس بلی نے اس طرف توجہ نہیں کی اور میں ان مرغوں کو محفوظ لے کر گھر پہنچ گیا[2]۔‘‘ (البدر نمبر۱ ج۱۹۰۵۲۰ء، تذکرہ ص۵۵۸، طبع سوم)

مرزا قادیانی کے الہام کنندہ نے ’’بلی کو چوہے کی خواب‘‘ کی ضرب المثل سچ کر دکھائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بہادر اور خوفناک کی قسم کی بلی تھی کہ جس سے مرزا قادیانی کے بکرے تک کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ خلیفہ قادیان اور امت مرزائیہ کو چاہئے کہ آئندہ ربوہ کے سالانہ جلسہ میں اس بلی کے لئے ہدیہ تشکر کی قرارداد منظور کریں کہ اس بلی نے مرغوں، بکرے اور خود مرزا قادیانی کی طرف توجہ نہ کی۔ اگر وہ حملہ آور ہوتی۔ تو مرغوں، بکرے اور خود جناب نبوت مآب کی خیر نہ تھی۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

مرغی کا الہام

مرزا غلام احمد قادیانی ارشاد فرماتے ہیں: ’’رؤیا دیکھا کہ ایک دیوار پر ایک مرغی ہے۔ وہ کچھ بولتی ہے۔ سب فقرات یاد نہیں رہے۔ مگر آخری فقرہ جو یاد رہا یہ ہے۔ ’’ان کنتم مسلمین ‘‘ اس کے بعد بیداری ہوئی۔ یہ خیال تھا کہ مرغی نے یہ کیا الفاظ بولے ہیں۔ پھر الہام ہوا۔ انفقوا فی سبیل اللہ ان کنتم مسلمین‘‘ (بدر جلد۲ نمبر۱، ۱۹۰۶ء، تذکرہ ص۵۸۰، طبع سوم)

مرزائیو! شکر کرو کہ تمہارے مسیح موعود کی روایتی بلی کو اس الہام کرنے والی مرغی کا علم

---

[1] چادر میں بکرا سبحان اللہ! عجائبات در عجائبات۔ (مدیر)

[2] وہ تو خیر گذری کہ بلی نے توجہ نہ فرمائی۔ ورنہ مرزا قادیانی بہادر مرغوں کو گھر تک سلامت کب لے جاسکتے؟ اور بکرے بیچارے کی تو بلی تکا بوٹی کر دیتی۔ (مدیر)

نہیں ہوا۔ اگر اسے پتہ چل جاتا تو وہ اس مرغی کو معہ الہام بغیر ڈکار لئے ہضم کر جاتی۔ لگے ہاتھ اتنا تو بتاؤ کہ جب مرزا قادیانی کے سب فقرات یاد نہ رہے تو فرشتے کے لائے ہوئے الہام کس طرح یاد رہتے ہوں گے؟

سوئر کو الہام

میر محمد اسماعیل صاحب قادیانی لکھتے ہیں: ''ایک جاہل شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نوکر تھا۔ اس پر ایک دن الہام کا چھینٹا بہ برکت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑ گیا۔ وہ سو رہا تھا۔ اسے الہام ہوا کہ اٹھ او سورا نماز پڑھ۔'' (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۳/ اکتوبر ۱۹۲۶ء ص ۷)

سچ ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ جیسے قادیانیوں کے مسیح موعود ویسا نوکر۔ ویسی برکت ویسا فرشتہ اور ویسا الہام۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

کذاب فرشتہ

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں: ''رؤیا کوئی شخص ہے اسے میں کہتا ہوں کہ تم حساب کر لو۔ مگر وہ نہیں کرتا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے مٹھی بھر کر روپے مجھے دیئے ہیں۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو الٰہی بخش کی طرح ہے۔ مگر انسان نہیں فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ روپوں کے بھر کر میری جھولی میں ڈال دیئے تو وہ اس قدر ہو گئے کہ میں ان کو گن نہیں سکتا۔ پھر میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا۔ میرا کوئی نام نہیں۔ دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میرا نام ہے۔ ٹیچی!'' (تذکرہ ص ۵۲۹ طبع سوم)

مرزا قادیانی کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں روپے عطاء کرنے والا ٹیچی فرشتہ کذاب اعظم تھا۔ کسی عام انسان کے سامنے جھوٹ بولنا گناہ عظیم ہے۔ مرزائیوں کے ظلی وبروزی نبی کی خدمت میں کذب بیانی کذاب اکبر کا ہی حوصلہ ہو سکتا ہے۔ مرزا قادیانی نے پہلی دفعہ اپنے محسن اعظم فرشتہ سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میرا کوئی نام نہیں مگر دوبارہ نام پوچھا تو اس نے کہا۔ میرا نام ہے ٹیچی۔ مرزا قادیانی کے فرشتے نے یا پہلی دفعہ جھوٹ بولا یا دوسری دفعہ۔

مرزائیو! جس نبی کے فرشتے جھوٹے اور کذاب ہوں اس نبی کی نبوت کا کیا اعتبار؟ سچ ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔

أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کا

"ختم نبوت نمبر"

◆

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

عرض حال

دارالعلوم دیوبند نے ۲۹ تا ۳۱ر اکتوبر ۱۹۸۶ء کو تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے ایک عالمی کانفرنس کی تھی جس میں ہندوستان کے علاوہ سعودیہ عربیہ، عرب امارات، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ ممالک اسلامیہ کے ارباب دعوت واصحاب قلم نے شرکت کی تھی۔ کانفرنس کا آغاز ہندوستان کے مشہور داعی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی افتتاحی تقریر سے...... اور اختتام رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری محترم ڈاکٹر عبداللہ نصیف کی تقریر پر ہوا تھا۔ کانفرنس کی مکمل رپورٹ اور کانفرنس میں منظور تجویزیں دارالعلوم مجریہ ماہ نومبر ۱۹۸۶ء میں تفصیل سے آچکی ہے۔

اس موقع پر تقریروں کے علاوہ بہت سے صاحب نظر علماء نے مقالات بھی پیش کئے تھے۔ زیر نظر نمبر انہیں مقالات پر مشتمل ہے۔ مقالات کی ترتیب مضامین کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ مقالہ نگاروں کی اہمیت وشہرت کا چنداں لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ نیز بعض مقالات میں حک وحذف سے بھی ضرورتا کام لیا گیا ہے۔ اس طرح کے مجموعوں میں یہ عمل ناگزیر ہوتا ہے۔ امید ہے کہ مرتب کو اس سلسلے میں معذور سمجھا جائے گا۔ خیال یہ تھا کہ یہ خصوصی شمارہ زیادہ سے دو سو صفحات پر شائع کیا جائے۔ لیکن مقالات کی کثرت نے ایسا نہ کرنے دیا۔ پھر بھی بعض مقالات شامل اشاعت نہ کئے جا سکے۔ جس کی وجہ مقالہ کی غیر ضروری طوالت یا اسی موضوع پر اس سے بہتر مضمون کی اشاعت ہے۔ اس کانفرنس میں ایک نشست طلبہ دارالعلوم کے لئے مخصوص کی گئی تھی جس میں طلبہ عزیز نے تقریریں اور اپنے مقامات پڑھے تھے۔ افسوس کہ یہ مقالات مرتب کو حاصل نہ ہو سکے۔ ورنہ ان کی نمائندگی بھی ہو جاتی۔ اگر یہ مقالات بعد میں مل گئے تو آئندہ شماروں میں انتخاب کر کے شائع کر دیئے جائیں گے۔

یہ خصوصی نمبر اب سے بہت پہلے آجانا چاہئے تھا۔ کم از کم اعلان کے مطابق ۱۵ر جولائی ۱۹۸۷ء تک ضرور شائع ہو جانا چاہئے تھا۔ اعلان کے مطابق ساری تیاریاں مکمل کر لی گئی تھیں۔ مگر میرٹھ اور دہلی کے نہ ختم ہونے والے سنگین فساد نے سارے نظام کو درہم برہم کر دیا۔ رسل ورسائل کے ذرائع تقریباً منقطع ہو گئے اور انتہائی کوشش کے باوجود بھی کاغذ فراہم کرنے میں نہ صرف ہمارا دفتر بلکہ پریس کے مالک بھی ناکام رہے۔ اس مجبوری سے یہ خاص نمبر جولائی کے بجائے اب اگست میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ نیز صفحات کی زیادتی کی بناء پر دو

ماہ کے بجائے یہ شمارہ تین مہینوں پر مشتمل ہے۔ انشاء اللہ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ، ستمبر ۱۹۸۷ء سے ماہنامہ دارالعلوم حسب معمول ہر ماہ کی ۱۵ر تاریخ کو شائع ہوتا رہے گا۔

"وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل"

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

حرف آغاز

نبی افرنگ کی داستان حیات

نام اور تاریخ پیدائش

انگریزی نبی کا پہلا نام ''دسوندی'' تھا۔ (تکذیب براہین احمدیہ ص ۱۳۷)

پتہ نہیں دسوندی سے کب ''غلام احمد'' بن گئے۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ میری پیدائش موضع قادیان ضلع گورداسپور میں ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی اور ایک دوسری تحریر میں جو اپنے والد کی وفات کے سلسلہ میں لکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ: ''جب میرے والد نے دنیا کو چھوڑا تو اس وقت میری عمر ۳۴ یا ۳۵ سال کی تھی۔'' (کتاب البریہ ص ۱۶۰، خزائن ج ۱۳ ص ۱۹۲ حاشیہ)

ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کا انتقال ۱۸۷۶ء میں ہوا ہے۔

(مسیح موعود مؤلفہ مرزا محمود احمد ص ۲۰)

اس اعتبار سے سن پیدائش ۱۸۴۱ء، ۱۸۴۲ء ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کا خاندان

مرزا قادیانی کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس کا پتہ لگانا ان کی تحریروں سے نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ وہ ۱۸۹۸ء تک اپنے آپ کو مرزا لکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء کی اپنی تصنیف (کتاب البریہ ص ۱۳۴، خزائن ج ۱۳ ص ۱۶۲) پر اپنی قومیت برلاس (مغل) لکھی ہے۔ لیکن اسی کتاب کے (ص ۱۳۴، خزائن ج ۱۳ ص ۱۶۳ حاشیہ در حاشیہ) پر لکھتے ہیں۔ ''میرے الہامات کی رو سے ہمارے اباء اولین فارسی تھے۔'' پھر ۱۹۰۱ء میں اسی نسبی تعلق سے دست بردار ہو کر اپنے رسالہ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۶) پر رقمطراز ہیں کہ: ''میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی۔'' اس کے ایک سال بعد ایک پلٹا اور کھایا اور اپنی تصنیف (تحفہ گولڑویہ ص ۲۵، خزائن ج ۱۷ ص ۱۲۷ حاشیہ) پر یہ تحقیق

سپرد قلم کی۔ ”میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب آئے تھے۔“ ان انکشافات سے ان کی ذات چار قوموں کا معجون مرکب معلوم ہوتی ہے۔ یعنی وہ بیک وقت مغل، یہودی، سید اور چینی سب تھے۔ خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے۔

مرزا کے والد غلام مرتضیٰ بیگ کی عملی حالت

آنجہانی انگریزی نبی کے منجھلے لڑکے میاں بشیر احمد ایم۔ اے لکھتے ہیں کہ: ”ہمارے دادا مرزا غلام مرتضیٰ بے نمازی تھے۔ یہاں تک کہ ۷۵ سال کی عمر میں پہنچ کر بھی نماز نہیں پڑھی۔“

(سیرت المہدی ج ۱ ص ۲۳۱، روایت نمبر ۲۲۴)

مرزا کے ایام طفلی

اللہ تعالیٰ کے منتخب اور برگزیدہ بندوں کے بچپن کے برعکس مرزا قادیانی کے ایام طفلی دیگر بازاری بچوں ہی کی طرح نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان کی سوانح حیات سیرت المہدی میں درج ہے کہ: ”ایک مرتبہ مرزا کے ہم عمر لڑکوں نے ان سے کہا گھر سے شکر لاؤ۔ گھر گئے تو وہاں پسا ہوا نمک رکھا تھا۔ اسے شکر سمجھ کر چپکے سے جیب میں بھر لیا اور لڑکوں کے سامنے پہنچ کر پھانکنا شروع کر دیا۔“ (سیرت المہدی ج ۱ ص ۲۴۴، روایت نمبر ۲۴۴)

انگریزی نبی صاحب کو بچپن میں چڑیوں کے پکڑنے کی بھی عادت تھی۔

(سیرت المہدی ج ۱ ص ۴۵، روایت نمبر ۵۱)

تعلیمی لیاقت

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم ومعارف تمام تر موہبت ربانی پر موقوف ہوتے ہیں۔ اپنے جیسے انسان سے تعلیم وتعلم اور اخذ فیض سے ان کی زندگی بالکل پاک ہوتی ہے۔ اس لئے انگریزی نبی کو بھی یہ فکر ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو امی ثابت کریں۔ لیکن ان کا اسکولوں میں پڑھنا ایک ایسی حقیقت ہے جس کو خود مرزا قادیانی بھی اپنے دجل وفریب سے چھپا نہ سکے۔ حضرات انبیاء ورسل کی اس صفت خاص میں ہمسری وبرابری کی ناکام کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”امام الزماں کے لئے لازم ہے کہ وہ دینی امور میں کسی کا شاگرد نہ ہو، بلکہ اس کا استاد خدا ہو۔“ (اربعین نمبر ۲ ص ۱۲، خزائن ج ۱۷ ص ۳۵۹)

ایک دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں: ”آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا سو اس میں اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا ہی سے حاصل کرے گا اور قرآن وحدیث میں کسی کا شاگرد

نہیں ہوگا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی ہے۔ کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن و حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔"

(ایام الصلح ص۱۴۷، خزائن ج۱۴ ص۳۹۴)

نبی بننے کی خواہش میں ان جھوٹے دعوؤں کے بعد "دروغ گورا حافظہ نباشد" کی بہترین مثال ملاحظہ کیجئے کہ بقلم خود آنجہانی مرزا کیا لکھ رہے ہیں: "بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح ہوئی کہ جب میں سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کی کتابیں مجھے پڑھائیں۔ اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر قریباً دس سال کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا...... میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے۔ اس کے بعد جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ (ان) مولوی صاحب سے میں نے نحو، منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو حاصل کیا۔"

(کتاب البریہ ص۱۴۸ تا ۱۵۰، خزائن ج۱۳ ص۱۷۹ تا ۱۸۱)

مرزا قادیانی کے پہلے استاذ فضل الٰہی قادیان کے باشندے اور حنفی تھے۔ دوسرے فضل احمد فیروز والہ کے رہنے والے اہل حدیث تھے اور تیسرے استاذ گل علی شاہ متوطن بٹالہ شیعہ تھے۔

(سیرت المہدی ج۱ ص۱۲۱، روایت نمبر۱۲۹)

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مرزا قادیانی نے اپنے تیسرے استاذ گل علی شاہ کے بارے میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ میرے والد نے ان کو نوکر رکھا تھا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے والد غلام مرتضیٰ ان کے دسترخوان کے ریزہ چین تھے۔ تفصیل کے لئے (مرأۃ القادیانیہ، مؤلفہ مرزا احمد علی امرتسری ص۲۹ ف۳) ملاحظہ کیجئے۔

مرزا قادیانی کے اس بیان سے جہاں ان کا پہلا دعویٰ کہ: "میں نے کسی انسان سے قرآن وغیرہ کا ایک سبق نہیں پڑھا ہے۔" غلط ہو جاتا ہے۔ وہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مرزا قادیانی کی تعلیم ناقص اور ادھوری تھی اور وہ "نیم ملا خطرۂ ایمان" کے سچے مصداق تھے۔

انگریزی زبان میں معمولی واقفیت

انگریزی نبی کو بقول خود انگلش میں بھی الہام ہوا کرتے تھے اور نہایت فخر سے کہا

کرتے تھے کہ: ''انگریزی نہیں جانتا۔ اس کوچہ سے بالکل ناواقف ہوں۔ ایک فقرہ تک مجھے معلوم نہیں۔ مگر خرق عادت کے طور پر اس زبان میں بھی مجھے الہام ہوتے ہیں۔''

(نزول المسیح ص ۱۳۸، خزائن ج ۱۸ ص ۵۱۶)

لیکن آنجہانی کا یہ دعویٰ بھی دروغ مصلحت آمیز پر مبنی تھا۔ کیونکہ انہوں نے سیالکوٹ میں دوران ملازمت انگریزی کی دو ایک کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی تھیں اور اسی کے نتیجہ میں انگریزی کے ٹوٹے پھوٹے جملے بول اور لکھ لیا کرتے تھے۔ میاں بشیر احمد لکھتے ہیں۔ ''مولوی الٰہی بخش ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے منشیوں کے لئے ایک انگریزی کا مدرسہ قائم کیا تھا۔ ڈاکٹر امیر شاہ پنشنر معلم تھے۔ حضرت مسیح موعود نے بھی انگریزی کی دو ایک کتابیں پڑھیں۔''

(سیرت المہدی ج ۱ ص ۱۵۵، روایت نمبر ۱۵۰)

کچہری کی منشی گیری

کچہری سیالکوٹ کی ملازمت بھی انگریزی نبی کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت نے مرزا غلام مرتضیٰ کے لئے تاحین حیات سات سو روپے سالانہ کی پنشن مقرر کر دی تھی۔ اس پر خاندان کے گذر بسر کا مدار تھا۔ ایام شباب میں ایک مرتبہ مرزا قادیانی نے اس رقم کو وصول کر کے عیش کوشیوں اور جوانی کی رنگ رلیوں میں اڑا دی۔ بعد میں ہوا و ہوس کا نشہ جب کچھ اترا تو یہ شرمندگی دامن گیر ہوئی کہ کون سا منہ لے کر گھر جائیں۔ اس لئے قادیان واپس آنے کے بجائے سیالکوٹ چلے گئے اور وہیں اپنے مکتب کے ساتھی لالہ بھیم سین کی سعی و کوشش سے پندرہ روپے ماہانہ پر کچہری میں منشی مقرر ہو گئے۔

عہد ملازمت

مرزا زادے بشیر احمد لکھتے ہیں کہ: ''مرزا صاحب نے دوران ملازمت اپنا دامن رشوت ستانی سے ملوث ہونے نہیں دیا۔'' لیکن مرزا کے اکثر واقف کار اطلاع دیتے ہیں کہ انہوں نے بزمانہ ملازمت دل کھول کر رشوتیں لیں۔ چنانچہ مرزا احمد علی شیعی اپنی کتاب دلیل العرفان میں لکھتے ہیں کہ منشی غلام احمد امرتسری نے اپنے رسالہ ''نکاح آسمانی کے رازہائے پنہانی'' میں لکھا تھا کہ مرزا قادیانی نے زمانہ محرری میں خوب رشوتیں لیں۔ یہ رسالہ مرزا قادیانی کی وفات سے آٹھ سال پہلے ۱۹۰۰ء میں شائع ہو گیا تھا۔ مگر مرزا قادیانی نے اس کی تردید نہیں کی۔

مقدمہ بازی کا مشغلہ

آنجہانی مرزا نے منشی سے مختار بن جانے کی ہوس میں سیالکوٹ کے زمانہ قیام میں مختاری کا امتحان بھی دیا تھا۔ استعداد کی کمی کی بناء پر اس امتحان میں ناکام رہے اور مختاری کے منصب پر فائز ہونے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ پھر بھی اتنا فائدہ تو ضرور ہوا کہ قانون مروجہ کی موشگافیوں سے کسی حد تک واقف ہوگئے۔ چنانچہ مختاری کے امتحان میں ناکامی اور منشی گیری کی نوکری سے دلبرداشتہ ہوکر جب قادیان واپس لوٹے تو ان کے والد نے خاندانی مقدمات کی پیروی کی خدمت ان کے سپرد کردی۔ مرزا قادیانی خود بتاتے ہیں کہ: ”میرے والد صاحب اپنے بعض آباواجداد کے دیہات دوبارہ حاصل کرنے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کررہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے لگادیا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔“ (کتاب البریہ ص۱۵۱، خزائن ج۱۳ ص۱۸۲ حاشیہ)

مقدمہ بازی میں مرزا قادیانی کی اس قدر شغف تھا کہ خواب بھی دیکھتے تو اسی کا جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں: ”ہمارا ایک مقدمہ موروثی اسامیوں پر تھا۔ مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ اس مقدمہ میں ڈگری ہوگئی۔“ (تذکرہ ص۸۰۷، طبع سوم)

اسی طرح کے ایک خواب کا تذکرہ (تریاق القلوب ص۳۷، خزائن ج۱۵ ص۲۰۶ حاشیہ) پر بھی کیا ہے۔

اپنے شرکاء کی اراضی پر غاصبانہ قبضہ

آنجہانی مرزا قادیانی کے تحریری بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد غلام مرتضیٰ اور ان کے بھتیجوں و دیگر اقرباء کی کچھ زمین سکھوں نے اپنے عہد حکومت میں ضبط کرلی تھی۔ جسے انگریزی عہد سلطنت میں بذریعہ عدالت انہوں نے دوبارہ واگذار کرایا۔ بعد میں اس زمین پر آنجہانی مرزا قادیانی اور ان کے بھائی غلام قادر بلاشرکت غیرے قابض و متصرف ہوگئے اور دیگر حقدار رشتہ داروں کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ بالآخران حقداروں نے مرزا اعظم بیگ لاہوری پنشنر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے تعاون سے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا اور مرزا قادیانی کے علی الرغم بذریعہ عدالت اپنا حصہ حاصل کرلیا۔ غم نصیب حقداروں کی اس اعانت پر مرزا اعظم بیگ کی شکایت کرتے ہوئے آنجہانی لکھتے ہیں: ”میرے والد کے انتقال کے بعد مرزا اعظم بیگ لاہوری نے شرکائے ملکیت قادیان کی طرف سے مجھ پر اور میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر پر مقدمہ دخل ملکیت کا عدالت ضلع میں دائر کردیا اور میں بظاہر جانتا تھا کہ ان شرکاء کو ملکیت سے کچھ غرض نہیں۔

کیونکہ وہ ایک گم گشتہ چیز تھی جو سکھوں کے وقت میں نابود ہو چکی تھی اور میرے والد نے تن تنہا مقدمات دائر کر کے اس ملکیت اور دوسرے دیہات کی بازیافت کے لئے آٹھ ہزار روپیہ کے قریب خرچ و خسارہ اٹھایا تھا۔ وہ شرکاء ایک پیسہ کے بھی شریک نہیں تھے۔"

(مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۳۲)

تلاش شہرت اور مناظرانہ سرگرمیاں

آنجہانی مرزا قادیانی اپنے خانگی حالات سے بہت دل برداشتہ تھے اور شب و روز اسی خیال میں غلطاں و پیچاں رہتے تھے کہ خاندانی زوال کا مداوا کس طرح کیا جائے۔ مختاری کے ایوان میں باریابی کی توقع اٹھ چکی تھی۔ فوج یا پولیس کی ملازمت سے قلت تنخواہ کی بناء پر کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تجارتی کاروبار سے سرمایہ کی کمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے قاصر تھے۔ اس لئے اب لے دے کر صرف یہی ایک صورت باقی رہ گئی تھی کہ خادم اسلام کی حیثیت سے زندگی کے میدان میں نمودار ہوں اور اس راہ سے شہرت و دولت حاصل کریں۔ چنانچہ اپنے مکتب کے ساتھی اور قدیم رفیق مولوی محمد حسین بٹالوی کے مشورہ سے قادیان کے بجائے لاہور کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور آریوں و پادریوں سے مذہبی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی، منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ، بابو عبدالحق اکاؤنٹنٹ، حافظ محمد یوسف ضلع دار وغیرہ اس کام میں ان کے معاون بنے اور ہر مجلس، محفل میں یہ حضرات مرزا قادیانی کی قابلیت اور بزرگی کا چرچا کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ ہی کے اندر مرزا قادیانی مناظر اسلام کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔ چونکہ ابھی تک انہوں نے مہدویت مسیحیت وغیرہ کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اس لئے ہر مسلمان ان کو عزت و عقیدت کی نگاہ سے دیکھنے لگا اور علمائے دین بھی ان کے ساتھ تعاون و اشتراک کو دینی خدمت سمجھتے رہے۔ شہرت کے اس مقام بلند پر پہنچنے کے بعد لاہور کے قیام کو غیر ضروری سمجھ کر مرزا قادیانی وطن مالوف قادیان واپس آ گئے اور یہیں سے مناظرانہ اشتہار بازیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

مرزا قادیانی ایک عارف کامل کے روپ میں

مذہبی مناظروں کی بدولت مرزا قادیانی کو جو شہرت حاصل ہو گئی تھی وہ ہر قسم کے دام تزویر کے کامیاب بنانے کی ضامن تھی۔ چنانچہ اس شہرت سے نفع حاصل کرنے اور اس کے ذریعہ مستقبل کو سنوارنے کی غرض سے مرزا قادیانی نے باخدا صوفی کا سوانگ رچایا اور دنیوی کاروبار سے بظاہر منقطع ہو کر خلوت نشین ہو گئے۔ وظائف و عملیات کی کتابوں کا مطالعہ کر کے بغیر کسی مرشد و شیخ کی رہنمائی کے عملیات و وظائف شروع کر دیئے۔ علاوہ ازیں راتوں کو قادیان سے باہر جا کر

خندق میں جا بیٹھتے اور جادو کے عمل پڑھا کرتے۔ ساتھ ہی اس زمانہ میں خوابوں کے ذریعہ بھی مستقبل کے حالات معلوم کرنے کی ناکام کوشش کرتے اور اس سلسلے میں شب و روز مطبوعہ تعبیر ناموں کی ورق گردانی میں مصروف رہتے۔ اس زمانہ میں ان کا معمول یہ بھی تھا کہ اپنے خواب دوسروں کو سنایا کرتے اور دوسروں کے خوابوں کی تعبیر خواب ناموں کی ورق گردانی کی مدد سے بتانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ مرزازادے میاں بشیر احمد کا بیان ہے ”جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو گھر کی عورتوں، بچوں اور خادماؤں تک سے پوچھا کرتے تھے کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو اسے بڑے غور سے سنتے تھے۔“

(سیرت المہدی ج ۲ ص ۶۲، روایت نمبر ۳۸۰)

نبیٔ افرنگ مراق کے شکار تھے

مراق یعنی مالیخولیا، دیوانگی کی ایک قسم ہے۔ مرزا قادیانی کے خلیفہ اعظم حکیم نور الدین لکھتے ہیں۔ ”مالیخولیا جنون کا ایک شعبہ ہے اور مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے۔“

(بیاض نور الدین ج ۱ ص ۱۱)

طب کی مشہور کتاب شرح اسباب میں ہے: ”**نوع من المالیخولیا یسمّی المراق**“ (شرح اسباب ج ۱ ص ۷۴)

مالیخولیا کی ایک قسم مراق ہے۔ اس مرض کا مریض اگر کچھ پڑھا لکھا ہوتا ہے تو خدائی نبوت، غیب دانی وغیرہ کا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔ ”اگر مریض دانشمند بوده باشد دعوائے پیغمبری وکرامت کند سخن از خدائی گوید وخلق را دعوت کند۔“ (اکسیر اعظم ج ۱ ص ۱۸۸)

اگر مراق کا مریض ذی علم ہو تو پیغمبری اور کرامت کا دعویٰ کرتا ہے اور خدائی کی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی رسالت کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ایسا مرض ہے جس سے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قطعی طور پر محفوظ رکھا گیا ہے۔ لیکن نبیٔ افرنگ بقول خود دیگر بہت سے امراض کے ساتھ اس دماغی مرض کے بھی شکار تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی۔ سو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔ یعنی مراق، اور کثرت بول۔“

(رسالہ تشحیذ الاذہان جون ۱۹۰۶ء ص ۶، مثلہ اربعین نمبر ۴ ص ۴، خزائن ج ۱۷ ص ۴۷۰)

اسی طرح ایک مرزائی لکھتا ہے کہ: ”مراق کا مرض حضرت (مرزا قادیانی) میں موروثی

نہیں تھا۔ بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا۔" (ریویو آف ریلیجنز بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۰)

مرزا قادیانی کی دوسری بیماریاں

مراق کے علاوہ اور مختلف امراض میں بھی آنجہانی مبتلا تھے۔ یہاں بعض امراض کا ذکر خود انہیں کے الفاظ میں کیا جارہا ہے۔ لکھتے ہیں: "میں دائم المرض ہوں۔ ہمیشہ دردسر، کمی خواب، تشنج، دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔" (اربعین نمبر۳،۴ ص۴، خزائن ج۱۷ ص۴۷۱)

اور لکھتے ہیں: "مرض ذیابیطس مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔" (ضمیمہ اربعین نمبر۳،۴ ص۴، خزائن ج۱۷ ص۴۷۱)

ایک دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں: "کوئی وقت دوران سر سے خالی نہیں گزرتا۔ مدت ہوئی نماز تکلیف سے بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔ بعض وقت درمیان میں توڑنی پڑتی ہے۔"

(مکتوبات احمدیہ ج۵ ص۱۸۸، مکتوبات احمدیہ جدید ج۲ ص۱۰۱)

"مجھے اسہال کی بیماری اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں۔" (منظور الٰہی ص۳۴۹)

"ایک مرتبہ قولنج سے سخت بیمار ہوا اور سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا اور سخت درد تھا جو بیان سے باہر ہے۔" (حقیقت الوحی ص۲۳۴، خزائن ج۲۲ ص۲۴۶)

اپنے مرید خاص وخلیفۂ اعظم حکیم نورالدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں: "جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔"

ایک اور خط میں لکھا کہ: "ایک مرض مجھے نہایت خوفناک تھی کہ صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوظ بکلی جاتا رہتا تھا۔" (مکتوبات احمدیہ ج۵ ص۸۸، مکتوبات احمدیہ جدید ج۲ ص۲۰)

(نعوظ بالضم برخاستن قضیب یعنی استادگی ذکر) انگریزی نبی آنجہانی مرزا قادیانی کا ان موذی اور رسوا کن امراض میں مبتلا ہونا حیرت انگیز نہیں ہے بلکہ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو حیرت کی بات ضرور ہوتی۔

افیون اور شراب کا استعمال

مرزا قادیانی کہا کرتے تھے کہ بعض اطباء کے نزدیک افیون نصف طب ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دوا تریاق الٰہی کے نام سے تیار کی تھی جس کا بڑا جزو افیون تھا۔ اس دوا کو افیون کے مزید اضافہ کے ساتھ اپنے خلیفہ اوّل کو چھ ماہ سے زائد مدت تک کھلاتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً استعمال کرتے تھے۔ (اخبار الفضل قادیان ج۱۷ نمبر۶ ص۲، مورخہ ۱۹؍جولائی ۱۹۲۹ء)

ٹانک وائن کا استعمال

مرزا قادیانی اپنے چہیتے مرید حکیم محمد حسین کو ایک خط میں لکھتے ہیں: ”مجی اخویم محمد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خریدیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خریدیں۔ مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام!“ (خطوط امام بنام غلام ص ۵)

سودائے مرزا کے حاشیہ پر حکیم محمد علی پرنسپل طبیہ کالج امرتسر لکھتے ہیں۔ ”ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دوکان سے ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواباً تحریر فرماتے ہیں۔ حسب ارشاد پلومر کی دوکان سے دریافت کیا گیا۔ جواب حسب ذیل ملا۔ ”ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے بند بوتلوں میں آتی ہے۔ اس کی قیمت ساڑھے پانچ روپے ہے۔“ ۲۱؍ دسمبر ۱۹۳۲ء

(سودائے مرزا ص ۲۹ حاشیہ)

مرزا قادیانی بحیثیت صاحب کشف

مرض مراق کے دماغ پر مسلط ہو جانے کے بعد مرزا قادیانی کے دل و دماغ کے سوتے سے الہامات کا سیل رواں پھوٹ پڑا اور اعلانات واشتہارات کے ذریعہ اس کا خوب ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ جس کا اثر یہ نکلا کہ دور دور سے لوگ قادیان آنے لگے۔ مرزا قادیانی تقدس کا روپ دھارے اپنے بیت الفکر نامی کمرے میں لیٹے رہتے اور الہامات کی بارش ہوتی رہتی تھی اور جب الہام کی غنودگی دور ہوتی تو فوراً اسے نوٹ بک میں درج کر لیا جاتا تھا۔

(سیرت المہدی ج۱ ص ۲۰، روایت نمبر ۲۲)

ایک ہندو لڑکا بحیثیت کاتب وحی

چونکہ ساون کی جھڑی کی طرح الہامات کا ایک غیر منقطع سلسلہ جاری تھا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ انہیں ضبط تحریر میں لانے کے لئے ایک مستقل کاتب رکھا جائے۔ چنانچہ اس مقدس کام کی انجام دہی کے لئے ایک ہندو لڑکے کا انتخاب عمل میں آیا۔ خود مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”ان دنوں ایک پنڈت کا بیٹا شام لال نامی جو ناگری اور فارسی دونوں میں لکھ سکتا تھا۔ بطور روزنامہ نویس نوکر رکھا گیا اور بعض امور غیبیہ جو ظاہر ہوتے تھے اس کے ہاتھ سے ناگری اور فارسی خط میں قبل از وقوع لکھائے جاتے تھے اور پھر شام لال مذکور کے اس پر دستخط کرائے جاتے تھے۔“

(البشریٰ ج۱ ص ۱۰)

یہ ہندو لڑکا جب اوّل اوّل نوکر رکھا گیا تھا تو اس کی عمر کل بارہ سال کی تھی اور مرزا قادیانی کے چچازاد بھائی مرزا امام الدین کے بقول اس درجہ بے سمجھ اور سادہ لوح تھا کہ سو تک بمشکل شمار کر سکتا تھا۔ (تکذیب براہین ص ۳۲۸)

”جیسی وحی ویسا کاتب حق بحق دار رسید۔“

زراندوزی کی ایک اور تجویز

مرزا قادیانی نے معاشی زبوں کو دور کرنے کی غرض سے مذہبی مناظرہ اور بزرگی کا جو سوانگ رچایا تھا اس میں انہیں بڑی حد تک کامیابی مل گئی تھی اور دجل وفریب کے یہ تیر شہرت وقبولیت کے نشانہ پر ٹھیک بیٹھ گئے تھے۔ جس کی وجہ سے عوام وخواص کا ایک اچھا خاصا طبقہ ان کی جانب متوجہ ہوگیا۔ اس لئے انہوں نے روپیہ بٹورنے کی ایک اور تجویز سوچی اور ”براہین احمدیہ“ کے نام سے پانچ جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب کی طباعت کا اعلان کیا اور لوگوں سے پیشگی قیمت اور امداد واعانت حاصل کرنے کی غرض سے اشتہارات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔

اس سلسلے کا پہلا اشتہار اپریل ۱۸۷۹ء میں بعنوان ”اشتہار بغرض استعانت از انصار دین محمد مختار ﷺ الابرار تھا۔“ اس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی تحریر کیا تھا کہ ایسی بڑی کتاب کا چھپ کر شائع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنیٰ اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں۔ لہٰذا اخوان مؤمنین سے درخواست ہے کہ اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیاء لوگ اگر اپنے مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں گے تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی۔ ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہے گا۔ یا یوں کریں کہ ہر ایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپے مع اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیج دیں۔ جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔“

(تبلیغ رسالت ج۱ ص۸، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۲)

کچھ دنوں کے بعد ایک اور اشتہار بعنوان ”اشتہار کتاب براہین احمدیہ بجہت اطلاع جمیع عاشقان صدق وانتظام سرمایہ طبع کتاب“ شائع کیا۔ اس کا مضمون بھی پہلے اشتہار کے قریب قریب تھا۔

ان اشتہارات کے ملک میں پھیلتے ہی حسب توقع روپیوں کی بارش شروع ہوگئی۔ لیکن اس بارش زر نے استسقیٰ کے مریض کی طرح ان کی طلب مال کی تشنگی کو مزید بڑھا دیا۔ اس لئے مرزا قادیانی نے ۳؍دسمبر ۱۸۷۹ء کو...... اس کی قیمت میں پانچ روپے کا اور اضافہ کر کے دس

روپے کردی اور اسی کے ساتھ اس وعدہ کا بھی اعلان کیا کہ جنوری ۱۸۸۹ء میں کتاب طبع ہو کر شائع ہو جائے گی۔ (تبلیغ رسالت ج۱ ص۸، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۳)

چونکہ مرزا قادیانی کے بے پناہ پروپیگنڈے نے لوگوں کو کتاب مذکور کا مشتاق بنادیا تھا۔ اس لئے بڑی کثیر تعداد میں کتاب کے آرڈر آئے۔ اس مقبولیت کو دیکھ کر دو حصوں کے طبع ہو جانے کے بعد اس کی قیمت میں مزید اضافہ کر دیا اور فارغ البال لوگوں سے دس روپے کے بجائے پچیس روپے سے لے کر سو روپے تک وصول کرنے لگے۔

(تبلیغ رسالت ج۱ ص۲۳، ۲۴، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۳۴)

بدمعاملگی اور سخن تراشی

آنجہانی نے ابتداء میں پانچ حصوں پر مشتمل کتاب شائع کرنے کا اعلان کیا تھا اور پانچوں حصوں کی پیشگی قیمت لوگوں سے وصول کر لی تھی۔ لیکن چار حصے شائع کرنے کے بعد اس سلسلہ کو بند کر دیا جس کی بناء پر خریداروں کو شکایت ہوئی۔ اب اس بدمعاملگی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے سخن تراشی اور الہام بازی شروع کر دی۔ چنانچہ براہین احمدیہ جلد چہارم کے آخری صفحہ پر ''ہم اور ہماری کتاب'' کے عنوان سے لکھتے ہیں: ''ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی۔ اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً اور باطناً حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام کے ظاہر کئے ہیں۔ یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں۔'' (تبلیغ رسالت ج۱ ص۴۷، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۵۶، ۵۷)

اس تولیت واہتمام خداوندی کے ڈھونگ کا واحد مطلب یہ تھا کہ اب میں باقی ماندہ کتاب کی طبع واشاعت کا ذمہ نہیں لے سکتا۔ اب یہ کام خدا ہی کے سپرد ہے وہ چاہے تو طبع کرائے یا نہ طبع کرائے میری کوئی ذمہ داری نہیں۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

مرزا قادیانی لوگوں کی پیشگی رقمیں شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کو شکایتیں ہوئیں اور مرزا قادیانی کی بدمعاملگی کا چرچا برسرعام ہونے لگا تو انہیں فکر لاحق ہوئی کہ شکوہ وشکایتوں کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو ایک عرصہ کے جتن کے بعد تقدس کا جو سکہ جمایا گیا تھا کہیں عقیدتمندوں کے دلوں سے زائل نہ ہو جائے۔ اس لئے یکم مئی ۱۸۹۳ء کو آٹھ صفحات کا ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں لکھا کہ: ''مجھے ان مسلمانوں پر نہایت افسوس ہے کہ جو

اپنے پانچ یا دس روپے کے مقابل پر ۲۶ رجزوں (۵۶۲ صفحات) کی ایسی کتاب پاکر جو معارف اسلام سے بھری ہوئی ہے۔ ایسے شرمناک طور پر بدگوئی اور بدزبانی پر مستعد ہوگئے کہ گویا ان کا روپیہ کسی نے چھین لیا یا ان پر کوئی قزاق آپڑا اور گویا وہ ایسی بے رحمی سے لوٹے گئے کہ اس کے عوض میں ان کو کچھ نہیں دیا گیا اور ان لوگوں نے زبان درازی اور بدظنی سے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا کہ کوئی دقیقہ سخت گوئی کا باقی نہ رکھا۔ اس عاجز کو چور قرار دیا گیا، مکار ٹھہرایا، مال مردم خور کر کے بدنام کیا، حرام خور کہہ کر نام لیا، دغاباز نام رکھا اور اپنے پانچ دس روپے کے غم میں سیاپا کیا کہ گویا تمام گھر ان کا لوٹا گیا۔" (تبلیغ رسالت ج۳ ص۳۴، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۴۰۶)

وعدہ خلافی

مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کی پیشگی قیمت وصول کرتے وقت یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اس کتاب میں حقانیت اسلام کے تین سو دلائل درج کئے جائیں گے۔ لیکن وعدہ کے مطابق ایک دلیل بھی پوری نہیں کی۔ چنانچہ مرزا زادے میاں بشیر احمد لکھتے ہیں: "تین سو دلائل جو آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے لکھنے تھے۔ ان سے صرف ایک ہی دلیل بیان ہوئی اور وہ بھی نامکمل طور پر۔" (سیرت المہدی ج۱ ص۱۱۲، روایت نمبر ۱۲۳)

یہ ہے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نبیٔ افرنگ کی ترپن سالہ داستان حیات کا مختصر بیان جو ان کی تصنیفات یا ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم۔ اے اور دیگر مرزائی مآخذوں کو سامنے رکھ کر پیش کی گئی ہے۔ قارئین اسے پڑھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آنجہانی جیسے کردار و اخلاق کا شخص شریف انسان کہے جانے کے بھی قابل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ وہ ملہم، محدث، مہدی موعود، مسیح زمان یا نبی ہو۔ **سبحانك هذا بهتان عظيم!**

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

خطبۂ استقبالیہ

از حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم دیو بند

الحمدلله رب العلمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله سيدنا ومولانا محمد خاتم النّبيين وعلىٰ اٰله وصحبه اجمعين ۰ اما بعد!

اللہ تعالیٰ جل شانہ کے انعامات کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ آج خدام

دارالعلوم کی حقیر دعوت پر لبیک کہنے والا ایک منتخب اجتماع سرزمین دیوبند کی رونق میں اضافہ کر رہا ہے جس میں ہر طبقہ اور ہر سمت کے گرامی قدر علماء تشریف فرما ہیں۔ خداوند قدوس کا احسان عظیم ہے کہ اس دعوت کو شرف قبولیت سے نوازنے والے صرف ہندوستان کے علماء نہیں بلکہ بیرون ہند کے ارباب علم و دین بھی ہیں جن کو دیکھ کر حضور پاک ﷺ کے ارشاد **بعثت الی الاسود والاحمر** کی عملی تفسیر نگاہوں میں گھوم جاتی ہے۔

اس ایمان پرور اور روح افزا موقع پر ہم خدام دارالعلوم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے تمام مہمانوں کا صرف رسمی نہیں بلکہ بصمیم قلب شکریہ ادا کریں کہ انہوں نے خالص لوجہ اللہ دور دراز کے سفر کی صعوبت برداشت فرما کر تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائی اور خدام دارالعلوم کو یہ موقع بہم پہنچایا کہ مسائل پر تبادلہ خیال کر کے ملت اسلامیہ کے سفینہ کو عصر حاضر کے طوفانوں میں ساحل مقصود تک پہنچانے کی جدوجہد کو تیز کر سکیں۔

مہمانان محترم! دارالعلوم کی دعوت پر اس قابل رشک پذیرائی کا یہ منظر سرزمین دیوبند نے بار بار دیکھا ہے اور اس طرح کی بہاریں اپنی جلوہ سامانیوں کے ساتھ بار بار جلوہ ریز رہ چکی ہیں اور آج پھر الحمدللہ! یہ بہار پورے آب و تاب کے ساتھ رونق افروز ہے اور ہم اس قافلۂ بہار کے جلو میں برگزیدہ علماء فرزندان قدیم اور اپنے محسنین و معاونین کا استقبال کر رہے ہیں۔

فالحمدلله علیٰ ذالك!

گرامی مرتبت حاضرین کرام! اس مبارک اور مسعود موقع پر دارالعلوم اور اس کے مسلک سے متعلق یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم روز اوّل سے الحمدللہ! اسی تہذیبی، علمی، اور عملی وراثت کا امین ہے جو اسے عہد خیر القرون سے قرناً بعد قرن پہنچی ہے۔ امت مسلمہ پر چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود بھی دارالعلوم علم و عمل کے لحاظ سے اسی عہد خیر القرون کا نمونہ ہے۔ ہمارے یہاں سب سے باکمال وہ ہے جو زمانہ کی دور دراز مسافتوں اور زمان و مکان کے فاصلوں کو طے کر کے اسی مجلس نبوت میں حاضر ہو جائے۔ جس سے حضرات صحابہ کرامؓ مستفید ہوئے تھے۔ غیر متزلزل یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے امت کے فرقۂ ناجیہ کی جو علامت ''ما انا علیه واصحابی'' بیان فرمائی تھی وہ الحمدللہ! پوری طرح دارالعلوم اور اس کے مسلک پر منطبق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم کی آغوش میں جن مایۂ ناز عناصر نے پرورش پائی ہے وہ نہ صرف برصغیر ہند و پاک بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے صالح ترین عناصر کہلانے کے مستحق ہیں۔ نیز یہ کہ ان صالح عناصر کے ذریعہ دین و ملت کی جو گراں قدر

خدمات انجام پائیں ان کی وجہ سے یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہے کہ دارالعلوم علم وعمل کا صرف محور نہیں بلکہ منبع اور سرچشمہ ہے اور گذشتہ صدی کا تجدیدی کارنامہ اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل وکرم سے دارالعلوم اور اس کے فرزندوں کے ذریعہ انجام دلایا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ اس تجدیدی کارنامہ کی انجام پزیری کی وجہ یہ ہے کہ علمی وعملی طور پر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد قرآن مجید اور سنت پاک پر استوار ہوئی ہے۔ پھر جو روشنی قرآن کریم اور حدیث پاک کے ذریعہ دل ودماغ پر مستولی رہی اس نے احسان وسلوک اور فقہ وفتاویٰ کی شکل میں پوری ملت اسلامیہ کے لئے رہبری اور رہنمائی کی خدمت انجام دی۔ چنانچہ رجال دارالعلوم کے ذریعہ پیش آمدہ مسائل میں جو رہنمائی قرآن وسنت اور اجماع وقیاس کی روشنی میں کی گئی وہ الحمدللہ! اتنی جامع اور مکمل ہے کہ اگرچہ گذشتہ صدی اپنی مادی اور صنعتی ترقی کے لحاظ سے بہت اہم اور تاریخ انسانیت میں سب سے زیادہ انقلاب انگیز ہے۔ لیکن انسانیت اور مسلمانوں کا ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں بتلایا جاسکتا ہے جس کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں پیش نہ کردیا گیا ہو۔

اس باب میں بلا مبالغہ ہدایت کا کوئی رخ ایسا نہیں ہے جہاں باری تعالیٰ نے دارالعلوم کے ہاتھوں مشعلیں اور منارے قائم نہ فرمادیئے ہوں اور اسی طرح ضلالت وگمراہی کا کوئی پیچ وخم ایسا نہیں ہے جہاں دارالعلوم کے ذریعہ صراط مستقیم کی تعیین نہ کرادی ہو۔

سامعین عالی مقام

دارالعلوم نے اپنے قیام کے روز اوّل سے صراط مستقیم کی تعیین اور غلط راستوں کی تغلیط کو اپنا نصب العین بنایا ہے دارالعلوم کا قیام جن حالات میں عمل میں آیا تھا اس وقت عیسائیت کے فروغ کا ایک ایسا فتنہ اٹھا ہوا تھا جس نے تقریباً پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ بحمداللہ! اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے دارالعلوم کا قدم آگے بڑھا اور مناظرہ وتقریر اور قلم وتحریر کے ہر میدان میں عیسائیت کے مبلغین کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ اس موضوع پر ہزاروں صفحات فرزندان دارالعلوم کے قلم سے نکلے اور اس کے باوجود کہ حکومت واقتدار کی تمام طاقتیں اس فتنہ کی پشت پناہی کررہی تھیں۔ مگر دارالعلوم کے اہل حق مجاہدین نے برق بے اماں بن کر ان کی تمام پناہ گاہوں کو خاکستر کردیا۔ اسی فتنہ کے پہلو بہ پہلو توحید کی تعلیم سے محروم کرنے کے لئے آریائی یا شدھی تحریک وجود میں آئی۔ یہ مسلمانوں کو صراط مستقیم سے منحرف کرنے کی خطرناک اور زبردست سازش تھی۔ لیکن اس میدان میں بھی فرزندان دارالعلوم نے اپنا فرض منصبی پوری طرح ادا کیا اور اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے تاریخ کے گورستان میں دفن کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس سلسلے میں

فضلاء دارالعلوم کی سینکڑوں تصانیف آج بھی کتب خانہ اسلام کی زینت ہیں۔

فتنۂ قادیانیت

ان زبردست فتنوں کے علاوہ انگریز کی جانب سے مسلمانوں کے اندرون میں متعدد فتنے برپا کرائے گئے۔ جن میں سب سے اہم فتنہ قادیانیت کا تھا۔ اس فتنہ نے سیاسی، علمی اور اعتقادی طور پر خلفشار پیدا کیا۔ اس فتنہ کی طرح تو تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں پڑ گئی تھی۔ لیکن مرزا قادیانی نے ۱۳۰۱ھ میں براہین احمدیہ کے ۴ حصے شائع کر کے اپنے زلیغ وضلال کو طشت ازبام کر دیا تو علماء نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں ابتداء اگرچہ علمائے لدھیانہ وامرتسر مولانا غلام علی امرتسریؒ، مولانا احمد اللہ امرتسریؒ، حافظ عبدالمنان وزیرآبادیؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا محمد اسماعیل لدھیانویؒ اور مولانا غلام دستگیر قصوریؒ نے کی۔ مگر اکابر دارالعلوم کا کارنامہ اس سلسلے میں محیر العقول ہے کہ وہ محض الہامی طور پر فتنے کے وجود سے پہلے ہی پیش بندی فرما رہے ہیں۔

جماعت دیوبند کے سیدالطائفہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کے بارے میں یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ کو حجاز مقدس میں قیام نہ فرمانے دیا اور ایک بڑے فتنہ کی پیشین گوئی فرماتے ہوئے انہیں ہندوستان آنے پر مجبور فرمایا۔ مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ کے علاوہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے دوسرے خلفاء حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ، حضرت مولانا انوار اللہ صاحب حیدرآبادیؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیری قدس اسرارہم وغیرہ بھی اس فتنہ کی سرکوبی میں پوری طرح سرگرم ہیں۔ ان خلفاء گرامی قدر میں اگرچہ بعض حضرات کا کارنامہ تاریخی اعتبار سے کچھ بعد ہی میں سامنے آیا۔

لیکن اس کو حضرت حاجی صاحب کی نسبت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ پیر مہر علی صاحب گولڑویؒ کو تو حضرت حاجی صاحب نے بطور خاص اس فتنہ کی تردید کی طرف متوجہ فرما کر ہندوستان بھیجا تھا۔

حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ اور حضرت مولانا انواراللہ صاحب حیدرآبادی قدس سرہما بھی ابتداء ہی میں سامنے آگئے ہیں۔ حضرت محدث امروہیؒ نے تو مرزا کو مناظرہ ومباہلہ کا چیلنج بھی دیا تھا۔

اور حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کا کام زمانہ کے اعتبار سے مؤخر سہی لیکن وہ ایک طاقتور تحریک کی صورت میں سامنے آیا اور اس نے باطل کے اس سیلاب پر بند باندھنے کا کام انجام دیا۔

قبل از وقت تنبیہ میں اکابر دارالعلوم میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہ تنہا نہیں ہیں۔ بلکہ اس سلسلہ میں دوسرا نام حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کا ہے کہ انہوں نے فتنہ کی نقاب کشائی سے پہلے اس موضوع پر تحذیر الناس جیسی اہم مدلل اور قیمتی کتاب تصنیف فرمائی جو ردقادیانیت کے موضوع پر راہنما اور راہبر کا کام انجام دے رہی ہے۔ پھر مناظرہ عجیبہ میں ان کا یہ فیصلہ بالکل الہامی زبان میں نقل ہوا ہے۔ ”اپنا دین وایمان ہے۔ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی ﷺ کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔“ (مناظرہ عجیبہ ص۱۰۳)

پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل ادّعاء کے پہلے ہی سال ۱۳۰۱ھ میں جب مرزا قادیانی نے اپنے الہامات کو وحی الٰہی کی حیثیت سے براہین احمدیہ میں شائع کیا تو علماء لدھیانہ نے اس کی تکفیر کی۔

اس وقت تک حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کو اس دجل وفریب سے پوری واقفیت نہ تھی۔ اس لئے کچھ لوگوں نے جو مرزا قادیانی سے حسن ظن رکھتے تھے۔ علماء لدھیانہ کی مخالفت میں حضرت گنگوہیؒ سے فتویٰ منگالیا۔ لیکن علماء لدھیانہ اسی سال جمادی الاوّل ۱۳۰۱ھ میں جلسۂ دستار بندی کے موقع پر دیوبند تشریف لائے اور قادیانی کے مسئلہ میں حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے علماء دیوبند سے بالمشافہ گفتگو فرمائی۔ گفتگو کے بعد دارالعلوم کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ نے جو تحریر مرتب فرمائی وہ یہ ہے۔

”یہ شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) میری دانست میں لامذہب معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ معلوم نہیں اس کو کس روح سے اویسیت ہے۔ مگر اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت اور علاقہ نہیں رکھتے۔“

(رئیس قادیان ج۲ ص۱۰)

اس کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے بھی مرزا قادیانی کے بارے میں وہ مؤقف اختیار فرمایا جو اس کے باطل عقائد کی رو سے ضروری تھا۔ کسی نے سوال کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات متعلق بہ وفات عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ ہیں ظاہر ہے پس اس مرزائی جماعت کا اپنی

مساجد میں نہ آنے دینا اوران کے ساتھ نماز میں شریک ہونے سے تنفر رکھنا کیسا ہے؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا۔

”مرزا قادیانی گمراہ ہے۔ اس کے مرید بھی گمراہ ہیں۔ اگر جماعت سے الگ ہیں اچھا ہے جیسا رافضی، خارجی کا الگ رہنا اچھا ہے۔ ان کی واہیات مت سنو، اگر ہو سکے اپنی جماعت سے خارج کر دو۔ بحث کر کے ساکت کرنا اگر ہو سکے ضرور ہے۔ ورنہ ہاتھ سے ان کو جواب دو اور ہرگز فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آیات سے ثابت نہیں وہ بکتا ہے اس کا جواب علماء نے دے دیا ہے۔ مگر گمراہ ہے۔ اپنے اغواء اور اضلال سے باز نہیں آتا۔ حیاء اس کو نہیں کہ شرماوے۔“

اس کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرہ نے مرزا قادیانی کو مرتد، زندیق اور خارج اسلام قرار دیا اور چونکہ حضرت اقدس ہی جماعت دیوبند کے سید الطائفہ تھے اور ان کا فتویٰ گویا پوری جماعت کا اجماعی فیصلہ تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی حضرت اقدس کے فتویٰ کی ضرب کاری کو زندگی کے آخری سانس تک نہ بھلا سکا اور حضرت اقدس کے بارے میں حسب عادت فحاشی پر اتر آیا۔

اس زمانہ میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ نے زبان و قلم کی پوری طاقت اس کے لئے وقف کر دی اور مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے مولانا غلام دستگیر قصوریؒ کے استفتاء پر ۱۳۰۲ھ میں مرزا قادیانی کو مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر علمائے حرمین سے اس کی تصدیق کرائی اور یہ فتویٰ مرزا قادیانی کی بڑھتی ہوئی آندھی کی مؤثر کاٹ ثابت ہوا۔ اس کے بعد ۱۳۰۷ھ میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے استفتاء کے جواب میں تمام علماء ہندوستان نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی جس میں اکابر دیوبند میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے رقم فرمایا: ”مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ اور ہفوات باطلہ کی وجہ سے دجال، کذاب اور طریقہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔“

حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے تحریر فرمایا: ”جاہل یا گمراہ کے سوا ایسے عقائد کا معتقد کوئی نہیں ہو سکتا۔“

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے رقم فرمادیا: ”قادیانی اور اس کے پیرو جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ بلاشک الحاد اور شریعت کا ابطال ہے۔“

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے ارشاد فرمایا: ”ان عقائد کا مخترع ضال، مضل بلکہ دجاجلہ میں راس رئیس ہے۔“

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے تحریر فرمایا: ''ایسے عقائد کا معتقد کتاب اللہ کی بنیادوں کو منہدم کرنے والا ہے۔''

اس کے بعد ۱۳۰۸ھ میں جب مرزا قادیانی کی کتابیں ''فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام'' شائع ہوئیں۔ جس میں وفات مسیح کا دعویٰ کر کے اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا گیا تھا تو علماء ربانیین خم ٹھونک کر میدان مین آگئے اور سارا ہندوستان مرزا قادیانی کی تردید کے غلغلوں سے گونجنے لگا۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا اسماعیل صاحب علی گڑھیؒ نے کام شروع فرمایا۔ جگہ جگہ مناظروں میں مرزائیون کو شکست فاش دی جانے لگی۔

شعبان ۱۳۲۱ھ میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہ نے البرہان نامی رسالہ شاہجہاں پور سے جاری کیا جو تقریباً دو سال تک تاریکیوں کی شب میں تنویر سحر کا کام انجام دیتا رہا۔

۱۳۲۷ھ میں نواب حامد علی خاں والیٔ ریاست رامپور کے زیر اہتمام عظیم الشان تاریخی مناظرہ ہوا۔ جس میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے باطل شکن دلائل اور بیانات سے قادیانیت لرزہ براندام ہوگئی اور ۱۳۲۹ھ میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری قدس سرہ کی زیر سرکردگی وہ تاریخی مناظرہ ہوا۔ جس میں چالیس علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ جن میں حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دوسرے اکابر دیوبند شریک ہوئے اور اس مناظرہ میں مرزائیوں کی شکست فاش نے ان کی کمر توڑ دی۔

پھر اس کے بعد ۱۳۳۱ھ میں مولانا محمد سہول صاحبؒ، مفتی دارالعلوم دیوبند کے قلم سے ایک مفصل فتویٰ کی ترتیب عمل میں آئی۔ اس مفصل فتویٰ میں پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار وعقائد کو اسی کی کتابوں سے نقل کیا گیا تھا۔ پھر لکھا گیا تھا۔ ''جس شخص کے ایسے عقائد واقوال ہوں اس کے خارج از اسلام ہونے میں کسی مسلمان کو خواہ جاہل ہو یا عالم تردد نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے جملہ متبعین درجہ بدرجہ مرتد، زندیق، ملحد، کافر اور فرقہ ضالہ میں یقیناً داخل ہیں۔''

اس فتویٰ پر حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت علامہ کشمیریؒ اور دوسرے مشاہیر علماء کے دستخط ہیں۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے اس فتویٰ پر دستخط کے ساتھ یہ الفاظ مزید قلمبند فرما کر اپنی مہر لگائی ہے۔

”مرزا! علیہ ما یستحقہ کے عقائد واقوال کا کفریہ ہونا ایسا بدیہی مضمون ہے کہ جس کا انکار کوئی منصف فہیم نہیں کرسکتا۔ جنکی تفصیل جواب میں موجود ہے۔“

بندہ محمود عفی عنہ صدر المدرسین دار العلوم دیو بند!

حضرت شیخ الہندؒ اگرچہ انگریز کی ذریت (قادیانی ٹولہ) سے نہیں بلکہ براہ راست قادیانی نبوت کے خالق (انگریز بہادر) سے ٹکر لے رہے تھے۔ لیکن ذریت برطانیہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور اپنے نابغۂ روزگار تلامذہ (جن کی فہرست بڑی طویل ہے) کو اس جانب متوجہ فرمایا۔ جنہوں نے اس موضوع کو اپنی خدمت کا جولانگاہ بنایا۔ محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب انصاریؒ، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ، حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ اور حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسریؒ نے تحریر وتقریر کے ذریعہ حریم ختم نبوت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا۔ لیکن ان اکابر کی خدمات کی فہرست میں حجۃ اللہ فی الارض حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ کا کارنامہ سب سے زیادہ نمایاں اور ممتاز ہے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ اگرچہ مسائل فقہ میں حضرت شیخ الہندؒ کے مسلک پر نہ تھے۔ مگر ختم نبوت کے لئے آپ کے ارشاد پر جان چھڑکتے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کے ذریعہ پورے حلقہ اہل حدیث میں مرزائیت کے خلاف بیداری پیدا کردی اور مولانا امرتسریؒ نے مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ اور مولانا داؤد غزنویؒ کو بھی اس پلیٹ فارم پر لاکھڑا کردیا۔ ادھر حضرت علامہ کشمیریؒ نے اپنے علم وقلم اور تلامذہ کی پوری طاقت اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے وقف کردی اور رد قادیانیت کی تقریب سے اصول دین اور اصول تکفیر کی وضاحت پر ایسا قیمتی سرمایہ تیار فرمایا کہ قیامت تک اس طرح کے فتنوں کی سرکوبی کے لئے امت اس سے روشنی حاصل کرتی رہے گی۔ حضرت علامہ کشمیریؒ کے تلامذہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ، حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا چراغ محمد صاحبؒ گوجرانوالہ، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہان پوریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانیؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ اور دوسرے جلیل القدر علماء نے اس فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا۔ ہندوستان کے طول وعرض میں قریہ قریہ گھوم کر حق کی وضاحت کی اور اس موضوع کے ہر پہلو پر اتنا لٹریچر تیار کر دیا کہ اس کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں ہے۔ فجزاہم اللہ عنا وعن سائر المسلمین!

تقسیم ہند کے بعد اس فتنہ نے سرزمین پاکستان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تو وہاں بھی علماء دیوبند اور منتسبین دیوبند نے تمام طاقتیں اس حریم مقدس کی حفاظت کے لئے وقف فرمادیں۔ تا اینکہ قادیانیت تاریخ انسانیت میں ایک بہتان اور افتراء بن کر رہ گئی اور یہ کام خدا کے فضل وکرم سے تکمیل تک پہنچ گیا۔

مجاہدین قوم

علماء کرام کی جدوجہد سے قادیانیوں کو مرتد اور غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد اب قادیانیوں نے ایسے مقامات کو منتخب کیا ہے۔ جہاں انہیں اس سلسلہ میں سیاسی طور پر فرصت مہیا ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اب ہندوستان میں بھی ان کی سرگرمیوں میں تیزی آگئی ہے۔ جگہ جگہ مراکز قائم ہورہے ہیں۔ کانفرنسیں منعقد کی جارہی ہیں اور اس فتنہ نے ازسرنو مختلف انداز پر کام شروع کر دیا ہے۔ تغلق آباد دہلی میں مرزائیوں نے ایک وسیع وعریض جگہ خرید کر وہاں اپنا مرکز قائم کر لیا ہے۔ خرید کردہ زمین کا احاطہ بنالیا گیا ہے اور عارضی طور پر ایک مسجد ضرار (بیت الشیاطین) کی بنیاد ڈال کر اسلامی احمدی تبلیغی مشن کا بورڈ لگادیا گیا ہے۔ بمبئی وکلکتہ میں ان کے مراکز پہلے سے قائم ہیں جن کی تجدید کر کے طاقتور بنایا جارہا ہے۔ میرٹھ میں بھی ایک دفتر قائم کرلیا ہے اور وہاں مرزائیوں کی ایک کانفرنس بھی منعقد ہوچکی ہے۔ اسی طرح چند ماہ قبل لکھنؤ میں بھی کانفرنس کر چکے ہیں۔ ہاتھرس ضلع علی گڑھ میں بھی مشن قائم کرلیا گیا ہے۔ جس سے غرباء میں مفت دوائیں بھی تقسیم ہورہی ہیں اور طلبہ کو تعلیمی وظائف بھی دیئے جارہے ہیں اور وہاں العیاذ باللہ متعدد خاندان قادیانیت کو قبول بھی کر چکے ہیں۔ اسی طرح فتح پور کانپور میں بھی مرزائیوں کی جدوجہد تیز ہوئی ہے اور کئی گھرانے قادیانیت کے لپیٹ میں آگئے ہیں۔ حیدرآباد مالابار میں بھی مرزائیوں کی تنظیم جدید ہورہی ہے۔ مرزائیوں کا شعبۂ نشرواشاعت بھی زندہ کیا گیا ہے اور ۱۹۸۲ء سے اب تک ان

کی کئی نئی اور پرانی کتابیں طبع ہو کر سامنے آئی ہیں اور بہت سارے لٹریچر تیار کئے گئے ہیں۔ اخبار بدر قادیان میں از سرِ نو روح ڈالی جا رہی ہے۔ مرزائیوں نے اپنے کفر کی اشاعت کرنے کے لئے مبلغین کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیا ہے اور اس کے لئے آگرہ میں "سادھن" کے نام سے سینٹر کا قیام عمل میں آ گیا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ دارالعلوم کے فرزندوں اور ہندوستان کے علماء کو اس موضوع پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی جائے۔

اجلاس منعقد کرنا اگرچہ دارالعلوم کے بنیادی مقاصد میں نہیں ہے۔ لیکن جب ضرورت سامنے آئے اور حالات کا تقاضا ہو تو پھر اجلاس بلانا، اہل مشورہ اور ارباب تعلق کو زحمت اجتماع دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شوریٰ منعقدہ ۱۹، ۲۰، ۲۱ رشعبان ۱۴۰۶ھ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس وقت سرزمین ہند پر قادیانیت کا عفریت پھر پنجہ گاڑنے کی تدبیریں کر رہا ہے تو فوراً اس کا محاسبہ کیا جانا چاہئے اور اہل علم کو جمع کر کے اس کے تازہ پیرہن کو تار تار کرنے کی جدوجہد کو تیز تر کر دینا چاہئے۔

علماء والا مقام! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے اسلاف امجاد نے اس موضوع کو پوری طرح مکمل فرما دیا ہے۔ لیکن عرصۂ دراز سے ہندوستان میں چونکہ قادیانیت کی آواز، مدہم پڑ گئی تھی۔ اس کی تردید کی جانب بھی کوئی توجہ نہیں تھی اور اکابر مرحومین کی تمام ہی کتابیں نایاب ہو گئی تھیں۔ اس موقع پر دارالعلوم کی جانب سے چند کتابیں بھی شائع کی جا رہی ہیں اور ارادہ ہے کہ تازہ دم فضلاء کو اس فتنہ کی اہمیت سے آگاہ کر کے انہیں اس کی تردید کے لئے میدان میں اتار دیا جائے۔

اور اس کے ساتھ ہی صحیح افکار و عقائد کی نشر و اشاعت کے لئے بھی تا بمقدور اپنی مساعی کو تیز تر کر دیا جائے۔ چونکہ یہ حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی بعثت کے بعد انسانیت کی نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ انسانیت کا قافلہ سرور عالم ﷺ کی بیان فرمودہ صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے۔

قابل صد احترام بھائیو! اس موقع پر یکساں سول کوڈ کے مسئلے کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ابھی چند دن پہلے اس سلسلے میں بار کونسل آف انڈیا کے زیر اہتمام کنونشن کی جو باتیں سامنے آئی ہیں ان کے سبب مسلمانوں کی پوری توجہ اس مسئلے کی طرف منعطف ہو گئی ہے۔

اس کنونشن میں جو پالیسی اختیار کی گئی اور جو طرز عمل سامنے آیا وہ مسلمانوں کے لئے انتہائی دل آزار ہے۔ کیونکہ یکساں سول کوڈ کے بعد مسلم پرسنل لاء کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی اور مسلمانوں کے لئے مذہبی اور شرعی ہدایات کے خلاف کسی چیز کا قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس لئے دارالعلوم دیوبند، اس کے فرزند اور منتسبین غیر مبہم الفاظ میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور اس کو مداخلت فی الدین قرار دیتے ہوئے اس کے ہر حال میں ناقابل قبول ہونے کو واضح کر دینا اپنا ملی اور مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس طرح کے تمام شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔ آمین!

آخر میں احقر خدام دارالعلوم دیوبند کی جانب سے مہمانان گرامی قدر کا بصمیم قلب شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کے لئے معذرت خواہ ہے اور امید کرتا ہے کہ حضرات محترمین نے جس طرح زحمت سفر برداشت کر کے کرم بے پایاں کا ثبوت دیا ہے اسی طرح تقصیرات سے صرف نظر فرما کر بھی ممنون فرمائیں گے۔ والسلام!

(حضرت مولانا) مرغوب الرحمٰن (صاحب) مہتمم دارالعلوم دیوبند

ختم نبوت کی حقیقت

اور

حفاظت دین کے لئے سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کا مؤقف

از حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

حضرات کرام! آپ میرا حال دیکھ رہے ہیں، بیماری اور ضعف پیری سے نیم جان جسم آپ کے سامنے ہے۔ اس حال میں اپنی حاضری اور آپ حضرات کے درمیان موجودگی کو اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص کا کرشمہ اور اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں اور اس اجلاس کے موضوع ''ختم نبوت'' کی نسبت کی قوت کشش کا ایک ثمرہ۔

زندگی بھر کتاب وقلم سے واسطہ رہنے کے باوجود نہ علم آیا اور نہ قلم، اور اب تو آئے ہوئے علم کے جانے کا زمانہ ہے۔ رات ہی مجھے معلوم ہوا کہ اسی حال میں اتنے اہل علم حضرات کے سامنے اس اہم اجلاس کی پہلی نشست میں مجھے کچھ عرض کرنا ہے تو کوشش کی کہ چند مختصر اشارات قلمبند کرا دوں۔

محترم حضرات! نبوت ورسالت انسان ہی کی سب سے اہم بنیادی اور فطری ضرورت اور

راہ سعادت کی طرف اس کی راہنمائی کی تکمیل کا خدائی انتظام ہے جو ابتدائے آفرینش سے چھٹی صدی عیسوی تک تو اس طرح جاری رہا کہ قوموں، علاقوں اور مختلف بنیادوں پر قائم ہونے والے انسانی مجموعوں معاشروں کے لئے الگ الگ انبیاء ورسل کی بعثت مختلف فرقوں میں ہوتی رہی۔ پھر چھٹی صدی عیسوی میں جب کہ انسانیت بلوغ کو پہنچ گئی اور حکمت الٰہی کے نظر نہ آنے والے مسلسل عمل کے نتیجہ میں دنیا کے جغرافیائی، تمدنی، مواصلاتی اور ذہنی احوال اس طرح کے ہوگئے کہ پوری دنیا کو ایک رہنمائی کا مخاطب بنانا، اسے ایک ہی مرکز ہدایت سے وابستہ کرنا ممکن ہوگیا اور قیامت تک کے لئے دین اور دین کے سرچشموں کتاب وسنت کی حفاظت کے اسباب پیدا ہوگئے۔ تب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اس مبارک سلسلہ کا خاتم اور عالمین کے لئے مبعوث فرمادیا گیا اور گویا یہ طے کر دیا گیا کہ قیامت تک کے آنے والے زمانہ اور پورے کرۂ ارض میں بسنے والے انسانوں میں سے کسی ایک فرد پر اب ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آئے گا جو نبوت اور اس کے فیضان ہدایت سے خالی ہو۔ اس پہلو پر غور فرمایا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ختم نبوت اس نعمت عظمیٰ کے انقطاع اور اس کے فیض سے محرومی نہیں بلکہ اس کے دوام وتسلسل کا نام ہے۔

ختم نبوت کا ایک اور پہلو اس لائق ہے کہ اسے اچھی طرح سمجھ کر عام کیا جائے۔ وہ یہ ہے کہ گذشتہ امتوں کے لئے نئے نبی کی آمد ایک شدید آزمائش ہوا کرتی تھی۔ آنے والے نبی سے پہلے نبیوں کے ماننے والوں میں سے بہت کم لوگ اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے تھے۔ بڑی تعداد انکار وتکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کر کے لعنتی اور جہنمی ہو جاتی تھی۔ سب سے آخری دو عظیم الشان رسولوں ہی کی مثال سامنے رکھ لیجئے۔ اسرائیلی سلسلہ کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے اور احیاء موتیٰ جیسے معجزے لے کر تشریف لائے تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے اور کتنوں نے ان کو جھوٹا مدعی نبوت قرار دے کر لعنتی اور واجب القتل قرار دیا اور ان کی شرعی عدالت نے ان کو سولی کے ذریعہ سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو نہ مان کر اس وقت کی قریب قریب پوری یہودی امت لعنتی اور جہنمی ہوگئی۔

اسی طرح جب ان کے بعد سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اگرچہ آپ ﷺ کے بارے میں واضح پیشین گوئیاں تورات وانجیل وغیرہ اگلی آسمانی کتابوں میں موجود تھیں۔ اس کے باوجود اگلے پیغمبروں اور ان کی اگلی کتابوں کے ماننے والے یہود

ونصاریٰ میں سے بس چندہی نے آپ ﷺ کو قبول کیا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ باقی سب انکار وتکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں جہنم کے ابدی عذاب کے مستحق ہوئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت محمدیہ پر یہ عظیم رحمت فرمائی کہ اس کو اس سخت ترین امتحان اور آزمائش سے محفوظ فرمادیا۔ اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوتی رہی تھی۔ یعنی حضور ﷺ کی امت کے بہت تھوڑے لوگ آنے والے نبی کو قبول کرتے اور زیادہ تر آپ ﷺ کے امتی اس کا انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہوجاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم فرما کر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرمادیا۔ اس لئے یہ ختم نبوت امت محمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین رحمت ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ذمہ پیغام الٰہی کی تبلیغ اور اس کو قبول کرنے والوں کی تعلیم وتربیت کے کام کے علاوہ ایک کام یہ بھی تھا کہ ایک ایسی امت تیار کردیں جو ان تینوں کاموں کو سنبھال لے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس حقیقت کی تعبیر یہ کہہ کر فرمائی ہے کہ بعثت ”بعثت مزدوجہ“ تھی۔ یعنی آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ آپ ﷺ کی امت کی بھی بعثت ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں اس طرف اشارے بھی آئے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت میں وقتاً فوقتاً ایسے بندے پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت واشاعت اور اس کی صفائی وآبیاری کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ آپ ﷺ کے ایک ارشاد کے الفاظ ہیں۔

”ان اللّٰہ یبعث لهذه الامة علی رأس كل مائة سنة من یجدد لها دینها“ ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ”یحمل هذا العلم عن كل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین“ ایک اور ارشاد کے الفاظ ہیں۔ ”لكل قرن سابق“

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ”بدأ الاسلام غریباً وسیعود غریباً فطوبیٰ للغرباء قیل من الغرباء یا رسول اللّٰہ (ﷺ)؟ قال الذین یصلحون ما افسد الناس من امتی“

رسول اللہ ﷺ کے ان سب ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں آپ ﷺ کی امت میں ایسے افراد پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت واشاعت اور تجدید وصفائی کا کام کرتے رہیں گے۔ گذشتہ چودہ سو سال میں دین کی جو خدمات ہوئی ہیں وہ دراصل انہی ارشادات نبوی ﷺ کی عملی تطبیق ہیں۔

محققین کا خیال ہے کہ ہزارۂ دوم کے آغاز سے اس عظیم کام کا خصوصی مرکز حکمت الٰہی نے سرزمین ہند کو بنادیا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے یہاں اس زریں سلسلہ کا آغاز ہوا۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے جو بڑے بڑے کام لئے ان میں اکبر کے دین الٰہی کا خاتمہ سرفہرست ہے۔ جو ایسا فنا ہوا کہ اب تلاش کرنے سے اس کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ توحید وسنت کی اشاعت، مشرکانہ رسوم وبدعات کے خلاف جہاد تزکیہ واحسان کے صاف ستھرے نظام کی ترویج، بگڑے ہوئے تصوف کی بیخ کنی اور شیعیت کے فتنہ سے اس دور کے مسلمانوں کو بچانے کی جدوجہد ان کے چند اہم تجدیدی کارنامے ہیں۔

ان کے بعد یہ امانت بارھویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے سپرد ہوئی۔ ان کے زمانے میں ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر سخت حالات تھے۔ باہمی تفرقہ وانتشار بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اصرار کی وجہ سے مسلمانوں کے مختلف حلقوں اور مکاتب فکر کی صلاحیتیں باہم ایک دوسرے کی تردید وتضلیل ہی پر صرف ہو رہی تھیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے وہ تمام کام کئے جن سے ملت اسلامیہ ہندیہ کی تعمیر نو ہو سکے اور اس کی صفوں میں اتحاد اور قدموں میں ثبوت پیدا ہو اور ذوق ومزاج عملی اور مثبت ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے وقت کے فتنوں اور اسلام کو درپیش داخلی وخارجی خطروں پر کڑی نظر رکھی۔ یہاں خاص طور پر رد شیعیت کے سلسلہ میں ان کے کام کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود دو کتابیں تصنیف کیں۔ **(۱) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ (۲) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین۔** بلکہ حضرت مجدد الف ثانی کے اس رسالہ کا عربی ترجمہ بھی کیا جو انہوں نے شیعوں کی تکفیر کے سلسلہ میں علماء خراسان کے فتوے کی تائید میں لکھا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے متصلاً بعد ان کے صاحبزادۂ گرامی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا زمانہ آیا۔ اس زمانہ کے حالات کا اندازہ آپ جیسے اہل علم ونظر حضرات صرف اس سے لگا سکتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنے زمانہ میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ لیکن

اپنے تمام دوسرے کاموں کے ساتھ جن میں رجال کار کی تیاری کا کام سب سے زیادہ اہم تھا انہوں نے بھی شیعیت کے فتنہ سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ''تحفہ اثنا عشریہ'' جیسی کتاب تصنیف فرمائی جو انشاء اللہ! اس راہ میں قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔

پھر حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنے تمام کاموں کے ساتھ جن میں اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے میدان کارزار کا سجانا سرفہرست ہے۔ شرک و بدعات کی بیخ کنی کا کام پورے اہتمام کے ساتھ جاری رکھا۔

پھر وہ وقت آیا کہ مغلیہ حکومت کا اگرچہ کچھ نام باقی تھا۔ لیکن فی الحقیقت وہ ختم ہو چکی تھی۔ اس کی جگہ سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی کا اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی سیاسی مغلوبیت اور کمزوری کے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر عیسائی مبلغین کی ایک فوج میدان میں آ گئی۔ انہوں نے سمجھا تھا کہ اس وقت مسلمانوں کو عیسائی بنا لینا آسان ہوگا۔ انہوں نے تحریر و تقریر سے تبلیغی مہم وسیع پیمانے پر شروع کر دی تو ہمارے سلسلہ کے اکابر میں سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، و دیگر علمائے کرام نے ایسا مقابلہ کیا جس نے عیسائی مبلغین کو ہمیشہ کے لئے پسپا اور خاص کر مسلمانوں کی طرف سے مایوس کر دیا۔ اس کے کچھ ہی بعد سوامی دیانند کی آریہ سماجی تحریک وجود میں آئی۔ انہوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو اپنا نشانہ بنایا۔ حضرت نانوتویؒ نے تحریر و تقریر سے اس کا بھی مقابلہ کیا۔ اسی دور میں یورپ کے سیاسی غلبہ اور اقتدار کے نتیجہ میں عقلیت اور روشن خیالی کے خوبصورت ناموں سے دہریت اور نیچریت کا فتنہ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے حضرت نانوتویؒ نے اس طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور اپنی تصانیف اور تقریروں سے ثابت کیا کہ اسلام کے تمام بنیادی عقائد و مسائل عقل و فطرت کے عین مطابق ہیں اور جو اس کے خلاف ہے وہی خلاف عقل و فطرت ہے۔

پھر ان خارجی حملوں اور فتنوں کے دفاع اور مقابلہ کے ساتھ شیعیت کی ضلالت کے خلاف بھی آپ نے لسانی اور قلمی جہاد کیا۔ اس سلسلہ میں آپ کی مستقل تصنیف ''ہدایۃ الشیعہ'' اور اس موضوع سے متعلق آپ کے مکتوبات حضرات اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیمات نبوی اور دین کی حفاظت و اشاعت کا سلسلہ جاری رہنے کے لئے دینی مدارس کے قیام کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی۔ علیٰ ھذا!!

آپ کے رفیق خاص حضرت گنگوہیؒ نے بھی عمر بھر شیعیت اور دوسرے داخلی فتنوں اور

گمراہیوں مشرکانہ رسوم و بدعات سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جدوجہد فرمائی اور اس کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا۔ انہی کے زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ شروع ہوا۔ ابتداء میں جب تک حضرت کے علم میں اس کی وہ باتیں اور دعوے نہیں آئے جن کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا فرض و واجب ہو گیا۔ آپ نے احتیاط فرمائی۔ لیکن جب اس کے ایسے دعوے سامنے آ گئے جن کے بعد کف لسان کی بھی گنجائش نہ رہی تو حضرت نے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے بعد ان کے تلامذہ ومسترشدین، حضرت شیخ الہند، حضرت سہارنپوریؒ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ، پھر ان کے تلامذہ ومسترشدین، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ یہ سب حضرات بھی اپنے اکابر واسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، خارجی حملوں اور داخلی فتنوں سے دین کی حفاظت علوم نبوی کی اشاعت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور امت کی اصلاح وارشاد کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس وقت بھی ہم میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ان اکابر کی دینی غیرت وحمیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی مصلحت ان حضرات کو کسی فتنے سے سمجھوتہ اور کسی زیغ وضلال کو نظر انداز کرنے اور اس سے چشم پوشی پر آمادہ نہیں کر سکتی تھی۔ بارہا ہم نے دیکھا اور تجربہ کیا کہ ہمارے یہ اکابر کسی مسئلہ کی طرف بڑی شدت سے متوجہ ہوئے جو ہم جیسے کوتاہ نظروں کی نگاہ میں اس شدت کا مستحق نہیں تھا۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد سامنے آ گیا کہ ہم جس فتنہ کو بہت معمولی سمجھ رہے تھے یا اس کو دین میں رخنہ اور فتنہ ہی نہیں سمجھ رہے تھے وہ دین کے لئے ایسے زہریلے برگ وبار لایا کہ الامان الحفیظ!

یہ اجلاس تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے بلایا گیا ہے اور یہی اس کا اصل موضوع اور مقصد ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے استاذ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہؒ سے (خاص طور سے اس دار العلوم کی صدارت تدریس کے دوران میں) اللہ تعالیٰ نے جو کام لیا اور اس کے بارے میں ان کا جو حال تھا (جس کی طرف کچھ اشارہ اجلاس کے دعوت نامہ میں بھی کیا گیا ہے) میں مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر آپ حضرات کے سامنے اس کا کچھ ذکر کردوں۔ میں اس کا عینی شاہد ہوں۔

اس وقت میں اس سلسلہ کی حضرت کی تصانیف اور ان کی علمی عظمت واہمیت کا ذکر نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت کی توجہ اور فکر مندی سے آپ کے تلامذہ کی جو ایک بڑی تعداد قادیانی فتنہ کے خلاف تحریر وتقریر کے ذریعہ علمی جہاد کے لئے تیار ہو کر میدان میں آ گئی تھی، اس کا بھی ذکر نہیں کروں گا۔ پس چند واقعات ذکر کروں گا۔ جن سے اس فتنہ کے بارے میں حضرت کی شدت احساس اور قلبی اضطراب کا کچھ اندازہ لگایا جا سکے گا۔

میں ۱۳۴۵ھ میں یہاں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا، یہ دارالعلوم دیو بند میں حضرتؒ کی صدارت تدریس اور درس حدیث کا آخری سال تھا جس دن دورۂ حدیث کے طلبہ کا سالانہ امتحان ختم ہوا اس دن حضرت نے بعد نماز عصر مسجد میں دورہ سے فارغ ہونے والے ہم طلبہ کو خصوصی خطاب فرمایا۔ وہ گویا ہم لوگوں کو حضرت کی آخری وصیت تھی۔ اس میں دوسری اہم باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اپنی عمر کے پورے تیس سال اس میں صرف کئے کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ الحمد للہ! فیما بیننا وبین اللہ! اس پر پورا اطمینان ہو گیا کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ اگر اس مسئلہ کے خلاف کوئی حدیث ہے تو کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس کی تائید اور موافقت میں موجود ہے۔

لیکن اب ہمارا احساس ہے کہ ہم نے اپنا یہ وقت ایسے کام پر صرف کیا جو زیادہ ضروری نہیں تھا۔ جو کام زیادہ ضروری تھے ہم ان کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔ اس وقت سب سے زیادہ ضروری کام دین کی اور امت کی فتنوں سے حفاظت ہے جو بلاشبہ فتنہ ارتداد ہے۔ میں آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ ان فتنوں سے امت کی اور دین کی حفاظت کے لئے اپنے کو تیار کریں۔ یہ وقت کا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آپ اس کے لئے اردو تحریر وتقریر میں مہارت پیدا کریں اور جن کے لئے انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کا امکان ہو وہ انگریزی میں مہارت پیدا کریں۔ ملک کے اندر ان فتنوں کا مقابلہ اردو میں کیا جا سکتا ہے اور ملک کے باہر انگریزی کے ذریعہ۔ حضرت الاستاذ قدس سرہ سے یہ ارشاد سنے ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ الفاظ میں تو یقیناً فرق ہو گا۔ لیکن اطمینان ہے کہ حضرت کا پیغام اور ہم لوگوں کو وصیت یہی تھی۔

حضرت اپنے خطابات اور تقریروں میں قادیانی فتنہ پر گفتگو فرماتے ہوئے اکثر صدیق اکبرؓ کے اس غیر معمولی حال اور اضطراب کا ذکر فرماتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کے فتنوں خاص کر نبوت کے مدعی مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے سلسلے میں آپ پر طاری تھا۔ ہم

لوگ محسوس کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قادیانی فتنہ کے بارے میں کچھ اس طرح کا حال ہمارے حضرت الاستاذ پر طاری فرمادیا ہے۔

یہاں میں فتنہ قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب سے متعلق ریاست بہاولپور کے تاریخی مقدمہ کا واقعہ بھی ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ مقدمہ بہاولپور کی عدالت میں تھا ایک مسلمان خاتون نے دعویٰ کیا تھا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا۔ اس نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے اس لئے وہ کافر ہے۔ عدالت میرے اس نکاح کو فسخ اور کالعدم قرار دے بہاولپور کے علماء کرام نے اس مقدمہ کی پیروی کا فیصلہ کیا، اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کو بھی دعوت دی گئی کہ وہ تشریف لائیں اور عدالت میں بیان دیں۔ اس وقت حضرتؒ مریض اور مرض کی وجہ سے بہت ضعیف ونحیف تھے۔ بالکل اس لائق نہ تھے کہ بہاولپور تک کا طویل سفر فرمائیں۔ لیکن آپ نے اسی حال میں تشریف لے جانے کا فیصلہ فرمایا (میں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے جس سے نجات کی امید ہو، شاید اس حال میں یہ سفر ہی میری نجات ومغفرت کا وسیلہ بن جائے) بہرحال تشریف لے گئے اور جا کر عدالت میں بڑا معرکۃ الاراء بیان دیا، دوسرے چند حضرات علمائے کرام کے بھی بیانات ہوئے۔ خاص کر حضرت شاہ صاحبؒ کے بیان نے فاضل جج کو مطمئن کر دیا کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد کو نبی ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج کافر ومرتد ہیں۔ انہوں نے بہت مفصل فیصلہ لکھا۔ دعویٰ کرنے والی مسلم خاتون کے حق میں ڈگری دی اور نکاح فسخ اور کالعدم قرار دیا۔ فاضل جج کا یہ فیصلہ قریباً ڈیڑھ سو صفحات کی کتاب کی شکل میں اسی زمانہ میں فیصلہ مقدلہ بہاولپور کے نام سے شائع ہو گیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بڑی بنیاد حضرت شاہ صاحب کا بیان تھا۔ برطانوی حکومت کے دور میں یہ پہلا عدالتی فیصلہ تھا جس میں قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

فتنۂ قادیانیت کے ہی سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت شاہ صاحب کے جلال کا بھی سن لیجئے۔ دورۂ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ میں ضلع اعظم گڈھ کے بھی چند حضرات تھے۔ اسی زمانے میں ضلع اعظم گڈھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے۔ سہارنپور میں حکومت کے کسی بڑے عہدہ پر آ گئے وہ ایک دن اپنے ہم ضلع اعظم گڑھی طلبہ سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لئے) دارالعلوم آئے۔ ان طلبہ نے ان کی اچھی خاطر مدارات کی وہ شکار

کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے جو رات کو دارالعلوم واپس آئے۔ حضرت شاہ صاحب کو کسی طرح اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی۔ حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے حمیتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی۔ ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالبًا معافی مانگنے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔ قریب میں چھڑی رکھی تھی اس سے ان کی خوب پٹائی کی۔ (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا) ہمارے وہ ہم سبق طالب علم بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی جو حضرت کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالبًا کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ حضرت فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے۔ ہم نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔

آخر میں اپنا ایک ذاتی واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ میرے اصل آبائی وطن سنبھل سے قریبًا پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے۔ اس موضع میں چند دولت مند گھرانے تھے۔ والد ماجدؒ سے ان لوگوں کے تجارتی اور کاروباری تعلقات تھے جس کی وجہ سے ان کی آمدورفت رہتی تھی۔ میں جب شعبان ۱۳۴۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم کی تعلیم سے فارغ ہوکر مکان پہنچا تو میرے بڑے بھائی صاحب نے بتلایا کہ اس موضع والوں کے کوئی رشتہ دار امروہہ میں ہیں جو قادیانی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ برابر وہاں آتے ہیں اور قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں اور لوگ متاثر ہو رہے ہیں اور سنا ہے کہ اس کا خطرہ ہے کہ بعض لوگ قادیانی ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہاں چلنا چاہئے۔ آپ پروگرام بنائیے! (میرے یہ بھائی صاحب مرحوم عالم تو نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی فکر عطاء فرمائی تھی) چند روز کے بعد انہوں نے بتلایا کہ معلوم ہوا ہے کہ امروہہ کا وہ قادیانی (جس کا نام عبدالسمیع تھا) فلاں دن وہاں آنے والا ہے۔ بھائی صاحب نے اس سے ایک دن پہلے پہنچنے کا پروگرام بنایا۔ رمضان مبارک کا مہینہ تھا۔ ہم اپنے پروگرام کے مطابق پہنچ گئے۔ لوگوں سے ہم نے باتیں کیں تو اندازہ ہوا کہ بعض لوگ بہت متاثر ہو چکے ہیں۔ بس اتنی ہی کسر ہے کہ ابھی باقاعدہ قادیانی نہیں ہوئے ہیں۔ جب ہم نے قادیانیت کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو کی تو انہوں نے بتلایا کہ امروہہ سے عبدالسمیع صاحب آنے والے ہیں۔ آپ ان کے سامنے یہ باتیں کریں۔ ہم نے کہا یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔ ہم ان سے بھی بات کریں گے اور ان کو بھی بتلائیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیسا آدمی تھا اور

اس کو نبی ماننا گمراہی کے علاوہ کتنی بڑی حماقت ہے۔ اس گفتگو ہی کے درمیان وہاں کے ایک صاحب نے (جو کچھ پڑھے لکھے) اور عبدالسمیع کی باتوں سے زیادہ متاثر تھے۔ بتلایا کہ وہ تو مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ سے مناظرہ کر چکا ہے اور امروہہ کے سب بڑے بڑے عالموں سے بحث کر چکا ہے اور سب کو لاجواب کر چکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات سن کر میں بڑی فکر میں پڑ گیا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی تجربہ کاری اور چرب زبانی سے لوگوں کو متاثر کر لے۔ میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد اور انجام بخیر فرمائے۔ میں اس حال میں سو گیا۔ خواب میں حضرت استاذ قدس سرہ کو دیکھا۔ آپ نے کچھ فرمایا جس سے دل میں اعتماد اور یقین پیدا ہو گیا کہ بڑے سے بڑا کوئی قادیانی مناظر آ جائے۔ تب بھی میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور اس کو مغلوب فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو الحمدللہ! میرے دل میں وہی یقین واعتماد تھا۔ لیکن امروہہ سے وہ قادیانی عبدالسمیع نہیں آیا۔ ہم نے کہا کہ اب جب بھی وہ آئے تو ہم کو اطلاع دیجو۔ ہم انشاء اللہ! آئیں گے۔ اس کے بعد ہم نے لوگوں کو بتلایا اور سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا یا کسی دعویٰ کرنے والے کو نبی ماننا صریح کفر وارتداد ہے اور مرزا قادیانی کے بارے میں بتلایا کہ وہ کیسا آدمی تھا۔ ہم بفضلہ تعالیٰ وہاں سے اس اطمینان کے ساتھ واپس ہوئے کہ انشاء اللہ! اب یہاں کے لوگ اس قادیانی کے جال میں نہیں آئیں گے۔ خواب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دکھایا اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور حضرت شاہ صاحبؒ کی کرامت سمجھا۔

محترم حضرات! حضرت شاہ صاحب کے یہ چند واقعات تو میں نے صرف اس لئے بیان کئے کہ اس دارالعلوم کے اکابر میں اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے تحفظ کا اور قادیانی فتنہ کے خلاف جہاد کا (جو اس اجلاس کا خاص موضوع ہے) سب سے زیادہ کام انہی سے لیا...... ورنہ میں تاریخی تسلسل کی روشنی میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے اس سلسلہ مجددی وولی اللہی اور سلسلۂ قاسمی وگنگوہی کی ایک خصوصیت بتوفیق خداوندی ہر قسم کے فتنوں اور ہر قسم کی تحریف سے دین اور امت کی حفاظت اور اس سلسلہ میں پوری بیداری، ہوشیاری اور صلابت وصراحت رہی ہے۔ ہمیں یہ فکر ہونی چاہئے کہ یہ مزاج اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ زندہ اور قائم رہے اور ہماری ان نسلوں کو منتقل ہو جو ہمارے مدارس میں تیار ہو رہی ہیں۔

میں اس موقع پر آپ حضرات سے اپنا یہ احساس عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ

وقت کا بہت اہم مسئلہ یہ ہے کہ امت کے عوام ہی میں نہیں بلکہ ان میں جن کو خواص سمجھا جاتا ہے ایک بڑی تعداد ہے جو دین کے بنیادی عقائد و حقائق کے بارے میں بھی، تسامح، تساہل اور چشم پوشی کے رویہ کو اچھے اچھے نام دے کر اختیار کرتی جارہی ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ وہ ایمانی غیرت وحمیت اور وہ دینی حس جو اکثر بڑے بڑے فتنوں کے مقابلہ میں محافظین دین کی مددگار رہی ہے کہیں وہ اتنی مضمحل نہ ہو جائے کہ پھر اس کے بعد آپ کو دوطرفہ کام کرنے پڑے۔ ایک تو آپ کو ان فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑے اور دوسری طرف امت کو بلکہ ان کے خواص کو اس بات پر مطمئن کرنے پر اپنی توانائی صرف کرنی پڑے کہ عقیدہ اور دین پر کسی اور شے کو مقدم کرنا ہمارے دین کے خلاف ہے۔

اگر یہ اجلاس ختم نبوت کے خلاف ہونے والی صریح اور پوشیدہ بغاوتوں اور اسی طرح دوسرے فتنوں کے مقابلہ کے لئے اپنے اکابر واسلاف کی روایات کو زندہ کرنے کی کوشش کا نقطۂ آغاز بن جائے اور مدارس کے فضلاء کی ایسی جامع تربیت کا ایسا پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کر دے جس کے ذریعہ انہیں دین کی حفاظت اور فتنوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جائے تو میرے خیال میں یہ اجلاس کی افادیت کا ایک عملی ثبوت ہوگا۔

آخری کلمہ، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر درود وسلام ہے۔

"اللهم انصر من نصر دين محمد ﷺ واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد ﷺ ولا تجعلنا منهم"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

قادیانیت اسلام کے متوازی ایک جدید مذہب

"الحمدللہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ"

از مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی

۱۸۵۷ء کے بعد اگرچہ ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط مکمل طور پر قائم ہو گیا تھا اور ان کا پنجۂ استبداد ملک کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ پھر بھی حکومت برطانیہ اس خطرے سے بے نیاز نہیں تھی کہ ہندوستانی قوم بالخصوص مسلمان جن سے انگریزوں نے ملک کی زمام اقتدار چھینی تھی اگر متحد ومتفق ہو گئے تو اپنے اس غاصبانہ تسلط کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے آئین

جہانداری کی رو سے ضروری سمجھا گیا کہ ان کے ذہنی مشغلہ اور روحانی توجہ کے لئے نہ صرف مذاہب عالم کو آپس میں ٹکرادیا جائے۔ بلکہ ہر مذہب میں نئے نئے فرقے پیدا کئے جائیں اور پھر ہر فرقے میں نئی نئی قلمیں لگا کر ہندوستان کو مذاہب وافکار کی آویزش کی ایک آماجگاہ بنادیا جائے تاکہ آوازۂ حریت بلند کرنے کی کسی کو فرصت ہی نہ ملے اور اگر کسی گوشے سے یہ آواز اٹھے بھی تو اس افتراقی غلغلہ کے شور میں دب کررہ جائے۔

چنانچہ انگریزوں کی نگاہ دوربین نے مسلمانوں کے اندر مذہبی رنگ میں افتراق وانتشار پیدا کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا جس کے بعد آسمان مغرب سے مرزا پر وحی خفی وجلی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس کے ذریعہ نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے مقابل ومتوازی ایک جدید شریعت امت کے سامنے پیش کی گئی۔ اس طرح مسلمانوں کے اندر ایک نئے فرقہ کا اضافہ ہوگیا اور یہی شاطران فرنگ کا عین مطلوب ومقصود تھا۔

یہ فتنہ انگریزوں کی درپردہ سازش سے اس قوت کے ساتھ اٹھایا گیا تھا کہ اگر علمائے اسلام اس کے مدمقابل ڈٹ نہ جاتے تو جس طرح سینٹ پال نے دین مسیحیت کو ایک تین اور تین ایک کے غیر معقول فلسفہ میں الجھا کر وحدانیت سے شرک کی راہ پر ڈال دیا۔ ٹھیک اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی وحی والہام کے پرفریب دعوؤں کے ذریعہ دین اسلام کو مسخ کر کے الحاد ودہریت کا ترجمان بنادیتے۔

اس مختصر مقالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی اسی ناپاک کوشش کے دس نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ پورے مقالہ میں اس بات کا بطور خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے قرآن وسنت سے ماخوذ اسلامی عقائد واحکام اور اس کے بالمقابل ومتوازی مذہب مرزائی کے مزعومات خود بانی مذہب مرزا قادیانی کی زبان سے پیش کردیئے جائیں۔

اسلامی شریعت کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ رسالت مآب محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات والاصفات پر مراتب نبوت ختم ہوگئے۔ اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے۔

دلائل عقیدہ نمبر:۱

”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین (احزاب:۴۰)“ ﴿محمد رسول اللہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن انبیاء کے خاتم اور آخری نبی ہیں۔﴾

قدیم ترین مفسر امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
”ولكنه رسول الله وخاتم النّبيين الذى ختم النبوة فطبع عليها فلا تفتح لاحد بعده الى قيام الساعة (جامع البيان فى تفسير القرآن ج٢٢ ص١١)“
آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔ یعنی ایسے شخص ہیں جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی۔ آپ ﷺ کے بعد اب قیامت تک کسی کے لئے یہ نہیں کھولا جائے گا۔

محقق حافظ عماد الدین ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ تحریر کرتے ہیں: ”فهذه الآية نص فى انه لا نبى بعده واذا كان لا نبى بعده فلا رسول بالطريق الاولىٰ والاخرىٰ لان مقام الرسالة اخص من مقام النبوة فان كل رسول نبى ولا ينعكس ۰ وبذالك وردت الاحاديث المتواترة عن رسول الله ﷺ من حديث جماعة من الصحابةؓ (تفسير ابن كثير ج٦ ص٣٨١)“ یہ آیت اس بارے میں نص صریح ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور جب کوئی نبی نہیں ہو گا تو رسول بدرجہ اولیٰ نہ ہو گا۔ کیونکہ رسالت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے خاص ہے۔ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ اس مسئلہ میں آنحضرت ﷺ کی احادیث متواترہ بھی حضرات صحابہ سے منقول ہیں۔

امام زمخشری، قاضی ابوسعود، امام نسفی، علامہ سید آلوسی وغیرہ مشاہیر علمائے تفسیر نے بھی اپنی اپنی تفسیروں میں باختلاف الفاظ یہی بات لکھی ہے۔ البتہ جار اللہ زمخشری اور قاضی ابوسعود نے اس موقع پر ایک شبہ کا جواب بھی دیا ہے۔ شبہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں نزول اجلال فرمائیں گے تو پھر آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء اور آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔ امام زمخشری اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: ”معنى كونه أخر الانبياء انه لا ينباء احد بعده وعيسىٰ (عليه السلام) ممن نبى قبله“ آخر الانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان حضرات انبیاء میں ہیں جنہیں رسالت مآب ﷺ سے پہلے منصب نبوت سے سرفراز کر دیا گیا ہے۔

صحابی رسول حضرت ثوبانؓ آنحضرت ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سيكون فى امتى كذبون ثلاثون كلهم يزعم انه نبى وانا خاتم النّبيين

لا نبی بعدی (ابوداؤد ج۲ ص۲۳٤، ترمذی ج۲ ص٤٥)" ﴿میری امت میں تیس ایسے جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔﴾

مشہور شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: "لیس المراد بالحدیث من ادعی النبوة مطلقاً فانهم لا یحصرن کثرة لکون غالبهم ینشألهم ذالك من جنون وسوداء وانما المراد من قامت له الشرکة (فتح الباری ج١٤ ص٣٤٣)" اس حدیث پاک میں مطلقاً مدعی نبوت مراد نہیں۔ کیونکہ ایسے (عقل باختہ) بے شمار ہیں۔ کیونکہ یہ بے بنیاد دعویٰ بالعموم پاگل پن اور سوداویت کے غلبہ سے وجود میں آتا رہتا ہے بلکہ اس حدیث میں جن تیس (دجال) وکذاب کا ذکر ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں پیروکاروں کی کثرت اور شوکت حاصل ہو جائے۔

اسی مفہوم کی حدیث، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، ابویعلیٰ اور مستدرک حاکم میں علی الترتیب ابوہریرہ (متعدد طرق، سعد بن ابی وقاص، عقبہ بن عامر، جبیر بن مطعم، ابوامامہ باہلی، ابوذر غفاری، انس بن مالک، تمیم داری اور زید بن حارثہؓ) کی روایت سے منقول ہے۔ اس لئے معنوی طور پر یہ حدیث متواتر ہے۔ کیونکہ ائمہ اصول حدیث کی تصریح کے مطابق جو حدیث دس حضرات صحابہ سے مروی ہو وہ حد تواتر کو پہنچ جاتی ہے۔

کتاب وسنت کے ان نصوص کی بناء پر محقق ابن نجیم لکھتے ہیں: "اذا لم یعرف ان محمد آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانه من ضروریات الدین (الاشباه والنظائر ص١٣٨)" جب کوئی اس کا معترف نہ ہو کہ آنحضرتﷺ آخر الانبیاء ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے (جس کا عدم اعتراف مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے) ملا علی قاری آنحضرتﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کے کفر پر اجماع نقل کرتے ہیں۔ (شرح فقہ اکبر ص۲۰۲)

ان تفصیلات سے معلوم ہو گیا کہ بنص کتاب وسنت اور باجماع علماء امت ہمارے نبی محمد رسول اللہﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔ آپﷺ کے بعد دعوائے نبوت کرنے والا بالفاظ حدیث دجال، کذاب ہے اور باتفاق علماء دین مرتد وکافر ہے۔ یہ بات بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے اسی مسئلہ پر اجماع ہوا ہے۔

اس بنیادی واجماعی عقیدہ کے برخلاف مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم نہیں ہوتی ہے آپ ﷺ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور خود مرزا غلام احمد اس وقت منصب نبوت پر فائز ہیں۔ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔ لکھتے ہیں:

۱…… ’’خدا وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے رسول کریم یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔‘‘ (اربعین نمبر۳ص۳۶، خزائن ج۱۷ص۴۲۶)

۲…… ’’میں (مرزا غلام احمد) جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کروں۔‘‘ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۳، خزائن ج۱۸ص۲۱۰)

۳…… ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ص۲۳۱)

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر:۲

اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد وحی کا دروازہ بند ہوگیا۔ اب کسی پر منجانب اللہ وحی نازل نہیں ہوگی۔ چنانچہ ایک طویل حدیث میں حضرت فاروق اعظمؓ خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: ’’انه انقطع الوحی وتم الدین (مشکوٰة ص۵۵۶، بحواله رزین)‘‘ ﴿وحی منقطع ہوگئی اور دین تمام ہوگیا۔﴾

امام بخاری نے ’’ان الوحی قد انقطع‘‘ کے الفاظ سے اس اثر کی تخریج کی ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں: ’’**فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوة الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالٰهیة والنواهی فمن ادّعی ها بعد محمد ﷺ فهو مدع شریعة اوحی بها الیه سواء وافق شرعنا اوخالف فان کان مکلفا ضربنا عنقه والاضربنا عنه صفحاً** (ج۲ ص۳۸)‘‘ ﴿آج سلسلہ نبوت کے منقطع ہو جانے کے بعد اولیاء کے لئے معرفتوں کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا اور اوامر ونواہی الٰہیہ کے دروازے بند ہوگئے ہیں۔ لہٰذا جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نزول وحی ربانی کا دعویٰ کرے تو وہ (جدید) شریعت کا مدعی ہے جو اس کی طرف وحی کی گئی ہے۔ خواہ ہماری

شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔ پھر اگر وہ مدعی مکلف (عاقل بالغ) ہے تو اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر غیر مکلف (مجنون وطفل غیر عاقل) ہے تو اس سے اعراض کریں گے۔﴾

قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں: ”وکذالك من ادعی منهم انه یوحیٰ الیه وان لم یدع النبوة فهؤ لاء کلهم کفار مکذبون للنبی ﷺ (شفاء ج۲ ص۲۷۱)“ ﴿ایسے ہی وہ شخص (بھی کافر ہے) جس نے دعویٰ کیا کہ میرے پاس وحی ربانی آتی ہے۔ اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو۔ یہ سب کے سب کافر اور نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے والے ہیں۔﴾

ان تصریحات کے بعد مرزا غلام احمد کی ہفوات سنئے اور دیکھئے اسلامی عقائد کے مدمقابل یہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں:

۱…… ”مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم رہنے نہ دیا۔“ (حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۳)

۲…… ”اور بعد میں جس طرح قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان رکھتا ہوں جو مجھے ہوئی۔“

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۳، خزائن ج۱۸ ص۲۱۰)

۳…… ”یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر ونہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعۃ ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔“

(اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

مرزا قادیانی نے اپنی اس تحریر میں صاحب وحی ہونے کے ساتھ صاحب الشریعۃ ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر:۳۰

اسلامی شریعت میں نجات صرف آنحضرت ﷺ کی اتباع اور پیروی میں ممکن ہے جیسا کہ باری تعالیٰ عزاسمہ کا ارشاد ہے: ”قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم والله غفور رحیم ۰ قل اطیعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا یحب الکفرین (آل عمران:۳۱،۳۲)“ ﴿آپ (اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے! اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ

بخشنے والا مہربان ہے۔ آپ (اے محمد ﷺ) کہہ دیں اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے۔ ﴾

ان دونوں آیتوں میں رسول پاک ﷺ کی پیروی کو مغفرت اور نجات کا ذریعہ بتایا گیا ہے اور آپ ﷺ کی اتباع سے اعراض کو کفر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ مدار نجات آپ ﷺ ہی کی پیروی ہے۔ اس کے برخلاف مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اب مدار نجات میری وحی میں ہے جو اس کی اتباع نہیں کرے گا وہ جہنمی ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی عبارت بلفظہ:

۱...... ''چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور میری وحی کو فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم کو میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی نہ آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔''

(حاشیہ اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

۲...... ''بہرحال جب کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔''

(نہج المصلی مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ص۲۷۱)

۳...... مرزا محمود بن مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب حقیقت النبوۃ میں لکھتے ہیں: ''آپ (مرزا غلام احمد) کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے اور اسے مدار نجات ٹھہرایا ہے۔''

(حقیقت النبوۃ ص۱۵۶)

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر:۴

اسلامی شریعت کا عقیدہ ہے کہ معجزہ نبی کے علاوہ کسی سے ظاہر نہیں ہوسکتا اور چونکہ آنحضرت ﷺ پر سلسلۂ نبوت ختم ہوگیا۔ اس لئے اب کسی سے معجزہ صادر نہیں ہوسکتا۔ امام شعرانی تحریر فرماتے ہیں: ''وقد حد جمهور الاصوليين المعجزة بانها امر خارق للعادة مقرون بالتحدى مع عدم المعارضة'' ﴿جمہور اصولیوں نے معجزہ کی یہ تعریف کی ہے کہ تحدی یعنی دعویٰ رسالت کے ساتھ رسول سے امر خارق ظاہر ہو اور کوئی اس کا معارضہ نہ کر سکے۔ ﴾

اس دعویٰ کے مقابلہ میں آنجہانی مرزا کی لن ترانی ملاحظہ ہو:

۱...... ''ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب دوں گا

کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ خدا کے فضل وکرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطع اور یقینی طور پر محال ہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۶، خزائن ج۲۲ ص۵۷۴)

ایک موقع پر لکھتے ہیں:

۲...... ''اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔'' (چشمہ معرفت ص۳۱۷، خزائن ج۲۳ ص۳۳۲)

براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھا ہے:

۳...... ''در حقیقت یہ خرق عادت نشان ہیں اور اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲)

(تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ ص۱۵۳) پر مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتائی ہے اور اپنے معجزات کی تعداد دس لاکھ سے بھی زائد بتاتے ہیں۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۶، خزائن ج۲۲ ص۵۷۴) اس لئے آنحضرت ﷺ کے معجزات کا استثناء محض ایک فریب ہے۔

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر:۵

اسلامی شریعت میں رسالت مآب ﷺ افضل کائنات ہیں۔ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے مقام مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ افضل البریہ علیہ السلام والتحیہ کا ارشاد ہے: ''عن جابر ان النبی ﷺ قال انا قائد المرسلین ولا فخر (مشکوٰۃ ص٥١٤، بحوالہ دارمی)'' ﴿حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمام مرسلین کا قائد اور پیشرو ہوں اور کوئی فخر نہیں۔﴾

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''انا اکرم الاولین والآخرین ولا فخر (مشکوٰۃ ص٥١٤، بحوالہ ترمذی)'' ﴿میں تمام اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہوں بلا فخر کے۔﴾

اور مرزا قادیانی اپنی تعریف میں یوں گویا ہیں۔

۱......

انبیاء گرچه بوده اند بسے　　　من بعرفان نه کمترم زکسے
آنچه داداست هر نبی راجام　　　دادآں جام رامرا بـه تمام
کم نیم زاں همه بروئے یقیں　　　هر که گوید دروغ هست لعین

(نزول المسیح ص۹۹، ۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷، ۴۷۸)

ترجمہ: اگرچہ انبیاء بہت گذرے ہیں۔ میں معرفت میں ان میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ خدا نے جو پیالہ ہر نبی کو دیا ہے وہ پیالہ مجھ کو بتمامہ دیا ہے۔ (پیالہ سے مراد ساغر نبوت ہے) یقیناً میں ان تمام نبیوں سے کم نہیں ہوں۔ جو جھوٹ کہتا ہو وہ ملعون ومردود ہے۔ ''زاں ہمہ'' کے عموم میں خاتمی نبوت رسالت مآب سرور کائنات محمد رسول اللہ بھی شامل ہیں۔

۲...... درج ذیل شعر میں تو بالتخصیص آنحضرت ﷺ پر اپنی بالاتری کا دعویٰ کیا ہے۔

لـه خسف القمر المنير وان لی　　　خسا القمران المشرقان اتنکر

(اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

مرزا قادیانی ہی کے الفاظ میں ترجمہ ملاحظہ کیجئے: ''اس (یعنی نبی کریم) کے لئے (صرف) چاند کا خسوف ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں (کے گرہن) کا کیا تو انکار کرے گا۔'' ترجمہ میں ''اس کے'' الفاظ کس ذات گرامی کے لئے استعمال کئے ہیں۔ بطور خاص قابل توجہ ہیں۔

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر:۶

اسلامی شریعت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر فرض ہے اور ان کی توہین وتنقیص مستلزم کفر۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ (الفتح:۹)'' ﴿تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ۔﴾

مشہور تابعی حضرت مجاہد راوی ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کے کلمات کہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسے قتل کی سزا دی اور فرمایا کہ ''من سب اللہ تعالیٰ اوسب احدا من الانبیاء فاقتلوہ (الصارم المسلول ص۱۹۵)''

علامہ ابن تیمیہ نے یہی فتویٰ حبر الامہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا ہے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''مَن کذب باحد من الانبیاء او تنقص احدا منهم او بری منهم فهو مرتد (شفا ج٢ ص٢٨٦)'' ﴿جس نے کسی نبی کی تکذیب، تنقیص یا برأت کا اظہار کیا وہ مرتد ہے۔﴾

لیکن قادیانیوں کے مذہب میں کسی نبی کی توہین و تنقیص اور ان کی مقدس شان میں گستاخی سب روا ہے۔ چنانچہ بانی مذہب قادیانی مرزا آنجہانی نے برگزیدہ پیغمبر حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی شان اقدس میں ایسے گستاخانہ کلمات استعمال کئے ہیں کہ انہیں نقل کرتے ہوئے دل دہل رہا ہے۔ ہاتھ کانپ رہا ہے اور قلم لرزش میں ہے۔ مگر نقل کفر، کفر نہ باشد سے دل کو تسلی دے کر چند حوالے سپرد قلم ہیں۔ ملاحظہ کیجئے اور اس گستاخ رسول پر اللہ کی لعنت بھیجئے۔

۱...... ''پس اس نادان اسرائیلی نے (مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں) ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۴، خزائن ج۱۱ ص۲۸۸)

۲...... ''ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

۳...... ''نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہیں یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا میری تعلیم ہے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰)

۴...... ''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری (کسبی) کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر ناپاک ہاتھ لگادے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

ظاہر ہے کہ ان بے بنیاد الزامات اور بازاری گالیوں سے اس پاکیزہ اور محترم ہستی کے تقدس پر کیا اثر پڑے گا جسے رب العزت نے کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے خطاب سے عزت بخشی ہو۔

البتہ ان گالیوں نے خود مرزا کی شرافت ونجابت کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر: ۷

اسلامی شریعت کا یہ عقیدہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے باعزت اور فرمانبردار بندے ہیں جو لطیف نورانی جسم رکھتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ ان میں بعض بحکم خدا اپنے مستقر سے زمین پر بھی اترتے ہیں اور حضرت جبرائیل وحی ربانی لے کر حضرات انبیاء کے پاس آتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”بل هم عباد مكرمون لا يسبقونه بالقول وهم بامره يعملون (الانبياء:٢٨)“ ﴿بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے باعزت بندے ہیں بات میں اللہ تعالیٰ سے پیش کلامی نہیں کرتے اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔﴾

ایک دوسری آیت میں فرشتوں کی شان یہ بتائی گئی ہے: ”لا يعصون الله ما امرهم ويفعلون ما يؤمرون (التحريم:٦٦)“ ﴿وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی عمل کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ہوگا ہے۔﴾

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: ”هذا جبرئيل اٰخذ براس فرسه عليه اداة الحرب (بخاری ج۲ ص ٥٧٠)“ ﴿یہ جبرائیل ہیں اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہتھیار زیب تن کئے ہوئے۔﴾

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”نزل جبرئيل فامّني فصليت معه ثم صليت معه ثم صليت معه ثم صليت معه (بخاری ج۱ ص٤٥٧)“ ﴿جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور مجھ کو پانچوں نمازیں پڑھائیں۔﴾

کتاب وسنت کے یہ نصوص ناطق ہیں کہ فرشتے اللہ کی ایک محترم مخلوق ہیں۔ اپنے مستقر سے بحکم خدا زمین پر آتے ہیں اور جو کام ان کے سپرد ہوتا ہے اسے انجام دیتے ہیں۔

اب اللہ اور رسولؐ کے مقابلے میں قادیانی صاحب کی تحقیق انیق بھی سنئے اور فیصلہ کیجئے کیا اس رجم بالغیب اور اٹکل کے تیر کا اسلامی نظریہ سے کوئی ادنیٰ بھی تعلق ہے؟

اپنی تصنیف (توضیح المرام ص۳۲، خزائن ج۳ ص۶۷) پر لکھتے ہیں:

۱...... ”بلکہ فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو ان کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں

ایک ذرہ کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے۔ جیسا کہ خداتعالیٰ ان کی طرف سے قرآن شریف میں فرماتا ہے: ''**ومامنا الاله مقام معلوم وانا لنحن الصافون** ''پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے مطابق زمین کی ہر چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح روحانیت ساویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس ملکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے نامزد کریں یا سیدھے اور مواحدانہ طریق سے ملائک کا لقب دیں۔ درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے۔''

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر: ۸

اسلامی عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے نکل کر حساب وکتاب کے لئے میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ ملاحظہ ہو درج ذیل آیت پاک: ''**ونفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الیٰ ربھم ینسلون** (یٰسین: ٥١) '' ﴿صور پھونکا جائے گا تو اس وقت سب کے سب اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چلیں گے۔﴾

یہ آیت کریمہ اس بات پر نص ہے کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے زندہ ہوکر اٹھیں گے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے۔ اس آیت پاک کے علاوہ قرآن کریم میں بے شمار آیتیں ہیں جن میں مردوں کے زندہ ہوکر میدان حشر میں جمع ہونے اور حساب وکتاب کے بعد جنت یا جہنم میں جانے کا ذکر ہے۔ اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ جسے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو وہ نقل کرتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا: ''**یحشر الناس یوم القیامة حفاتا عراتا، غرلا قلت یا رسول الله الرجال والنساء جمیعاً ینظر بعضهم بعضاً فقال یا عائشة الامر اشد من ان ینظر بعضهم الیٰ بعض** (مشکوٰۃ ص٤٨٣، بحواله بخاری ومسلم) ''لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ اٹھا کر جمع کئے جائیں گے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مرد عورتیں ایک دوسرے کو (اس حال میں) دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا عائشہؓ وہ حالت اس سے زیادہ سخت ہوگی کہ لوگ ایک دوسرے کی جانب دیکھیں۔'' **لکل امری منهم یومئذ شأن یغنیه**''

مرزا قادیانی! قرآن وحدیث کی ان تصریحات کے بالمقابل یہ لکھتے ہیں: ”اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو طلبی کے وقت انہیں بہشت سے نکلنا پڑے گا اور اس لق ودق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھایا گیا ہے۔ حاضر ہونا پڑے گا۔ ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے۔“ (ازلۃ الاوہام ص۳۵۰، خزائن ج۳ ص۲۷۹)

مرزا قادیانی (ازلۃ الاوہام ص۳۵۲، خزائن ج۳ ص۲۸۰) پر بزعم خویش ثابت کر چکے ہیں جو شخص بہشت میں داخل کیا جاتا ہے وہ اس سے کبھی خارج نہیں کیا جاتا اور اسی کتاب کے (ص۳۵۳، خزائن ج۳ ص۲۸۰) پر لکھتے ہیں: ”مؤمن کو فوت ہونے کے بعد بلاتوقف بہشت میں جگہ ملتی ہے۔“

ان عبارتوں کو یوں ترتیب دیں کہ مؤمن فوت ہوتے ہی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور بہشت میں داخل ہو جانے کے بعد اس سے باہر نہیں نکالا جائے گا۔ لہٰذا حساب وکتاب کے لئے میدان حشر میں اپنے رب کے حضور ان کے جمع ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ یہ ہے مرزا قادیانی کا قیامت اور حشر ونشر وحساب وکتاب کے متعلق نظریہ۔ لیکن اسے اس طرح پر پیچ اور اگر مگر کی بھول بھلیوں میں الجھا کر پیش کر رہے ہیں تا کہ بادی النظر میں پڑھنے والا دھوکہ کھا جائے۔

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر:۹

اسلامی شریعت میں بحالت اختیار نماز کے لئے سمت کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا ہے۔ ”**فولّ وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولّوا وجوهكم شطره (البقرہ:۱۴۴)**“ ﴿پھیر دیجئے اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف اور تم لوگ (اے مسلمانو!) جس جگہ ہوا کرو اپنا منہ اسی کی طرف پھیرو۔﴾

یہ پوری امت کا اجماعی مسئلہ ہے اور فقہ کی ہر چھوٹی بڑی کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن مرزائی شریعت میں مرزا قادیانی کی وحی ”**فاتخذوا من مقام ابراهيم مصلى**“ کی رو سے قادیان قبلہ ہے۔ چنانچہ مرزائی اروپی گروہ کا اس پر عمل ہے یہ گروہ قادیان کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کو اولیٰ قرار دیتا ہے۔ (حق المبین ص۳۷۲)

خود مرزا غلام احمد قادیانی (حقیقت الوحی ص۸۸، خزائن ج۲۲ ص۹۱) پر اپنا یہ الہام نقل کرتے ہیں: ”**فاتخذوا من مقام ابراهيم مصلى انا انزلنا قريباً من القاديان**“ ابراہیم کی جگہ کو قبلہ بناؤ اور مصلیٰ ٹھہرالو۔ ہم نے اسے قادیان کے قریب نازل کیا ہے۔ اس الہام

میں مرزا نے قادیان کو قبلہ قرار دیا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ابراہیم سے مراد خود مرزا کی ذات ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے اس الہام سے ظاہر ہے: ”آخر زمانہ میں ایک ابراہیم (یعنی مرزا قادیانی) پیدا ہوگا اور ان فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔“

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۱، خزائن ج۱۷ص۶۹)

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر:۱۰

اسلامی شریعت میں جہاد قیامت تک بوقت ضرورت وشرائط فرض ہے۔ ”کتب علیکم القتال (بقرہ:۲۱۶)“ ﴿جہاد تم پر فرض کیا گیا ہے۔﴾

”وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا (بقرہ:۱۹۰)“ ﴿اور جنگ کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کریں۔﴾ یہ اور ان کے علاوہ متعدد آیتیں فرضیت جہاد پر نص صریح ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”لن یبرح ھذا الدین قائماً یقاتل علیہ عصابۃ من المسلمین حتیٰ تقوم الساعۃ (مشکوٰۃ ص۳۳۰، بحوالہ مسلم)“

لیکن مرزا قادیانی کی شریعت میں جہاد منسوخ ہے کیونکہ یہ ایک خراب چیز ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے مٹادیں۔“ (اعجاز احمدی ص۲۴، خزائن ج۱۹ص۱۴۴)

خطبہ الہامیہ میں کہتے ہیں: ”کافروں کے ساتھ لڑنا مجھ پر حرام کیا گیا ہے۔“

(خطبہ الہامیہ ص۲۵، خزائن ج۱۶ص۵۸)

بطور مشتے از خروارے اس مختصر مقالہ میں مرزائی شریعت کے صرف دس بنیادی اصول واحکام نقل کئے گئے ہیں جو سب کے سب اسلامی عقائد واحکام کے معارض ومخالف ہیں۔ ورنہ واقعہ کی فہرست بڑی طویل ہے جو انشاء اللہ کسی اور موقع پر پیش کی جائے گی۔

مرزا قادیانی کے اقوال کفریہ اس کی تحریروں کے آئینہ میں

از: حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری

پوری امت اسلامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور یہ عقیدہ قرآن

وحدیث سے ایسے محکم اور قطعی طریقہ پر ثابت ہے کہ اس میں ذرہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے اور خود آپ ﷺ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا کہ سلسلہ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ میں خاتم النبیین ہوں اور اب میرے بعد کوئی نیا نبی اللہ کی طرف سے نہیں آئے گا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے بعد صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت سے لے کر آج تک پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس طرح توحید ورسالت، قیامت وآخرت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا منکر، پنجگانہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا منکر مسلمان نہیں ہوسکتا ایسا شخص کذاب ہے، ملعون ہے، دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص اس کی نبوت کو تسلیم کرے وہ بھی مسلمان نہیں ہے۔ اگر وہ پہلے سے مسلمان تھا تو اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جائے گا۔

امت کی پوری تاریخ میں عملاً یہی ہوتا رہا ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور تمام صحابہ کرامؓ نے مدعی نبوت ”مسیلمہ کذاب“ اور اس کے ماننے والوں کے متعلق یہی فیصلہ صادر فرمایا۔ حالانکہ یہ بات محقق ہے کہ وہ لوگ توحید ورسالت کے قائل تھے ان کے یہاں اذان بھی ہوتی تھی اور اذان میں ”اشھد ان لا الہ الا اللہ“ اور ”اشھد ان محمدا رسول اللہ“ بھی کہا جاتا تھا۔ ختم نبوت سے متعلق اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ ہے۔

لیکن غلام احمد قادیانی نے اس بنیادی اور اجماعی عقیدہ سے بغاوت کی ہے اور اپنے لئے ایسے الفاظ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کہ اس میں کسی طرح کی کوئی تاویل اور توجیہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس کے معتقدین اس کو دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مثل نبی کہتے ہیں اور اس پر ان کو بے حد اصرار بھی ہے۔ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے ”حقیقت النبوۃ“ ایک کتاب شائع کی تھی جس کا موضوع ہی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کو ثابت کرنا تھا اور اس کتاب میں مرزا قادیانی کے نبوت کے دلائل خود مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے پیش کئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے لئے مسیحیت اور مہدویت کا اتنی کثرت سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا انکار یا اس کی تاویل ناممکن ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بالاجماع معصوم ہیں ان کی بہت سخت توہین کی ہے اور بہت سے مقامات پر اپنے کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل بلکہ تمام انبیاء کی روح بتایا ہے۔ نیز معجزات کا استہزاء کیا ہے۔ قرآن میں تحریف کی ہے۔ احادیث کی بے حرمتی کی ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

دعویٰ نبوت واقوال کفریہ اس کی تحریر کے آئینہ میں

۱...... "خدا وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔" (اربعین نمبر۳ ص۳۶، خزائن ج۱۷ ص۴۲۶)

۲...... "میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔"

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۱)

۳...... "اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں جن میں بطور نمونہ کسی قدر اس کتاب میں لکھے گئے ہیں۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

۴...... "سچا خدا وہ خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔"

(دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

۵...... "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔"

(مرزا قادیانی کا آخری خط مندرجہ اخبار عام مورخہ ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۹۷)

۶...... "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔" (بدر مورخہ ۵؍مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

۷...... "پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشین گوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لئے ایک نشان ہے۔ یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصہ زمین میں تکذیب ہو مگر اس کی تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔" (حقیقت الوحی ص۱۶۱، خزائن ج۲۲ ص۱۶۵)

۸...... "سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً" پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو! تلاش کرو شاید تم میں کوئی خدا کی طرف سے نبی قائم ہو گیا ہے۔ جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔" (تجلیات الٰہیہ ص۸،۹، خزائن ج۲۰ ص۴۰۰،۴۰۱)

۹...... "خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔"

(دافع البلاء ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۲۹)

۱۰...... ’’تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۳۰)

۱۱...... ’’الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔‘‘

(انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ ص۶۲)

۱۲...... ’’انا ارسلناك احمد الیٰ قومه فاعرضوا وقالوا كذاب اشر‘‘

(اربعین نمبر۳ ص۳۳، خزائن ج۱۷ ص۴۲۳)

۱۳...... ’’فكلّمنی ونادانی وقال انی مرسلك الیٰ قوم مفسدین وانی جاعلك للناس اماماً وانی مستخلفك اكراماً كما جرت سنتی فی الاولین‘‘

(انجام آتھم ص۷۹، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

۱۴...... ’’اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کی متواتر نشانیوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے۔ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اسی طرح میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ مگر پیشین گوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۳، ۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۰، ضمیمہ حقیقت النبوۃ ص۲۶۴)

۱۵...... ’’آپ (یعنی مرزا قادیانی) نبی ہیں اور خدا نے اور اس کے رسول نے انہی الفاظ میں آپ کو نبی کہا ہے۔ جس میں قرآن کریم اور احادیث میں پچھلے نبیوں کو نبی کہا گیا ہے۔‘‘

(حقیقت النبوۃ ص۷۰)

۱۶...... ’’پس اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود قرآن کریم کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں اور لغت کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں۔‘‘ (حقیقت النبوۃ ص۱۱۶)

۱۷...... ’’پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس معنی کو حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔‘‘ (حقیقت النبوۃ ص۱۷۴)

۱۸...... ’’بلحاظ نبوت ہم بھی مرزا صاحب کو پہلے نبیوں کے مطابق مانتے ہیں۔‘‘

(حقیقت النبوۃ ص ۲۹۲)

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہمارا (یعنی اہل سنت والجماعت کا) عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے اور قیامت کے قریب آپ تشریف لائیں گے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ میرا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا مگر بعد میں ان کا خیال یہ ہوگیا کہ اللہ نے اس کو بذریعہ وحی یہ بتلایا کہ یہ سراسر غلط خیال ہے کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں اور کسی وقت وہ دنیا میں دوبارہ آویں گے۔ بلکہ وہ مسیح اور عیسیٰ جو آنے والا تھا وہ خود تو ہی ہے۔ تیرا ہی نام ابن مریم رکھا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں خود مرزا قادیانی کا بیان ملاحظہ ہو۔ ’’اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی تو فوت ہوچکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس زمانہ اور اس امت کے لئے تو تو ہی عیسیٰ ابن مریم ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۵، خزائن ج ۲۱ ص ۱۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کا دعویٰ

پہلے تو مرزا قادیانی مسیح موعود اور عیسیٰ ابن مریم ہی بنے تھے۔ لیکن پھر وہ آگے بڑھے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا اعلان شروع کردیا ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم۔ اے نے مرزا کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ’’میں مسیح علیہ السلام کی خدائی کا منکر ہوں۔ ہاں بے شک وہ خدا کے نبیوں میں سے ایک نبی تھا۔ مگر مجھے خدا نے اس سے برتر مرتبہ عطاء کیا ہے۔‘‘

(تبلیغ ہدایت ص ۱۵۵)

’’اور دیکھو آج تم میں سے ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔‘‘

(دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳)

مرزا قادیانی کا درج ذیل شعر بہت مشہور ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

مرزا قادیانی کا دوسرا شعر ہے۔

مرہم عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار

(درثمین اردو ص ۸۷)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین

''ہاں آپ کو (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آ جاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

''یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔''

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

''مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن کریم میں یحییٰ کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہیں رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔'' (دافع البلاء ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۰)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی نسبت مرزا قادیانی کے خیالات

''کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید بھی نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنالیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ کل کے ذریعہ سے بعض چڑیاں پرواز بھی کرتی ہیں۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۳۰۴، خزائن ج ۳ ص ۲۵۵)

''کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک کے مارنے سے کسی طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔'' (ازالہ اوہام ص ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴ حاشیہ)

اس حوالہ میں غور کیجئے! حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کس قدر خبیث بہتان لگایا ہے۔ قرآن مجید کی بیان کی ہوئی اس حقیقت پر تمام اہل اسلام کو بلا کسی شک وشبہ کے ایمان ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلا کسی شخص کی وساطت کے امر ''کن'' سے پیدا فرمایا تھا۔ حضرت مریم عفیفہ اور پاکدامن تھیں۔ آپ کا کسی شخص سے تعلق قائم نہیں ہوا تھا۔ قرآن پاک کی اس صریح وضاحت کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی نے کس قدر غلط بات لکھی ہے۔ اس کی یہ بات قرآن کے بالکل خلاف ہے اور قرآن کا انکار ہے۔ اس کے باوجود اس کو مسلمان سمجھنا اور اس کے متبعین کا اپنے کو مسلمان کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

''اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔''

(حقیقت الوحی ص ۱۴۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳)

''اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ فطری طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ وھذا تحدیث نعمۃ اللہ ولا فخر!''
(حقیقت الوحی ص ۱۵۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۷)

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کا فتویٰ

''پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچالیا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۷۶، خزائن ج ۲۱ ص ۹۹)

میں سب کچھ ہوں

مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ تھا کہ میں تمام نبیوں کی روح اور ان کا خلاصہ ہوں۔ میری ہستی میں تمام انبیاء سمائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے: ''میں خدا کے دفتر میں صرف عیسیٰ بن مریم کے نام سے موسوم نہیں بلکہ اور بھی میرے نام ہیں۔ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں...... سو ضرور ہے کہ ہر نبی کی

شان مجھ میں پائی جائے۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱)

معجزات کی کثرت

جب مرزا قادیانی نے پیغمبری اور نبوت کا دعویٰ کیا تو معجزات کا دعویٰ بھی لازم تھا۔ چنانچہ انہوں نے معجزات کا دعویٰ بھی معمولی انداز سے نہیں کیا بلکہ اللہ کے تمام نبیوں کو معجزات کے معاملہ میں مرزا قادیانی نے اپنے مقابلہ میں بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"اللہ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔" (چشمہ معرفت ص۳۱۷، خزائن ج۲۳ ص۳۳۲)

"ہاں! اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۶، خزائن ج۲۲ ص۵۷۴)

"اور خداتعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح علیہ السلام کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔"

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۷، خزائن ج۲۲ ص۵۷۵)

"ان چند سطروں میں جو پیشین گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اوّل درجہ پر فائق ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲)

"اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے۔ تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲)

احادیث کے متعلق مرزا قادیانی کا خیال

"ہم اس کے جواب میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی

حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کی معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔" (اعجاز احمدی ص۳۰،۳۱، خزائن ج۱۹ص۱۴۰)

مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال کفریہ میں سے چند اقوال کفریہ بطور نمونہ نقل کئے گئے۔

ان اقوال سے صراحۃً یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ نبوت کا مدعی ہے اور اس کے معتقدین بھی اس کی نبوت کے قائل ہیں۔ لہٰذا غلام احمد قادیانی قطعی طور پر اسلام سے خارج ہے اور اس کے متبعین بھی جو اس کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں یا دعویٰ نبوت کے باوجود اسے دائرہ اسلام میں سمجھتے ہیں وہ لوگ بھی قطعی طور پر کافر، مرتد، اور خارج از اسلام ہیں۔

علمی لطیفہ

موقع کی مناسبت سے ایک علمی لطیفہ ذہن میں آیا۔ رنگون میں خواجہ کمال الدین قادیانی پہنچا۔ بڑا چالاک اور چالباز تھا اس نے اہل رنگون کے سامنے اپنے اسلام کا دعویٰ کیا اور کہا کہ ہم غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے اور یہ بات قسمیہ کہتا۔ جیسا کہ بہت سے قادیانی خصوصاً لاہوری کہتے ہیں۔ خواہ مخواہ ہم کو بدنام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم پکے مسلمان ہیں۔ قرآن کو مانتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ کا سچا رسول سمجھتے ہیں۔ عوام اس کی باتوں میں آگئے۔ اس کی تقریریں ہونے لگیں۔ بہت سے مقامات پر نماز بھی پڑھائی۔ جمعہ تک پڑھایا۔ رنگون کے ذمہ دار بہت فکر مند تھے کہ عوام کو کس طرح اس فتنہ سے محفوظ رکھیں۔ عوام میں دن بدن اس کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ مقامی علماء سے اس کی گفتگو بھی ہوئی۔ مگر اپنی چالبازی کی وجہ سے اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دیتا۔ مشورہ کر کے یہ طے پایا کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحبؒ کو مدعو کیا جائے۔ چنانچہ تار دے دیا گیا اور وہاں اس کی شہرت بھی ہوگئی کہ بہت جلد مولانا عبدالشکور صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ وہ اس سے گفتگو کریں گے۔ خواجہ کمال الدین نے جب مولانا کا نام سنا تو راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت دیکھی۔ چنانچہ وہ مولانا کے وہاں پہنچنے سے پہلے پہلے چلا گیا۔ مولانا تشریف لے گئے۔ مولانا کی تقریریں ہوئیں۔ عوام الناس کو حقیقت سے خبردار کیا اور ذمہ داروں کی ایک مجلس میں فرمایا کہ آپ حضرات نے غور فرمایا کہ وہ کیوں یہاں سے چلا گیا۔ دراصل وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھ گیا ہوگا کہ میں اس سے یہ سوال کروں گا کہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا قائل نہیں۔ مگر تو اسے مسلمان سمجھتا ہے یا کافر؟ اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا جو بھی جواب دیتا

پکڑا جاتا وہ مرزا قادیانی کو کسی حال میں کافر تو کہہ نہیں سکتا تھا۔ اگر مسلمان کہتا تو اس پر بھی اس کی گرفت ہوتی کہ جو شخص مدعی نبوت ہو وہ کسی حال میں مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ایسے آدمی کو مسلمان سمجھنا خود کفر ہے۔ میں اس سے یہی سوال کرتا اور انشاء اللہ! اسی ایک سوال پر وہ لاجواب ہو جاتا اور اس کا راز فاش ہو جاتا۔ یہ سوال آپ لوگوں کے ذہن میں نہیں آیا۔ اس لئے آپ لوگ پریشان رہے۔

(نوٹ: ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے ختم نبوت نمبر میں ''مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس جھوٹ'' عنوان کا مضمون تھا وہ چونکہ تحفہ قادیانیت میں چھپ چکا ہے۔ لہٰذا یہاں سے حذف کر دیا ہے۔ مرتب!)

مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس جھوٹ

از: مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

''الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ''

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوؤں کی علمائے امت نے ہر پہلو سے قلعی کھول دی ہے اور کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے سچے وارثوں کا بنیادی وصف صدق وراست گفتاری ہے۔ نبی کی زبان پر کبھی خلاف واقعہ بات آ ہی نہیں سکتی اور جو شخص جھوٹ کا عادی ہو وہ نبی تو کجا ایک شریف آدمی کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔

جو لوگ نبی ورسالت یا مجددیت ومہدویت کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں حق تعالیٰ ان کی ذلت ورسوائی کے لئے ان کا جھوٹ خود ان ہی کی زبان سے کھول دیتے ہیں۔ شیخ علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: ''مامن احد ادعی النبوة من الکذابین الا وقد ظهر علیه من الجهل والکذب لمن له ادنیٰ تمیز بل وقد قیل ما اسراحد سریره الا اظهر الله علیٰ صفحات وجهه وفلمات لسانه (ص۷۳)'' جھوٹے لوگوں میں سے جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے معمولی عقل وتمیز کے شخص پر بھی اس کا جہل وکذب واضح کر دیا۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ جس نے بھی اپنے دل میں کوئی بات چھپائی اللہ تعالیٰ نے اس کے چہرے پر اور زبان کی گفتگو میں اس کو ظاہر کر کے چھوڑا۔

راقم الحروف نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ مرزا قادیانی کی تحریر میں سچائی اور راستی کا تلاش کرنا کارِ عبث ہے۔ بڑے بڑے جھوٹے بھی کبھی سچی بات کہہ دیتے ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی نے گویا قسم کھا رکھی ہے کہ وہ کلمہ طیبہ بھی پڑھے گا تو اس میں اپنے جھوٹ کی آمیزش ضرور کرے گا۔ پیش نظر مقالہ میں بطور نمونہ تیس جھوٹ ذکر کئے گئے ہیں۔ دس آنحضرت ﷺ پر، دس حق تعالیٰ شانہ پر اور دس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی پر مرزا قادیانی کے دس جھوٹ

آنحضرت ﷺ کی طرف کسی غلط بات کو منسوب کرنا خبیث ترین گناہ کبیرہ ہے۔ احادیث متواترہ میں اس پر دوزخ کی وعید آئی ہے اور جس شخص کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اس نے ایک بات بھی آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کی ہے وہ مفتری اور کذاب ہے اور اس کی کوئی بات اور کوئی روایت لائق اعتماد نہیں رہتی۔ مرزا غلام احمد قادیانی اس معاملہ میں نہایت بے باک اور جری تھا۔ وہ بات بات میں آنحضرت ﷺ پر افتراء پردازی کرنے کا عادی تھا۔ یہاں اس کی دس مثالیں پیش کرتا ہوں۔

۱…… ”انبیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر مہر لگا دی ہے کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔“ (اربعین نمبر۲ص۲۳، خزائن ج۱۷ص۳۷۱)

انبیاء گذشتہ کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ ان کی طرف مرزا قادیانی نے دو باتیں منسوب کی ہیں۔ مسیح کا چودھویں صدی کے سر پر آنا اور پنجاب میں آنا اور یہ نسبت خالص جھوٹ ہے۔ اس طرح مرزا قادیانی نے صرف ایک فقرہ میں ڈھائی لاکھ جھوٹ جمع کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔

نوٹ…… پہلے ایڈیشن میں انبیاء گذشتہ کا لفظ تھا۔ بعد میں اس کی جگہ ”اولیاء گذشتہ“ کا لفظ کر دیا گیا۔ اس تحریف کے بعد بھی جھوٹ کی سنگینی میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔

۲…… ”مسیح موعود کی نسبت تو آثار میں یہ لکھا ہے کہ علماء اس کو قبول نہیں کریں گے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۶، خزائن ج۲۱ص۳۵۷)

آثار کا لفظ کم از کم دو تین احادیث پر بولا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ مضمون کسی حدیث میں نہیں۔

۳…… ”ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ (مسیح موعود) صدی کے سر پر آئے گا اور چودھویں صدی کا مجدد ہوگا…… اور لکھا تھا کہ وہ اپنی پیدائش کی رو سے دو صدیوں میں اشتراک رکھے گا اور دو نام پائے گا اور اس کی پیدائش دو خاندانوں سے اشتراک رکھے گی اور چوتھی دوگونہ

صفت یہ کہ اس کی پیدائش میں بھی جوڑے کے طور پر پیدا ہوگا۔ سو یہ سب نشانیاں ظاہر ہوگئیں۔"
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۸، خزائن ج۲۱ ص۳۵۹)

اس فقرہ میں مرزا قادیانی نے چھ باتیں احادیث صحیحہ کی طرف منسوب کی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے ایک بات بھی کسی حدیث صحیح میں نہیں آئی۔ اس لئے اس فقرے میں اٹھارہ جھوٹ ہوئے۔

۴...... "ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ملک میں اللہ تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں اور فرمایا کہ: "**کان فی الهند نبیاً اسود اللون اسمه کاهناً**" یعنی ہند میں ایک نبی گذرا جو سیاہ رنگ کا تھا اور نام اس کا کاہن تھا۔ یعنی کنہیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔" (ضمیمہ چشمہ معرفت ص۱۰، خزائن ج۲۳ ص۳۸۲)

مرزا قادیانی کی ذکر کردہ حدیث کسی کتاب موجود نہیں۔ اس لئے یہ خالص افتراء ہے۔ ظالم کو عربی کی صحیح عبارت بھی نہ بنانی آئی۔ سیاہ رنگ شاید اپنی تصویر دیکھ کر یاد آگیا۔

۵...... "اور آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ زبان پارسی میں بھی کبھی خدا نے کلام کیا ہے تو فرمایا کہ ہاں خدا کا کلام زبان پارسی میں بھی اترا ہے۔ جیسا کہ وہ اس زبان میں فرماتا ہے۔ "ایں مشت خاک را گر نہ بخشم چہ کنم" (ضمیمہ چشمہ معرفت ص۱۱، خزائن ج۲۳ ص۳۸۲)

یہ مضمون بھی کسی حدیث میں نہیں۔ خالص جھوٹ اور افتراء ہے۔

۶...... "آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہئے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں۔" (ریویو ج۶ نمبر۹ ص۳۶۵، بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء)

وبا کی جگہ کو بلا توقف چھوڑ دینے کا حکم کسی حدیث میں نہیں۔ یہ خالص مرزائی جھوٹ ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حکم ہے کہ اس جگہ کو نہ چھوڑا جائے۔ "**واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فراراً منه**" (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص۱۳۵)

۷...... "افسوس ہے کہ وہ حدیث بھی اس زمانے میں پوری ہوئی جس میں لکھا تھا کہ مسیح کے زمانے کے علماء ان سب لوگوں سے بدتر ہوں گے جو زمین پر رہتے ہیں۔"
(اعجاز احمدی ص۱۳، خزائن ج۱۹ ص۱۲۰)

مسیح کے زمانے کے علماء کے بارے میں یہ بات ہرگز نہیں فرمائی گئی۔ یہ ایک طرف آنحضرت ﷺ پر افتراء ہے اور دوسری طرف علمائے امت پر صریح بہتان ہے۔

۸...... ''چونکہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک کتاب چھپی ہوئی ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا۔ اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیش گوئی آج پوری ہوگئی۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۰، خزائن ج۱۱ ص۳۲۴)

''چھپی ہوئی کتاب'' کا مضمون کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے۔ لطف یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے ۳۱۳ اصحاب کے جو نام ازالہ اوہام میں لکھے تھے۔ ان میں سے کئی مرزا کو کافر قرار دے کر اس کی صحابیت سے نکل گئے۔ اس لئے یہ جھوٹی روایت بھی اس کی جھوٹی مہدویت پر راست نہ آئی۔

۹...... ''مگر ضرور تھا کہ وہ مجھے کافر کہتے اور میرا نام دجال رکھتے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ میں پہلے سے یہ فرمایا تھا کہ اس مہدی کو کافر ٹھہرایا جائے گا اور اس وقت کے شریر مولوی اس کو کافر کہیں گے اور ایسا جوش دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو اس کو قتل کر ڈالتے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۳۸، خزائن ج۱۱ ص۳۲۲)

اس عبارت میں تین باتیں ''احادیث صحیحہ'' کے حوالے سے کہی گئی ہیں اور یہ تینوں جھوٹ ہیں۔ اس لئے اس عبارت میں نو جھوٹ ہوئے۔

۱۰...... ''بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس ہے اور آخری آدم پہلے آدم کی طرز پر الف ششم کے آخر میں جو روز ششم کے حکم میں ہے پیدا ہونے والا ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۶۹۶، خزائن ج۳ ص۴۷۵)

آخری آدم کا افسانہ کسی حدیث میں نہیں آتا۔ اس لئے یہ بھی خالص جھوٹ ہے۔ دنیا کی عمر کے بارے میں بعض روایات آتی ہیں۔ مگر وہ روایات ضعیف ہیں اور محدثین نے ان کو ''ابین الکذب'' سے تعبیر کیا ہے۔ (موضوعات کبیر ص۱۶۲)

افتراء علی اللہ کی دس مثالیں

۱...... ''سورۂ مریم میں صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے اور پھر پوری اتباع شریعت کی وجہ سے اس مریم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی گئی اور روح پھونکنے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا ہوگیا اور اسی بناء پر خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حصہ پنجم ص۱۸۹، خزائن ج۲۱ ص۳۶۱)

سورۂ مریم سب کے سامنے موجود ہے۔ مرزا نے صریح طور پر جن امور کا سورۂ مریم میں بیان کیا جانا ذکر کیا ہے، کیا یہ صریح افتراء علی اللہ نہیں۔

۲...... ''لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر (یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر) ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور نہ کبھی سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا اپنے ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن چھواء تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے قرآن نے یحییٰ کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام رکھنے سے مانع تھے۔'' (دافع البلاء ص۳، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰)

حضرات انبیاء کرام کی طرف فواحش کا منسوب کرنا کفر ہے۔ مرزا قادیانی ایسے قصے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہے اور ایسے کفر صریح کے لئے قرآن کریم کے لفظ ''حصور'' کا حوالہ دیتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان قصوں میں ملوث تھے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان بھی ہے اور افتراء علی اللہ بھی۔

۳...... ''اور اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا...... اور ضرور تھا کہ وہ ابن مریم جس کا انجیل اور فرقان میں آدم بھی نام رکھا گیا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۶۹۶، خزائن ج۳ ص۴۷۵)

یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام قرآن کریم میں آدم رکھا گیا ہے۔ خالص جھوٹ ہے اور اس مضمون کو انجیل سے منسوب کرنا دوسرا جھوٹ ہے اور یہ کہنا کہ مرزا قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا ہے۔ تیسرا جھوٹ ہے۔

۴...... اور مجھے بتلایا گیا کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ''هو الذی ارسل رسوله...... كله'' (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳)

کون نہیں جانتا کہ اس آیت کریمہ کا مصداق آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ پس یہ کہنا کہ تیری خبر قرآن میں ہے ایک جھوٹ۔ حدیث میں ہے دوسرا جھوٹ اور مرزا اس آیت کا مصداق ہے۔ تیسرا جھوٹ اور ان تمام باتوں کو مجھے بتلایا گیا ہے۔ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب بدترین افتراء علی اللہ ہے۔

۵...... ''قادیان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیش گوئی پہلے سے لکھا گیا تھا۔'' (ازالہ اوہام ص۳۷ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۳۹)

یہ بھی سفید جھوٹ اور افتراء علی اللہ ہے۔

۶...... ''لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوتیں جس میں لکھا گیا تھا

کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو (۱) اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ (۲) وہ اس کو کافر قرار دیں گے۔ (۳) اور اس کو قتل کرنے کے فتوے دیئے جائیں گے۔ (۴) اور اس کی سخت توہین ہوگی۔ (۵) اور اس کو اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔"

(اربعین نمبر۳ص۱۷، خزائن ج۱۷ص۴۰۴)

ان چھ باتوں کو قرآن کریم کی پیش گوئیاں قرار دینا سفید جھوٹ اور افتراء علی اللہ ہے۔

۷...... "پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔" (اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۰۲)

اس اشتہار کے بعد مرزا قادیانی کے عقد میں کوئی خاتون نہیں آئی۔ نسل کیسے چلتی؟ اس لئے اس فقرے میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو بشارت منسوب کی گئی ہے یہ دروغ بے فروغ اور افترائے خالص ہے۔

۸...... "الہام بکر وثیب" یعنی خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہوگیا اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔" (تریاق القلوب ص۳۴، خزائن ج۱۵ص۲۰۱)

مرزا کے نکاح میں کوئی ثیب نہیں آئی۔ محمدی بیگم کے بیوہ ہونے کے انتظار میں ساری عمر کٹ گئی۔ مگر وہ بیوہ نہ ہوئی۔ اس کے بکر وثیب کا الہام محض افتراء علی اللہ ثابت ہوا۔

۹...... "شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر ہوگیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطاء کیا جائے گا سو اس کا نام بشیر ہوگا...... اب زیادہ تر الہام اس بات پر ہورہے ہیں کہ عنقریب ایک نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پاچکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطاء ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی۔"

(مکتوبات احمدیہ ج۵ نمبر۲ص۵، مکتوبات احمدیہ جدید ج۲ص۱۲)

یہ سارا مضمون سفید جھوٹ ثابت ہوا۔

۱۰...... "اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں (محترمہ محمدی بیگم مرحومہ) کے لئے سلسلہ جنبانی کران دنوں جو زیادہ تصریح کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت

درخواست کی گئی تھی ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔''
(اشتہار ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۸)

یہ بھی دروغ خالص ثابت ہوا۔ مرزا محمدی بیگم کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہوا۔ اس عفت مآب کا سایہ بھی اسے مدۃ العمر نصیب نہ ہوا اور اس سلسلہ میں جتنے الہامات گھڑے تھے سب جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوئے۔ مرزا قادیانی منے اس نکاح کے سلسلہ میں کہا تھا: ''یاد رکھو اگر اس پیشین گوئی کی دوسری جزو (یعنی سلطان محمد کا مرنا اور اس کی بیوہ کا مرزا کے نکاح میں آنا) پوری نہ ہوئی تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴، خزائن ج۱۱ ص۳۳۸)

اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ مرزا واقعتاً اپنے اس فقرہ کا مصداق تھا۔ یہ بیس مثالیں خدا اور رسول پر افتراء کی تھیں۔ اب دس مثالیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر افتراء کی ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس جھوٹ

۱...... ''یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے مسجد کی طرف دوڑیں گے تو وہ کلیسا کی طرف بھاگے گا اور جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا اور جب لوگ عبادت کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا اور شراب پئے گا اور سور کا گوشت کھائے گا اور اسلام کے حلال وحرام کی کچھ پرواہ نہیں کرے گا۔'' (حقیقت الوحی ص۲۹، خزائن ج۲۲ ص۳۱)

مرزا قادیانی کا اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے جن کی تشریف آوری کے مسلمان قائل ہیں۔ مگر مرزا قادیانی نے ان کی طرف جو چھ باتیں منسوب کی ہیں۔ یہ نہ صرف صریح جھوٹ بلکہ شرمناک بہتان ہے۔

۲...... ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔'' (کشتی نوح حاشیہ ص۶۶، خزائن ج۱۹ ص۷۱)

۳...... ''مسیح ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا جب استاد کے سامنے اس کے حسن وجمال کا تذکرہ کر بیٹھا تو استاذ نے اس کو عاق کر دیا۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کس طرح مسیح بن مریم جوان عورتوں سے ملتا اور کس طرح ایک بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا۔''
(الحکم ۲۱؍فروری ۱۹۰۲ء، ملفوظات ج۳ ص۱۲۷)

۴...... ''اور یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی

کبابی ہے اور یہ خراب چال چلن، نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا بدنتیجہ تھا۔"

ان تین حوالوں میں شراب نوشی اور دیگر گندگیوں کی جو نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔ یہ نہایت گندا بہتان ہے اور ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے اس گندے بہتانوں کی مذمت کر سکیں اور ہم یہ تصور نہیں کر سکتے کہ کوئی شخص فحاشی و بدگوئی اور کمینہ پن کی اس سطح تک بھی اتر سکتا ہے۔

۵...... "ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔" (اعجاز احمدی ص۱۴، خزائن ج۱۹ ص۱۲۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئیوں کو صاف طور پر جھوٹی کہنا سفید جھوٹ اور کفر صریح ہے۔

۶...... "عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا...... اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۶، ۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰، ۲۹۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نفی نہ صرف کذب صریح ہے بلکہ قرآن کریم کی کھلی تکذیب ہے اور عجیب تر یہ کہ مرزا تالاب کا معجزہ ماننے کے لئے تیار ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ماننے پر تیار نہیں۔

۷...... "اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابن مریم باذن حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال کہتے تھے۔"

(ازالہ اوہام ص۳۰۸، خزائن ج۳ ص۲۵۷ حاشیہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مسمریزم کی نسبت کرنا ایک جھوٹ، ان کے معجزات کو مسمریزم کا نتیجہ قرار دینا دوسرا جھوٹ، اس پر باذن و حکم الٰہی کا اضافہ تیسرا جھوٹ اور حضرت الیسع علیہ السلام کو اس میں لپیٹنا تیسرا جھوٹ۔

۸...... "حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کا کام کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔"

(ازالہ اوہام ص۳۰۳، خزائن ج۳ ص۲۵۴ حاشیہ)

یوسف نجار کو حضرت مسیح کا باپ کہنا ایک جھوٹ، حضرت مسیح کو بڑھئی کہنا دوسرا جھوٹ اور ان کے معجزات کو نجاری کا کرشمہ کہنا تیسرا جھوٹ۔

۹...... ''بہر حال مسیح کی یہ تربی کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔''

(ازالہ اوہام ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۸)

حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کو ''تربی کارروائیاں'' کہنا، انہیں مکروہ اور قابل نفرت کہنا صریح بہتان اور تکذیب قرآن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے برتری کی امید رکھنا اور اس کو فضل و توفیق خداوندی کی طرف منسوب کرنا صریح کفر اور افتراء علی اللہ ہے۔

۱۰...... ''اور آپ کی انہیں حرکات کی وجہ سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اور وہ ہمیشہ چاہتے رہے ہیں کہ کسی شفاخانہ میں آپ کا باقاعدہ علاج ہو شاید خدا تعالیٰ شفا بخشے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰ حاشیہ)

''یسوع درحقیقت بوجہ مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا۔''

(ست بچن حاشیہ ص۱۷۱، خزائن ج۱۰ ص۲۹۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف (نعوذ باللہ) خلل دماغ، مرگی اور دیوانگی کی نسبت کرنا سفید جھوٹ ہے۔ یہ اور اس قسم کی دیگر تحریریں غالباً مرزا قادیانی نے ''مراق'' کی حالت میں لکھی ہیں۔ جس کا اس نے خود کئی جگہ اعتراف کیا ہے یہ مرزا قادیانی کے جھوٹ کے تیس نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کو سچائی اور راستی سے کتنی نفرت تھی۔ اس تحریر کو مرزا قادیانی کی ایک عبارت پر ختم کرتا ہوں۔

''ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔'' (چشمہ معرفت ص۲۲۲، خزائن ج۲۳ ص۲۳۱)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسے جھوٹوں سے بچائے اور مرزائیوں کو بھی اس جھوٹ سے نکلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ''سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين''

محمد یوسف عفا اللہ عنہ، ۲۴؍صفر ۱۴۰۷ھ

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئیاں واقعات کے آئینہ میں

از: مولانا کفیل احمد علوی کیرانوی

قادیانیت کا مختصر تعارف اور...... پیشین گوئیاں جنہیں خود غلام احمد قادیانی نے اپنے صادق یا کاذب ہونے کا معیار اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن قرار دیا تھا اور جو قطعی طور پر غلط ثابت ہوئیں۔

قادیانیت کے جیب و گریباں

اس وقت ہمارا موضوع مرزا غلام احمد قادیانی کی ان پیشین گوئیوں کا جائزہ لینا ہے جنہیں خود مرزا قادیانی نے اپنے صادق یا کاذب ہونے کا اصل معیار قرار دیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ غلام احمد کی شخصیت اور قادیانیت پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے۔ یہ فتنہ اب پھر سر ابھارتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمان قادیانیوں کی فتنہ انگیزیوں اور خطرناک چالوں کو سمجھیں اور ان کی سازشوں سے باخبر رہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ زبان و قلم کی طاقت سے کام لے کر قادیانیت کے بدنما چہرہ کو سر عام بے نقاب کر دیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے امام مہدی، مسیح موعود اور نبوت کے جھوٹے دعوے کر کے ملت اسلامیہ کی صفوں کو بنیادی طور پر درہم برہم کرنے کی ناپاک سعی کی ہے۔ اس حقیقت سے ہندو پاک اور بنگلہ دیش وغیرہ ممالک کے اہل علم حضرات بخوبی واقف ہیں اور انہوں نے اپنے اپنے دائروں میں بجا طور پر اس گمراہی کو روکنے اور حقائق کی طاقت سے اس کے اثرات بد کو ختم کر دینے کی مؤثر اور کامیاب کوششیں کی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے زعم میں ختم نبوت کو مانتے تو ہیں مگر اس کی ایسی مہمل تاویل کرتے ہیں جو نہ ماننے کے مترادف ہے۔ وہ قرآنی آیات مقدسہ کی اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق تفسیر کرتے ہیں۔ وہ اور ان کے ساتھی انبیاء علیہم السلام کی توہین کرتے ہیں۔ غلام احمد کے خلیفہ مرزا بشیر الدین ”حقیقت النبوۃ ص ۲۵۷“ میں غلام احمد کے متعلق لکھتے ہیں: ”وہ بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گئے۔“

وہ اپنے جاہل چیلوں کو حضرات صحابہؓ کے ہم رتبہ قرار دے کر ان کی مسلمہ عظمت کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ قادیانیوں کا اخبار ”الفضل“ جلد ۵ مورخہ ۲؍ مئی ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں لکھتا ہے: ”پس ان دونوں گروہوں میں تفریق کرنی یا ایک کو دوسرے سے مجموعی

رنگ میں افضل قرار دینا، ٹھیک نہیں۔

ممکن ہے ہمارا خیال غلط ہو۔ لیکن ہمارا تجربہ یہی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ ایک دہریہ صفت آدمی تھا۔ ایک نہایت فریب کار انسان اس کی ضخیم کتابیں اس کی ذہنی عیاری کی آئینہ دار ہیں۔ اس نے لوگوں کی نفسیات کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دنیا کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک اکثریت نادان لوگوں کی ہے اور نادان لوگوں کو مختلف طریقوں سے بہکا کر اپنے ساتھ لگا لینا کوئی زیادہ مشکل کام نہیں۔ اب سوال یہ تھا کہ عزت و شہرت، مال و دولت اور بھرپور مفادات حاصل کرنے کے لئے اسے کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اگر وہ مذہب کے خلاف جھنڈا اٹھا کر سامنے آتا تو اس کے اپنے ہی گھر کے اور خاندان کے لوگ چند قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیتے۔ اس شخص نے مسلمانوں کی نفسیات کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ یہ ایک ایسی قوم ہے جسے مذہب کے نام پر گرمایا بھی جاسکتا ہے اور ٹھنڈا بھی کیا جاسکتا ہے۔ جگایا بھی جاسکتا ہے۔ سلایا بھی جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس سے مذہب کی آڑ میں وہ تمام کھیل کھیلے جو آج سب کے سامنے ہیں۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ سے حکومت برطانیہ کا ہر رخ سے بھرپور تعاون بھی حاصل رہا۔ حکومت اس وقت مسلمانوں کے اتحاد سے اور جذبہ جہاد کی تیز تر لہر سے خائف تھی۔ سید احمد شہیدؒ اور ان کے عظیم ساتھیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں انگریزی اقتدار کے لئے پریشان کن بنی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان کی توجہات کو ملکی اور غیرملکی مسائل سے ہٹادینے کے لئے انہیں مسلمانوں میں ایسے ہی ذہین و فطین آدمی کی ضرورت تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۱) میں اقرار کرتے ہیں: ’’میں حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہوں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۱) میں لکھا ہے: ’’میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان و قلم سے اس کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیرخواہی اور ہمدردی کی طرف پھیر دوں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔‘‘

(تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵) میں لکھا ہے: ’’میں نے مخالفت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ ایسی کتابوں کو تمام عرب ممالک اور مصر و شام اور کابل اور روم تک پہنچادیا ہے۔‘‘

ایک طرف مرزا قادیانی برابر مسلمانوں کو انگریزوں کے ساتھ وفاداری کی تعلیم دیتے رہے۔ دل سے مطیعانہ برتاؤ کی تبلیغ کرتے رہے۔ دوسری طرف مرحلہ وار مسلمانوں کے بنیادی عقائد پر شاطرانہ انداز میں حملے شروع کردیئے اور توقع کے مطابق ایسے لوگ بھی مل گئے جو پیدا تو مسلم گھرانوں میں ہوئے تھے۔ مگر مرزا قادیانی کی طرح تھے بے دین اور مفاد پرست۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گرو گھنٹال مرزا غلام احمد قادیانی کے علم وفضل، تقویٰ وطہارت بزرگی اور بیجا طور پر کشف وکرامت کی تشہیر شروع کردی۔ اس کے استخاروں کو کامیاب، الہامات کو سچے اور دعاؤں کو مستجاب بیان کیا جانے لگا۔ لوگ آنے لگے۔ بے وقوف اور توہم پرست لوگوں کی کبھی کمی نہیں رہی۔ نہ پہلے تھی اور نہ آج ہے۔ پھر یہ تو دام ہی ہم رنگ زمین بچھایا گیا تھا۔ کچھ سادہ لوح اور پڑھے لکھے بھی پھنس گئے۔

پہلے مرحلہ میں مرزا قادیانی نے مختلف نفسیاتی پہلوؤں سے کام لے کر اپنے خدارسیدہ ہونے کا تاثر لوگوں کے ذہن نشین کرایا۔ امام مہدی اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ دوسرے مرحلہ میں مسیح بن گئے۔ نبی ظلی ہوگئے۔ فن کاری دیکھئے! حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کے بارے میں قرآنی صراحت کے باوجود حیات مسیح کے تو قائل نہیں لیکن آمد مسیح کے قائل ہیں اور وہ مرزا قادیانی...... خود ہیں۔ اس سوال سے بچنے کے لئے کہ جب آپ کے بقول مسیح زندہ ہی نہیں تو آپ مسیح کہاں سے آگئے تو مثیل مسیح کا شوشہ لگادیا۔ ایسے ہی آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر نصوص قطعیہ موجود ہیں۔ اسی لئے علمائے سلف وخلف شدومد سے ختم نبوت کے عقیدہ کو مدار ایمان قرار دیتے آئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ شخص نبی بن بیٹھا اور اس حقیقت کے تازیانہ سے بچنے کے لئے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ظلی وبروزی کی اصطلاحیں گھڑ لیں۔ جب کہ نبوت ظلی ومجازی یا بروزی ہوتی ہی نہیں۔ تیسرے مرحلہ میں ظلی وبروزی کا تکلف بھی ختم کردیا گیا۔ کہتے ہیں: ’’**ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق**‘‘ میرے ہی حق میں فرمایا گیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص۱، خزائن ج۱۸ ص۲۰۶)

دوسری آیت: ’’**محمد رسول اللہ والذین معہ**‘‘ میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہی ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص۱، خزائن ج۱۸ ص۲۰۷)

شوق فضیلت یا جوش عیاری نے جب مزید ابھارا تو حضرت محمد مصطفی ﷺ سے بھی افضل ہوگئے۔ کہتے ہیں: ’’**لہ خسف القمر المنیر وان لی...... خسفا القمران المشرقان اتنکر**‘‘ اس کے لئے یعنی نبی کریم کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور

میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ کیا اب تو انکار کرے گا؟ (اعجاز احمدی ص ۷۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۳)

متعدد آیات کے بارے میں بے جھجک کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا ہے۔

اس شخص کا حوصلہ دیکھئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کی کچھ عظمتوں ہی کو اپنی ذات میں سمو لینے کا مدعی نہیں بلکہ وہ صاف صاف کہتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں۔

وہ لکھتا ہے: ”میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں محمد ﷺ کا مظہر اتم ہوں۔ یوں ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔“

(حقیقت الوحی ص ۷۳، خزائن ج ۲۲ ص ۷۶ حاشیہ)

اس کا کہنا ہے کہ میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں۔

(کشتی نوح ص ۶، خزائن ج ۱۹ ص ۶ ملخص)

اور میری پیش گوئیاں نبیوں کی پیش گوئیوں سے زیادہ ہیں۔ (ایضا)

اس نے لکھا ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو جس چیز کو بنانا چاہے بس کن کہہ دے وہ ہو جائے گی۔“ (حقیقت الوحی ص ۱۰۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۸)

جب کہ صاحب بہادر کی وہ پیشین گوئیاں بھی پوری نہیں ہو پائیں جو انتہائی بلند بانگ دعووں کے ساتھ کی گئی تھیں جنہیں ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی فیصلہ کن پیشین گوئیاں اور ان کا شرمناک انجام

غلام احمد قادیانی اگرچہ بے پناہ چالاک آدمی تھا۔ مگر جیسے کسی ملاح کا حد سے زیادہ بڑھا ہوا حوصلہ اس کی غرقابی کا سبب بن جاتا ہے اسی طرح چالاکی و مکاری میں اس کا حد سے زیادہ گذر جانا اس کو بری طرح لے ڈوبا۔ اس نے مختلف پہلوؤں سے انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کیں۔ قرآن کریم کی تحریف میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کلمۂ اسلام کا گو صراحتاً انکار نہیں کیا۔ مگر اس کے لازمی تقاضوں کی صریح مخالفت کی۔ خاتم النبیین ﷺ کو جھٹلایا۔ اجماع امت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔ قدم قدم پر مسلمانوں کی دل آزاری کی۔ عیسائیوں کو بھی نہیں بخشا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا ناجائز بیٹا بتایا۔ جو قرآنی صداقتوں کے قطعی خلاف ہے۔ ہندوؤں کے بزرگوں کی بھی مٹی پلید کر کے رکھ دی۔ اس طرح غلام احمد نے ایک ہی وقت میں بہت ساری مخالفتیں مول لے لیں۔

عیسائیوں کے ساتھ امرتسر کے ایک مناظرہ میں جب مرزا قادیانی ایک بوڑھے پادری عبداللہ آتھم سے شکست فاش کھا گئے تو جھنجھلاہٹ میں اس کے لئے موت کی پیشین گوئی کر دی اور یہ سمجھ کر کہ یہ بوڑھا شخص ہے سال ڈیڑھ سال میں رڑھک جائے گا۔ پیشین گوئی کی مدت پندرہ ماہ رکھی گئی۔ اعمال بد کے نتیجہ میں مرزا قادیانی کو قدرتی طور پر ذلیل ہونا تھا۔ پادری سخت جان ہو گیا اور پیشین گوئی کی مدت پوری ہونے کے بعد بھی کافی عرصہ تک زندہ رہا۔ ہم پہلے اسی الہامی پیشین گوئی کا جائزہ لیں گے۔

واضح رہے کہ ہم پادری آتھم کے حامی نہیں ہیں اور نہ مذہباً اسے حق پر سمجھتے ہیں۔ توحید کو چھوڑ کر تثلیث پر یقین رکھنے والا حق پر کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس پیشین گوئی کو چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دے دیا تھا اس لئے اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

اس پیشین گوئی کے ساتھ مرزا قادیانی نے اور بھی کئی پیشین گوئیاں شامل کر دی تھیں۔ ایک پنڈت لیکھرام کے متعلق جو ان کی بیہودہ گوئیوں پر انہیں برا بھلا کہتے رہتے تھے۔ دوسری مرزا احمد بیگ کے بارے میں جو ان کے قریبی عزیز تھے اور جنہوں نے اپنی بیٹی محمدی بیگم سے بوڑھے مرزا قادیانی بہادر کا پیغام نکاح حقارت سے ٹھکرا دیا تھا۔ ان پیشین گوئیوں کے سلسلے میں مرزا قادیانی کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔ شہادت القرآن میں لکھتے ہیں: ”پھر ماسوا اس کے اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیشین گوئی جس کی میعاد ۵ر جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیشین گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے۔ جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ر ستمبر ۱۸۹۲ء ہے۔ قریباً ۱۱ر مہینے باقی رہ گئے ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں۔ ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں! کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں حق تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالیٰ اس کی خاطر سے کسی اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہرا دے۔ پیشین گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہوں۔ بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشین گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔“ یہ تینوں پیشین گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر

حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمان سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں سے وہ پیشین گوئی جو مسلمان قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان ہے۔ کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں: (۱) مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔ (۲) اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا شوہر ہے۔ اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔ (۳) اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔ (۴) اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔ (۵) اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔ (۶) اور پھر یہ کہ اس عاجز سے (محمدی بیگم کا) نکاح ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔"

(شہادت القرآن ص ۸۰، ۸۱، خزائن ج ۶ ص ۳۷۵، ۳۷۶)

پادری آتھم کے بارے میں ایک خصوصی الہام

پادری آتھم کے متعلق پیشین گوئی کہ وہ ۵ رجون ۱۸۹۳ء سے پندرہ ماہ کے اندر اندر مر جائے گا۔ ہم مرزا قادیانی کی واضح عبارت نقل کر چکے ہیں۔ لیکن بعد میں مرزا قادیانی کو آتھم کے بارے میں ایک خصوصی الہام ہوا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں (جو آتھم سے ہوئی تھی) دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان (حضرت عیسیٰ) کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ (جہنم) میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص حق پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے ہو جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں۔" (جنگ مقدس ص ۱۸۸، ۱۸۹، خزائن ج ۶ ص ۲۹۱، ۲۹۲)

اس پیشین گوئی کے بارے میں مزید لکھتے ہیں: "میں حیران تھا کہ اس بحث میں مجھے کیوں آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ (جہنم)

میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔“

(جنگ مقدس ص ۱۸۹، خزائن ج ۶ ص ۲۹۳)

اس پیشین گوئی میں مرزا قادیانی نے پوری وضاحت کے ساتھ یہ یقین دلایا ہے کہ اگر آتھم نے حق کی طرف رجوع نہ کیا تو وہ پیشین گوئی کی تاریخ سے پندرہ مہینے کے عرصہ میں مرجائے گا۔ جہنم رسید ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ مرزا قادیانی حق پر خود کو اور اپنے متبعین ہی کو سمجھتے تھے۔ اس لئے آتھم کے حق کی طرف رجوع کرنے کا صاف مطلب یہی تھا کہ اگر وہ عیسائیت سے تائب ہو کر مرزا قادیانی کے دین میں داخل نہ ہوئے اور انہیں مسیح موعود نہ مانا تو لازماً پیشین گوئی کے مطابق پندرہ ماہ کے اندر مرجائیں گے اور طبعی موت نہیں مریں گے۔ بلکہ بسزائے موت جہنم میں پہنچیں گے۔

مگر افسوس مرزا قادیانی کی اس قدر اہم پیشین گوئی کے بعد بھی وہ پندرہ مہینے کے اندر نہیں مرے۔ کافی لمبے عرصے تک زندہ رہے۔ پیشین گوئی کے مطابق پادری آتھم کو ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء تک جہنم رسید ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر وہ ۲۷؍جولائی ۱۸۹۶ء میں مرے اور طبعی موت مرے۔

(ہدایۃ الحمری عن غوایۃ المفتری ص ۱۴۱، مصنفہ مولانا عبدالغنی بٹالوی)

پیشین گوئی کی میعاد پوری ہو جانے کے بعد عیسائیوں نے آتھم کا بڑی دھوم دھام کے ساتھ امرتسر شہر میں جلوس نکالا اور لوگوں کو دکھایا کہ دیکھا آتھم زندہ ہے۔ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی رکھی رہ گئی اور وہ بدنصیب لنگڑے، اندھے اور بہرے بھی ٹھیک ہونے سے محروم رہ گئے۔ جن کو پیشین گوئی کے ظہور میں آنے کے ساتھ بشارت دی گئی تھی۔

اب اگر مرزا قادیانی کو اپنے دعوؤں کا پاس ہوتا تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ صاف طور پر اپنے کاذب اور فریبی ہونے کا کھلے عام اعتراف کرتے۔ اپنے آپ کو عوام کی عدالت میں سزا کے لئے پیش کر دیتے اور اعلان کرتے کہ میں جسے وحی سمجھتا تھا درحقیقت وہ وحی نہیں تھی۔ شیطانی حرکات تھیں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں کا اقرار کرتے۔ اپنے سابقہ کردار پر ہزار بار لعنت بھیجتے اور دین کی صحیح راہ پر گامزن ہو جاتے۔ لیکن اس شخص نے ایسا نہیں کیا اور وہ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ کسی غلط فہمی کا شکار تھا ہی نہیں۔ نہ اس پر کسی خبیث کا کوئی اثر

تھا۔ ورنہ حقیقت حال کھل جانے پر وہ لازما تائب ہو گیا ہوتا۔ ہم اپنا خیال ظاہر کر چکے ہیں کہ وہ ایک ذہین وفطین اور الحاد پسند آدمی تھا۔ جو کچھ وہ کر رہا تھا پوری طرح جان بوجھ کر کر رہا تھا۔ لوگوں کو بے وقوف بنانے اور اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے کر رہا تھا۔

مرزا قادیانی کے کرتب

پہلا کرتب

جب مرزا قادیانی نے دیکھ لیا کہ پادری آتھم ان کی پیشین گوئی کی مدت نکل جانے کے بعد بھی زندہ ہے جس سے لوگوں میں ان کی بری طرح رسوائی ہو رہی ہے اور اپنے لوگوں کے ٹوٹ جانے کا بھی خطرہ ہے۔ وہ سوالات بھی کر رہے ہیں تو آپ نے پینترا بدلا۔ فرمایا: ”میری مراد صرف آتھم سے نہیں بلکہ پوری جماعت سے ہے جو اس بحث میں اس کی معاون تھی۔“

(انوار الاسلام ص۲، خزائن ج۹ ص۲)

لوگوں کو احمق بنانے کے لئے پیشین گوئی کو زبردستی وسعت دے کر پادریوں کی صفوں میں نظر دوڑانی شروع کر دی۔ اس عرصہ میں ایک پادری رائٹ مر گیا تھا۔ قدرت کا نظام ہے لوگ پیدا بھی ہوتے ہیں مرتے بھی رہتے ہیں۔ جیسے ہی رائٹ کا مرنا معلوم ہوا فوراً مرزا قادیانی پکار اٹھے کہ میری پیشین گوئی پوری ہو گئیں۔ پادری رائٹ مر گیا۔ ہاویہ میں جا گرا۔ اب کہئے! اسے عیاری نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟ پیشین گوئی کی گئی آتھم کے بارے میں۔ مراد لے لی جماعت۔ مر گیا رائٹ۔ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی پوری ہو گئی۔ بہت خوب۔ کیا کہنے ہیں نبی ظلی کی دیانت وصداقت کے۔

مرزا قادیانی کو چھوڑ دیجئے۔ وہ تو چت بھی اپنی اور پٹ بھی اپنی سے کام لے کر اپنا الو سیدھا کر رہے تھے۔ افسوس تو ان پر ہے جو قدرت کی عطا کی ہوئی سمجھ اور روشن آنکھوں سے صحیح کام نہ لے کر مرزا قادیانی کے ساتھ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور اتنی کھلی ہوئی باتیں بھی انہیں غلط راہ سے نہیں ہٹا سکیں۔

دوسرا کرتب

سمجھے ہوں گے کہ شاید میری یہ توجیہہ لوگوں کو مطمئن نہ کر سکے۔ اس احساس سے دوسرا پینترا بدلا۔ فرمایا: ”پیشین گوئی میں یہ بھی تو ہے کہ اگر اس نے حق کی طرف رجوع نہ کیا۔“ اور اس نے رجوع الی الحق کر لیا تھا اسی لئے تو نہیں مرا۔ مزید فرمایا: ”پیشین گوئی نے اس کے دل پر اثر کیا

اور وہ پیشین گوئی کی عظمت کی وجہ سے دل میں موت کے غم سے شہر شہر مارا پھرتا رہا۔“

(اشتہار ہزاری ص الف، دوہزاری ص ۱، سہ ہزاری ص ۲، انوار الاسلام، خزائن ج ۹ ص ۵۶، ۶۳، ۲، ۷ ملخص)

جب لوگوں نے کہا مرزا قادیانی! اس نے رجوع الی الحق کیا کہاں۔ وہ تو آج تک عیسائیت پر مضبوطی سے قائم ہے۔ تو ایک اور پینترا بدلا۔ فرمایا: ”میری پیشین گوئی کے بعد اس کے دل میں موت کا ڈر پیدا ہوا جس سے وہ خدا کی طرف رجوع ہوا اور اس سے ڈرا۔ اسی لئے امرتسر سے باہر آتا جاتا رہا۔“ (انوار الاسلام ص ۱۰، خزائن ج ۹ ص ۱۰ ملخص)

اہل نظر غور فرمائیں! پندرہ ماہ کے عرصہ میں کیا کسی کو دو چار سفر پیش نہیں آسکتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ آسکتے ہیں اور آتے رہتے ہیں۔ اگر پادری آتھم بھی اپنی کسی ضرورت سے دو چار دفعہ کہیں سفر میں چلا گیا تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ وہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی سے ڈر کر امرتسر سے باہر بھاگا۔ پھرتا رہا؟ اور پھر پیشین گوئی میں یہ کہاں ہے کہ وہ امرتسر میں رہا تو مرے گا۔ باہر چلا گیا تو نہیں مرے گا۔ اس میں تو صرف مرنے کی بات ہے۔ وہ پندرہ ماہ کی متعینہ مدت میں کہیں بھی مر جاتا۔ پیشین گوئی سچی بھی جاتی۔

تیسرا کرتب

مرزا قادیانی جانتے تھے کہ پیشین گوئی پوری نہ ہونے کی وجہ سے صورتحال زیادہ بگڑ گئی ہے۔ ابھی تک کوئی بات ڈھنگ کی نہیں بنی۔ اس لئے آپ نے ایک نیا پینترا بدلا اور لوگوں کو یہ اثر دینا چاہا کہ آتھم اگرچہ عیسائیت پر قائم ہے مگر دلی طور سے وہ حق کی طرف مائل ہو گیا ہے اور میری پیشین گوئی کے بعد سے اس نے عیسائیت کے لئے کوئی کام نہیں کیا۔ کہتے ہیں: ”اس نے اس مباحثہ کے بعد میری پیشین گوئی کے ڈر سے عیسائیت کی حمایت میں ایک سطر بھی نہیں لکھی۔ بس یہی اس کے رجوع کی علامت ہے۔“ (انجام آتھم ص ۲۴، خزائن ج ۱۱ ص ۲۴)

درانحالیکہ آتھم عیسائیت کی حمایت میں حسب طاقت برابر لکھتا رہا۔ اس نے نہ صرف عیسائیت کی حمایت ہی میں لکھا بلکہ خود مرزا قادیانی کی فریب کارانہ حرکتوں پر سے بھی وہ زندگی کے آخری دنوں تک پردے اٹھاتا رہا۔ اسے دجال، کذاب اور فریب کار تک لکھتا رہا۔ مرزا قادیانی کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلنے والے اس صورتحال کو کیا کہیں گے؟ کیا مرزا قادیانی کو جھوٹا اور دجال کہنے والا شخص بھی ان کی نظر میں رجوع الی الحق کئے ہوئے ہے؟ جس کی وجہ سے وہ پیشین گوئی کی سخت مار سے بچ گیا۔

درحقیقت اس پیشین گوئی کے سراسر غلط ثابت ہو جانے سے مسیح موعود اور نبی ظلی ذات

کوشدید دھکا پہنچا۔ اس کا قصر نبوت سارا کا سارا زمین پر آ رہا۔ وہ چالاک ترین آدمی ہونے کے باوجود گھبرا گیا اور اس گھبراہٹ میں ایک سے ایک لچر اور بے تکی بات کہہ گیا۔

بات بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہ بنے

ایک جگہ کہتے ہیں: ”آتھم نے جلسہ مباحثہ میں ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور پیشین گوئی کی بناء یہی تھی کہ اس نے آپ ﷺ کو دجال کہا تھا۔“ (حقیقت الوحی ص۲۰۷، خزائن ج۲۲ ص۲۱۶ حاشیہ)

قارئین غور فرمائیں! اس پیشین گوئی میں کسی رخ سے بھی آنحضرت ﷺ کا ذکر نہیں۔ اس میں تو یہ ہے کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ پندرہ مہینے کے اندر ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ مرزا قادیانی کو اس پیشین گوئی نے دراصل ایک ایسے موڑ پر کھڑا کر دیا تھا جہاں انہیں کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا اور وہ بوکھلائے ہوئے تھے۔

مرزا قادیانی کی الٹی منطق

پیشین گوئی کی مدت میں آتھم کے جہنم رسید نہ ہونے کی ایک طرف تو وجہ یہ بتائی جارہی ہے کہ اس نے رجوع الی الحق کر لیا تھا۔ اسی لئے وہ پیشین گوئی کی مار سے بچ نکلا۔ دوسری طرف مرزا قادیانی کہتے ہیں: ”وہ ہاویہ میں مبتلا رہا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ موت کے ڈر سے پریشان حال رہا۔ امرتسر سے گھبراہٹ میں ادھر ادھر بھاگا پھرا۔ اس کا سکون غارت ہوگیا اور یہی ہاویہ ہے۔“ آگے لکھتے ہیں: ”ہماری پیشین گوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اس کے مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ وہ بے شک ہاویہ میں گرا۔ ضرور گرا اور اس کے دل پر وہ رنج وغم اور بدحواسی اس طرح وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔“ (انوارالاسلام ص۷، خزائن ج۹ ص۷)

اب مرزا قادیانی تو ہیں نہیں جو ان سے پوچھتے کہ یہ کیا الٹی منطق ہے کہ ایک طرف تو اس پر زور دیا جارہا ہے کہ آتھم نے رجوع الی الحق کر لیا تھا۔ دوسری طرف یوں فرمایا جارہا ہے کہ وہ ہاویہ (جہنم) میں گرا۔ ضرور گرا۔ معلوم نہیں کہ وہ کم بخت حق کے ساتھ ہاویہ میں کیسے گر گیا؟

مولانا محمد حسین وغیرہ سے متعلق پیشین گوئی

یہ پیشین گوئی مولانا محمد حسین بٹالوی اور ان کے دو ساتھیوں کے لئے کی گئی تھی جو مرزا قادیانی کے لئے ایک بھاری آفت بنے ہوئے تھے۔ جن کے سامنے مرزائی ساری مکاریاں ناکام ہو رہی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی اس الہامی پیشین گوئی کو بھی فیصلہ کن اور حق

دباطل کا معیار قرار دیا تھا۔ اپنے متوسلین کو معصومانہ انداز میں ہدایات دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۵ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ پر گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے۔ جیسا کہ سن رہے ہیں۔ مگر چاہئے کہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خداتعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خداتعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مسل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت کے کمرے سے باہر ہے اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے۔ مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہوکر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خداتعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر وتقویٰ اختیار کرو اور خداتعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرمادے۔'' (راز حقیقت ص ۲۰۱، خزائن ج ۱۴ ص ۱۵۳، ۱۵۴)

اب مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل اشتہار ملاحظہ فرمائیے: ''میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین بٹالوی میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ ہے کہ اے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ر نومبر ۱۸۹۷ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولا! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ر دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر اور اس روز روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر میرے آقا میرے مولا میرے منعم! میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو ۱۵ر دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے

دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کر ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ''ضربت علیھم الذلۃ'' کا مصداق کر۔''

آگے لکھتے ہیں: ''یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹیں گے[1]۔''

اس کے بعد یہ الہام ہوا اور کچھ الہامات عربی میں ہوئے۔ کہتے ہیں: ''یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبتی، دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بناء پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۶۰، ۶۱)

مرزا قادیانی نے عاجزانہ اور دل کش انداز میں اپنے متبعین کو ہدایات دے کر اپنی پیشین گوئیوں کے برحق ہونے پر اور اپنے نصب العین کو صداقت پر جمانے کی سعی کی ہے۔ بہرکیف وہ کوئی بھی انداز اختیار کریں۔ ہمیں اس سے یہاں کوئی بحث نہیں۔ بحث ان کی پیشین گوئیوں سے ہے۔ یہ بات تو قارئین کے سامنے آ ہی گئی کہ مرزا قادیانی اپنی ان پیشین گوئیوں کو اپنے صادق یا کاذب ہونے کا معیار قرار دے رہے ہیں اور پوری قوت کے ساتھ یہ حقیقت ذہن نشین کرا رہے ہیں کہ اگر یہ پیشین گوئیاں اپنی اپنی جگہ صحیح اور حق ثابت ہوئیں تو مجھے دوسری باتوں میں بھی صادق تسلیم کیا جائے۔ عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ ورنہ ہر جہت سے کاذب، مفتری اور جھوٹا سمجھا جائے۔ یہ پیشین گوئیاں کیونکہ بہت زوردار دعووں کے ساتھ کی گئی تھیں۔ اس لئے ان کے ناسمجھ متبعین نے بھی خوب دل کھول کر پروپیگنڈہ کیا اور بے قراری کے ساتھ ان کے وقوع پذیر ہونے کا انتظار کیا جانے لگا۔

---

[1] ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام لیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے۔ وہ افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ (مرزا)

الہام مرزا کے بموجب یہ فیصلہ قطعی اور آخری فیصلہ ہونا چاہئے تھا ان کے چیلے مرزا قادیانی کو تو حق ہی پر جانتے تھے۔ وہ شدت سے منتظر تھے کہ اب دیکھئے پیشین گوئی زدہ لوگوں کا کیا حشر بنتا ہے۔ مگر وہ نیک حضرات کیونکہ حق پر تھے اور ان کے سینے ختم نبوت کے صحیح عقیدے کی روشنی سے منور تھے اس لئے ان کا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ خود مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کی موجیں ان کے ساحل ایمان سے ٹکرا کر فضا میں تحلیل ہوگئیں۔ وہ نیک دل اور مخلص حضرات ہر طرح بعافیت رہے۔ ملت اسلامیہ میں ان کی عزت افزائی ہوئی۔ البتہ مرزا قادیانی کی رسوائیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مگر وہ بزبان خود مسیح موعود اور نبی ظلی ایسے کہاں تھے جو حقائق کو تسلیم کر لیتے۔ حقائق سے تو ان کو الرجی ہوتی تھی۔

پیشین گوئی کے تیرہ ماہ کے اندر تو کیا، کئی سال بعد تک بھی جب مرزا قادیانی کے مقابل لوگوں پر کوئی آفت نہ آئی اور نہ کوئی افتاد پڑی تو مرزا قادیانی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق اسی فن کاری سے کام لیا۔ جس کا مظاہرہ وہ پہلے سے کرتے آرہے تھے۔ پیشین گوئی کا نشانہ بنائے جانے والوں کے خلاف کفر کا فتویٰ جڑ دیا اور شور مچا دیا کہ میری پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ وہ ذلیل ہوگئے۔

ان پر کفر کا فتویٰ لگ گیا۔ نیز یہ کہ اس اثناء میں محمد حسین کو کافی زمین ملی ہے۔ وہ زمیندار ہوگیا ہے۔ یہ بھی ہماری پیشین گوئی کے سچی ہو جانے کا بیّن ثبوت ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ زمین کا ملنا تو خوشحالی کی علامت ہے اور جسے انعام خداوندی کہنا چاہئے اس میں تو ان کی عزت ہی بڑھی، ذلت تو نہ ہوئی۔ یہ بات سمجھ سے باہر ہے۔ ہاں اگر زمین ناجائز طور پر یا ظالمانہ انداز میں حاصل کی گئی ہے تو آپ کی بات کس حد تک ٹھیک کہی جا سکتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے یا پھر آپ ثابت کیجئے۔

اس پر فرمایا گیا وہ زمین ملنے سے زمیندار ہوگیا ہے جو ذلت ہے۔ کیونکہ جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوں وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں مرزا قادیانی بہادر کی توجیہات اور ان کے بھاری اور معقول دلائل اور یہ تھیں نبی ظلی کی الہامی پیشین گوئیاں۔ یہی حال ان کے تمام الہامات کا ہے اور یہی معجزات کا وہ اپنے معجزات کی تعداد بڑے فخر کے ساتھ تین لاکھ بتاتے ہیں۔ لیکن وہ جنہیں معجزات کہتے ہیں وہ اس تعداد سے بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی جاہل عقیدت مند نے ایک روپیہ مرزا قادیانی کی نذر کر دیا تو فرمایا: ”میرے دل میں یہ بات آئی تھی۔“ بس ایک

معجزہ ہو گیا۔ اسی طرح اگر کسی سے پانچ دس ہزار روپے ٹھگ لئے تو فی روپیہ ایک معجزہ کے حساب سے اتنے ہی معجزات تیار ہو گئے۔ ان کے قلم سے غلط سلط عربی میں یا اردو میں کوئی شعر یا غزل وغیرہ نکل گئی تو اس کے تمام حروف والفاظ معجزات بن گئے۔

پنڈت لیکھرام سے متعلق پیشین گوئی

یہ پنڈت لیکھرام وہی ہے جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ ان سے متعلق پیشین گوئی کے بارے میں جو اشتہار مرزا قادیانی کی طرف سے منظر عام پر آیا تھا وہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے: ”واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شائع کیا گیا تھا اندر من مراد آبادی اور لیکھرام پشوری کو اس بات کی دعوت دی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کی قضاوقدر کی نسبت بعض پیشین گوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندر من نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا۔ لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشین گوئی چاہو شائع کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ ”عجل جسد له خوار له نصب وعذاب “یعنی ایک بیجان گئو سالا ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقرر ہے۔ جو ضرور اس کو مل کر رہے گا اور اس کے بعد آج ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے۔ اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰؍فروری ۱۹۰۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اس پیشین گوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نہ نازل ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو۔ تو سمجھو کہ میں خداتعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا نطق ہے اور میں اس پیشین گوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسا ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جاوے اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشین گوئی میں جھوٹا نکلنا جو تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے زیادہ اس سے کیا لکھوں۔“ (سراج منیر ص ۱۱، خزائن ج ۱۲ ص ۱۴، ۱۵)

قارئین! خاص طور پر یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئی لیکھرام کی موت کے بارے میں نہیں ہے۔ بلکہ خرق عادت کے طور پر کسی بھاری اور عبرتناک عذاب کے بارے میں ہے جس کا تعلق زندگی سے ہے۔ یعنی اس کی زندگی میں اس پر کوئی ہیبت ناک عذاب نازل ہوگا۔ چھ سال پورے ہونے لگے اور لیکھرام پر کوئی افتاد نہیں پڑی اور نہ خرق عادت کے طور پر کوئی عذاب نازل ہوا۔ جس کو لے کر مرزا قادیانی لوگوں کو باور کرا سکتے کہ دیکھو ہماری پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔ وہ کس طرح عذاب میں مبتلا ہے۔ مرزا قادیانی اور ان کے ہمنوا سخت پریشان تھے۔ انہیں اپنی پیشین گوئی کی دلدل سے نکلنے کا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔ اتفاق سے اسی اثناء میں ان کے ایک دشمن نے چھرا گھونپ کر ان کو مار ڈالا۔ مرزا قادیانی نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اس صورتحال کو پیشین گوئی کے سچی ثابت ہونے کے ثبوت میں پیش کر دیا۔ جب کہ لیکھرام کے متعلق موت کی پیشین گوئی تھی ہی نہیں۔ پیشین گوئی ایک بار پھر پڑھ لیجئے۔ ہاں! اگر پیشین گوئی یہ ہوتی کہ لیکھرام اتنی مدت میں قتل کر دیا جائے گا تو پھر مرزا قادیانی کو کچھ کہنے کا حق حاصل ہو سکتا تھا۔

مرزا قادیانی نے یہاں مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ لیکھرام نے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی تھی۔ اسی لئے میں نے اس کے لئے یہ پیشین گوئی کی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ لیکھرام نے گستاخیاں نہیں کی ہوں گی، کی ہوں گی۔ اس پر اس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ ہمارا مقصد لیکھرام کی حمایت ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ غلام احمد قادیانی جو خود کو مامور من اللہ، مسیح موعود اور نبی ظلی بتا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ مجسم جھوٹ اور سراپا مکر و فریب ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں تو خود مرزا قادیانی زندگی کے آخری لمحوں تک کرتے رہے ہیں اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مرزا قادیانی نے کہا آئے گا اور وہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد خاتم النبیین ہیں۔ مرزا قادیانی نے کہا نہیں۔ نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ کیا یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلانے کا صریح ارتکاب نہیں ہے؟

مرزا احمد بیگ، ان کے داماد اور آسمانی نکاح کے بارے میں پیشین گوئی

پادری آتھم کے بارے میں مرزا قادیانی کی زوردار پیشین گوئی قطعاً غلط ثابت ہوئی۔ مولانا محمد حسین اور ان کے ساتھیوں سے متعلق پیشین گوئی کا جو حشر بنا وہ سامنے آ چکا ہے۔ پنڈت لیکھرام کے لئے جو پیشین گوئی فرمائی گئی تھی وہ بھی جھوٹی ہو کر ان کی رسوائی کا باعث بنی۔ اب یہ

پیشین گوئی ایک مسلمان شخص مرزا احمد بیگ کے بارے میں ہے۔ تنہا احمد بیگ کے بارے میں نہیں۔ ان کے داماد اور بیٹی کے لئے بھی ہے۔ جس سے شادی کرنے کے لئے مرزا قادیانی بے تاب تھے۔ سابقہ پیشین گوئیوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ مرزا قادیانی نے اس پیشین گوئی کو معرکۃ الآراء عظیم الشان اور حق وباطل کے درمیان فیصلہ کن قرار دیا تھا۔ لیکن دوسری پیشین گوئیوں کی طرح یہ بھی مرزا قادیانی اور ان کی پوری جماعت کے لئے انتہائی رسوا کن ثابت ہوئی۔ ہم واقعات کی صاف روشنی میں اس کا جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ پیشین گوئی پڑھنے سے قبل اچھا ہے کہ آپ ایک نظر اس کے پس منظر کو بھی دیکھ لیں۔

اس پیشین گوئی کی اصل وجہ یہ تھی کہ مرزا احمد بیگ نے جو غلام احمد کے قریبی عزیز تھے لیکن ان کی گمراہیوں سے متنفر تھے۔ اپنے کسی معاملہ میں مرزا قادیانی سے اخلاقی تعاون چاہا۔ مرزا قادیانی نے فرمایا۔ اس وقت تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تم پھر کسی وقت آنا۔ احمد بیگ دوسرے وقت پہنچے۔ مرزا قادیانی نے کہا۔ مجھے الہام ہوا ہے کہ میں تمہاری بیٹی (محمدی بیگم) سے نکاح کر لوں اور یہ نکاح مقدر ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں اس کے لئے تمہارے سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اس رشتہ کو قبول کر لو۔ اس سے تمہیں بہت فائدہ پہنچے گا۔ مرزا قادیانی نے اس غریب عزیز کی مجبوری سے بیجا طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ یہ وہ مذموم اور خود غرضانہ حرکت تھی جس سے ایک حساس معاشرہ میں ہمیشہ نفرت وغصہ کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ احمد بیگ ایک غیور آدمی تھے۔ انہیں مرزا قادیانی کی یہ سودے والی بات ناگوار گذری اور گذرنی ہی چاہئے تھی۔ انہوں نے بڑی حقارت سے اس رشتہ کو ٹھکرا دیا۔ مرزا قادیانی کی دلی تمنا تھی کہ وہ کسی بھی طرح محمدی بیگم کو حاصل کر لیں۔ انہوں نے احمد بیگ کے صاف انکار کے بعد بھی کوششیں جاری رکھیں۔ خطوط لکھے۔ سفارشیں کرائیں۔ جب کسی صورت بات نہ بنی تو پیشین گوئی کی دھونس دی اور بالآخر پیشین گوئی کر ہی دی۔ اس دھونس سے ان کا منشا یہی تھا کہ احمد بیگ اور ان کی اہلیہ جو اس معاملہ میں بہت سخت ہو گئی تھیں۔ خوفزدہ ہو کر اپنی چہیتی بیٹی کو بوڑھے اور جھوٹے نبی مرزا غلام احمد کے حوالہ کر دیں۔ احمد بیگ کے ہونے والے داماد پر غصہ رقابت کی آگ تھی۔

اب مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کے الفاظ بغور پڑھئے! لکھتے ہیں: ”اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا ہے کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کرو اور ان کو کہہ دو کہ تمام سلوک ومروت تم سے اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے

حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جاوے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جاوے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔"

آگے لکھتے ہیں: "پھر ان دنوں جو زیادہ تضرع اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جو مقرر کر رکھا ہے وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بنادے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا۔"

(مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۵۷، ۱۵۸)

اس پیش گوئی میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح دوسرے کسی شخص سے کر دیا گیا تو نکاح کی تاریخ سے تین سال کے اندر احمد بیگ اور ان کا ہونے والا داماد یعنی محمدی بیگم کا شوہر دونوں موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ یہ جاننے کے لئے کہ محمدی بیگم کا نکاح کس تاریخ میں منعقد ہوا اور وہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کے مطابق کب تک موت کے منہ میں جائیں گے۔ مرزا قادیانی ہی کے الفاظ پڑھئے۔ وہ میعاد کے متعلق اپنے رسالہ (شہادت القرآن ص ۸۰، خزائن ج ۶ ص ۳۷۵) میں لکھتے ہیں: "۲۱ر ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی۔"

ان کے لکھنے کے مطابق ۲۱ر اگست ۱۸۹۴ء کے بعد ایک دن بھی احمد بیگ کے داماد محمدی بیگم کے شوہر کو زندہ نہیں رہنا چاہئے تھا۔ مگر وہ زندہ رہا اور صحت وعافیت کے ساتھ زندہ رہا۔ گھریلو تعلقات کی خوشگوار فضا میں زندہ رہا۔ اس عرصہ میں اگر کہیں وہ بیمار ہو گیا تو یا کسی سفر میں چلا گیا ہوتا یا میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں کچھ تلخیاں پیدا ہو گئی ہوتیں تو مرزا قادیانی جھٹ پکار اٹھتے کہ ہماری پیشین گوئی سچی ہو گئی۔ دیکھ لو احمد بیگ کا داماد کس حالت میں ہے اور یہ حالت ہمارے نزدیک خود موت کے مترادف ہے۔

قارئین غور فرمائیں! پیشین گوئی میں کہا گیا تھا کہ احمد بیگ کا داماد نکاح کے بعد تین سال کے اندر ختم ہو جائے گا۔ جب کہ وہ نکاح کے بعد آٹھ نو سال تک زندہ رہا۔ کہا گیا تھا کہ ان کے گھر پر تفرقہ، تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ ان میں سے کوئی بات بھی پیش نہیں آئی۔ پیشین گوئی میں تھا کہ درمیانی زمانہ میں محمدی بیگم غم ورنج میں مبتلا ہو گی۔ ایسا بھی نہیں ہوا۔ پیشین گوئی میں یہ

بھی تھا کہ انجام کار محمدی بیگم اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔ جب کہ زندگی بھر حضور اسی حسرت میں تڑپتے رہے۔ محمدی بیگم سے نکاح تو کیا ہوتا اس کی شکل بھی نہیں دیکھ سکے اور بیچارے نبی ظلی اسی نامرادی میں ذلتوں کا بھاری بوجھ سر پر رکھ کر دنیا سے سدھار گئے اور آنجہانی بن گئے۔ ہم مرزا قادیانی کا ایک خط جو انہوں نے مولانا ثناء اللہ صاحب کو لکھا تھا پیش کر رہے ہیں۔ اسے غور سے پڑھئے!

مرزا قادیانی بنام مولانا ثناء اللہ صاحب …… آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یستئلونك احق ھو قل ای وربی انه لحق

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ!

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب، تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور دجال اور کذاب ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کرتے اور دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشین گوئی نہیں محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک! اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض

میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک۔ میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین!

مگر اے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں۔ تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر، مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے۔ جن کو وہ منصبی فرض سمجھ کر ہمیشہ مجھ کو دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین!

میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں۔ جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا برا آدمی ہے۔

میں دیکھتا ہوں مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلے کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے، اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک! تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین!

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

(اشتہار مورخہ ۵ر اپریل ۱۹۰۷ء، مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۱۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸، ۵۷۹)

خدا کی قدرت اور مقام عبرت دیکھئے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب تو ایک مدت تک بعافیت زندہ رہے اور بوڑھے ہو جانے کے باوجود قادیانیت کی بیخ کنی میں لگے رہے اور مرزا قادیانی بہادر اپنے اس اشتہار کے ایک ہی سال بعد ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء میں اپنے دامن میں

بہت ساری رسوائیاں سمیٹ کر پادری آتھم اور پنڈت لیکھرام کے پاس ہاویہ میں جا پہنچے۔ قادیانیت کی سرزمین پر سناٹا چھا گیا۔ ان کے امتی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ انتظار تھا مولانا ثناء اللہ کے مرجانے کا اڑھک گئے مرزا قادیانی۔ ”وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر انك علی كل شئ قدیر“

دعویٰ کیا تھا گل نے اس گل کی روبری کا
تھپڑ صبا نے مارا، شبنم نے منہ پر تھوکا

”نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ اس خط میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی خط میں ہے کہ: ”اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون وہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں۔ آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔“

خدا کے فضل وکرم سے مولانا ثناء اللہ صاحب تو ہر طرح سے محفوظ رہے۔ نہ طاعون میں مبتلا ہوئے اور نہ ہیضہ کی بیماری ان کو چھو سکی۔ اس کے برعکس خود مرزا قادیانی ہیضہ کی شدید تکلیف میں مبتلا ہو کر مرے۔ اس خط سے پہلے بھی مرزا قادیانی نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے لئے پیشین گوئی کی تھی۔ اس کا جو حشر ہوا وہ بھی دیکھ لیجئے۔

مولانا ثناء اللہ سے متعلق پیشین گوئی

مرزا قادیانی نے ایک پیشین گوئی کی تھی کہ: ”وہ (مولانا ثناء اللہ) قادیان میں میری پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے ہرگز نہیں آئیں گے۔“ (اعجاز احمدی ص ۳۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۸) جیسے ہی یہ پیشین گوئی مولانا کے علم میں آئی وہ فوراً اسی مقصد کے لئے ۱۰ر جنوری ۱۹۰۴ء میں قادیان جا دھمکے وہ اور مولانا محمد حسین صاحب وغیرہ تو جھوٹے نبی کو ہر جگہ اور ہر رخ سے مات دینے کا عزم مصمم کئے ہوئے تھے۔ وہ اس موقع پر کیسے چوک سکتے تھے۔ جب مولانا ثناء اللہ نے ایک خط کے ذریعہ مرزا قادیانی کو آگاہ کیا کہ میں آپ کی پیشین گوئی کے برخلاف قادیان پہنچ چکا ہوں اور گفتگو چاہتا ہوں تو مرزا قادیانی گول ہو گئے اور اس وقت تک زنان خانہ سے باہر نہ نکلے۔

جب تک ایسے معتبر لوگوں سے یقین کے ساتھ یہ معلوم نہیں ہوگیا کہ ثناء اللہ قادیان کی حدود سے باہر جاچکے ہیں۔ دیکھئے نبی ظلی کی پیشین گوئی کتنی سچی ثابت ہوئی؟

مولانا ثناء اللہ کو دعوت مبارزت اور میدان میں آنے سے گریز

ایک مرتبہ مرزا قادیانی نے عربی میں ایک قصیدہ لکھ لیا اور مولانا ثناء اللہ کو چیلنج کر دیا کہ:

”یہ میرا قصیدہ ہے عربی میں ہے اور یہ میرا اہم معجزہ ہے۔ اگر تم حق پر ہو تو آج سے پانچ دن کے اندر اس جیسا قصیدہ لکھ کر پیش کرو۔“ (اعجاز احمدی ص۳۶، خزائن ج۱۹ ص۱۴۶)

مولانا مرحوم نے بڑا اچھا جواب دیا۔ فرمایا: ”تمہارا چیلنج منظور ہے۔ مگر پہلے مجمع میں آکر اس کی عربی صحیح کر دو اور پھر میں پانچ دن سے پہلے قصیدہ پیش کرتا ہوں۔“

اس پر مرزا قادیانی کھیل گئے اور چپ سادھ لی۔ کیونکہ انہیں اتنی عربی آتی ہی نہیں تھی کہ کسی عربی داں کے سامنے آکر زبان وقواعد کے مسئلہ میں گفتگو کر سکیں۔

ایک دلچسپ پیشین گوئی

۱۸۸۶ء میں مرزا قادیانی کی بیگم حاملہ ہوگئیں۔ آپ نے فوراً پیشین گوئی فرمادی کہ:

”خداوند کریم نے جو ہر چیز پر قادر ہے مجھے اپنے الہام سے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ تا دین اسلام کا شرف کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا، خدا کے دین، اس کی کتاب، اس کے رسولوں کو انکار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ وہ تیرے ہی تخم تیری ہی ذریت سے ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا۔ تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام بشیر بھی ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ وہ بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جاوے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اسیروں کی رستگاری کا باعث ہوگا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔“

(اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، مندرجہ تبلیغ رسالت ج۱ ص۵۸، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۰، ۱۰۱)

کسی سے سن لیا ہوگا کہ حمل کے دوران دائنی کوکھ بھاری ہونا لڑکے...... کی علامت ہے اور بائیں کا بھاری ہونا لڑکی کی۔ استفسار پر بیگم نے کہہ دیا ہوگا کہ میری دائنی کوکھ بھاری ہے۔ اب کیا تھا مرزا قادیانی نے جھٹ سے پیشین گوئی کر ڈالی۔ یہ ان کی عادت تھی ہی کہ اپنی ہر بات کو الہامی بتاتے تھے۔ معتقدین میں ایک مادرزاد ولی کامل، مجدد وقت اور امام زماں کے ظہور کا شدت سے انتظار کیا جانے لگا۔ اللہ اللہ کر کے جب دن پورے ہوئے اور حمل باہر آیا تو...... لڑکا نہیں، لڑکی تھی۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

لوگوں نے پوچھا! مرزا قادیانی یہ کیا ہوا؟ یہ تو لڑکی ہوگئی۔ آپ نے تو عظیم الشان لڑکے کی پیشین گوئی کی تھی؟ مرزا قادیانی نے فوراً کرتب دکھایا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی حمل سے لڑکا ہوگا۔ الہام کے مطابق لڑکا ضرور ہوگا۔ دوسرے حمل میں ہوگا۔ دوسرے میں بھی نہ ہوا۔ تیسرے میں ہوگا۔ ہوگا ضرور!

مولانا ثناء اللہ وغیرہ جو کراماً کاتبین کی طرح مرزا قادیانی کی ہر ہر بات پر نظر رکھتے تھے۔ جستجو میں رہنے لگے اور ایسا انتظام کرلیا گیا کہ مرزا قادیانی کے گھر کی خبریں بھی ملتی رہیں۔ خطرہ یہ تھا کہ کہیں مرزا قادیانی کسی دوسرے کے نومولود سے بیگم کی گود بھر کر یہ مشہور نہ کردیں کہ میرے الہام کے مطابق لڑکا پیدا ہوگیا۔ یہ ان سے کچھ بعید بھی نہیں تھا۔ مرزا قادیانی نے لڑکا پیدا ہونے کے لئے نہ جانے کیا کچھ کیا ہوگا۔ لیکن افسوس! اس لڑکی کے بعد ان کے یہاں کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوا جسے مرزا قادیانی اپنی پیشین گوئی کا مصداق قرار دے سکتے۔

مرزا قادیانی کی فیصلہ کن اور دوسری پیشین گوئیاں جب پوری نہ ہوئیں تو بڑے پیمانہ پر ان کی رسوائی ہوئی۔ ہونی ہی تھی، ہوئی اور خوب ہوئی۔ مسلمانوں ہی میں نہیں، ہندوؤں اور عیسائیوں میں بھی ہوئی۔ ان کے چیلوں کو چاہئے تھا کہ وہ حقائق کے سامنے آجانے کے بعد صحیح راہ پر آجاتے۔ مرزا قادیانی کا ساتھ چھوڑ دیتے۔ مگر ان میں سے بہت سوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے مرتکب ہوگئے۔ مرزا قادیانی کے ایک چیلے ظہورالدین اکمل، پیشین گوئیوں کے صحیح ثابت نہ ہونے سے گھبرا کر اور مرزا قادیانی کے چہرے سے ذلت کی گرد صاف کرنے کے لئے ایک نرالا انداز اختیار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: ”ہر بات کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ غرض پوری ہوئی یا نہیں۔ جب اصل غرض پوری ہوجائے تو پھر یہ سوال بے فائدہ ہے کہ پیشین گوئی پوری ہوئی یا نہیں۔“ (مرزا احمد بیگ والی پیشین گوئی ص۲)

دنیا جانتی ہے کہ کسی پیشین گوئی کو جب کہ وہ ایسے شخص کی طرف سے کی جارہی ہو جو مامور من اللہ اور نبی ہونے کا مدعی ہو، اسی وقت درست مانا جائے گا جب وہ دعویٰ کے عین مطابق پوری ہوگی ورنہ نہیں۔ غرض تو بعد میں کچھ بھی بتائی جاسکتی ہے۔ اس طرح کی پیشین گوئی بلکہ اس سے کہیں معقول انداز میں تو کوئی بھی کرسکتا ہے۔ پیشین گوئی کا اور اس پر زور دینے کا حتیٰ کہ اسے کذب وصدق کا معیار اور قطعی فیصلہ کن قرار دیئے جانے کا تو صاف مطلب یہی ہوتا ہے کہ جس طرح کہا جارہا ہے اس کو اس طرح ہونا چاہئے۔ نہ ہونے کی صورت میں یہ کہنا کہ اس سے

میرا مطلب یہ تھا۔ میری غرض یہ تھی۔ حق کے ساتھ آنا کافی ہے۔ فہم وشعور کو منہ چڑانا ہے۔ غلط اور رکیک توجیہات ہیں۔ جنہیں معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی نہیں مان سکتا۔

مرزائیت، عقل سلیم کے لئے چیلنج

ڈاکٹر رشید الوحیدی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی!

حکیم مطلق نے قرآن پاک میں اپنے رسول کی طرح طرح صفت بیان فرمائی ہے۔ غور کیجئے! تو ہر بیان میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ بعض اسماء وصفات کے ذکر سے جناب باری تعالیٰ نے آنے والے دور میں بڑے بڑے فتنوں کا سدباب فرمادیا ہے۔ تمام اسماء اور تمام صفات کا استقصاء تو مشکل اور تفصیل طلب ہے۔ مثال کے طور پر لفظ ’’عبد‘‘ کو لیجئے۔ اس لفظ سے بہت بڑا مقصد عظیم یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بے مثال، اور انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام کو سامنے رکھتے ہوئے ذہن وعقیدہ کو ٹھگنے، گمراہ ہونے سے محفوظ رکھنے کا بہترین سامان کردیا ہے۔ پھر قرآن پاک میں متعدد جگہ اس لفظ ’’عبد‘‘ کو اشرف ترین مقام میں ذکر فرماکر اس حفاظت کو اور بھی مستحکم فرمادیا ہے۔ اسراء کے ذکر میں ہے: ’’سبحان الذی اسریٰ بعبدہ‘‘ ایک اور جگہ: ’’وانہ لما قام عبداللہ‘‘ پھر فرمایا: ’’فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ‘‘ اور ’’وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا‘‘ وغیرہ ذالک!

پھر حضرت مسیح علیہ السلام بھی قیامت میں شفاعت کے موقع پر اسی شرف ومجد والے لفظ کو اختیار فرمائیں گے۔ ’’اذھبوا الی محمد عبد غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر‘‘

دوسری صفت قرآن پاک نے یوں بیان فرمائی ہے: ’’ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین‘‘ کے سلسلے میں ایک بات نوٹ کرنے کی ہے، تمام ہی انبیاء کرام خصوصاً نبی آخرالزمان ﷺ کی دعوت کا بنیادی مقصد ایک ذات واحد کی طرف مخلوق کو بلانا تھا۔ مشرکین عرب کو محمد بن عبداللہ سے کوئی کد نہ تھی۔ ہاں! آپ کی نبوت کے تصور سے ان کو چڑ تھی، اور یہ اس لئے کہ صدیوں سے تین سو ساٹھ بلکہ ہزاروں اور لاکھوں بتوں کو پوجنے والوں کو جب نبی نے ایک ہی معبود کی طرف بلایا اور صرف اسی ایک ذات کو پوجنے کی دعوت دی تو وہ پوری طرح اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ جب تک آپ ﷺ اس دنیا میں رہے ان کے سینے میں غیض وغضب کا طوفان بھڑکتا رہا۔ طرح طرح کے مظالم اور جنگ کا بازار گرم رکھا، اور آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ پوشی فرماتے ہی انہوں نے براہ راست قصر نبوت پر حملے شروع کردیئے اور اس طرح کہ بہت سے

جھوٹے نبی، دعوائے نبوت کرنے لگے، نبی کریم ﷺ اس خطرے سے واقف تھے۔ آپ کے قلب صافی پر آنے والے اس فتنے کا خطرہ گذر رہا تھا۔ چنانچہ اللہ کے اس فرمان ”خاتم النبیین “ کی طرح طرح سے آپ ﷺ نے تشریح فرمائی۔ مثال دے کر وضاحت فرمائی اور بعض مواقع پر تو صاف ہی بتا دیا کہ میرے بعد کچھ جھوٹے لوگ نبوت کا دعویٰ بھی کریں گے۔ یہ سب آپ ﷺ اسی لئے کر رہے تھے کہ امت اس عظیم گمراہی میں پڑ کر دین کو برباد نہ کر لے۔ شرک میں داخل ہو کر اللہ کے سخت غضب کا شکار نہ ہو جائے۔ نیز نبی آخر الزمان کی ذات سے امت میں جو ایک مرکزیت پیدا ہو گئی ہے۔ سیکڑوں نبی کے جھوٹے دعوؤں سے وہ انتشار کا شکار نہ ہو جائے۔ چنانچہ صحیحین کی ایک روایت میں اس کو مثال دے کر بتایا۔

”میری اور انبیاء کی مثال ایک خوبصورت محل کی ہے۔ وہ محل یوں تو مکمل ہے۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی ہے۔ اس محل کو دیکھنے والوں نے گھوم گھوم کر اس کو دیکھا، پسند کیا۔ اسی ایک اینٹ کی خالی جگہ کے علاوہ اور کوئی عیب ان کو نظر نہ آیا۔ پس میں اس خالی جگہ کو بھر دوں گا۔ مجھ پر وہ عمارت مکمل ہو گی اور رسالت بھی مجھ پر ختم ہو گی۔“ (بخاری ج۱ ص۴۹۱، مسلم ج۲ ص۱۶۲)

ایک جگہ سرکار دو عالم ﷺ نے تاکید فرمائی: ”میرے مختلف نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں (اللہ میرے ذریعے کفر کو محو فرمائیں گے) میں حاشر ہوں (اللہ پاک میرے قدموں میں لوگوں کو جمع فرمائیں گے) میں عاقب ہوں (عاقب وہ کہ اس کے بعد کوئی نبی نہ ہو)“ (مسلم شریف ج۲ ص۲۶۱)

پھر اگلی روایت میں آپ نے (مرزا ایسے) جھوٹے نبیوں کی تکذیب اور تردید فرما دی۔ ”بے شک میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے اوز ہر ایک ان میں سے خود کو نبی سمجھے گا اور میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“ (مسلم شریف ج۲ ص۳۹۷)

ایک جگہ نبی کریم ﷺ نے دیگر انبیاء کے مقابلے میں سات چیزوں میں اپنی فضیلت ذکر فرمائی ہے۔ اس میں سے آخری فضیلت یہ ذکر فرمائی: ”مجھ پر نبوت ختم ہو گئی ہے۔“ غرض کہ آپ ﷺ اس دجالی اور کذابی فتنے سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے ”ختم نبوت“ کے قرآنی اعلان کو طرح طرح سے واضح فرمایا اور اپنی ذات پاک پر نبوت کے اختتام کا طرح طرح سے یقین دلاتے رہے۔ مگر اس بدنصیبی کا کیا جائے کہ دشمنان دین واسلام نے پھر بھی تمام تاکیدوں اور صراحتوں کے باوجود، اپنی نبوت کا جھوٹا اعلان کیا۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور امت کے افراد کو بھی تباہ وبرباد کیا۔ خود نبی اکرم ﷺ کے سامنے پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں یہ صورت

پیش آئی، آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس گمراہی کا قلع قمع کر دیا۔ مگر اس کے بعد بھی برابر جھوٹے مدعیان نبوت اٹھتے رہے اور الحمد للہ! ہر دور میں علماء امت نے خم ٹھونک کر ان کا مقابلہ کیا۔ بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا۔ بہت تھوڑی جماعت ان کے دجل و فریب سے متاثر بھی ہوئی۔ مگر امت کی اکثریت کو، ہر دور کے علماء حق اور مبلغین اسلام نے اس فتنے کے بھنور میں ڈوبنے سے بچایا ہے۔

ہندوستان میں بھی یہ، اور دوسرے فتنے نئے نئے روپ سے ابھرتے رہے ہیں اور ان سب میں گہرا، گمراہ کن اور دیرپا فتنہ مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ تھا۔ جو تجدد، محدثیت، مہدویت، مسیحیت سے ترقی کر کے حریم نبوت کے تقدس کو بزعم خویش تار تار کر گیا اور اپنے آغاز سے لے کر آج تک یہ فتنہ برابر موجود ہے۔ وقتاً فوقتاً جگہ جگہ سر اٹھاتا رہتا ہے۔ پاکستان اور امریکہ تو اس فتنے کا گڑھ بن ہی چکا ہے۔

مرزا قادیانی کے دعوے کے اسباب

مرزا نے ایسا دعویٰ کیوں کیا۔ متعدد تحریروں کے دیکھنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ اوّل تو خود ان کے دماغ میں بچپن ہی سے، تعلّی، عجب، خودنمائی اور طلب شہرت کا کیڑا رینگتا رہتا تھا۔ اس پر ستم یہ کہ طرح طرح کے موذی امراض کا حملہ، مالیخولیا، ہسٹیریا اور جانے کیا کیا، الا بلا، جس میں انسان کا دل و دماغ صحیح کام نہیں کر سکتا تھا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں: ''مرزا غلام احمد قادیانی جو ذہنی انتشار کے مریض تھے[1] اور بڑی شدت سے اپنے دل میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ ایک نئے دین کا بانی بنے، ان کے کچھ متبعین اور مؤمنین ہوں اور تاریخ میں ان کا ویسا ہی نام و مقام ہو جیسا جناب رسول اللہ ﷺ کا ہے۔''

---

[1] یہ حاشیہ مولانا ندوی مدظلہ کا ہے۔ ''اس شخص میں تین ایسی چیزیں بیک وقت جمع تھیں جنہیں دیکھ کر ایک مؤرخ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ ان میں سے اہم ترین اور حقیقی سبب کسے قرار دیا جائے جس نے اس شخص سے یہ ساری حرکتیں سرزد کرائیں۔ (۱) دینی رہنمائی کے منصب پر پہنچا جائے اور نبوت کے نام سے پورے عالم اسلام پر چھایا جائے۔ (۲) مالیخولیا جس کے بار بار تذکرہ سے اس کی اور اس کے ماننے والوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ (۳) مبہم اور غیر واضح قسم کے سیاسی اغراض و مفادات اور سرکار انگریزی کی خدمت گذاری۔''

(مولانا علی میاں ندوی ص۹، قادیانیت دین محمد اور اسلام کے خلاف ایک بغاوت)

دوسرے یہ کہ سارے ملک اور ملت اسلامی کی بد نصیبی کہیئے، انگریزوں کو ایک ایسے شخص کی تلاش تھی جس سے وہ سودے بازی کرسکیں اور وہ سودے بازی یہ کہ (الف) اس شخص کے ذریعے مسلمانوں کو اپنی مخالفت سے باز رکھ سکیں۔ (ب) مسلمانوں کے اندر سے جذبۂ جہاد کو ختم کرسکیں۔ (ج) مسلمانوں کو اپنا وفادار اور اطاعت گذار بنا سکیں۔

ان تین مقاصد کے لئے انگریز کسی کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے۔ انگریز جانتے تھے کہ مسلمان دین کے معاملے میں خاصے جذباتی ہوتے ہیں۔ قرآن دین اور رسول کا نام لے کر اس قوم سے بڑے سے بڑا کام لیا جاسکتا ہے۔ پھر یہ برے بھلے اور دین میں غلط یا صحیح کی تمیز کرنے کی زحمت بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ انہیں مسلمانوں میں ایک ایسے ہی شخص کی تلاش تھی جو دین کے نام پر مسلمانوں کو بیوقوف بنا کر ان کا یہ مقصد پورا کرسکے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ سودا قبول کرلیا اور "بئسما اشتروا به ثمناً قليلاً" کی خفگی کو نظر انداز کر کے یہ خدمت انجام دینے لگے۔ چنانچہ مرزا قادیانی میں انگریز پرستی جنون کی حد تک موجود تھی۔ اپنی تقریر، تحریر اور عمل سے وہ اس کا ثبوت دیتے رہتے تھے اور ہر اس مجاہد یا جماعت مجاہدین کو گالیوں، طعنوں اور سب وشتم سے نوازتے رہتے تھے جو انگریزوں سے مقابلہ کررہے تھے یا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ ۱۸۵۷ء کے شریک اور شہداء کو انہوں نے "بے رحم، کم عقل، بداخلاق، بے انصاف، چور، قزاق، حرامی، اپنے محسن گورنمنٹ انگریز پر حملہ آور" یہ سب کچھ بتایا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ یہ شخص اور اس کی جماعت انگریزوں کا ہی پیدا کردہ پودا اور انگریزوں ہی کے رحم وکرم پر باقی تھا۔ بڑھ رہا تھا۔ اس بارے میں مولانا علی میاں نے بہت عمدہ نفسیاتی تجزیہ فرمایا ہے: "علمی اور تاریخی حیثیت سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قادیانیت فرنگی سیاست کے بطن سے وجود میں آئی ہے۔"

آگے مولانا علی میاں کا بیان ہمارے اس خیال کے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے۔ مولانا سید احمد شہید، سوڈان میں شیخ محمد احمد سوڈانی، جمال الدین انصاری کی تحریک اور جذبہ جہاد کا ذکر فرما کر تحریر فرماتے ہیں: "یہ سرگرمیاں برطانوی حکومت کے لئے پریشانی اور تشویش کا باعث تھیں۔ اس نے ان سب خطرات کو محسوس کیا۔"

اور پھر مولانا انگریزوں کی چالبازیوں کا ذکر فرماتے ہیں: "اس نے مسلمانوں کے مزاج وطبیعت کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ان کا مزاج دینی مزاج ہے۔ دین ہی انہیں

گرماتا ہے اور دین ہی سلا سکتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر قابو پانے کی واحد شکل یہ ہے کہ ان کے عقائد اور ان کے دینی میلانات ونفسیات پر قابو پایا جائے۔" یہ تھی وہ دہری مصیبت جس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے عظیم فتنے کو جنم دیا۔ ایک طرف انگریزوں کی مکارانہ نفسیات، دوسری طرف مسلمان کی مذہبی جذباتیت اور پھر امت مسلمہ کی بدنصیبی سے انگریزوں کو اپنے مقصد برآری کے لئے انہیں مرزا ایسا ایمان فروش بھی ہاتھ لگ گیا۔ بقول مولانا ندوی: "برطانوی حکومت نے یہ طے کیا کہ مسلمانون ہی میں کسی شخص کو ایک بہت اونچے دینی منصب کے نام سے ابھارا جائے کہ مسلمان عقیدت کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور وہ اس حکومت کی وفاداری اور خیر خواہی کا ایسا سبق پڑھائے کہ پھر انگریزوں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے۔"

اور مرزا قادیانی نے انگریزوں کی یہ تمنا پوری کر دی اور اپنی پوری زندگی اپنے ولی نعمت انگریز کے لئے وقف کر دی اور پھر دینی منصب کے نام سے تو ایسا ابھرے کہ ابھرتے ابھرتے جیسا کہ معلوم ہوا ہے مقام تجدید پھر مہدویت، مسیحیت حتیٰ کہ نبوت تک جا پہنچے اور انگریزوں سے وفاداری اور خیر خواہی کا سبق پڑھاتے پڑھاتے انہوں نے اسلام کا ایک رکن جہاد ہی کو قرآن کی تعلیم کے مخالف قرار دے دیا۔ کیونکہ مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے انگریزی حکومت کے لئے سچے جاں نثار، دوست اور کامیاب جاسوس کا کام کر رہے تھے۔

اب ہم ان کے دعاوی پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر بات ختم کرتے ہیں۔ اگرچہ اس موضوع پر دفتر کے دفتر چھپ چکے ہیں۔

مرزا قادیانی نے ۱۸۷۷ء اور ۱۸۸۰ء کے دوران آریوں کے خلاف بحث ومباحثے کا آغاز کیا۔ وہ اس وقت اچھا خاصا انسان تھا۔ اس کے مذہبی عقائد میں کوئی فرق اور تبدیلی نمایاں نہ تھی۔ اس لعنت کا پتہ ونشان تو ۱۸۸۲ء سے ظاہر ہونا شروع ہوا۔ مگر غنیمت تھا کہ اشارے وکنایے میں باتیں ہوتی رہیں۔ برملا بغاوت کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ مگر ۱۸۸۸ء آتے آتے مجدد ہونے کا دعویٰ کر ڈالا اور صاف کہا۔

"آپ کو مجدد ہونے کی حیثیت سے اللہ نے اصلاح امت کا کام سپرد کیا ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات)

اور پھر ۱۸۹۱ء میں آپ کا ایک دوسرا کریہہ رخ ظاہر ہوا جب مرزا قادیانی نے یہ اعلان کیا: "مسیح موعود مر چکے ہیں اب زندہ نہیں ہوں گے۔ میں چونکہ ان کے مثل ہوں اس لئے میں ہی مسیح ہوں۔"

اپنی دو کتابوں (فتح اسلام ص۱۵، خزائن ج۳ ص۱۰ حاشیہ اور توضیح المرام ص۱۶ تا۱۸، خزائن ج۳ ص۵۸ تا۶۰ ملخص) میں متعدد جگہ یہ دعویٰ ظاہر کرتے ہیں: ''مسیح جو آنے والا تھا یہی (مرزا قادیانی) ہے۔''

''مسیح کے نام پر یہ عاجز (مرزا قادیانی) بھیجا گیا ہے۔''

(فتح اسلام ص۱۷، خزائن ج۳ ص۱۱ حاشیہ)

پھر ایک جگہ مسئلے کو صاف ہی کر دیا: ''میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے دعویٰ کیا ہے کہ پاک کتابوں میں پیشین گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔'' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۱۸، خزائن ج۱۷ ص۲۹۵)

یہ ایک دردناک طویل اور مسلسل داستان ہے ہم اور چند حوالوں کا ذکر کر کے نبوت کے بارے میں مرزائی دریدہ دہنی ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ: ''خدا نے مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔'' (ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

(قادیانی اخبار ریویو آف ریلجز، بابت ماہ مئی ۱۹۲۹ء) رقمطراز ہے: ''حضرت مسیح موعود (غلام احمد) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔''

اخبار الفضل مرزا محمود کی ڈائری میں سے ایک دعویٰ ملاحظہ فرمائیں: ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے۔ بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ بلکہ حضرت محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔'' (الفضل قادیان مورخہ ۱۷؍جولائی ۱۹۲۲ء نمبر۵ ج۱۰)

صرف امت محمد ﷺ ہی کو نہیں تمام انبیاء کو بھی مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اور یہ ''عقل و خرد سے بیگانے'' مرزا قادیانی کے ماننے والوں کا حال ہے۔ ان کے صاحبزادے کا بیان ہے: ''جب تمام انبیاء علیہم السلام کو مجملاً حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا، تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں۔''

(اخبار الفضل قادیان ج۳ نمبر ۳۸، ۳۹، مورخہ ۱۹، ۲۱؍ستمبر ۱۹۱۵ء)

خود مرزا قادیانی اپنے آپ کو پیغمبر آخر الزمان سے افضل قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

لہ خسف القمر المنیر وان لی
غسا القمران المشرقان اتنکر

حضور ﷺ کے لئے صرف چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند سورج دونوں تاریک ہو گئے۔ کیا اب بھی انکار کرو گے۔ (اعجاز احمدی ص ۷۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۳)

اور خرافات سنئے: ''تین ہزار معجزات ہمارے نبی سے ظہور میں آئے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص ۴۰، خزائن ج ۱۷ ص ۱۵۳)

اور اپنی ذات کے لئے: ''اس خدا نے میری تصدیق کی بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳)

ابھی تسکین نہیں ہوئی: ''خدا نے مجھے دس لاکھ معجزات عطا کئے۔''

(براہین احمدیہ ص ۵۶، خزائن ج ۲۱ ص ۷۲)

یہ مشتے نمونہ، خود مرزا قادیانی اور ان کے ماننے والوں کی تحریروں کے حوالے سے کچھ چیزیں پیش کی گئی ہیں۔ ان خرافات اور ان کی زیادہ تر جھوٹی ہی پیشین گوئیوں کے باوجود، حیرت ان مسلمانوں پر ہے جو ایسے انسان کو نہ صرف مقتدیٰ پیشوا بلکہ نبی تک مان بیٹھے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا اس قسم کے کردار کو عقل سلیم قبول کس طرح کرتی ہے۔

اب ہم مرزا قادیانی کو روئیں یا ان کے ماننے والوں کے ذہنی دیوالئے پن پر ماتم کریں۔ بہرحال نبوت کی خاتمیت پر زور لگا کر مرزا قادیانی نے امت کو جس تشتت اور انتشار میں مبتلا کر دیا ہے۔ مسلم قوم کے مرکزی اتحاد کو جس طرح پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہندوستان کی جہاد آزادی اور استخلاص وطن کی کوششوں کو انگریزوں سے خفیہ و اعلانیہ معاملات کر کے جس طرح سبوتاژ کیا ہے۔ ایشیاء و افریقہ کے مظلوم عوام کو جس طرح مغربی آقاؤں کے عشرت کدوں یا مذبح خانوں کے حوالے کر دینے کی اسکیم بنائی۔ یہ ایسے ابواب ہیں کہ اگر ایک طرف علماء، بلکہ اسلام کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ اس ناپاک تنظیم کے بیج اور اس کے اثرات کو روئے زمین سے مٹا دیں تو دوسری طرف ایک سیکولر، انصاف پسند حکومت کا بھی یہ اخلاقی فرض ہے کہ اس جماعت کو برداشت نہ کرے۔ جس کا دامن ملک سے وفاداری کی نسبت سے ماضی میں داغدار رہا ہے۔

دارالعلوم اور جمعیت العلماء کے علماء کرام نے ہمیشہ ہی یہ فرض پورا کیا ہے اور آج پھر الحمدللہ! مذہبی اور دینی لحاظ سے دارالعلوم کو اس فتنے کا شدید احساس ہوا اور ہمیشہ کی طرح پھر یہ مرکزی ادارہ آگے آیا ہے۔ ''ربنا تقبل منا انك انت العزيز الحكيم''

اور اب ان کے بارے میں اس کے علاوہ کیا کہا جائے۔ ''لا تحسبن الله غافلاً عما يعمل الظلمون انما يؤخرهم ليوم تشخص فيه الابصار''

مسئلہ ختم نبوت کتاب وسنت کی روشنی میں

از: محمد ظفیر الدین مفتی دارالعلوم دیوبند

”الحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النّبیین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین“

دنیا جانتی ہے کہ ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے۔ اس کے رگ وریشہ میں مذہب رچا بسا ہوا ہے۔ یہاں بسنے والے مختلف مذاہب کے پیرو ہیں۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، سبھی یہاں رہتے سہتے ہیں اور اپنے دین ودھرم سے انس ومحبت رکھتے ہیں۔ بلکہ اپنے دین کی حفاظت پر اپنی جانیں نچھاور کرتے ہیں۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر دور میں کچھ افراد مختلف راستوں سے مذہب پر حملے کرتے رہے ہیں۔ چونکہ یہاں عرصہ تک مسلم حکمراں رہے۔ اس لئے اسلام کو سب سے زیادہ نشانہ بنایا گیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ جہاں غیر مذہب والوں نے مخالفت کی اس کی رد میں اپنے لوگ بھی حملہ آور ہوتے رہے۔

مسلمانی حکومت کے ختم ہوتے ہی کہنا چاہئے اسلام مخالفین کے نرغہ میں آ گیا۔ انگریز جو نئے حکمراں کی حیثیت سے آئے تھے انہوں نے خصوصی طور پر اسلام کو مٹانے کی جدوجہد کی اور یہی وجہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے بے دردی کے ساتھ علماء اسلام کو تہ تیغ کیا، ان کو پھانسیوں پر لٹکایا اور جو تھوڑے بہت بچ گئے تھے ان پر مقدمہ قائم کر کے کالا پانی بھیج دیا اور انہیں تڑپ تڑپ کر جان دینے پر مجبور کیا۔

دوسری طرف عیسائیت کی تبلیغ کے لئے پوپ پادریوں کا جم غفیر بلا لیا اور ان کی پشت پناہی کے لئے ایک مکتی فوج بنادی۔ نئے حکمرانوں نے سوچا تھا کہ وہ بڑی آسانی کے ساتھ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائیت میں داخل کرلیں گے اور اس طرح ان کی طرف سے حکومت وقت کو جو شدید خطرہ لاحق ہے وہ ٹل جائے گا۔

ادھر بچے کھچے علماء دین متفکر تھے کہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے کیا کیا جائے اور ان کو اپنے سچے دین قیم پر کس طرح باقی رکھا جائے؟ یہ بڑا ہی صبر آزما اور خطرناک وقت تھا، حکومت کے ساتھ ساتھ جان ومال کی بھی بربادی ہو چکی تھی۔ لے دے کر دین باقی تھا۔ وہ بھی زد پر تھا۔ بلکہ سب سے زیادہ وہی نشانہ بنا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء کرے بانیان دارالعلوم دیوبند کو جنہوں نے ایسے نامساعد حالات کے باوجود ہمت نہیں ہاریٔ، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ بڑی جرأت اور ہمت کے آدمی تھے۔ ساتھ ہی دور اندیش اور ملک وملت کے بہی خواہ تھے۔ وہ برابر اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے پنجاب جا کر مشورہ کرتے رہے۔ جو وہاں ۱۸۵۷ء کے بعد روپوش ہو گئے۔ بالآخر رب العالمین نے ان بزرگوں کے دلوں میں مدارس دینیہ کے قیام کا جذبہ بطور الہام پیدا فرمادیا۔ حضرت نانوتویؒ اس کے متحرک اوّل تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھی اور احباب حضرات امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حاجی سید عابد حسینؒ، مولانا ذوالفقار علیؒ، مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ اور دوسرے ہمدردوں سے مل کر پہلے دیوبند میں ایک عربی اسلامی مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ پھر مراد آباد، نگینہ، گلاؤٹھی اور جہاں جہاں اثرات تھے، مدارس دینیہ قائم کرائے اور مسلمانوں کے چندوں سے ان کو چلانے کی رہنمائی فرمائی اور اصول ہشت گانہ لکھ کر ہدایات جاری فرمایا کہ ان اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے۔

دیوبند کا یہی مدرسہ اسلامی عربی جو ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں چھتہ کی مسجد میں قائم ہوا تھا بہت جلد تھوڑے ہی دنوں میں پورے متحدہ ہندوستان میں پھیل گیا اور مرکزی دارالعلوم بن گیا۔ پوپ پادریوں اور آریہ تحریک کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گیا۔ پہلے خود حضرت نانوتویؒ اور آپ کے تلامذہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، مولانا احمد حسن امروہیؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا رحیم اللہ بجنوری، مولانا عبدالعلی میرٹھی، مولانا منصور مرادآبادیؒ اور دوسرے شاگردان گرامی قدر، میدان عمل میں آئے اور حفاظت دین کے لئے اپنی جانوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ یہ واقعہ ہے کہ پوپ پادریوں اور انگریزی حکومت کو اسلام کے سلسلے میں علماء دیوبند کے مقابلہ میں شکست کھانی پڑی اور مذہبی طور پر ان کی برتری ماننے پر مجبور ہوئی۔

مگر انگریز پھر بھی کہاں چین سے بیٹھنے والے تھے۔ انہوں نے علماء کو شکست دینے کی دوسری تدبیریں اختیار کیں۔ خود مسلمانوں میں سے بہت سارے لوگوں کو اسلام کے خلاف کھڑا کر دیا۔ فرقہ بہائی، بابی، اور دوسرے ملحدین کو طاقت پہنچائی کہ وہ مسلمانوں میں مذہب کے نام پر تفریق پیدا کریں اور علماء کا رخ انگریز دشمنی سے اپنے مذہب کی حفاظت کی طرف پھیر دے۔

لیکن دارالعلوم دیوبند اب توانا ہو چکا تھا۔ اس کے فرزند پورے ملک میں پھیل چکے تھے بلکہ ہندوستان سے نکل کر غیر ممالک میں جا چکے تھے اور اشاعت دین کی خدمت میں منہمک ہو چکے تھے۔ اس لئے ملک میں وہ تمام تحریکیں آگے نہ چل سکیں، جو انگریزوں کے سہارے اٹھ رہی تھیں۔

خوب ذہن نشین کرلیا جائے۔ اللہ تعالٰی نے علماء دیوبند کو ایک خاص "نور بصیرت" عطا فرمائی ہے۔ وہ بہت جلد بھانپ لیتے ہیں کہ کن تحریکوں کا کیا منشاء ہے اور اس کا رخ کدھر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیسیوں نئی نئی جماعتیں بنیں اور انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ مگر ان کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ علماء دیوبند ہر محاذ پر سینہ سپر ہو گئے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے جب تک مخالف جماعت نے دم توڑ نہیں دیا۔

قادیانیت کا فتنہ بھی دراصل انگریزی حکومت کا پیدا کردہ ہے۔ یہ دور جنگ آزادی کا دور شباب تھا۔ علماء آگے بڑھ کر انگریزی حکومت کے خلاف بول رہے تھے۔ انگریزوں نے ان کا رخ موڑنے کے لئے اس تحریک قادیانیت کو بھرپور تعاون دیا۔ اس جماعت سے جہاد کے خلاف فتویٰ دلایا اور چاہا کہ مسلمانوں کو اس میں الجھا دیا جائے اور علماء اس میں الجھ کر انگریزی حکومت کے خلاف جہاد بند کر دیں۔

خاکسار نے قادیانیت بالخصوص بانی قادیانیت کا جہاں تک مطالعہ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس فتنہ کا نبی مالیخولیا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور جن لوگوں نے اس فتنہ کو قبول کیا۔ یقیناً وہ بھی عقل و خرد سے بیگانہ تھے یا انگریزوں کو خوش کرنا چاہتے تھے اور عہدوں کے طالب تھے۔

بانی فتنہ نے کبھی مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ کبھی مہدی بننے کا اعلان کیا۔ کبھی مسیح موعود بنا اور آخر میں آ کر نبوت کا مدعی بن گیا اور اسلامی تعلیمات میں من مانی کتر بیونت شروع کر دی۔ پھر نبوت کی مختلف قسمیں بیان کیں۔ تشریعی، غیر تشریعی، ظلی، بروزی، لغوی، مجازی، نہ معلوم کیا کیا بکواس کی۔ کوئی شبہ نہیں کہ صورتحال علماء حق کے لئے بڑی ہی ناگوار اور خطرناک تھی۔ بالخصوص علماء دیوبند یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ مگر اللہ تعالٰی کے بھروسہ پر انہوں نے طے کر لیا کہ اس فتنہ کو ختم کرنا ہے۔ خواہ اس کے لئے جتنی بھی قربانیاں دینا پڑیں اور جس قدر بھی مصیبت برداشت کرنا پڑے۔

اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کی صدارت تدریس پر محدث العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ قدس سرہ جیسے جلیل القدر عالم ربانی فائز تھے۔ جن کے علم و عمل اور قوت حافظہ کی اپنے اور غیروں سبھوں میں دھوم تھی۔ کچھ لوگ انہیں چلتا پھرتا کتب خانہ کہا کرتے تھے اور بلاریب حضرت شاہ صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور اللہ تعالٰی نے انہیں وافر علم حدیث و فقہ سے نوازا تھا۔ اہتمام کی مسند پر حضرت نانوتویؒ کے خلف الرشید مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ جلوہ افروز

تھے۔ جب ان تک اس فتنہ کی خبر پہنچی تو یہ سراپا عمل بن کر میدان میں اتر آئے اور فرمایا کہ بھائی یہ فتنہ، محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دین قیم پر بڑا حملہ ہے۔ جب تک یہ مٹ مٹا نہ جائے چین سے بیٹھنا جائز نہیں ہے۔

اس زمانہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کے تلامذہ ذی علم، ذی استعداد اور دین مبین پر جان دینے والے تھے۔ استاذ کے ساتھ یہ سارے تلامذہ اس فتنہ کی سرکوبی پر آمادہ ہوگئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے خود بھی اس فتنہ کے خلاف متعدد کتابیں لکھیں۔ دورے کئے اور اسی کے ساتھ دارالعلوم کے دوسرے اساتذہ نے بھی کتابیں تصنیف کیں اور دورے کئے۔ پھر سارے ہندوستان میں ہر مسلک کے علماء بھی اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے میدان میں نکل آئے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مجدد العلم والعرفان مولانا سید محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دوسرے علماء کرام نے بھی اس محاذ پر اپنی طاقت لگا دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فتنہ بہت جلد قادیان میں سکڑ کر رہ گیا۔ ہندوستان کی سرزمین بہت حد تک پاک وصاف ہوگئی۔ ملک کی تقسیم کے بعد اس فتنہ نے پھر ایک دفعہ پاکستان میں سر اٹھایا اور بڑی قوت کے ساتھ تحریک شروع ہوئی۔ مگر پاکستان میں علماء دیوبند کی ایک بڑی جماعت موجود تھی وہ اس کو کہاں برداشت کر سکتی تھی۔ حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ اور دوسرے علماء سینہ سپر ہو گئے اور پوری قوت کے ساتھ اس کی سرکوبی میں جدوجہد شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے عالم اسلام (ممالک اسلامیہ) نے قادیانیوں کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا اور اس کا اعلان کیا۔ پھر حکومت پاکستان نے اس فرقہ کو غیر مسلم قرار دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کو ابھرنے سے روک دیا۔ بلکہ ایک محدود دائرہ میں بند کر دیا۔ اب یہ فتنہ بحمد اللہ دب دبا گیا۔ مگر بہرحال اب بھی کہیں کہیں دو چار گھرانے اس فتنہ میں مبتلا ہیں اور مخالف اسلام طاقتیں اس کو ابھارنا چاہتی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند چاہتا ہے کہ موجودہ نسل جو اس فتنہ سے تقریباً ناآشنا ہے اس کو آگاہ کرے اور آئندہ کے لئے ان کو آمادہ وتیار کرے تاکہ جب بھی وقت آئے تو یہ میدان عمل میں کود پڑیں اور جہاں جہاں اس وقت اس فتنہ کی چنگاری نظر آئے اسے ہمیشہ کے لئے بجھا ڈالیں اور اسی نام پر وہ دوسرے آنے والے فتنوں کی سرکوبی کا بھی بھرپور جذبہ پیدا کر لیں۔ اس فتنہ کا سب سے بڑا محاذ ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ جس کو اس نے مشکوک بنانے کی سعی کی ہے۔ مگر اس عنوان پر بڑی عمدہ اور مضبوط کتابیں چھپ چکی ہیں۔ لہٰذا اس وقت مناسب معلوم ہوا کہ اس پر سرسری نظر ڈال لی جائے اور یہ بتا دیا جائے کہ مسئلہ ختم نبوت مسلم

ہے اور سارے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔ عہد نبوت سے لے کر اب تک یہ مسئلہ بے غبار رہا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت بے غبار رہے گا۔

مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اگر یہ ذہن نشین ہو جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے، نہ تشریعی باقی ہے، نہ غیر تشریعی، نہ ظلی باقی ہے اور نہ بروزی، آنحضرت ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد جو بھی کسی طرح کی نبوت کا مدعی ہے وہ جھوٹا، کذاب اور دجال ہے۔ جیسا کہ خود سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے: ”لا تقوم الساعة حتیٰ یبعث دجالون کذابون، کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ابوداؤد ج۲ ص۱۲۷)“ ﴿قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بہت سے دجال اور جھوٹے نہ اٹھائے جائیں۔ جن میں سے ہر ایک یہ خیال کرتا ہو کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی اور نبی دوسرا ہونے والا نہیں ہے۔﴾

سیکڑوں آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت آنحضرت ﷺ پر تمام ہو چکی ہے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النّبیین وکان الله بکل شئ علیما (الاحزاب:۴۰)“ ﴿محمد تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔﴾

اس آیت میں صراحت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے بعد آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی اور دوسرا ہونے والا نبی نہیں ہے۔ بلکہ خاتم النّبیین خود آپ ﷺ ہی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک جتنے انسان ہوں گے وہ سب آپ ﷺ کی امت میں داخل ہوں گے۔

خود قرآن پاک میں ہے: ”قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا، الذی له ملك السمٰوٰت والارض (الاعراف:۱۵۸)“ ﴿آپ کہہ دیجئے! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔﴾

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق صراحت ہے کہ آپ ﷺ زمین پر تمام بسنے والے انسانوں کے رسول برحق ہیں۔ قیامت تک جو بھی انسان پیدا ہوگا آپ ﷺ کی امت میں داخل ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین قیم کی پیروی

کرے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ”وما ارسلناك الا كافة للناس بشيراً ونذيراً (سبا:۲۸)“ ﴿اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے۔﴾

دنیا کے تمام انسانوں کی رہبری وہدایت آپ ﷺ کی ذات اقدس سے تعلق رکھتی ہے۔ جنت کی خوشخبری سنا دیجئے۔ ان لوگوں کو جو ایمان واسلام کی دولت قبول کریں اور دوزخ سے ڈرایئے ان کو جو ایمان واسلام کی دولت سے محروم رہ گئے ہیں۔

ایک اور جگہ قرآن نے کہا: ”وما ارسلنك الا رحمة للعلمين (الانبياء:۱۰۷)“ ﴿اور ہم نے نہیں بھیجا آپ ﷺ کو لیکن دنیا جہاں کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے۔﴾

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت عام ہے۔ اپنے عہد کے انسانوں کے لئے بھی اور قیامت تک پیدا ہونے والوں کے لئے بھی۔ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی ورسول کو آنا نہیں ہے اور خدا کا دین آپ ﷺ پر مکمل کر دیا گیا ہے۔ اس دین مبین میں کہیں سے کسی کمی یا خامی باقی نہیں رہی کہ کسی اور نبی کی ضرورت باقی کہی جا سکے۔ رب کائنات جل مجدہ نے اعلان فرمایا: ”اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا (المائدہ:۳)“ ﴿میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل، کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔﴾

یہاں ایک اور بات بتا دینے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ خاتم النبیین میں دو قرأتیں ہیں۔ تاء کے زبر کے ساتھ بھی ہے اور تاء کے زیر کے ساتھ بھی ہے۔ قاری حسن اور عاصم نے تاء کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے تمام قاریوں نے تاء کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور دونوں کے معنی ختم کرنے والے اور اخیر کے آتے ہیں۔ معنی خاتم النبیین ”الذی ختم النبیون به ومآله آخر النبیین (روح المعانی ج۷ ص۵۹)“ پس خاتم النبیین کے معنی ہوں گے وہ ذات جس پر سلسلہ انبیاء ختم کر دیا گیا ہو اور اس کا حاصل آخر النبیین ہی ہے۔

معلوم ہوا کہ خاتم ہو یا خاتم نتیجہ کے اعتبار سے دونوں کے معنی ایک ہیں کہ نبیوں کے ختم کرنے والے اور سارے نبیوں کے بعد آنے والے، اوپر کی آیتیں جو نقل کی گئیں ان سے بھی وضاحت کے ساتھ یہی معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم المرسلین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

مفردات امام راغب میں ہے: ’’وخاتم النبيين لانه ختم النبوة اى تمها بمجيئه (ص١٤٢)‘‘ ﴿نبی کریم ﷺ کو خاتم النّبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے سلسلہ نبوت کو ختم کردیا یعنی آپ ﷺ کے آنے سے وہ سلسلہ تمام ہوگیا۔﴾

کلیات ابی البقاء، تاج العروس اور لسان العرب وغیرہ سبھوں نے یہی معنی بیان کئے ہیں اور یقیناً یہی معنی ہیں۔ یہ واضح رہے کہ قرآن کی وہی تفسیر معتبر ہے جس کی تائید قرآن کے دوسرے حصے سے ہوتی ہو، یا خود نبی کریم ﷺ نے جو تشریح فرمائی ہو یا صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے منقول ہو۔

ان لوگوں کی تفسیر قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے جو اپنی رائے سے کرتے ہیں یا جو تفسیر حدیث نبوی سے ہٹ کر کی جائے۔ رسول رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

’’من قال فى القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار (مشكوٰة ص٣٥، كتاب العلم)‘‘ ﴿جو شخص قرآن میں بغیر علم گفتگو کرے اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنائے۔﴾

حتیٰ کہ فرمایا گیا اگر اس نے اپنی رائے سے صحت کو پالیا تو بھی اس کا شمار خاطی میں ہوگا۔

’’من قال فى القرآن برأيه فاصاب فقد أخطأ (مشكوٰة ص٣٥، كتاب العلم)‘‘ ﴿جس نے قرآن میں اپنی رائے سے گفتگو کی اور صحت کو پہنچ گیا تو بھی اس نے خطا کی۔﴾

آج کل یہ بھی ایک وبا پھوٹ پڑی ہے کہ تجدد پسند قرآن کی تفسیر اپنے ذوق سے کرتے ہیں جو ذوق موجودہ ماحول سے پیدا ہوا ہے۔ پھر وہ صحیح معنی میں ان علوم وفنون سے واقف نہیں ہوتے ہیں۔ جن کی قرآن کے معنی سمجھنے میں ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ ان میں مہارت تامہ ضروری ہے۔ لہٰذا خاتم النّبیین کے وہی معنی مستند ہیں جس کی تائید قول رسول سے ہوتی ہے اور جس کو اہل لغت نے اختیار کیا ہے۔ یا صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے اور بہت صحیح لکھا ہے: ’’وان الصحابة والتابعين والائمة ان كان لهم فى الآية تفسير وجاء قوم فسروا الآية بقول آخر لاجل مذهب اعتقدوا وذلك المذهب ليس من مذاهب الصحابة والتابعين صار مشاركا للمعتزلة وغيرهم من اهل البدع فى مثل هذا (الاتقان ج٢ ص٧٨)‘‘ ﴿اگر آیت میں صحابہ وتابعین اور ائمہ تفسیر کی کوئی تفسیر منقول ہے اور کوئی شخص اس کے بعد اپنے معتقد مذہب کے مطابق نئی تفسیر کرے اور وہ صحابہ کرامؓ وتابعینؒ کی تفسیر کے خلاف ہو تو ایسا شخص معتزلہ اور دوسرے اہل بدعت کے فرقہ میں شامل ہوگیا۔﴾

یہ عجیب بات ہے کہ گمراہ فرقہ جو مسلمانوں میں پیدا ہوتا ہے وہ عوام کو سب سے پہلے قرآن کا نام لے کر ہی گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بے پڑھے لکھے عوام یا وہ جدید تعلیم یافتہ جنہوں نے قرآن نہیں پڑھا ہے بڑی آسانی سے اس کی باتوں میں آ جاتے ہیں اور اپنی عاقبت برباد کر لیتے ہیں۔

حالانکہ جو فرقہ قرآن کا ایسا معنی بیان کرتا ہے جو صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین سے منقول نہیں ہیں وہ یقیناً الحاد و دہریت ہے اور دین قیم سے کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ قادیانی فرقہ نے بھی الحاد و دہریت کی یہ راہ اختیار کی اور دنیاوی اغراض کے لئے قرآن پاک کے غلط معنی بیان کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کی۔ ختم نبوت کا بیان قرآن پاک میں متعدد جگہ آیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب ختم نبوت میں ننانوے آیتیں نقل کی ہیں۔ جن سے آنحضرت ﷺ کا آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

ختم نبوت پر خود احادیث نبوی میں بھی بڑا ذخیرہ ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھ امور میں مجھے اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کرام میں فضیلت عطاء فرمائی۔ ان میں سے ایک یہ ہے: ”وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون (رواہ مسلم، مشکوٰة ص۵۱۲، باب فضائل سید المرسلین) “ ﴿میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کی آمد ختم کر دی گئی ہے۔﴾

ایک بار ارشاد ہوا کہ ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ مگر مجھے عام انسانوں کے لئے مبعوث کیا گیا۔

”وکان النبی یبعث الیٰ قومه خاصة وبعثت الیٰ الناس عامة (متفق علیه، مشکوٰة ص۵۱۲) “ ﴿نبی اپنے خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور میں عام کی طرف مبعوث ہوا۔﴾

ایک موقعہ سے سرور کونین ﷺ نے فرمایا: ”انی عند اللّٰه مکتوب خاتم النبیین (مشکوٰة ص۵۱۳) “ ﴿میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا گیا ہوں۔﴾

ایک حدیث ہے: ”انا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی، متفق علیه (مشکوٰة ص۵۱۵، باب اسماء النبی) “ ﴿میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نہ آئے۔﴾

ان تمام حدیثوں میں ختم نبوت کی صراحت ہے۔ پھر اس میں تاویل کیسے چل سکتی ہے۔ خود رحمت عالم ﷺ نے اس باب میں کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا ہے جس سے اس مسئلہ میں کوئی تحریف کی جا سکے۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول ہرگز نہیں بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: ''انا اٰخر الانبياء وانتم اٰخر الامم (رواه ابن ماجه ايضاً)'' ﴿میں تمام نبیوں کے بعد آیا اور تم ساری امتوں کے بعد آخری امت ہو۔﴾

ختم نبوت سے متعلق علماء کی تحقیق کے مطابق دو سو حدیثیں ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ان میں سے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے دو سو سے زیادہ حدیثیں نقل کر دی ہیں۔ ان حدیثوں کا مطالعہ وہاں کیا جا سکتا ہے۔ آیت کریمہ اور آپ ﷺ کے خاتم النّبیین کے پیش نظر امام غزالیؒ نے لکھا ہے: ''ان الامة قد فهمت من هذا اللفظ انه افهم عدم نبى بعده ابداً وعدم رسول بعده ابدا وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص فكلامه من انواع الهذيان لا يمنع الحكم بتكفيره لا نه مكذب لهذا النص الذى اجمعت الامة على انه غير مأول ولا مخصوص (كتاب الاقتصاد)'' ﴿پوری امت نے خاتم النّبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ رسول خدا ﷺ کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ کوئی تخصیص اور جس نے اس کے خلاف سمجھا ہے وہ اس کی بکواس ہے اور جو تاویل کرے۔ اس کے کافر قرار دینے کو کوئی روک نہیں سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس طرح نص صریح، آیت قرآنی کی تکذیب کرتا ہے۔ جس کے متعلق امت محمدیہ کا اجماع ہے اور اس میں نہ کوئی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی تخصیص کی۔﴾

ایسے لوگ جو ختم نبوت میں شک کرتے ہیں ان کو علماء اسلام نے بالاتفاق کافر و مرتد اور واجب القتل قرار دیا ہے اور گذشتہ زمانہ میں ایسے اشخاص کو علماء کرام کے فتاویٰ کی بنیاد پر قتل بھی کیا گیا ہے۔ عہد نبوی میں مسیلمہ کذاب قتل کیا گیا۔ اسود عنسی قتل کیا گیا۔ حضرت کشمیریؒ نے اس سلسلے میں بہت سارے فتاویٰ اپنی کتاب اکفار الملحدین میں جمع کر دیا ہے۔ ایک جگہ شرح شفاء کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''اسی طرح ابن قاسم مالکی نے اس شخص کو مرتد کہا جو خود کو نبی کہے اور دعویٰ کرے کہ ہمارے پاس وحی آتی ہے۔ سحون مالکی کا قول بھی یہی ہے۔ ابن قاسم نے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو مرتد قرار دیا ہے۔ خواہ وہ پوشیدہ طور پر اپنی نبوت کی دعوت دیتا ہو۔ خواہ اعلانیہ طور پر۔ اس لئے کہ وہ اس طرح آیت قرآنی، خاتم النّبیین کا انکار کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بھی

تکذیب کرتا ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے اور مجھے رسول بنایا ہے۔" (اکفار الملحدین)

قاضی عیاضؒ اپنی کتاب شفاء میں فرماتے ہیں کہ: "خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حارث نامی مدعی نبوت کو قتل کر کے عبرت کے لئے سولی پر لٹکایا تھا۔ اسی طرح اور بہت سے دوسرے خلفاء اور سلاطین نے ایسے تمام مدعیان نبوت کو قتل کیا ہے اور علماء امت نے اس قتل کو تصویب وتائید کی ہے اور جوکوئی اس تصویب کرنے والے کا مخالف ہے وہ بھی کافر ہے۔" (ایضاً)

علامہ خفاجیؒ لکھتے ہیں: "اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر کہیں گے جو آپ ﷺ کے بعد کسی اور کے نبی ہونے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً مسیلمہ کذاب کو یا اسود عنسی کو یا کسی اور کو نبی مانتا ہو، یا آپ ﷺ کے بعد کوئی اور شخص نبوت کا دعویٰ کرے (جیسے قادیانی فرقہ کے لوگ) اس لئے کہ آپ ﷺ قرآن وحدیث کے نصوص اور تصریحات کے مطابق خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں۔ لہٰذا ان کے عقائد اور دعوؤں سے ان تمام نصوص کی تکذیب اور انکار لازم آتا ہے جو صریحاً کفر ہے۔" (اکفار الملحدین)

اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے۔ اگرچہ وہ نبی ہونے کا دعویٰ نہ بھی کرے۔ یہ سارے لوگ اس لئے کافر ہیں کہ اس ضمن میں وہ رسول اکرم ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی تصریحات کے خلاف جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ختم نبوت کے سلسلے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ اپنے ظاہر پر ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ کافر ہے۔

محدث جلیل حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے الاشباہ والنظائر کے حوالہ سے یہ بھی نقل کیا ہے: "کہ جو شخص یہ نہ جانتا ہو کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے۔"

گویا نہ جاننا عذر قرار نہیں پایا۔ دوسرے امور میں جہل کو عذر مانا گیا ہے۔ مگر اس بات میں قطعاً عذر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ شرح عقائد نسفی میں علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ: "سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی محمد ﷺ ہیں۔"

اسی طرح عقائد کی تمام کتابوں میں صراحت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

صاحب روح المعانی نے لکھا ہے: ''وکونه ﷺ خاتم النبیین مما نطق به الکتاب وصدعت به السنة واجتمعت علیه الامة ویکفر مدعی خلافه ویقتل ان أصرّ (ج۷ ص۱۰) '' ﴿آنحضرت ﷺ کا آخری نبی ہونا ان مسائل میں سے ہے جس پر کتاب اللہ ناطق ہے اور سنت میں جن کی صراحت ہے اور امت کا جن پر اتفاق واجماع ہے اس کے خلاف جو دعویٰ کرے گا وہ کافر قرار دیا جائے گا اور اگر اپنے دعویٰ پر مصر ہوگا تو قتل کیا جائے گا۔﴾

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''فانی آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد (مسلم ج۱ ص٤٤٦) '' ﴿میں خاتم النبیین ہوں اور میری مسجد انبیاء کرام کی مسجدوں کی خاتم المساجد ہے۔﴾

حدیث میں اس کی بھی صراحت موجود ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ البتہ اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ ''لم یبق من النبوة الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحة (مشکوٰة ص٣٩٤، کتاب الرؤیا) '' ﴿مبشرات نبوت میں سے اچھے خوابوں کے سوا دوسرا اور کچھ باقی نہ رہا۔﴾

مختصر یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی امت آخری امت ہے۔ اب دین قیم کی اشاعت وحفاظت کی ساری ذمہ داری آپ ﷺ کی امت پر ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں تم لوگوں میں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب، دوسری اپنی سنت، تم لوگ جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔

''قال رسول الله ﷺ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله (رواه فی المؤطا، مشکوٰة ص٣١، باب الاعتصام بالکتاب والسنة) '' ﴿اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن پاک ہے اور دوسرے اس کے رسول کی سنت احادیث نبوی ہے۔﴾

رسول الثقلین ﷺ نے ایک دفعہ مستقبل کے فتنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: ''قال رسول الله ﷺ یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آبائکم فایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (رواه مسلم، مشکوٰة ص٢٨) '' ﴿آخری زمانہ میں بہت سارے دجال وکذاب

ایسی باتیں لے کر تمہارے پاس آئیں گے جو کبھی نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے آباء واجداد نے لہٰذا تم ان سے خبردار رہنا، وہ تم کو نہ تو گمراہ کرنے پائیں اور نہ تو فتنہ میں ڈالنے پائیں۔ ﴾

شاید وہ زمانہ آ گیا ہے کہ طرح طرح کے دجال وکذاب پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ نئی نئی باتیں گڑھ کر پیش کر رہے ہیں اور مختلف انداز میں مسلمانوں کو راہ حق سے ہٹانے کے درپے ہیں۔ نام بظاہر بڑا خوشنما ہے۔ مگر زہر آلود یہ قادیانی فتنہ بھی دراصل اسی دجالی فتنہ کی ایک صورت ہے جو ہندوستان میں ہمارے سامنے ظاہر ہیں۔ حیرت ہے کہ ہندوستان میں ایک ملحد وزندیق کھڑا ہو کر یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے کہ وہ حضرت مہدی ہے۔ مسیح موعود ہے اور نبی ہے۔ معاذ اللہ! ایسی بے باکی، ایسی گستاخی اور ایسا غلط دعویٰ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اسی وقت وہ قتل کر دیا جاتا۔

یاد رکھا جائے جب تک دارالعلوم دیوبند اور اس کی فیض یافتہ جماعت موجود ہے کوئی ایسی دجالی تحریک کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ جس طرح دارالعلوم دیوبند اور اس کے تلامذہ نے گذشتہ سوا سو سال سے دین مبین کی حفاظت کی ہے۔ آئندہ بھی یہ دینی اور بین الاقوامی درسگاہ اپنا یہ فریضہ انجام دیتی رہے گی اور یہ ان افراد کو پیدا کرتی رہے گی جن کی زندگی کا مشن حفاظت وصیانت تعلیمات اسلامی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو تا قیامت زندہ وتابندہ رکھے۔ اخیر میں مجھے بے ساختہ اس وقت سابق مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ کی بات یاد آ رہی ہے۔ فرمایا کہ اب اس برصغیر میں مجدد کا فریضہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے علماء پر عائد ہے۔ جو فتنے اور خس وخاشاک مخالفین کی طرف سے آئیں گے۔ ان فتنوں کا مٹانا اور خس وخاشاک سے دامن اسلام کو محفوظ رکھنا ان کے فرائض میں داخل ہے۔ اللہ رب العالمین خادمان دارالعلوم دیوبند کی دینی جرأت وہمت برقرار رکھے۔ تاکہ یہاں سے حق کی آواز اٹھتی اور پھیلتی رہے۔

''ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۰ آمین یا رب العلمین''

عقیدۂ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

از: مولانا عبدالعلیم فاروقی دارالمبلغین لکھنؤ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ جو مقدس شریعت لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے وہ خدا کی آخری اور دائمی شریعت ہے جو بالکل واضح اور روشن ہے۔ نہ تو اس میں کوئی الجھاؤ ہے اور نہ ہی کسی قسم کا ابہام ہے۔ اسی طرح جن پاکباز ہستیوں نے اس دین متین کو

ذات رسالت سے براہ راست حاصل کیا اور آنے والی نسلوں تک حد درجہ ذمہ داری اور کمال دیانت وثقاہت کے ساتھ منتقل کیا ان کی شخصیات علم وعقل، فضل وکمال، فہم وتدبر، ذہن ومزاج اور طہارت وپاکیزگی کے اعتبار سے کامل واکمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کو مٹانے یا اس کے مزاج وطبیعت کو بدلنے کے لئے جب مخالفین اسلام کی طرف سے کوئی کوشش یا سازش رونما ہوئی تو ان حضرات نے کبھی اس کو برداشت نہ کیا اور سربکف میدان عمل میں اتر آئے۔ حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے آغاز میں جب فتنہ ارتداد اٹھا اور مدعیان نبوت نے اپنی جھوٹی نبوتوں کے محل تعمیر کرنے کی ناکام کوشش کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے ساتھیوں نے ان جھوٹے دعویداران نبوت کے محلوں کو اپنی ٹھوکروں سے گرا کر پوری دنیا کو بتا دیا کہ قصر نبوت کی تکمیل ہو چکی۔ اب اگر کوئی اس محل کے سامنے دوسرا محل بنائے گا اسے زمین بوس کر دیا جائے گا۔

ہمارے زمانہ میں تقریباً ایک صدی قبل قادیانی فتنہ کا وجود ہوا جس کی بنیاد انیسویں صدی عیسوی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے رکھی۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پنجاب کے ایک گاؤں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا۔ وہیں اسی نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور کچھ دیگر فنون وعلوم کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد طویل مدت تک انگریزی حکومت کی ملازمت کی۔ ابتداء اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ کی طرف سے اسے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرز پر مخلوق خدا کی اصلاح کرے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ مسلسل گمراہیوں کی طرف بڑھتا رہا۔ کبھی کہتا تھا کہ مجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح حلول کر گئی ہے اور کبھی دعویٰ کرتا کہ مجھے الہامات ومکاشفات ہوتے ہیں۔ وہ توریت، انجیل اور قرآن پاک کی طرح خدا کا کلام ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ آخری زمانہ میں قادیان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ مجھ پر دس ہزار سے زائد آیتیں اتاری گئی ہیں اور قرآن کریم حضور پاک ﷺ اور دیگر انبیائے سابقین نے میری نبوت کی شہادت دی ہے اور اس شخص نے اپنے گاؤں قادیان کو مکہ اور مدینہ کے ہم رتبہ اور اپنی مسجد کو حضور پاک ﷺ کی مسجد سے افضل کہا اور اس بات کی لوگوں میں تبلیغ کی کہ یہی وہ مقدس بستی ہے جس کو قرآن پاک میں مسجد اقصیٰ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اور جس کا حج کرنا فرض ہے۔ یہ اور ان جیسے نامعلوم اس نے کتنے دعوے کئے جو اس کی اور اس کے متبعین کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی دراصل ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کا خواہشمند تھا جس کے

لئے اس نے پوری کوشش کی وہ اسی لئے انگریزوں کا اطاعت گذار رہا۔ جن کی ان دنوں ہندوستان میں حکومت تھی اور ان کی خدمت گذاری اور کاسہ لیسی میں اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ گذارا اور زبان وقلم سے انگریزوں کی محبت وخیر خواہی اور ہمدردی کا خوب خوب اظہار کیا۔ انگریزی حکومت کو بھی اپنے اغراض ومفادات کے لئے یہ شخص موزوں نظر آیا۔ چنانچہ اس نے بڑی تیزی سے اپنا کام شروع کیا۔ پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر چند قدم آگے بڑھ کر امام مہدی بن گیا۔ کچھ دن اور گذرے تو مسیح موعود بن بیٹھا اور آخرکار منصب نبوت کا مدعی ہوگیا۔ انگریز نے جو چاہا تھا وہ پورا ہوا۔ حکومت انگلشیہ نے اس کی سرپرستی کا پورا حق ادا کیا اور اس کی حفاظت میں کوئی کمی نہ کی۔ ہر طرح کی سہولتیں اور مراعات بہم پہنچائیں۔ مرزاغلام احمد قادیانی بھی ہمیشہ حکومت کے احسانات کا معترف رہا اور صاف طور پر اس نے اقرار کیا کہ ”میں حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہوں۔“ اور ایک جگہ اپنی وفاداریوں اور خدمت گذاریوں کو گناتے ہوئے لکھتا ہے: ”میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔“ (تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵)

خلاصۂ گفتگو یہ کہ مرزاغلام احمد قادیانی نے اپنی خودساختہ جھوٹی نبوت کے ثبوت میں اور عقیدۂ ختم نبوت کو مٹانے کے لئے بھرپور جدوجہد کی یہاں تک کہ مسلمہ اصول اور قرآنی نصوص وقطعیات کا انکار کیا اور ان کی من مانی بے جا اور رکیک تاویلات کیں جب کہ عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کا ایک ایسا اجماعی اور قطعی عقیدہ ہے جس میں کسی قسم کی تاویل وتوجیہہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس عقیدہ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ چودہ سو برس سے تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت

صدر اسلام سے آج تک تمام مسلمان یہی مانتے رہے ہیں اور آج بھی اسی پر ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات پر باب نبوت کلی طور پر بند کردیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا مشہور اور بنیادی عقیدہ ہے کہ عامی سے عامی مسلمان بھی اسے دین کے اساسی اور ضروری عقائد میں شمار کرتا ہے۔ جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ قرآن پاک نے بھی بڑی صراحت وصفائی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ ”خاتم النبیین“ ہیں۔ یہ عقیدہ دراصل دین اسلام کی حیات اجتماعی اور امت کی شیرازہ بندی کا محافظ ہے

اوراس پر ہمیشہ مسلمانوں کا اجماع رہا ہے اور اس اجماع کی حکایت بھی متواتر ہے۔ قرآن وسنت اوراجماع امت تینوں میں جابجا ''ختم نبوت'' پرواضح اورروشن دلائل موجود ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (احزاب:۴۰)'' ﴿محمد (ﷺ) تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ وہ تو اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔﴾

آیت قرآنیہ میں ''خاتم'' کا لفظ ''ت'' کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ یہی مطلب واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں یا یہ کہ آپ ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم فرمادیا اور آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص مقام نبوت پر سرفراز نہ ہو سکے گا۔ اب اگر کوئی شخص اس کا دعویٰ کرے تو وہ ایسی چیز کا مدعی ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

''خاتم النّبیین'' کا یہی مطلب ماہرین لغت نے لکھا ہے کہ ''خاتم القوم آخر القوم'' کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ لسان العرب جو لغت عرب کی مشہور و مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے: ''ختام القوم وخاتمهم اٰخرهم ومحمدﷺ خاتم الانبیاء'' پھر آگے لکھتے ہیں: ''وخاتم النبیین ای اٰخرهم'' القاموس اور اس کی شرح ''تاج العروس'' میں بھی خاتم اور خاتَم کے معنی یہی تحریر کئے ہیں اور اسی کو تمام محققین وعلمائے مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ امام ابن کثیرؒ خاتم النّبیین کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اس کے رسول نے اپنی متواتر سنت میں بتایا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ ﷺ کے بعد جو بھی شخص اس مقام کا دعویٰ کرے گا وہ انتہائی جھوٹا، مکار، دجال اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہوگا۔''

امام آلوسیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں: ''محمد ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کی خبر قرآن میں دی گئی ہے۔ سنت میں بھی اسے دوٹوک الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ لہٰذا جو شخص اس کے خلاف دعویٰ لے کر اٹھے گا اسے کافر قرار دیا جائے گا۔''

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: ''نبی ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کرتے تھے۔ ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔'' (بخاری ج۱ص۴۹۱)

ایک دوسری جگہ پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے۔ ہر

ایک اپنے متعلق دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“ (ترمذی ج۲ ص۴۵، ابوداؤد ج۲ ص۱۲۷)

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث اور صحابہ کرامؓ کے متعدد آثار سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ بند ہوگیا۔ اگر عقل و درایت کی روشنی میں ختم نبوت پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ تک سلسلہ نبوت کے جاری رہنے اور آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی پر نبوت ختم نہ ہونے کے تین اہم اور بنیادی اسباب ہیں۔

۱…… یہ کہ حضور اقدس ﷺ تک جس قدر انبیاء علیہم السلام مختلف ادوار میں…… دنیا میں تشریف لائے ان میں سے کسی کی بھی نبوت عام نہ ہوا کرتی تھی…… ہر نبی کسی ایک خاص قوم یا کسی خاص بستی کے لئے ہوا کرتا تھا۔ اسی لئے ضرورت ہوتی تھی کہ دوسری قوم اور دوسری بستی کے لئے دوسرا نبی بھیجا جائے۔

۲…… اجرائے نبوت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ انبیائے سابقین جب دنیا سے تشریف لے جاتے تو ان کے چلے جانے کے بعد ان کی شریعت میں تحریف ہو جاتی تھی اور خداوند قدوس نے کسی بھی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی تھی۔ بنابریں ضرورت پڑتی تھی کہ دوسرا نبی آئے اور اس کو نئی شریعت دی جائے یا سابقہ شریعت کی اس کے ذریعہ سے اصلاح کرائی جائے۔

۳…… یہ کہ انبیائے پیشین جو شریعت لے کر مبعوث ہوئے اس کو اللہ نے اکمال کا شرف عطاء نہیں فرمایا۔ اسی لئے ان کا لایا ہوا دین غیر اکمل ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر آپ ﷺ سے پہلے یکے بعد دیگرے انبیاء آتے رہے اور سلسلۂ نبوت دراز ہوتا رہا۔ مگر جب اللہ نے آپ ﷺ کو اپنا نبی و رسول بنا کر دنیا میں بھیجا تو ان تینوں امور سے پورے طور پر مطمئن کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت بھی پوری دنیا کے لئے عام کر دی۔ چنانچہ قرآن پاک میں اس مضمون کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا۔ کبھی تو ارشاد ہوا: ”وما ارسلناك الا كافة للناس بشيراً ونذيراً“ اور کبھی آپ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کرایا گیا: ”قل يا ايها الناس انى رسول الله اليكم جميعاً“ اور اسی مضمون کو اس طرح بھی ذکر فرمایا گیا: ”وما ارسلناك الا رحمة للعلمين“ اسی طرح آپ ﷺ کی شریعت کو ابدی اور دوامی فرما کر اس کو رد و بدل، تحریف و تنسیخ کے عمل سے محفوظ فرما دیا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لی۔ ”انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون“ اور پھر یہ بھی خوشخبری سنادی گئی کہ ہم نے آپ ﷺ پر اپنے دین کو اکمل فرما دیا۔

"الیوم اکملت لکم دینکم" اور "ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھر علی الدین کله"

نقل وشریعت عقل ودرایت ہر اعتبار سے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول خدا ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں۔ آپ کے ذریعہ سے جو شریعت ہم کو ملی ہے وہ اس کی آخری ابدی اور دائمی قیامت تک باقی رہنے والی شریعت ہے۔

ختم نبوت کی نئی تفسیر

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین نے تاریخ میں پہلی بار ختم نبوت کی جو نرالی تفسیر کی ہے وہ مسلمانوں کی متفقہ تفسیر سے ہٹ کر کی ہے کہ "خاتم النبیین" کا مطلب یہ ہے کہ...... آپ "نبیوں کی مہر" ہیں اور اس کی وضاحت یہ بیان کی کہ حضور ﷺ کے بعد اب جو بھی نبی آئے گا اس کی نبوت آپ ﷺ کی مہر تصدیق لگ کر مصدقہ ہوگی۔ اس کے ثبوت میں قادیانی مذہب کی کتابوں سے بکثرت عبارتوں کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ مگر ہم چند حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: "خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہوسکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔" (ملفوظات احمدیہ ج۳ ص۴۰۸)

"اگر کوئی شخص کہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی ہے تو اس امت میں نبی کس طرح ہوسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائے عزوجل نے اس بندہ (یعنی مرزا قادیانی) کا نام اسی لئے نبی رکھا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ کی نبوت کا کمال امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس کے بغیر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے جو اہل عقل کے نزدیک بے دلیل ہے۔"

(ترجمہ استفتاء عربی ضمیمہ حقیقت الوحی ص۱۶، خزائن ج۲۲ ص۶۳۷)

"ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر ختم کے وہ معنی نہیں جو احسان کا سواد اعظم سمجھا جاتا ہے اور جو رسول کریم ﷺ کی شان اعلیٰ اور ارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا بلکہ یہ ہیں کہ آپ "نبیوں کی مہر ہیں" اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کردیں گے۔"

(الفضل قادیان نمبر ۲۱۸، مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

ختم نبوت کی تفسیر کا یہ اختلاف صرف ایک لفظ کی تاویل وتفسیر تک محدود نہ رہا۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے والوں نے اس سے آگے بڑھ کر یہاں تک اعلان کیا کہ نبی ﷺ کے بعد ایک نہیں ہزاروں نبی آسکتے ہیں۔ یہ بات بھی ان کے اپنے واضح بیانات سے ثابت ہے۔ ہم اس موقع پر بطور نمونہ چند حوالے زیر تحریر لاتے ہیں: "یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔"

(حقیقت النبوۃ ص ۲۲۸)

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا تو جھوٹا ہے کذاب ہے۔ آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔" (انوار خلافت ص ۶۵)

"انہوں نے (یعنی مسلمانوں نے) یہ سمجھ لیا کہ خدا کے خزانے ختم ہو گئے۔ ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے۔" (انوار خلافت ص ۶۲)

مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت

اس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کے لئے راہ ہموار کر کے تخت نبوت بچھا دیا اور ان کے متبعین ومریدین نے بھی ان کو حقیقی معنوں میں نبی تسلیم کر لیا۔ قادیانی گروہ کی بے شمار کتابوں میں ان کے اس دعویٰ کے ثبوت میں بہت سی عبارتیں ہیں۔ ہم مختصراً کچھ تحریریں نقل کئے دیتے ہیں جن سے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کا پتہ چلے گا۔

"میں بار ہا بتلا چکا ہوں کہ بموجب آیت "**واخرین منهم لما یلحقوا بهم**" بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

"مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (کشتی نوح ص ۵۶، خزائن ج ۱۹ ص ۶۱)

"پس شریعت اسلامی نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔" (حقیقت النبوۃ ص ۱۷۴)

منصب نبوت کی توہین

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کے ثبوت اور ختم نبوت کے انکار میں فاسد خیالات اور باطل افکار کا اظہار کیا ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں: ’’وہ دین دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہوسکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حی وقیوم کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی ناامیدی ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۸، ۱۳۹، خزائن ج ۲۱ ص ۳۰۶)

’’یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔ صرف قصوں کی پوجا کرو۔ پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہوسکتا ہے۔ جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا جو کچھ ہیں قصے ہیں اور کوئی اگرچہ اس کو راہ میں جان بھی فدا کرے۔ اس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اس کو اختیار کرے۔ تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات ومخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہیں ہوگا میں ایسے مذہب کا نام شیطانی رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۳، خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۴)

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ایجاد کردہ مذہب قادیانیت کے جرائم اور مفاسد کو کون کہاں تک گنائے۔ افسوس کہ قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی جیسے ایک پست، ذلیل اور کم عقل انسان کو تاج نبوت پہنا کر ’’عقیدۂ ختم نبوت‘‘ کے مفہوم کو بالکل الٹا کر دیا۔ ’’قادیانیت‘‘ جو درحقیقت اسلام کے خلاف ایک گھناؤنی سازش اور نبوت محمدیہ کے خلاف ایک کھلی بغاوت ہے وہ عالم اسلام کے جسم کو وہ بد گوشت اور فاسد مادہ ہے جس کو دور کرنا امت مسلمہ کا اہم فریضہ ہے۔

’’قادیانیت‘‘ اسلام کے بنیادی عقائد سے لے کر فروعی مسائل تک اپنا الگ راستہ اختیار کرتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ چند بحثوں میں مسلمانوں سے الگ ہے۔ بلکہ دین کے ہر معاملہ میں مسلمانوں سے اختلاف رکھتی ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود اپنی ایک تقریر میں جو ’’الفضل‘‘ کے ۳۰ر جولائی ۱۹۳۱ء کے شمارے میں مسلمانوں سے اختلاف کے

عنوان سے شائع ہوئی تھی کہتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔''

قادیانیت کا اہم موضوع اگرچہ کافی وقت کو چاہتا ہے۔ مگر ہم نے صرف ایک عنوان کے تحت اجمالاً کچھ عرض کیا ہے۔ امید ہے کہ دیگر اصحاب قلم اور ارباب علم وفن اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور مکمل کر وقت کے اس خطرناک فتنہ کا تعاقب کریں گے۔ اللہ پاک دین حق کی حمایت وحفاظت اور حقانیت ونقابت کے سلسلہ میں ہونے والی ہر خدمت کو بارآور فرمائے۔ آمین!

ختم نبوت علم وعقل کی روشنی میں

از: فرید الدین مسعود، ڈائریکٹر اسلامک فاؤنڈیشن بنگلہ دیش

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور محمد ﷺ خدا کے آخری رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اور کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔ اسلام خدا کا آخری پیغام اور زندگی کا مکمل نظام ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کریم، سنت متواترہ، اجماع امت، اولین وآخرین اور قیاس، چاروں دلائل کی رو سے ایک طے شدہ امر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ رب العالمین ہیں۔ رب کے معنی یہی ہیں کہ کسی چیز کو اس کے مناسب تربیت دے کر تدریجاً کمال تک پہنچانے والا۔ اسی ربوبیت کا تقاضا تھا کہ انسان کے مادی ارتقاء کو حد تکمیل تک پہنچانے کے لئے سارے مادی اسباب کا انتظام فرمایا گیا۔ پس رب العالمین کی حکمت بالغہ سے یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے کہ وہ انسان کی روحانیت کی تکمیل کا بندوبست اور اس کا مکمل انتظام نہ فرماتے۔

روح عالم امر کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے امر وتذکیر ہی سے اس کی تسکین ہوتی ہے۔ خدائے رحیم وکریم نے بے پناہ ربوبی شفقت ہی کی بناء پر مادی ارتقاء کے اسباب مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی ابتدائے آفرینش ہی سے انسانیت وروحانیت کی تربیت وترقی کے لئے وحی اور نبوت کا سنہری سلسلہ جاری فرمایا ہے اور بتدریج اس کو تکمیل تک پہنچایا۔

انسان اس انسانیت کے ارتقاء کی راہ میں بالکل اس قافلہ کے مانند ہے جو ایک متعین منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ لیکن اس منزل تک پہنچنے کے راستے سے وہ آگاہ نہیں۔ کوئی واقف راہ شفیق رہنما اس کو راہ کی کچھ نشانیاں بتا دیتا ہے اور وہ قافلہ اس کی بتائی ہوئی نشانیوں کے مطابق کچھ راستہ طے کر لیتا ہے۔ لیکن اب اس قافلہ کو پھر کسی رہنما کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ اس کی بتائی ہوئی علامات کے مطابق مزید کچھ اور فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ اس طرح منزل کی طرف بڑھنے کی صلاحیت میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

بالآخر اسے ایک ایسا شخص مل جاتا ہے جو اسے راہ سفر کا ایک مکمل نقشہ دے دیتا ہے اور قافلہ اس نقشے کے حاصل کرنے کے بعد کسی نئے رہبر کی ضرورت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔
قرآن وحدیث کی روشنی میں انسان اور معاشرہ کا ارتقاء کوئی اندھا دھند عمل میں آنے والی حرکت نہیں بلکہ یہ ایک باہدف عمل ہے اور اس کی ایک ہی راہ ہے جسے صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ اس عمل کا نقطۂ آغاز اور راہ سفر اور منزل مقصود سب متعین اور مشخص ہے۔

سنت الٰہی کے مطابق نبوت اور وحی کی یہ راہ بتدریج کمال تک پہنچی ہے۔ جیسا کہ ایک عمارت مکمل ہوتی ہے۔ عمارت کی تعمیر کا ہدف اس کے ستون اور دیواریں ہیں۔ ان سے ایک مکمل مکان ہوتا ہے نبوت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ نبوت مصطفوی اس کی کامل صورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ومکمل ہو جانے کے بعد وہ مزید کسی اضافے کو قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ تکمیل کے بعد کوئی اضافہ کمال کے منافی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک مشہور حدیث میں اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نبوت ایک مکان کی مانند ہے لیکن اس کے مکمل ہونے میں صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی۔ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔

یہ تکمیل انسانی ارتقاء کا ایک امر فطری ہے۔ ایک انعام خداوندی وموہبت الٰہی کی حیثیت سے قرآن اسی اتمام کا اعلان کرتا ہے۔ ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (المائدہ:۳)“

عقیدۂ ختم نبوت کا انکار دراصل انسانی اور انسانیت کی فطری تکمیل اور ایک نعمت الٰہی کی بغاوت ہے۔ دوسرے نبی کی ضرورت عقلاً کئی وجوہ سے ہوتی ہے اور ماضی کی تاریخ بھی اس پر شاہد ہے۔

۱...... کسی کی نبوت وقتی ہو۔ پس وہ وقت گذر جانے پر دوسرے کسی نبی کی ضرورت ہو۔

۲...... کسی کی نبوت خاص کوئی علاقے کے لئے محدود ہو۔ پس اس محدود علاقہ کے باہر کے لئے دوسرے کسی نبی کی ضرورت ہو۔

۳...... یا تو کوئی نبی اپنی حمایت تائید میں دوسرے کسی نبی کو اللہ تعالیٰ سے مانگ لے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو مانگ لیا تھا۔

۴...... یا تو نبی کی تعلیمات محفوظ نہ ہوں۔ تحریف کا شکار ہو گئی ہوں۔

۵...... یا تو دین و شریعت کی تکمیل نہ ہوئی ہو۔

ان تمام وجوہ سے اگر ہم نظر کریں تو دیکھتے ہیں کہ نیا نبی ظلی ہو یا اصلی۔ اب اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی نبوت کسی زمان و مکان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ”وما ارسلناك الا كافة للناس بشيراً ونذيراً ولكن اكثر الناس لا يعلمون“ ایسا ہی آپ ﷺ نے اپنی تائید کے لئے کسی کو رب العزت سے طلب بھی نہیں کیا۔ اس کے برخلاف قرآن کریم میں صاف اعلان ہوتا ہے۔ ”ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النّبيين (احزاب:٤٠)“

آپ ﷺ کی تعلیمات بھی من وعن محفوظ ہیں۔ لفظاً بھی معنیً بھی، ارشاد ہوتا ہے۔ ”انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون (الحجر:٩)“ ساتھ ساتھ دین محمدی ﷺ کی تکمیل واتمام کا بھی واضح طور پر اعلان کر دیا گیا۔ ”اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي (مائده:٣)“

ختم نبوت رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا طرۂ امتیاز اور خاصہ لازمہ ہے اور اس صفت میں آپ ﷺ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کو ذات و صفات میں لاشریک ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اللہ کو معبود و الہ ماننا ہے۔ مگر الہ واحد اور اکیلا نہ ماننا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی رسول ﷺ کو رسول تو مانتا ہے مگر آخری نبی و رسول نہیں مانتا تو یہ ماننا بھی حقیقتاً نہ ماننے کے مترادف ہے۔

شاید یہ بھی ایک حکمت ہو کہ کلمہ شہادت میں اللہ رب العزت کی الوہیت کی توحید کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کی رسالت کی شہادت بھی لی گئی ہے اور یہ گویا کہ اس بات کی وضاحت ہے کہ ایمان کے لئے اللہ کو ماننے میں جیسا کہ موحد ہونا ضروری ہے۔ ایسا ہی آپ ﷺ کو خاتم المرسلین والانبیاء یقین کرنے میں بھی موحد ہونا ضروری ہے۔ یہی عقیدہ اسلام کے لئے حد فاصل ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا: ”یہ عقیدہ کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ تنہا وہ

عامل (Factor) ہے جو اسلام اور ان کے ادیان کے درمیان ایک مکمل سرحدی خط (Lene Of Demarcateon) کھینچتا ہے جو توحید میں مسلمانوں کے ہم عقیدہ ہیں اور محمد ﷺ کی نبوت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وحی نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ جیسا کہ ہندوستان میں برہموسماج، یہی وہ چیز ہے جسے دیکھ کر کسی گروہ پر داخل اسلام یا خارج اسلام ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ میں تاریخ میں کسی ایسے مسلمان گروہ کا نام نہیں جانتا جس نے اس خط کو پھاند جانے کی جرأت کی ہو۔"

اور یہی حکمت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے انبیاء کرام علیہم السلام آپ ﷺ کی نبوت کی بشارت دیتے نظر آتے ہیں اور قیامت سے پہلے پہلے جھوٹے مدعی نبوت نے دجال اور کذاب کے فریب کو چاک کرنے کے لئے سارے انبیاء سابقین کی طرف سے اسی شہادت کو دہرانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور کذابین کا قلع قمع فرمائیں گے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا ہوتا تو آپ ﷺ پر فریضہ عائد ہوتا کہ آنے والے نبی کی بشارت دیتے جب کہ پہلے انبیاء آپ ﷺ کی بشارت دے کر گئے۔ حالانکہ کہیں پر ایسا کوئی لفظ آپ ﷺ سے منقول نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف تواتر کے ساتھ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی (ظلی ہو یا اصلی) نہیں آئے گا۔

ایک طریق زندگی جو انسانی فطرت کے مطابق ہو، جامع اور کلی ہو اور ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہو اور جو مسائل کی اچھی تشخیص کرے۔ جسے اچھی طرح منطبق کیا جاسکے۔ عمل و نفاذ کے مرحلے میں ہمیشہ رہنمائی کرسکے اور حالات کے مطابق مختلف طریقوں اور بے شمار جزئی قوانین کے لئے سرچشمہ ثابت ہوسکے۔ یہ انسانی فطرت کا ایک عام تقاضا اور انسان کی ایک بنیادی ضرورت تھی۔ دین محمدی ﷺ کی تکمیل کے ذریعہ جب یہ ضرورت پوری ہوگئی تو فطرۃً و عقلاً کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہٰذا نبی، یا نبوت کا ادّعا فطرت اور عقل کے خلاف ہے۔

حضرات! اب میں بنگلہ دیش میں قادیانیوں کی کچھ سازش کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان سے قادیانیوں کے ناامید ہوجانے کے بعد برصغیر میں بنگلہ دیش کی زمین انہیں اپنے عزائم پورا کرنے کے لئے ہاتھ آگئی ہے۔ دوسرے علاقے کے مانند یہاں...... سامراجی ایجنٹ کرسچین مشینری اور یہودیوں کی بھرپور تائید ان کو مل رہی ہے۔ ڈھاکہ کے مشہور علاقہ بخشی بازار میں ان کا مرکز ہے۔ دارالحکومت ڈھاکہ کے مختلف علاقوں میں زمین خرید کر بستیاں بسا رہے

ہیں۔ اس کے علاوہ برہمن باڑیا، سلہٹ، سنام گنج، دیناج پور وغیرہ علاقوں میں بھی وہ اپنا اثر درسوخ بڑھا رہے ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری طرف سے وہاں خاص کوئی بیداری نہیں۔ چار پانچ سال پہلے ڈھاکہ میں انجمن تحفظ ختم نبوت کی طرف سے چند جلسے جلوس ہوئے تھے لیکن آج کل یہ بھی سرد پڑ گئی۔

مادر علمی کی طرف سے اس عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد عالم بھر میں خصوصاً بنگلہ دیش میں اس فتنے کے خلاف نئی تحریک میں روح پھونکنے میں مؤثر ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

دارالعلوم کے اکابر اور اس عظیم الشان کانفرنس کے منتظمین کو میں پھر تہہ دل سے شکریہ اور مبارکباد پیش کرنے کی سعادت میں حصہ لیتے ہوئے رب العزت سے دعا گو ہوں۔ مرضیات کی توفیق بخشے اور ناموس خاتم الانبیاء پر مر مٹنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین!

ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

از: مولانا عزیز احمد قاسمی (بی۔ اے)

مرزا غلام احمد قادیانی بہت کایاں انسان تھے۔ ابتداء میں انہوں نے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے کامیاب مناظرے کئے۔ قابلیت کو اگر کنٹرول میں نہ رکھا جائے تو وہ غلط راستہ پر ڈال دیتی ہے۔ یہی معاملہ مرزا قادیانی کے ساتھ پیش آیا۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں ختم نبوت پر بحث فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ خاتمیت تین طرح کی ہوتی ہے۔ خاتمیت زمانی، خاتمیت مکانی، اور خاتمیت رتبی۔ آنحضرت ﷺ کے لئے تینوں طرح کی خاتمیت ثابت ہے۔

خاتمیت رتبی پر بحث فرماتے ہوئے مولاناؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ خاتمیت رتبی کا مفہوم یہ ہے کہ نبوت کا اونچے سے اونچا مرتبہ آپ ﷺ کو عطاء فرمایا گیا تھا اور جو خاتم رتبی ہوا اسے سب سے آخر میں آنا چاہئے تھا۔ کیونکہ اس کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہتی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے تحذیر الناس میں ختم نبوت کے سلسلہ میں جو بحث فرمائی ہے اس کے بعد ضرورت نہیں رہ جاتی کہ اس کو ثابت کرنے کی سعی کی جائے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے مقدمہ بہاول پور میں جو بحث فرمائی ہے وہ بھی کافی وشافی ہے۔

البتہ بحث کی چیز یہ رہ جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعویٰ نبوت کیا ہے وہ

دعویٰ کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے قبل اس کے کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت پر بحث کی جائے۔ آنحضرت ﷺ کی خاتمیت پر کچھ دلائل بیان کردیئے جائیں تو بہتر ہے۔

۱...... سب سے پہلے تو قرآن پاک کی یہ آیت ہے: ”**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (مائدہ:۳)**“ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آج میں نے تمہارا دین مکمل کردیا۔ یعنی دین کی تکمیل آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر ہوگئی۔ اب کسی پیغمبر کی ضرورت نہیں رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے دین کو ہر پیغمبر پر نازل فرمایا۔ مگر ابتدائی انسانوں کا ذہنی ارتقاء زیادہ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے جوں جوں زمانہ گزرتا گیا انسانی ذہن میں ترقی ہوتی رہی۔ اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ دین کے احکام نازل فرماتے رہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی انسانی ذہن کا ارتقاء مکمل نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ انجیل مقدس کے عہد جدید میں مذکور ہے کہ ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے سامنے تقریر فرماتے ہوئے یہ فرمایا کہ میں بہت سی باتیں تمہیں بتاچکا ہوں۔ مگر بہت سی باتیں ایسی ہیں جو میں نے تمہیں نہیں بتائیں۔ کیونکہ تم ان کو ابھی نہیں سمجھ سکتے۔ میرے بعد فارقلیط آئیں گے۔ وہ تمہیں وہ باتیں بھی بتائیں گے جو میں بتاچکا ہوں اور وہ باتیں بھی بتائیں گے جو میں نے تمہیں نہیں بتائی ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی ذہن کا ارتقاء اس وقت تک مکمل نہیں ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے پانچ سو سال بعد تشریف لائے۔ اس وقت انسانی ذہن...... ارتقاء کی آخری منزل طے کرچکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ سے پہلے آنے والے انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں کبھی سارے عالم کے انسانوں کے دماغ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ ساری دنیا کی قوموں کی کوئی ایک انجمن ہونی چاہئے۔ مگر آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا کے سارے ممالک کی پہلی انجمن بنی جو آپس کے اختلافات کی وجہ سے ختم ہوگئی۔ اس کے بعد دوبارہ انجمن اقوام متحدہ (یو.این.او) قائم ہوئی جو آج تک قائم ہے۔ نیز ایک عالم تنظیم اقتصادی، سماجی، اور ثقافتی (یونسکو) کے نام سے قائم ہوئی۔ جو آج تک قائم ہے۔ ان کے علاوہ عالمی بینک اور عالمی فوج بھی قائم ہوئی اور انسانی ذہن نے اتنی ترقی کی کہ ریڈیو، ٹیلی ویژن، تار برقی، لاسلکی، (وائرلیس) اور ایٹمی توانائی ایجاد کرلی اور راکٹ ایجاد کئے جن میں سوار ہوکر انسان نے ساری دنیا کے کئی چکر لگائے اور چاند تک پہنچ گیا۔ اس سے پہلے ان چیزوں کا تصور بھی انسانی ذہن نہیں کرسکتا تھا۔ کیونکہ اس کا ذہن اتنا ترقی یافتہ نہیں تھا۔

آنحضرت ﷺ کی خاتمیت رتبی کے بارے میں ذیل کے بیانات ملاحظہ فرمائیں:

’’قرآن پاک میں پارہ ’’سبحان الذی‘‘ کی ابتداء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو لیلتہ المعراج میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچایا۔ وہاں تمام انبیاء سابقین علیہم السلام جمع تھے۔ آنحضرت ﷺ نے امامت فرمائی اور تمام انبیاء علیہم السلام نے اقتداء کی۔ اس سے بھی آپ ﷺ کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ وہاں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کو معراج کے لئے لے گئے اور کسی اور پیغمبر کو معراج نہیں ہوئی۔ یہ عروج کا انتہائی درجہ تھا جو آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا گیا۔‘‘

تمام انبیاء سابقین علیہم السلام نے جب اپنی قوم کو مخاطب فرمایا تو قوم کا نام لے کر مخاطب فرمایا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے ’’یا ایھا الناس‘‘ فرما کر مخاطب فرمایا۔ یعنی اے انسانو! کیونکہ آپ تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اور انبیاء علیہم السلام قومی نبی تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ بین الاقوامی (انٹرنیشنل) نبی تھے۔ اس سے بڑا کوئی درجہ نہیں ہوسکتا۔

خود مرزا قادیانی نے اپنے نبی ہونے کا صاف لفظوں میں انکار فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱...... حمامتہ البشریٰ ص۳۴، خزائن ج۷ ص۲۱۹، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

۲...... کتاب البریہ ص۱۸۴، خزائن ج۱۳ ص۲۱۷ حاشیہ۔

۳...... ازالہ اوہام ص۵۷۷، ۵۳۴، خزائن ج۳ ص۳۸۷، ۴۱۱۔

۴...... انجام آتھم ص۲۷، خزائن ج۱۱ ص ایضاً حاشیہ۔

۵...... ’’میرے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ میں اپنے بارے میں نبی ہونے کا اعلان کروں اور کافر ہو جاؤں۔‘‘ (حمامتہ البشریٰ ص۲۹، خزائن ج۷ ص۲۹۷)

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے مرزا قادیانی نے پہلے اپنے ولی یا مجدد ہونے کا اعلان فرمایا جو (تبلیغ رسالت ج۶ ص۲، ۳، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۹۷، ۲۹۸) پر شائع ہوا۔

اس کے بعد اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان اس طرح فرمایا: ’’خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس کی تغلیط کرنا کفر ہے۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ اس نے مجھے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۳، خزائن ج۱۸ ص۲۱۰ ملخص)

اس کے بعد مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’میرے اعتقاد کے مطابق نہ تو کوئی نیا پیغمبر بھیجا گیا اور نہ کوئی قدیم پیغمبر بلکہ ہمارے پیغمبر محمد ﷺ نے خود ہی نزول فرمایا ہے۔‘‘

(لیکچر مرزا غلام احمد قادیانی شائع شدہ الحکم قادیان مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۰۱ء، ملفوظات ج۲ ص۳۰۴)

غور فرمائیے کہ پہلے محدث بنے، پھر مسیح موعود بنے اور آخر میں آنحضرت ﷺ بننے کا دعویٰ کیا۔

مرزا قادیانی نے نبوت وغیرہ کے جو دعاوی کئے اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں شدید قسم کے جسمانی اور دماغی امراض نے گھیر رکھا تھا۔ چنانچہ اپنی تصنیف میں فرماتے ہیں: ”جب میری شادی کے بارے میں غیبی پیغامات وصول ہوئے اس وقت میں جسمانی اور دماغی اعتبار سے بہت کمزور تھا اور ایسے ہی میرا دل بھی کمزور تھا۔ ذیابیطس، دوران سر، اور قلبی تکلیف کے علاوہ تپ دق کی علامات ابھی تک باقی تھیں۔ جب ان ناگفتہ بہ حالات میں میری شادی ہوگئی۔ میرے بہی خواہوں کو بہت رنج ہوا۔ کیونکہ قوت رجولیت صفر تھی اور میں بالکل بڈھوں کی طرح زندگی گذار رہا تھا۔“

(نزول المسیح ص۲۰۹، خزائن ج۱۸ ص۵۸۷)

دوسری جگہ درج ہے: ”مرزا قادیانی کے خاندان میں مراق کی بیماری وراثتاً نہیں تھی۔ بلکہ یہ چند خارجی اسباب کی بناء پر (مرزا قادیانی کو) ہوگئی تھی۔ خارجی اثرات کی وجہ دماغی تکان کی کثرت دنیاوی افکار اور قبض تھا جس کا نتیجہ مستقل دماغی کمزوری تھا۔ جس نے مراق کی شکل اختیار کر لی تھی۔“ (میگزین ریویو قادیان ص۱۰، اگست ۱۹۲۸ء)

شرح اسباب والعلامات، سر کی بیماری، مصنفہ علامہ برہان الدین نفیسی میں ہے کہ: ”کچھ مریض جو مراق کے مرض میں مبتلا ہوں اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں اور آئندہ ہونے والے واقعات کی پیشین گوئی کرتے ہیں اور بعض مریض تو اپنے آپ کو پیغمبر سمجھتے ہیں۔“ (اکسیر اعظم ج۱ ص۱۸۸)

(سیرت المہدی ج۲ ص۵۵) میں ہے: ”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھے بتایا کہ مسیح موعود نے مجھے اکثر بتایا کہ مجھے ہسٹریا کی شکایت ہے اور بعض وقت وہ مراق کی شکایت بھی کرتے تھے۔“

(الفضل قادیان ج۱۷ نمبر۶، مورخہ ۱۹؍جولائی ۱۹۲۹ء) میں ہے کہ: ”حضرت مسیح موعود نے ایک دوا تیار کی جس کا نام ”تریاق الٰہی“ تھا۔ یہ دوا الہامی ہدایات کے ماتحت تیار ہوئی تھی۔ اس کا خاص جزء افیون تھی۔“

مرزا قادیانی جب ایسے امراض میں مبتلا تھے اور افیمی تھے۔ نیز برانڈی شراب بھی استعمال فرماتے تھے۔ (دیکھو الحکم قادیان ج۳۹ نمبر۲۵، مورخہ ۷؍نومبر ۱۹۳۶ء)

تو ایسے انسان کو ایک صحیح الدماغ انسان کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ پیغمبر کہا جائے۔ ”محمد عاشق صاحب نائب صدر مجلس احرار کی موت ہیضہ میں ہوئی تھی۔ مرزا قادیانی کو انہوں نے برا بھلا کہا تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی نے فرمایا کہ ان کو بہت خراب موت ہوئی۔“

(الفضل قادیان ج۲۴، نمبر۳، ۴؍اگست ۱۹۳۶ء)

حالانکہ خود مرزا قادیانی کی موت ہیضہ کے مرض میں ہوئی۔

(رسالہ سیرت مسیح ص۱۴، مصنفہ شیخ یعقوب عرفانی، قادیان)

ختم نبوت اور امت کی ذمہ داریاں

از: مولانا سعید احمد پالنپوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

الحمدلله رب العلمین، والصلوٰة والسلام علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین وعلیٰ آله وصحبه اجمعین ۰ اما بعد!

اللہ رب العالمین کا تعارف، حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرعون لعین کے روبرو اس طرح کرایا ہے: ”**قال ربنا الذی اعطیٰ کل شئ خلقه ثم هدیٰ** (طہ:۵۰)“ ﴿ کہا! ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطاء فرمائی۔ پھر راہنمائی فرمائی۔﴾

یعنی کائنات کی ہر چیز کو جیسا ہونا چاہئے تھا پہلے اس کو ویسا ہی بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر مخلوق کے لئے جو شکل وصورت اور جو اوصاف وکمالات مناسب سمجھے عطاء فرمائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی نے سب کی راہنمائی بھی فرمائی جو مخلوق جس راہنمائی کی محتاج تھی سب کی حاجت روائی فرمائی۔ انسان پیدا کیا گیا تو اس کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی ضرورت بقاء تھی۔ چنانچہ اس کی صورتیں اس کو الہام کی گئیں۔ بچے کو ابتدائے پیدائش کے وقت جب کہ اس کو کوئی بات سکھانا کسی کے بس میں نہیں تھا۔ یہ کس نے سکھایا کہ ماں کی چھاتی سے اپنی غذا حاصل کرے؟ چھاتی کو دبا کر چوسنے کا ہنر اس کو کس نے بتلایا؟ بھوک پیاس، سردی، گرمی کی تکلیف ہو تو رو پڑتا اس کی ساری ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ مگر یہ رونا اس کو کس نے سکھایا ہے؟ یہی وہ ہدایت ربانی ہے جو ہر مخلوق کو اس کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق غیب سے بغیر کسی کی تعلیم کے عطاء ہوئی ہے۔ اسی طرح اللہ رب العالمین نے ہر مخلوق کو ایک خاص قسم کا ادراک وشعور بخشا ہے جس کے ذریعہ اس کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ کس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اسے کیا کرنا ہے۔

عام مخلوقات کے لئے تو اتنی رہنمائی کافی تھی۔ مگر اہل عقول، جن وانس، اس تکوینی ہدایت کے علاوہ ایک دوسری ہدایت کے بھی محتاج تھے اور وہ تھی روحانی یا تشریعی ہدایت۔ کیونکہ تکوینی ہدایت انسان کی صرف مادی ضروریات پوری کرتی ہے۔ جب کہ انسان کا قلب وضمیر، اور عقل وفہم، جن کی وسعت پذیری کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ سب سے زیادہ ہدایت ربانی کے محتاج تھے سورۂ فاتحہ میں ان کو جو دعا تلقین فرمائی گئی ہے اور جسے بار بار پھیرنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے وہ ”اھدنا الصراط المستقیم “ (الٰہی! ہمیں سیدھا راستہ دکھلا دیجئے) ہے یہ دعا واضح کرتی ہے کہ انسان کے لئے تکوینی اور مادی ضروریات سے بھی اہم اور مقدم روحانی اور تشریعی ہدایت ہے۔ پھر بھلا کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مادی ضروریات کا تو سامان کریں مگر اس کی سب سے اہم ضرورت سے صرف نظر فرمالیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ اور ربوبیت کاملہ نے انسان کی اس ضرورت کا بھی انتظام فرمایا اور سب سے پہلے انسان سیدنا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام مرسل بھی تھے اور مرسل الیہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل فرماتے تھے اور اس کے مطابق زندگی گذارتے تھے۔ پھر ان کے ذریعہ ان کی اولاد تک اللہ تعالیٰ کی ہدایت پہنچی۔

روحانیت کا یہ نظام ہزاروں سال تک اپنے ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ تا آنکہ اس کی ترقی حد کمال پر جا کر رک گئی اور اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ آفتاب ہدایت طلوع ہوا۔ جس کی ضیا پاشی سے عالم کا چپہ چپہ روشن ہو گیا اور دنیا نجوم وکواکب کی روشنی سے مستغنی ہو گئی اور انسانیت کو یہ مژدۂ جانفزا سنایا گیا کہ: ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (مائدہ:۳)“ ﴿آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین بننے کے لئے پسند کرلیا۔﴾

ساتھ ہی دین اسلام کی حفاظت کا اعلان بھی فرمایا گیا کہ: ”انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون (الحجر:۹)“ ﴿بے شک ہم ہی نے نصیحت (قرآن کریم) نازل فرمائی ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔﴾

جب دین پایہ تکمیل کو پہنچ گیا، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تام ہوگئیں اور دین اسلام کی قیامت تک کے لئے حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لے لی۔ تو اب سلسلہ نبوت رسالت کی کوئی حاجت باقی نہ رہی۔ اس لئے ایک سلسلہ بیان میں صاف اعلان کردیا گیا کہ: ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (احزاب:۴۰)“

﴿(حضرت) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ ہاں اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔﴾

احادیث متواترہ میں بھی آپ ﷺ کی خاتمیت مختلف انداز سے واضح کی گئی ہے اور شروع سے آج تک پوری امت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ سرور کونین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کی ذات سے قصر نبوت تکمیل پذیر ہو چکا ہے۔ اب کسی نبی کی نہ ضرورت ہے نہ امکان ہے اور جو بوالہوس ایسا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، افتراء پرداز، مرتد اور ملعون ہے۔

اس جگہ پہنچ کر ایک سوال قدرتی طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کتاب وسنت کی شکل میں اپنی اصلی صورت میں آج موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی۔ اس لئے اب کسی بھی طرح کے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر انبیاء کے بغیر اللہ کی یہ ہدایت لوگوں تک پہنچائے گا کون؟

حضرات انبیاء کرام کا کام اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل کر کے لوگوں تک پہنچانا تھا۔ آج چونکہ ہدایات ربانی موجود ہے اس لئے تحصیل دین کی ضرورت تو نہیں ہے مگر تبلیغ دین تو بہرحال ضروری ہے؟ اسی طرح اپنوں اور پرایوں کی چیرہ دستیوں سے...... دین کی حفاظت کی بھی ضرورت ہوگی۔ یہ فریضہ کون انجام دے گا؟ اس کا جواب واضح ہے کہ یہ ذمہ داری امت کے سپرد کی گئی ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ”کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون باللہ (آل عمران:۱۱۰)“ ﴿آپ لوگ (علم الٰہی میں) بہترین امت تھے۔ جو لوگوں کے نفع کے لئے ظاہر کی گئی ہے جو نیک کام کا حکم دیتی ہے اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے۔﴾

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: ”بلّغوا عنی ولو اٰیة“ ﴿میری طرف سے لوگوں کو (دین) پہنچاؤ چاہے ایک ہی آیت ہو۔﴾

مشہور جملہ جو زبان زد عام وخاص ہے کہ: ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“ ﴿میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔﴾

یہ جملہ حدیث ہونے کے اعتبار سے تو بے اصل ہے۔ ”قال القاری حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل لااصل له کما قال الدمیری والزرکشی، والعسقلانی (المصنوع فی الاحادیث الموضوع لعلی القاری ص۱۲۳)“

مگر مضمون کے اعتبار سے قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے۔ اس قول میں علماء امت کا مقام ورتبہ نہیں۔ بلکہ ان کی ذمہ داری بتائی گئی ہے کہ جس طرح دین موسوی کی حفاظت واشاعت کی ذمہ داری انبیاء بنی اسرائیل کو تفویض ہوتی تھی، اسی طرح دین مصطفوی کی تبلیغ واشاعت اور حفاظت وصیانت کی ذمہ داری علماء امت کو سپرد کی گئی ہے۔

ایک حدیث شریف میں پیشین گوئی کے انداز میں۔ خبر دی گئی ہے کہ: ”یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین، وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین (مشکوٰۃ ص ۳۶، کتاب العلم)“ ﴿یہ علم دین ہر آئندہ نسل کے معتبر لوگ حاصل کریں گے جو اس دین سے غلو کرنے والوں کی تحریفات، باطل پرستوں کی بدعات اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔﴾

الغرض! عقیدۂ ختم نبوت برحق ہے۔ دین کی حفاظت واشاعت کے لئے اب کسی طرح کے کوئی نبی تشریف نہیں لائیں گے۔ یہ فریضہ پوری امت کو اور خاص طور پر علماء امت کو انجام دینا ہے۔ الحمدللہ امت کبھی اپنے اس فریضہ سے غافل نہیں ہوئی۔ مگر یہ بھی واقعہ ہے۔ فی الوقت اندر اور باہر کام کا جو تقاضا ہے وہ شاید پورا نہیں ہو رہا ہے۔ خود امت استجابہ میں ایک بڑی تعداد ایسی موجود ہے جن تک تعلیمات نبوی تفصیل کے ساتھ نہیں پہنچ سکی ہیں اور وہ دین کی بنیادی باتوں سے بھی بے خبر ہیں اور ایسے مسلمان بھی ہیں جن کو دین اس کی اصلی صورت میں نہیں پہنچا جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی بدعات وخرافات میں مبتلا ہیں۔ اس کے علاوہ انسانی دنیا کا تقریباً آدھا حصہ وہ ہے جن تک دین کی دعوت بھی شاید نہیں پہنچ سکی ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ نمائندہ اجتماع اس سلسلہ میں عملی اقدام کے لئے غور وفکر کرے اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے کمر بستہ ہو کر میدان عمل میں اتر آئے۔ ”واٰخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمین“

قصر نبوت پر اسلام کے باغیوں کا حملہ اور ہماری ذمہ داری

از: امام علی دانش قاسمی لکھیم پوری

الحمدلله رب العلمین والصلوٰة والسلام علیٰ خاتم النبیین محمد واٰله وصحبه اجمعین ۰ اما بعد!

حضرت محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ورسول ہیں۔ ان پر نازل کی جانے والی کتاب قرآن مجید اپنے اصلی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ان کی شریعت کامل ومکمل ہے۔ ان کی

تعلیم وہدایت زندہ ہے۔ ان کے افعال ان کے اقوال سب کے سب محفوظ ہیں۔ ان کے ذریعہ اسلام کی دائمی اور آفاقی تعلیم دی گئی ہے۔ ایسے اصول وقوانین سکھائے گئے جو ہمیشہ اور ہر دور میں رہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ وہ ذرائع بھی خدا کی قدرت سے میسر ہیں اور میسر رہیں گے۔ جن سے شریعت محمدی کے عقائد واحکام معلوم کرنا سہولت کے ساتھ ممکن ہے۔

یہ وہ قطعی اور اصولی باتیں ہیں جن کو ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے۔ قرآن وحدیث اور امت مسلمہ کا متفقہ اجماعی فیصلہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت ورسالت اور نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت عمومی ودوامی ہے۔ آپ ہر ملک اور ہر قوم اور ہر دور کے لئے نبی ورسول ہیں جو شخص بھی آپ ﷺ کے بعد کسی بھی درجہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کذاب ومفتری ہے۔

ملا علی قاریؒ حنفی فرماتے ہیں: ”ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔“ (شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲)

قاضی عیاضؒ نے وضاحت سے لکھا ہے: ”جو شخص آپ ﷺ کے ساتھ یا آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے یا صفائی قلب کے ذریعہ نبوت کے درجہ تک پہنچنے اور کسب کے ذریعہ اس کو حاصل کرنے کو جائز سمجھے یا جو یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے اگرچہ صراحۃً نبوت کا دعویٰ نہ کرے پس یہ سب کفار ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلانے والے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔“

(شفاء شریف ص ۲۷۰)

(تفسیر روح المعانی ج ٦ ص ٦٥) پر لکھا ہے کہ: ”آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے پر کتاب اللہ ناطق ہے اور احادیث نے کھول کر بتا دیا اس پر امت کا اجماع ہے۔ اس کے خلاف جو دعویٰ کرے کافر ہو گیا اور اگر اپنے دعوے پر اصرار کرتا ہے تو قتل کر دیا جائے گا۔“

اسود عنسی کذاب نے دور رسالت میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے خلاف جہاد کا حکم دیا جس کی تعمیل کرتے ہوئے فیروز نے اسے قتل کر کے جہنم رسید کر دیا۔ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی نے نبوت کے دعوے کئے۔ حضرت خالد ابن ولید سیف اللہؓ نے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کے حکم سے ان باغیان رسالت سے جنگ کر کے ان کو نیست ونابود کر دیا۔ صحابہ کرامؓ کے دور زریں کے بعد بھی عقیدۂ ختم نبوت سے بغاوت کرنے والے پیدا ہوتے رہے اور اپنے برے انجام تک پہنچتے رہے۔

قرآن وحدیث کی واضح تشریحات اور امت مسلمہ کے اجماعی فیصلہ وعمل کے ہوتے ہوئے اسلام کے دشمنوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے براہ راست نبوت کا دعویٰ کرنے کے بجائے تلبیسات وتحریفات کے دوسرے طریقے بھی اپنائے۔ ابن سبا یہودی نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر محبت اہل بیت کا نعرہ لگایا۔ نبوت کے مقابلہ میں امامت کا عنوان اختیار کیا اور اسلام کا نیا ایڈیشن تیار کر کے لوگوں کو گمراہ کیا جس کے فتنہ انگیز اثرات آج بھی مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرتے رہتے ہیں جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام کی شکل مسخ کرنے کے لئے مستشرقین کو کھڑا کیا۔ تعلیم وتہذیب کے دلکش نام پر اللہ کے آخری نبی کی شریعت کو مٹانا چاہا۔ الحاد، دہریت، عقل پرستی، معجزات کا انکار، اسلاف امت سے بدظنی، تفسیر وفقہ کے قدیم ذخیروں پر عدم اعتماد، اکابر امت کی تنقیص، علماء حق کی بدگوئی، خالص عقلیت پرستی یا پھر خاندانی وملکی رسم ورواج کی اتباع پر اصرار وغیرہ سب گمراہی کی جتنی شکلیں ظاہر ہوئیں ان تمام کا مقصد اور جتنے ملحدین ودشمنان دین ہوئے ہیں یا جو موجود ہیں ان سب کی مشترکہ اور متحد کوششوں کا خلاصہ یہی رہا ہے کہ اسلام اپنی اصلی شکل میں جو اس وقت مسلمانوں کے سامنے ہے لائق اعتماد ہے۔ قابل اطمینان نہ رہے۔ اسی لئے تمام ملحدوں، دہریوں اور دین کے نام پر بددینی پھیلانے والوں کا پہلا نشانہ علمائے حق رہے ہیں اور آج...... قرآن وحدیث کی تعلیم وہدایت کو صحیح شکل میں پیش کرنے والے علمائے دین ہی کو یہ مار آستین گروہ مطعون کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

قادیانی فتنہ

چودھویں صدی ہجری میں مسلمانوں کی دنیاوی شوکت وقوت کو پامال کرنے کی کوششوں میں اسلام دشمن یہودیوں اور انگریزوں نے کامیابی عارضی طور پر حاصل کر لی۔ جس سے ان کے ناپاک حوصلے بلند ہوئے اور انہوں نے اسلام میں تحریف اور شریعت محمدی میں رخنہ اندازی کے لئے پھر ختم نبوت کے عقیدہ کی مخالفت اور قصر نبوت پر باغیانہ یورش کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی حمایت شروع کر دی۔ قادیان کے رئیس حکیم غلام مرتضٰی کے لڑکے مرزا غلام احمد قادیانی نے پادریوں سے مذہبی عقائد میں بحث کر کے شہرت حاصل کر لی تھی۔ دماغ میں بڑائی کا سودا سمایا۔ انہوں نے پہلے ۱۸۸۰ء میں الہام کا دعویٰ کیا اس کے ۲۸ سال بعد مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۰ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور مئی ۱۹۰۸ء میں اپنی موت سے پہلے مستقل نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے۔ غالباً مرزا قادیانی کو بھی اندازہ ہوگا کہ نبوت کا دعویٰ اگر

وہ اوّل لمحہ میں کر دیں گے تو مسلمانوں کے لئے قطعی ناقابل برداشت ہوگا۔ اسی لئے انہوں نے تدریجی چال چلی اور دل کا مدعا کافی تاخیر سے زبان پر لائے۔ مرزائے قادیان کے خلیفہ اور پسر مرزا محمود صاحب نے حقیقت النبوۃ میں پوری تفصیل و وضاحت سے اپنے والد کے نبوت رسالت کے دعویٰ کو ثابت مانا ہے اور جو لوگ پہلی تحریروں کی بناء پر مرزا قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت میں تاویلیں کرتے ہیں ان کو گمراہ اور غلط گو بتایا ہے۔ اگرچہ مرزا قادیانی کے متبعین مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے آج بھی دوسرے موضوعات حیات مسیح و خروج دجال و آمد مہدی وغیرہ پر گفتگو کر کے شکوک و سواوس پیدا کرتے ہیں اور اجزائے سلسلہ نبوت اور مرزا آنجہانی کے دعویٰ نبوت کا اظہار بہت بعد کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنے کے بعد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علمائے ربانی کو اور اکابر دیوبند کو، غیرتمند مسلمانوں کو، شمع نبوت کے پروانوں کو جنہوں نے علم و تفقہ سے اخلاص وللّٰہیت سے، جہد و عمل سے، حق گوئی و بے باکی سے عوام الناس کے اجتماعات سے لے کر حکومت کے ایوانوں تک میں ہر جگہ و ہر محاذ پر فتنہ قادیان کا مقابلہ کیا اور ان باغیان ختم نبوت اور قصر شریعت محمدی پر حملہ کرنے والوں کو ناکام و نامراد کیا۔ مگر اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی ہے۔

بدل کے بھیس زمانے میں پھر سے آئے ہیں
اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات و منات

تبلیغ اسلام کے عنوان سے مرزائیت کی اشاعت اور خدمت علم دین کے نام سے قادیانیت کا پرچار بعض مقامات پر جاری ہے۔

ہماری ذمہ داری

تمام مسلمانوں کی اور خاص طور پر اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ شریعت محمدی کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کی شریعت کی بغاوت کا تعاقب پوری ہوشیاری کے ساتھ ساتھ کرتے رہیں۔ اس سلسلہ میں بنیادی اور اہم بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی تفسیر و تعبیر کا حق ہر کس و ناکس استعمال کرنا چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ عربی سے ناواقف لوگ محض ترجمہ کی بنیاد پر مفتی و محقق بن جانا چاہتے ہیں۔ شریعت محمدی کو اسلامی دستور و قانون کو بازیچۂ اطفال سمجھا جانے لگا ہے۔ قانون خداوندی کے ساتھ استہزاء کا یہ سلسلہ بند کرنے کی تدبیر کرنی چاہئے۔ حیرت ہے وہی لوگ جو دنیاوی قانون میں صرف ماہرین قانون کی رائے کو تسلیم کرتے ہیں وہی اسلامی دستور پر معمولی معلومات کی بنیاد پر رائے زنی کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ اسلام کی بنیادی کتاب قرآن مجید ہے

جس کے الفاظ بھی خدا کے نازل کردہ ہیں اور مفہوم و معنی بھی خدا نے محمد رسول اللہ ﷺ کو سکھایا اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو قولی و عملی طور پر قرآن کا مفہوم سمجھا دیا۔ جسے سنت سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کتاب و سنت کی تعلیمات کی تشریح و توضیح اجتہاد و اجماع سے امت مسلمہ کے وہ حضرات جن کو علم ربانی میں رسوخ حاصل تھا کرتے رہے ہیں۔ اس امت مسلمہ کی اسلام سے وابستگی اور ایمان پر پختگی صرف اسی صورت میں نصیب رہ سکتی ہے کہ کتاب و سنت کی وہی تفسیر و تعبیر معتبر مانی جائے جو اسلاف و اکابر ملت کر چکے ہیں یا جدید مسائل پر اکابر کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے علمائے متدین یہ فریضہ انجام دیں۔

مرزائیوں سے غیر مسلموں جیسا سلوک کیا جائے

قصر نبوت محمدی پر حملہ کرنے والے مرزائی باغیوں سے مسلمانوں جیسا سلوک ہرگز نہ کیا جائے۔ ان کے اسلامی ناموں سے فریب نہ کھایا جائے۔ بلکہ ان سے دوٹوک انداز میں بات کی جائے اور ان پر واضح کیا جائے کہ عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کرنے والے اسلام کے دشمن ہیں۔ ہم ان سے موالات کا معاملہ نہیں کر سکتے اور عوام مسلمانوں کو سمجھایا جائے کہ مرزائی دین قادیانی شریعت قرآن و حدیث اور اجماع امت کے متفقہ فیصلہ سے انحراف و بغاوت ہے اور رسول اکرم ﷺ کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کو تسلیم کرنا اسے مصلح یا مجدد دین ماننا اسلام کے دامن کو چھوڑنا ہے۔

اسلام کے مقابلہ میں مرزائی نظریات

مرزائیوں نے اسلام کے مقابلہ میں جن نظریات کو مذہبی حیثیت سے تسلیم کیا ہے ان کی تعداد بہت ہے۔ بطور تمثیل ملاحظہ کیجئے:

۱...... اسلامی شریعت میں حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ مگر مرزائی نظریہ میں مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے۔

۲...... اسلامی شریعت میں حضور ﷺ کی شریعت مدار نجات ہے۔ مگر مرزائی نظریہ میں مرزا قادیانی کی تعلیم پر عمل کئے بغیر نجات نہیں۔

۳...... اسلامی شریعت میں کسی نبی کی پیشین گوئی جھوٹ نہیں نکلتی۔ مگر مرزائی نظریہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں صاف جھوٹ نکلیں اور مرزا قادیانی کی کئی پیشین گوئیاں جھوٹ نکلیں۔

۴...... اسلامی شریعت میں وحی آنے کا سلسلہ بند ہے۔ مگر مرزائی نظریہ میں مرزا قادیانی پر

وحی نبوت بارش کی طرح اترتی تھی۔

۵...... اسلامی شریعت میں معجزات بھی اب کسی سے ظاہر نہیں ہوں گے۔ مگر مرزائی نظریہ میں مرزا قادیانی کے معجزات ہزاروں لاکھوں ہیں۔

۶...... اسلامی شریعت میں جہاد کا حکم ہے جو منسوخ نہیں ہوسکتا۔ مگر مرزائی نظریہ میں جہاد کا حکم خراب تھا۔ مرزا قادیانی نے منسوخ کردیا۔

۷...... اسلامی شریعت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور قیامت کے قریب اتریں گے۔ مگر مرزائی نظریہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے اور ان کے مرزا عیسیٰ موجود ہیں۔

۸...... اسلامی شریعت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ''یأتی من بعدی اسمه احمد'' کا مصداق حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ہیں۔ مگر مرزائی نظریہ میں اس آیت کا مصداق مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

۹...... مسلمانوں کا اجماعی فیصلہ ہے کہ قرآن وحدیث کا جو مطلب صحابہ کرامؓ اور اسلاف نے سمجھا وہی حق ہے۔ مرزائی نظریہ میں قرآن وحدیث کا مطلب مرزا قادیانی کی عقل وفہم کے تالع ہے۔

۱۰...... مسلمانوں کے نزدیک دجال، مہدی، یاجوج وماجوج کا جو مطلب علماء نے لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ مرزائی نظریہ میں ان الفاظ کے مفہوم بدلتے رہتے ہیں۔

(ہدایۃ المحری، مؤلفہ مولانا عبدالغنیؒ)

مرزا غلام احمد کی ناپاک جسارت ...... تحریف قرآن

از: مولانا فہیم احمد لکھیم پوری (کتب خانہ دارالعلوم دیوبند)

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اللہ کے آخری رسول ﷺ پر نازل ہوئی۔ چونکہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد اب بندوں کی ہدایت کے لئے کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور نہ کوئی جدید آسمانی کتاب نازل ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تا کہ قیامت تک کے لئے بندوں کے پاس ایک کتاب ہدایت موجود رہے۔

خدائی حفاظت کے باوجود ہر دور میں باطل پرستوں نے قرآن کو اپنی بیجا تحریفات کا نشانہ بنانے کی مردود کوشش کی ہے اور اس روشن کتاب پر اپنی ظلمت خیز تلبیسات کا پردہ ڈالنے کی

قبیح سعی کی ہے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ ذیل میں اس کی تحریفات کے نمونے پیش کئے جا رہے ہیں۔

تحریف کے معنیٰ اور مطلب

اصل الفاظ کو بدل کر کچھ اور لکھ دینا (لغات فیروزی) بات کو بدل دینا (المنجد عربی اردو) قول کو اس کے معنیٰ سے پھیر دینا۔ (مصباح اللغات)

تحریف کی اقسام

فرقہ احمدیہ یا خود مرزا قادیانی نے قرآن پاک میں جن جگہوں پر ایسی حرکتیں کی ہیں وہ تین طرح کی ہیں۔

اوّل...... لفظی تحریف، یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں یا تو کمی کر دی یا پھر زیادتی کر دی۔

دوم...... معنوی تحریف۔ یعنی قرآن پاک کا ترجمہ کرتے وقت اس فرقہ نے بالارادہ اصلی ترجمہ اور معنیٰ نہیں کئے۔ بلکہ اس سے ہٹ کر دوسرا ترجمہ کر دیا۔

سوم...... منصبی یا مرادی تحریف۔ یعنی جو آیات آنحضور ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان کو یا تو اپنے اوپر منطبق کیا گیا ہے یا کسی غیر کے اوپر یا جو آیات خانہ کعبہ اور مکہ معظمہ کی شان میں نازل کی گئی ہیں انہیں کسی اور جگہ چسپاں کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی یہ تحریفات خواہ لفظی ہوں یا معنوی یا مرادی بہر حال ایک جرم عظیم کا ارتکاب ہے۔ ایسا کرنے والا آخرت میں عذاب الیم کا مستحق ہوگا۔

تحریف لفظی کے چند نمونے

۱...... قرآن پاک کی اصل آیت ”وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته (حج:۵۲)“ اس کا مفہوم یہ ہے اور (اے محمد ﷺ یہ لوگ جو شیطان کے اغواء سے آپ ﷺ سے مجادلہ کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ) ہم نے آپ ﷺ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے اللہ کے احکام میں سے کچھ پڑھا۔ (تب ہی) شیطان نے اس کے پڑھنے میں (کفار کے قلوب میں) شبہ (اور اعتراض) ڈالا (اور کفار ان ہی شبہات اور اعتراضات کو پیش کر کے انبیاء سے مجادلہ کیا کرتے) (معارف القرآن ج۶ص۲۶۴)

اس آیت میں ’’من قبلك ‘‘ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگوں کا آپ ﷺ سے مجادلہ بوجہ اغواء الشیطان آپ سے قبل بھی ہو چکا ہے۔ آپ کے بعد اس امر کا وقوع اس لئے ممکن نہیں کہ اب رسالت ختم ہو چکی۔ اگر آپ ﷺ کے بعد بھی اس کا امکان رہتا تو یہ مذکورہ آیت اس طرح ہونی چاہئے تھی کہ جس سے قبل اور بعد دونوں میں اس مجادلہ کا وقوع ثابت ہو سکتا۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے لئے اس کا راستہ مسدود ہونے نہیں دیا۔ اس لئے ’’من قبلك ‘‘ کو حذف کر دیا۔

تحریف شدہ آیت: ’’وما ارسلنا من رسول ولا نبی الّا اذا تمنّی ‘‘

(حاشیہ ازالہ اوہام ج۱ص ۲۵۷ قدیم)

۲…… قران پاک کی اصل آیت: ’’وجاهدوا باموالكم وانفسكم فی سبيل الله (توبه) ‘‘ اس سے پہلے قرآن میں جہاد کا بیان چل رہا ہے۔ باری تعالیٰ کا حکم ہے۔ نکلو ہلکے اور بوجھل اور اللہ ہی کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے صیغۂ امر کا استعمال کیا ہے اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ جہاد کی فرضیت اور وجوب کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی تو جہاد کو ختم کرنے کے لئے آئے تھے۔ انگریزوں کے ایماء پر وہ کتابوں سے جہاد کا باب ختم کر چکے تھے۔ بھلا کس طرح گوارا کرتے۔ اس لئے اس آیت میں صیغہ امر کے بجائے صیغہ مضارع ’’ان یجاھدوا ‘‘ استعمال کیا اور مخاطب کی ضمیروں کے بجائے اس مضارع کی ضمیر کی مطابقت کی وجہ سے کم کی جگہ غائب کی ضمیر ہم استعمال کی اور فی سبیل اللہ کو آخر سے اٹھا کر ’’ان یجاھدوا ‘‘ کے بعد رکھ دیا تا کہ وجوبیت وفرضیت ثابت نہ ہو سکے۔

تحریف شدہ آیت: ’’ان يجاهدوا فی سبيل الله باموالهم وانفسهم ‘‘

(جنگ مقدس ص۱۷۶، مورخہ ۵ رجون ۱۸۹۳ء، ریاض ہند پریس امرتسر)

۳…… اصل آیت قرآن: ’’كلّ من عليها فان ويبقٰی وجه ربك ذوالجلال والاكرام (رحمٰن) ‘‘ خداوند قدوس نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتا ہے۔ تم کو ان کا شکر ادا کرنا چاہئے اور کفر ومعصیت سے ناشکری نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس عالم کے فنا کے بعد ایک دوسرا عالم آنے والا ہے۔ جہاں جزا و سزا دی جائے گی۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت کے اندر ارشاد ہے کہ جتنے (جن وانس) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت (والی) اور (باوجود عظمت کے) احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔

تحریف شدہ آیت: ’’کل شئ فان ویبقٰی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۳۶ قدیم)

یہ دو آیتیں تھیں پہلے تو ان کو ایک کر دیا اور ’’من علیھا‘‘ کو حذف کر کے لفظ ’’شئ‘‘ کو بڑھا دیا۔ ممکن ہے مرزا قادیانی کے ذہن میں یہ بات رہی ہو کہ ’’شئ‘‘ کے تحت دنیا کی ہر چیز داخل ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہوگئے۔ جس سے ان کی موت وفنا کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ خود مرزا قادیانی اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہوئی اور وہ زندہ نہیں۔ ان کے نزول کے سلسلہ میں جو وارد ہوا ہے وہ مثل مسیح ہوگا۔ چنانچہ وہ میں ہی ہوں۔ العیاذ باللہ!

۴..... مرزا قادیانی کا چونکہ دعویٰ ہے کہ میں (مرزا غلام احمد قادیانی) مسیح موعود ہوں۔ اس لئے اس دعویٰ کے اثبات میں نہ جانے انہوں نے کتنے جتن کر ڈالے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ دمشق میں نزول ہوگا...... اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کا بھی قول ملاحظہ فرمائیے۔ مگر دمشق میں تو کوئی خوبی کی بات نہیں جس کی وجہ سے تمام امکنہ متبرکہ کو چھوڑ کر نزول کے لئے صرف دمشق کو مخصوص کیا جائے۔ اس جگہ بلاشبہ استعارہ کے طور پر کوئی مرادی معنی مخفی ہیں جو ظاہر نہیں کئے گئے اور یہ عاجز اس کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ معنی کیا ہیں۔ اسی اثناء میں حکیم نورالدین صاحب قادیان تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے کہا ایسے چند مجمل الفاظ ہیں ان کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی جائے۔ لیکن ان دنوں میری طبیعت علیل اور دماغ ناقابل جدوجہد تھا۔ اس لئے میں ان تمام مقاصد کی طرف توجہ کرنے سے مجبور رہا۔ پھر تھوڑی توجہ کرنے سے ایک لفظ کی تشریح یعنی دمشق کے لفظ کی حقیقت میرے پر کھولی گئی۔

(حاشیہ ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۶۵، خزائن ج۳ ص۱۵۳)

اس کے بعد کئی صفحات میں اپنی عقل کے اعتبار سے بڑی اچھوتی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ’’دمشق جو نزول مسیح کی جگہ ہے اور احادیث وغیرہ میں جو لفظ دمشق استعمال کیا گیا ہے وہ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔‘‘ مرزا قادیانی نے اپنے سارے علم کو اس بات کے ثابت کرنے پر صرف کر دیا کہ دمشق سے مراد وہ مخصوص جگہ نہیں بلکہ اس کی خصوصیات کی حامل جگہ مراد ہے۔ چنانچہ ان خصوصیات کا حامل قادیان ہے۔ آگے چل کر اسی مذکورہ بالا کتاب کے (ص۷۳، خزائن ج۳ ص۱۳۸ حاشیہ) پر لکھ ہی دیا کہ یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے۔ ’’انا انزلناہ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ بالحق نزل وکان وعداللہ مفعولاً‘‘ یہ آیت

براہین احمدیہ میں بھی ہے۔ (حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ ص ۴۹۸) یعنی ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اتارا اور ایک دن وعدہ اللہ کا پورا ہونا تھا۔ اس الہام پر نظر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان میں خداتعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیش گوئی پہلے لکھا گیا تھا۔ (ازالہ اوہام ص ۷۶، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹) پھر آگے پر اپنی بات کی مزید توثیق کرتے ہوئے ایک اور کذب بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: ’’جس روز وہ الہام مذکور جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا۔ اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا میرے بھائی غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔ ’’انا انزلناه قريباً من القاديان ‘‘ تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انہوں نے کہا یہ دیکھو تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔‘‘ العیاذ باللہ!

(ازالہ ص ۷۶، ۷۷، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰ حاشیہ)

۵…… اصل آیت: ’’ولقد اٰتيناك سبعاً من المثانى والقرآن العظيم ‘‘ حجر، تحریف شدہ آیت ’’انا اتيناك سبعاً من المثانى والقرآن العظيم ‘‘ ’ولقد‘ کو حذف کر دیا۔ قرآن کے ’’ن‘‘ پر زبر اور اسی طرح العظیم کے ’’م‘‘ پر بھی زبر ہے۔ مگر مرزا قادیانی کی کتاب میں زیر موجود ہے۔ (براہین احمدیہ حاشیہ نمبر ۱ ص ۲۸۸ قدیم)

۶…… اصل آیت: ’’الم يعلموا انه من يحادد الله ورسوله فان له نار جهنم خالداً فيها وذالك الخزى العظيم (توبه) ‘‘

تحریف شدہ آیت: ’’الم يعلموا انه من يحادد الله ورسوله يدخله ناراً خالداً فيها ذالك الخزى العظيم ‘‘ مرزا قادیانی نے یدخلہ کا اضافہ کیا اور فان لہ اور جہنم کو حذف کر دیا۔ (حقیقت الوحی ص ۱۳۰ قدیم)

۷…… اصل آیت: ’’يايها الذين اٰمنوا ان تتقوا الله يجعل لـه فرقاناً ويكفّر عنكم سيّاٰتكم ويغفرلكم والله ذوالفضل العظيم (انفال) ‘‘

محرف آیت: ’’يايها الذين اٰمنوا ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا ويكفر عنكم سياتكم ويجعل لكم نوراً تمشون به ‘‘ سيّاٰتكم کے بعد مرزا قادیانی نے ’’يجعل لكم نوراً تمشون به ‘‘ کو بڑھا دیا اور ’’يغفرلكم والله ذوالفضل

العظیم ’’کوختم کردیا۔ (دفع الوساوس ص ۱۷۷، طبع ۲، وزیر ہند پریس امرتسر ۱۹۲۲ء)

۸…… اصل آیت: ’’وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون‘‘

تحریف شدہ آیت: ’’وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدّث الا اذا تمنی القی الشیطان فی لمنیته فینسخ اللّٰه ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللّٰه ایاته ‘‘اصل آیت میں رسول تک تحریر کی۔ آگے اپنی جانب سے مکمل عبارت بڑھا دی اور محدث کا لفظ جو قرآن میں ہے ہی نہیں داخل کردیا۔ یہ سارا ڈھونگ مرزا قادیانی نے اس لئے رچایا کہ اپنے کو محدث اور ملہم من اللہ ثابت کردکھائیں۔

(براہین احمدیہ باب اوّل حاشیہ درحاشیہ نمبر ۳ ص ۵۴۸ قدیم، مطبع بدر لاہور)

معنوی تحریف کی چند مثالیں

مرزائیوں نے معنوی تحریف بھی کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مرزا بشیرالدین محمود نے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر کی ہے جس میں ارادۃً معنوی تحریف کی ہے۔

۱…… ’’غیر المغضوب علیهم ولا الضالین ‘‘کے معنی میں تحریف کرتے ہوئے اس طرح ترجمہ کیا ہے جن پر نہ تو بعد میں تیرا غضب نازل ہوا ہے اور نہ وہ بعد میں گمراہ ہوگئے ہیں۔ (بحوالہ قادیانی نمبر قومی ڈائجسٹ پاکستان) حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ نہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہوگئے۔

۲…… ’’والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك وبالآخرة هم یوقنون ‘‘کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ ’’اور جو تجھ پر نازل کیا گیا یا جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا اس پر ایمان لاتے ہیں اور آئندہ ہونے والی موعود باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں۔‘‘ (بحوالہ قادیان نمبر)

حالانکہ اصل ترجمہ یہ ہے اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں آپ ﷺ پر جو نازل ہوا اور جو کچھ آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

۳…… ’’اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم ‘‘کا ترجمہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’اے میرے خداوند رحمان ورحیم ہمیں ایسی ہدایت بخش کہ آدم صفی اللہ کے مثیل ہوجائیں۔ شیث نبی اللہ کے مثیل بن جائیں۔ حضرت نوح آدم ثانی کے مثیل ہوجائیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ج ۱ ص ۲۵۷، خزائن ج ۳ ص ۲۲۹)

اور (ازالہ اوہام ج۲ ص۵۳۹، خزائن ج۳ ص۲۲۹، ۳۸۹، ۳۹۰) میں رقمطراز ہیں: ’’اس دعا کا ماحصل کیا ہے یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا مثیل بنا۔‘‘

۴…… ’’یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك یا بل رفعه اللّٰه الیه ‘‘میں مرزا قادیانی کہتے ہیں۔ رفع سے مراد ان کی روح ہے نہ کہ جسد اور یہ ہر مؤمن کے لئے ضروری ہے۔ ضروری کو چھوڑ کر غیر ضروری کا خیال دل میں لانا سراسر جہل ہے۔

(ازالہ اوہام ج۱ ص۲۶۷، خزائن ج۳ ص۲۳۵)

دوسری جگہ مزید اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن میں تیس کے قریب ایسی شہادتیں ہیں جو مسیح ابن مریم کے فوت ہونے پر دلالت بین کر رہی ہیں۔ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا۔ نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۰۲، ۳۰۳، خزائن ج۳ ص۲۵۴)

۵…… ’’انا انزلناه فی لیلة القدر ‘‘فرماتے ہیں کہ اس کے صرف یہی معنی نہیں کہ ایک بابرکت رات ہے جس میں قرآن شریف اترا بلکہ باوجود ان معنوں کے اس آیت کے بطن میں دوسرے معنی بھی ہیں جو رسالہ فتح الاسلام میں درج کئے گئے ہیں۔

(ازالہ اوہام ص۳۱۴، خزائن ج۳ ص۲۵۹)

۶…… ’’یضل بــه کثیراً ویهدی بــه کثیرا ‘‘فرماتے ہیں کہ اکثر پیش گوئیاں اس آیت کا مصداق ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے ہمیشہ ظاہر پرست لوگ امتحان میں پڑ کر پیش گوئی کے ظہور کے وقت دھوکہ کھا جاتے ہیں اور زیادہ تر انکار کرنے والے اور حقیقت مقصودہ سے بے نصیب رہنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ حرف حرف پیش گوئی کا ظاہری طور پر جیسا کہ سمجھا گیا پورا ہو جائے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔

(ازالہ اوہام ج اوّل ص۶۲ تا ۶۴، خزائن ج۳ ص۱۳۳، ۱۳۴)

۷…… ’’قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسهم الایه ‘‘یعنی ان لوگوں کو کہہ کہ اے میرے بندو خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ خدا تمام گناہ بخش دے گا۔ بعد ترجمہ مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ اب دیکھو! ’’یاعباد اللّٰه ‘‘ کی جگہ ’’یا عبادی ‘‘ کہہ دیا گیا۔ حالانکہ لوگ خدا کے بندے ہیں نہ آنحضرت ﷺ کے مگر یہ استعارہ کے رنگ میں بولا گیا ہے۔ اس میں تمام مخلوق کو رسول اللہ کا بندہ قرار دیا گیا ہے۔ (حقیقت الوحی ص۶۴، خزائن ج۲۲ ص۶۶)

تحریف منصبی کی چند جھلکیاں

۱...... ’’ومریم ابنة عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا (تحریم) ‘‘ترجمہ اور دوسری مثال اس امت کے افراد کی مریم عمران کی بیٹی ہے جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ تب ہم نے اس کے پیٹ میں اپنی قدرت سے روح پھونک دی۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی روح۔ اب خود غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ پس یہ پیش گوئی سورۂ تحریم میں خاص میرے لئے ہے۔

(حقیقت الوحی ص۳۳۸، خزائن ج۲۲ ص۳۵۱)

۲...... ’’انا اعطیناك الکوثر ‘‘اس کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ ’’ہم نے کثرت سے تجھے دیا۔‘‘ (تذکرہ ص۶۵۷ طبع سوم)

۳...... ’’یٰسن انك لمن المرسلین‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۰۷، خزائن ج۲۲ ص۱۱۰)

۴...... ’’وما ارسلناك الارحمة للعٰلمین‘‘ (حقیقت الوحی ص۸۲، خزائن ج۲۲ ص۸۵)

۵...... ’’قل ان کنتم تحبون الله الآیه‘‘ (حقیقت الوحی ص۷۹، خزائن ج۲۲ ص۸۲)

۶...... ’’قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی‘‘ (حقیقت الوحی ص۸۱،۸۲، خزائن ج۲۲ ص۸۵)

۷...... ’’انا فتحنا لك فتحاً مبیناً‘‘ (ضمیمہ حقیقت الوحی الاستفتاء ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۷۱۱)

’’ارادالله ان یبعثك مقاماً محموداً‘‘ (ایضاً ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۷۱۳)

مندرجہ بالا چھ آیتیں مرزا قادیانی نے اپنے اوپر ملہم ثابت کی ہیں اور جہاں حقیقت الوحی میں الہامات درج کئے ہیں وہیں ان کو بھی درج کیا ہے۔ ایسی نہ معلوم کتنی تحریفات ہیں جن کو مرزا قادیانی نے بڑی دلیری کے ساتھ انجام دیا ہے اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ کلمہ اور درود پاک میں بھی دست درازی کی ہے۔

تحریف کلمہ اور درود شریف

اصل کلمہ جس کو مسلمان پڑھتے ہیں اور جس پر ایمان ہے وہ یہ ہے: ’’لا الٰہ الا الله محمد رسول الله ‘‘﴿الله کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ الله کے رسول ہیں۔﴾ مگر اس کلمہ کی بھی اس نے تحریف کر ڈالی اور محمد کی جگہ احمد رکھ دیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ الله کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور احمد (مرزا غلام احمد قادیانی) الله کے رسول ہیں۔

(بحوالہ قادیانی نمبر)

اسی طرح درود پاک میں بھی اس تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ اصل درود جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی رو سے درست ہے وہ یہ ہے: "**اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انك حمید مجید ۰ اللھم بارك الخ!** "اس میں اس نے یہ کیا کہ جہاں لفظ محمد آیا ہے وہاں اس کے آگے لفظ احمد کا بھی اضافہ کردیا ہے۔ (بحوالہ قادیانی نمبر پاکستان)

یہ ہیں مرزائیوں کے ناقابل معافی جرائم جن سے امت مسلمہ کو ایک زبردست مقابلہ کا سامنا ہے۔ اس معرکہ آرائی میں ایک طرف تو ایمان کو متزلزل ہونے سے محفوظ رکھنا ہے۔ دوسری طرف تقدس رسول کو برقرار رکھتے ہوئے خدا کی وحدانیت کے ساتھ قرآن جیسی بیش بہا اور آخری کتاب کی دل و جان سے حفاظت کرنی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

قادیانیت

از: مولانا نظام الدین اسیر ادروی

۱۸۳۹ء میں ایک منحوس ساعت آئی جب پنجاب کے ضلع گورداسپور میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے انگریزی حکومت کے زیر سایہ اور اس کی تلواروں کی حفاظت میں اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ چونکہ یہ حکومت کا خود کاشت پودا تھا اور انگریزوں کا نیر اقبال عروج پر تھا۔ اس لئے ہندوستان کی آب و ہوا اس کے پنپنے اور بڑھنے کے لئے سازگار ثابت ہوئی۔ اس خود ساختہ نبی کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ جو پنجاب کے ایک مقام قادیان میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۷۵ء کے آس پاس نبوت کا دعویٰ کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور اس کے بڑے بھائی کا نام مرزا غلام قادر تھا۔ جو انگریزی حکومت کی طرف سے ضلع گورداسپور کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ اس خاندان کے بعض دوسرے افراد بھی انگریزی حکومت کے ملازم تھے۔ مرزا غلام احمد نے پہلے مسیح اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ چنانچہ مرکز قادیان سے مرزا غلام احمد کی جو سوانح حیات شائع ہوئی ہے سوانح نگار نے اس میں اس کے دعویٰ مسیحیت کے سلسلہ میں لکھا ہے: "جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپ کو الہام ہوا کہ تم ہی وہ مسیح اور مہدی ہو جس کے آنے کا مسیحیوں او مسلمانوں سے وعدہ تھا۔ جب یہ الہام آپ کو ہوا تو آپ نے ایک مدت تک اس کو ظاہر پر محمول کیا۔ لیکن بار بار الہام ہونے کے بعد آپ نے اپنے مسیح و مہدی ہونے کا اعلان کیا۔" (سیرت و سوانح مرزا غلام احمد، شائع کردہ مرکز قادیان ص۹)

چالیس سال کی عمر میں آپ کا پہلا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا تھا اور اسی کی تبلیغ و اشاعت کرتا رہا۔ جب اس کے حلقہ بگوشوں کی تعداد پانچ چھ سو سے زائد ہوگئی تو اس نے ایک اور چھلانگ لگائی اور تاج نبوت زیب سر کر کے منصب رسالت کی کرسی زریں پر متمکن ہوگیا۔ دعویٰ مسیحیت کے کئی سال بعد اس نے ایک کتاب لکھی۔ اس میں اس نے غیر مبہم لفظوں میں لکھا۔ ”خدا وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب و اخلاق کے ساتھ بھیجا۔“ (اربعین نمبر۳ص۳۶، خزائن ج۱۷ص۴۲۶)

اب اس نے صراحتاً اپنے نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس سلسلہ میں اس کی سوانح عمری کے مرتب نے مزید تفصیلات مہیا کی ہیں۔ وہ لکھتا ہے: ”حضور کا وہ مکتوب جو آخری مکتوب کہلاتا ہے اور جو ۲۶؍ مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار عام لاہور میں شائع ہوا ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔ جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں۔ وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے اوپر کھولتا ہے۔ جب تک کہ انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں۔“

(عقائد احمدیت شائع کردہ انجمن احمدیہ قادیان ص۹۷، ۹۸)

مرزا غلام احمد قادیانی جب نبی بن گیا تو اس کے پاس وحی بھی آنی چاہئے۔ وہ شیطان ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ اس لئے اس پر وحی آئی اور مسلسل آتی رہی۔ ان پر جب وحی آتی تھی تو اس کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ اس کی منظر کشی اسی کے الفاظ میں سنئے۔

”وحی آسمان سے دل پر ایسی گرتی ہے جیسے کہ آفتاب کی شعاع، میں روز دیکھتا ہوں جب مکالمہ ومخاطبہ کا وقت آتا ہے تو اوّل دل پر ایک ربودگی طاری ہو جاتی ہے۔ تب میں ایک تبدیل یافتہ کے مانند ہو جاتا ہوں اور میری حس اور میرا ادراک اور میرے ہوش گو بگفتن باقی ہوتے ہیں۔ مگر اس وقت میں یوں پاتا ہوں کہ گویا ایک وجود شدید الطاقت نے میرے تمام وجود کو اپنی ہستی میں لے لیا ہے اور میں اس وقت محسوس کرتا ہوں کہ میری ہستی کی تمام رگیں اس کے ہاتھ میں ہیں اور جو کچھ میرا ہے اب وہ میرا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ہے۔ جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو سب سے پہلے خدا تعالیٰ دل کے ان خیالات کو میری نظر کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جن پر اپنے کلام کی شعاع ڈالنا اس کو منظور ہوتا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک خیال دل کے سامنے آیا تو

جھٹ اس پر ایک ٹکڑا کلام الٰہی کا شعاع کی طرح گرتا ہے اور بسا اوقات اس کے گرنے کے ساتھ ہی تمام بدن ہل جاتا ہے۔" (عقائد احمدیت شائع کردہ انجمن احمدیہ قادیان ص ۱۱۴، ۱۱۵)

مرزا قادیانی مہدی سے نبی تک ترقی کر گئے اور الہام سے وحی تک پہنچ گئے اور ان کے حلقہ بگوشوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا تو انہوں نے اور بھی ہاتھ پاؤں نکالے۔ اب تک اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے اور مسلمانوں کے سواد اعظم کے عقائد پر قائم رہنے کا بھی اعلان کرتے رہتے تھے۔ لیکن جب نبی بن کر اپنی شریعت خاص کا اجرا کیا تو اپنے متبعین کے سوا سارے مسلمانوں کے خارج از ایمان ہونے کا اعلان کر دیا اور کہا کہ: "جو لوگ میری تکذیب کریں گے ان کو "الحمد" سے "والناس" تک پورا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے؟ یہ میں از خود نہیں کہتا، خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھ کو چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا گو زبان سے نہ سہی مگر اپنے عمل سے اس نے پورے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے۔ "انت منی وانا منك" بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے۔ پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے۔" (عقائد احمدیت ص ۱۲۳، ۱۲۴)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیلمہ کذاب کی طرح ایک مدعی نبوت ہے اس طرح حضور اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے سے اس کو انکار ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ناروا اور ناپاک الزامات لگائے ہیں۔ اس لئے قادیانیت ایک فرقہ نہیں۔ شدید ترین اسلام دشمن ایک مستقل مذہب ہے۔ اس کی بنیاد ہی اسلام دشمنی پر پڑی ہے۔ اس کی براہ راست زد اسلام پر پڑتی ہے۔ کیونکہ وہ قرآن وحدیث پر اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا ہے اور تمام مذہبی اصطلاحات کو اپنے فرقہ میں استعمال کرتا ہے جو خالص اسلامی اصطلاحیں ہیں۔ اس لئے غیر مسلم اقوام کو تو اپنے مذہب میں لانے میں ناکام ہے۔ البتہ مسلمانوں کو مرتد بنانا اس کا اصل مشن ہے۔ وہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا۔ اسلامی نام پایا۔ اس لئے اس کے دعوئ نبوت کا عذاب مسلمانوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے ہی مرحلہ پر نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اس لئے مسلمان حلقوں میں اس کی بات سنی جاتی تھی۔ پنجاب ہمیشہ سے جاہل اور جعلی پیروں کی جولانگاہ رہا ہے۔ اس لئے بتدریج اس کی پھیلائی ہوئی ضلالت وگمراہی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ جب اس کے گرد وپیش کچھ افراد جمع ہو گئے تو وہ اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہوا اور پر پرزے نکالے اور اپنے عقائد کا اعلان کیا۔ تب لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔ تب تک رستا ہوا پانی

سیلاب بن چکا تھا اور جب ۱۹۰۸ء میں اس کا انتقال ہوتا ہے تو اس وقت تک قادیانیت ایک طاقتور مذہب کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

آج یہ فرقہ دنیا کا مالدار ترین فرقہ ہے۔ اس کے دو مرکزی دفاتر ہیں۔ ایک ہندوستان کے شہر قادیان میں ہے۔ یہیں سے اس کے اشاعتی لٹریچر تیار کر کے پورے ملک میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں اور ایک ہفتہ وار اخبار بدر کے نام سے نکلتا ہے۔ اس مرکز کے ماتحت کئی درجن باتنخواہ مشینری پورے ملک میں اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ ان کا دوسرا مرکزی دفتر پاکستان میں چنیوٹ کے قریب اپنے آباد کردہ شہر ربوہ میں ہے۔ اس دفتر سے عالمی پیانے پر قادیانیت کی نشر و اشاعت کے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ یہیں کی تربیت گاہ سے نکلے ہوئے قادیانی دنیا کے مختلف ملکوں میں جا کر اپنے مذہب کی تبلیغ کا فرض انجام دیتے ہیں۔ وہاں ان کے بہت سے مدارس اور کالج ہیں۔ ان میں سب سے اہم احمدیہ مشنری کالج ہے۔ جس میں قادیانیت کے مشنری تیار کئے جاتے ہیں۔ قادیان اور ربوہ دونوں مرکزی دفاتر کا سالانہ بجٹ گیارہ کروڑ روپے سے زیادہ ہے۔

(سیرت و سوانح مرزا غلام احمد قادیانی ص۔۶۰، شائع کردہ مرکز قادیان)

یہی دونوں مرکز اپنے عالمی مشنریوں کو منظم کرتے ہیں۔ ہدایات دیتے ہیں۔ ان کے دفاتر کا بجٹ پورا کرتے ہیں۔ ایک سو سے زائد مرکزی مشنری ہیں اور ۱۶۴ لوکل مشنری کام کرتے ہیں۔ اس طرح ۲۶۴ پرجوش، بااختیار، مالیات کی فراہمی سے بے نیاز داعی اور مشنری عالمی پیانے پر تبلیغ قادیانیت کے نظام کو پوری قوت سے چلا رہے ہیں۔ یہ طریقہ انہوں نے عیسائی مشنریوں سے لیا ہے اور ٹھیک اسی نہج پر وہ کام کرتے ہیں۔ ان کے نظام تبلیغ و اشاعت مذہب کی وسعت اور پھیلاؤ کا اندازہ مندرجہ ذیل تفصیل سے کیا جا سکتا ہے۔ امریکہ کی چار ریاستوں میں ۹ مشن کام کرتے ہیں۔ ان کی ۱۴ عبادت گاہیں ہیں اور تین مدرسے، پانچ اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں۔ یورپ کے ملکوں میں کینڈا، انگلینڈ، ہالینڈ، سوئزرلینڈ، جرمنی، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، بلجیم، اسپین اور اٹلی میں ان کے ۲۴ مشن، ۱۳۰ مسجدیں، ۲ مدرسے ہیں اور ۹ رسالے اور اخبارات جاری ہیں۔ مشرق وسطی میں فلسطین، شام، لبنان، عدن، مصر، کویت، بحرین، مسقط، دبئی اور اردن میں ۱۰ مشن چار عبادت گاہیں اور ایک مدرسہ ہے اور ایک رسالہ البشریٰ عربی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ مشرقی افریقہ میں کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، زامبیا میں ۲۶ مشن ۷۱ مسجدیں ۵ مدرسے ہیں اور ۱۵ اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ کامیابی ان کو مغربی افریقہ میں ملی ہے۔

وہاں نائیجریا، گھانا، سیرالیون، گیمبیا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا، ٹوگولینڈ، نائیجر، بینن اور صومالیہ میں ۲۳۷ مشن ۴۶۹ عبادت گاہیں ۱۵۴ مدارس اور ۲۵ ہسپتال ہیں اور ۱۴ اخبارات ورسائل شائع کیے جاتے ہیں۔ ممالک بحرِ ہند میں ماریشس، لنکا، برما میں ۷ مشن ۱۳ عبادت گاہیں اور ایک مدرسہ ہے۔ ۱۳ اخبارات ورسائل جاری ہیں۔ مشرق بعید میں انڈونیشیا، ملیشیا، فجی آئی لینڈ، جاپان، فلپائن، جنوبی افریقہ میں کیپ ٹاؤن میں ۳۷ مشن ۱۲۷ عبادت گاہیں اور ۵ مدرسے ہیں۔ ۱۶ اخبارات ورسائل ہیں۔ مشرق بعید میں سب سے زیادہ کامیابی ان کو انڈونیشیا میں حاصل ہوئی جو ایک مسلم ملک کہا جاتا ہے۔ صرف انڈونیشیا میں ۳۰ مشن مصروف کار ہیں اور ۱۱۵ عبادت گاہیں اس کے مختلف شہروں میں موجود ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قادیانیت کی تبلیغ میں کتنی منظم اور کتنی بڑی فوج لگی ہوئی ہے اور یہ ساری فوج صرف امت محمدیہ پر حملہ آور ہے اور اس کی مدافعت میں کوئی منظم جماعت ہماری نگاہوں میں نہیں ہے۔

ان کی سب سے کاری ضرب اسلام پر ان کے ترجمہ قرآن سے پڑتی ہے۔ وہ اپنی تائید میں مسلمانوں کی کتاب قرآن کو استعمال کرتے ہیں۔ اس کا دنیا کی تمام اہم ترین زبانوں میں ترجمہ کرتے ہیں اور ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں شائع کرتے ہیں۔ تمام مترجمین قادیانی ہیں۔ انہوں نے ترجمہ میں کیا کیا بددیانتیاں کی ہوں گی۔ اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان تراجم کو اتنے بڑے پیمانے پر تمام ممالک میں پھیلا چکے ہیں۔ جن کا آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔

قرآن کے انگریزی ترجمہ کے متعدد ایڈیشن کئی لاکھ کی تعداد میں وہ شائع کر چکے ہیں۔ انگریزی زبان میں پانچ جلدوں میں ایک تفسیر بھی شائع کی ہے جو ۳۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر کا خلاصہ بھی انگریزی میں شائع کر دیا گیا ہے جو ۱۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہالینڈ کی ڈچ زبان میں قرآن کے ترجمے کے تین ایڈیشن اب تک وہ شائع کر چکے ہیں۔ جرمنی ترجمے کے تین ایڈیشن، مشرقی افریقہ میں کینیا کی سواحلی زبان میں ترجمہ قرآن کے بھی تین ایڈیشن یعنی تین ہزار نسخے شائع ہو چکے ہیں۔ نائیجریا کی زبان یوروبا میں قرآن کا ترجمہ کیا گیا۔ اس کے بھی تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ڈنمارک کی زبان ڈینش میں ترجمہ کر کے اس کو دس ہزار کی تعداد میں طبع کر کے تقسیم کیا گیا۔ یوگنڈا کی زبان یوگنڈی، یورپ کی جدید زبان اسپرنٹو میں انڈونیشیا کی انڈونیشین میں، فرانس کی زبان فرنچ میں، روسی، اٹالین، سپینش، پرتگالی، بنگلہ زبان میں قرآن کے ترجمے کرائے گئے ہیں۔ مشرقی افریقہ کی بعض دوسری زبانوں کیکویو، لوؤ، کیکامبہ میں بھی

قرآن کا ترجمہ کیا جاچکا ہے۔ آسامی، پنجابی اور ہندی زبانوں میں ترجمے ہوچکے ہیں جن میں سے بعض شائع ہوچکے ہیں۔ بعض طباعت کے مرحلے میں ہیں۔ عنقریب وہ بھی شائع ہوجائیں گے۔ مغربی افریقہ کی مقامی زبانوں میں مثلاً سیرالیون کی زبان بینڈی، گھانا کی زبان فنٹے، توائی، نائیجیریا کی ایک زبان ہاؤسا اور فجی کی زبان فجین میں ترجمہ کا کام جاری ہے۔ مستقبل قریب میں وہ بھی شائع ہوجائیں گے۔ چینی زبان میں بھی ترجمہ کی تیاریاں ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ قادیانیت کی جڑیں کتنی گہرائی تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اس کی مدافعت میں جتنی توانائیاں ہمیں لگانی چاہئے تھیں ہم نے نہیں لگائیں۔ ہم چند دلچسپ مباحثوں، مناظروں اور اشتہار بازیوں میں مصروف رہے اور اسے ایک حقیر اور مختصر سی جماعت سمجھ کر اس کی طرف سے بے نیازی برتتے رہے اور وہ خاموشی سے مسلمانوں کے ایمانوں پر ڈاکے ڈالتے رہے اور ہم خاموش تماشائی بنے رہے۔ قادیانیت کی جنم بھومی ہندوستان کی سرزمین ہے۔ یہیں کے علماء کا سب سے پہلے فریضہ تھا کہ اس نئے مذہب کی تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں سے تمام عالم اسلام کو باخبر کرتے اور ابتداء ہی سے اس کے خلاف ایک متفقہ اجتماعی پالیسی اختیار کرکے اپنے فیصلہ سے اسلامی دنیا کو باخبر رکھتے تو شاید اتنے بڑے پیمانے پر یہ تباہی نہ پھیلتی۔ یہ ہماری کوتاہی تھی، اسلام نے ہمارے اوپر اپنی حفاظت کی جو ذمہ داری عائد کی تھی اس کو کما حقہ ہم نے پورا نہیں کیا اور ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کی پونجی ہماری غفلت سے لٹ گئی۔ خدا ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔

تلافی مافات کے لئے ضروری ہے کہ آج ہم ایک غیر متزلزل لائحہ عمل لے کر اٹھیں اور قادیانیت کے بارے میں غیر مبہم الفاظ میں اپنی رائے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کردیں۔

اس سلسلہ میں میری تجویز ہے کہ:

۱...... واضح اور غیر مبہم لفظوں میں یہ اعلان کردیا جائے کہ قادیانیت مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ یہ اسلام دشمن ایک مستقل مذہب ہے جس کا اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

۲...... ان کی پوجا پاٹ کی جگہ کو مسجد نہ کہا جائے اور حتی الامکان اس نام کے استعمال سے ان کو روکا جائے۔

۳...... قادیانیوں کا حدود حرم مکہ و مدینہ میں داخلہ ممنوع ہو، ان کے ساتھ غیر مسلموں کا سلوک کیا جائے۔

۴…… مسلمانوں کے کسی مذہبی اجتماع میں ان کو شرکت کی اجازت نہ دی جائے اور نہ ان کو مدعو کیا جائے۔

۵…… پورے ملک میں جہاں بھی قادیانی بستے ہوں وہاں کے مسلمانوں کو ان سے ہر طرح کے روابط سے روکا جائے۔

۶…… تمام اسلامی ممالک سے اپیل کی جائے کہ مردم شماری میں قادیانیوں کو مسلمانوں کی فہرست میں نہ شمار کیا جائے۔

۷…… حکومت ہند سے اپیل کی جائے کہ وہ قادیانیوں پر مسلم پرسنل لاء کا اطلاق نہ کرے۔ ان کے مقدمات نکاح وطلاق، وراثت وغیرہ کا فیصلہ عام قوانین ہند کے تحت کیا جائے اور مسلم پرسنل لاء کو ان پر نافذ العمل نہ تسلیم کیا جائے۔

۸…… کانفرنس کے فیصلہ سے تمام عالم اسلام کو باخبر کرنے کی ہر امکانی کوشش کی جائے۔ اردو، عربی اور انگریزی میں طبع کرا کے تمام اہم اور ضروری مقامات، اداروں اور مسلم تنظیموں کو ارسال کیا جائے۔

مسیح اور مہدی دو شخصیتیں

از: جمیل احمد نذیری، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور اعظم گڑھ

قادیانی عقیدہ کے مطابق مسیح موعود اور مہدی معہود دونوں دو شخصیتیں نہیں بلکہ دونوں ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں۔ یہ عقیدہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تحریروں سے وجود میں آیا جو ”حقیقت المہدی، حقیقت الوحی، نزول المسیح، اعجاز احمدی، ازالہ اوہام اور ضرورۃ الامام“ وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معہود، دونوں کے مصداق وہ خود ہیں۔

”ایھا الناس انی انا المسیح المحمدی واحمد المھدی“ اے لوگو! میں ہی مسیح محمدی اور میں ہی احمد مہدی ہوں۔ (خطبہ الہامیہ ص۲۷، خزائن ج۱۶ ص۶۱)

ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں: ”اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدائے تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں اور مجھ میں خدائے تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں، شرطیں جمع کی ہیں۔“ (ضرورت الامام ص۲۴، خزائن ج۱۳ ص۴۹۵)

چند سطروں کے بعد پھر لکھتے ہیں: ''پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حکم کو چاہتے تھے۔ سو وہ حکم میں ہوں۔ میں روحانی طور پر کسر صلیب کے لئے اور نیز اختلافات کے دور کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ انہیں دونوں امروں نے تقاضا کیا کہ میں بھیجا جاؤں۔'' (ضرورت الامام ص۲۴، ۲۵، خزائن ج۱۳ ص۴۹۵)

مرزا قادیانی کے ایک امتی قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں: ''پس یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ مسیح موعود اور مہدی معہود کا بنیادی کام ہو چکا ہے۔''

(امام مہدی کا ظہور ص۳۹)

یہی صاحب ان سطور سے پہلے ص۱۶ پر اپنی جماعت کی تحقیق ان الفاظ میں پیش کر چکے ہیں۔ ''امام مہدی اور مسیح موعود ایک ہی شخص ہے۔'' (کتاب مذکور ص۱۶)

قادیانی دعوے کا جائزہ

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت کا یہ دعویٰ صحیح نہیں، احادیث کریمہ میں مسیح موعود (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور امام مہدی کے بارے میں جو تفصیلات موجود ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں دو شخصیتیں ہیں۔ سب سے پہلے وہ احادیث ملاحظہ کیجئے جن میں مسیح موعود کے نزول کا تذکرہ ہے۔

''عن ابی هریرة، قال قال رسول اللهﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة فاقرأو ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته (بخاری ج۱ ص۴۹۰، مسلم ج۱ ص۸۷)''

◆حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں، حاکم عادل کی حیثیت سے۔ پس وہ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ مال (پانی کی طرح) بہے گا۔ لیکن اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ سجدہ واحد دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو۔ (کیونکہ اس میں اسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے) ''**وامن من اهل الکتاب** '' بیشک اہل کتاب ضرور بالضرور ایمان لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی وفات سے پہلے۔◆

دوسری روایت میں ہے: ”والله لينزلن ابن مريم حكماً عادلاً (مسلم ج١ ص٨٧)“ ﴿خدا کی قسم! ابن مریم ضرور بالضرور نازل ہوں گے حاکم عادل بن کر۔﴾

ابن عباسؓ کی روایت میں ہے: ”ينزل اخى عيسىٰ بن مريم من السماء (كنز العمال ج٧ ص٢٦٨، ٢٠٩)“ ﴿میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے۔﴾

نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے: ”فيبعث الله المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء الشرقى دمشق بين مهروذتين واضعاً يديه علىٰ اجنحة ملكين (مسلم ج٢ ص٤٠١، ترمذى ج٢ ص٤٧، ابوداؤد ج٢ ص٢٤٥، ابن ماجه ص٣٠٦)“ ﴿پس اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔ پس وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس دو چادریں اوڑھے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔﴾

مراسیل حسن بصریؒ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا تھا: ”ان عيسىٰ لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة (تفسير ابن كثير ج٢ ص٢٣٠)“ ﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی۔ وہ تمہاری جانب قیامت سے پہلے اتریں گے۔﴾

نجران کے عیسائی وفد سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ”الستم تعلمون ان ربنا حى لا يموت وان عيسىٰ ياتى عليه الفناء (تفسير كبير ج٢ ص٣٨٨، درمنثور ج٢ ص٢٠٣)“ ﴿کیا تم جانتے نہیں کہ ہمارا پروردگار زندہ ہے۔ مرے گا نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئے گی۔﴾

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود، حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا تھا۔ قیامت کے قریب انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے گا۔ وہ آسمان سے دو فرشتوں کے سہارے دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اتریں گے۔

ان احادیث، یا جتنی بھی حدیثیں نزول مسیح سے متعلق ہیں، کسی میں مثیل مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صاف صاف بغیر کسی ابہام واستعارہ کے مسیح ابن مریم، عیسیٰ ابن مریم یا صرف ابن مریم کے الفاظ مذکور ہیں۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ تمام حدیثوں میں ”نزول“ یعنی اترنے کا ذکر ہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں سے اتریں گے۔ بعض میں تو آسمان کی بھی صراحت ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو نزول بھی وہیں سے ہوگا۔

نزول کا وقت کیا ہوگا؟ اس کے متعلق یہ احادیث ملاحظہ کیجئے۔ ”وامامهم رجل صالح فبينما امامهم قد تقدم يصلى بهم الصبح اذا نزل عليهم عيسىٰ بن مريم الصبح فرجع ذالك الامام ينكص يمشى القهقرى ليقدم عيسىٰ يصلى فيضع عيسىٰ يده بين كتفيه ثم يقول له تقدم فصل فانها لك اقيمت فيصلى بهم امامهم (ابن ماجه ص۳۰۸) “ ﴿ان کا امام ایک صالح مرد ہوگا۔ پس اس درمیان کہ وہ امام انہیں نماز فجر پڑھانے کے لئے بڑھے گا، اچانک حضرت عیسیٰ ابن مریم اتر آئیں گے۔ پس وہ امام پیچھے ہٹے گا۔ تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگے بڑھائے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھیں گے اور کہیں گے آگے بڑھئے اور نماز پڑھائیے۔ کیونکہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا امام انہیں نماز پڑھائے گا۔﴾

دوسری حدیث میں ہے: ”فينزل عيسىٰ بن مريم فيقول اميرهم تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم علىٰ بعض امراء تكرمة الله تعالىٰ لهذه الامة (مسلم ج۱ ص۸۷) “ ﴿پس حضرت عیسیٰ ابن مریم اتریں گے تو ان کا امیر کہے گا۔ آئیے! ہمیں نماز پڑھائیے۔ وہ کہیں گے نہیں، تم میں کا بعض، بعض پر امیر ہے اس بزرگی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطاء کی ہیں۔﴾

ایک اور حدیث میں ہے: ”كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم (بخاری ج۱ ص۴۹۰، مسلم ج۱ ص۸۷) “ ﴿تمہارا کیا حال ہوگا؟ جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔ حج بھی کریں گے۔ شادی بھی ہوگی۔ اولاد بھی ہوگی۔ وفات کے بعد حضور ﷺ کے پاس دفن ہوں گے۔

(مسلم ج۱ ص۴۰۸، ج۲ ص۴۰۱، مسند احمد ج۲ ص۲۹، عون المعبود شرح ابی داؤد ج۴ ص۲۰۵، مشکوٰۃ ج۲ ص۴۸۰)

امام مہدی کا نام اور خاندان

اب امام مہدی کے نام، خاندان اور کام کے متعلق احادیث ملاحظہ کیجئے: ”عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لا تذهب الدنيا حتىٰ يملك العرب من اهل بيتى يواطى اسمه اسمى (ترمذی ج۲ ص۴۶) “ ﴿عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ دنیا ختم نہیں ہوسکتی۔ یہاں تک کہ (اس) دنیا کا مالک میرے اہل بیت میں سے ایک عرب نہ ہو جائے۔ جس کا نام میرے ہی نام جیسا ہوگا۔﴾

یعنی اس کا نام محمد ہوگا۔ دوسری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔

”لو یبق من الدنیا الا یوم قال زائدۃ لطول اللہ ذالك الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلاً منی او من اہل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً (ابوداؤد ج۲ ص۲۴۷)“ ﴿اگر دنیا کا ایک ہی دن رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اس کو لمبا کردے گا۔ یہاں تک کہ اس میں ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو مجھ سے ہوگا۔ یا حضور ﷺ نے یوں فرمایا کہ میرے اہل بیت سے ہوگا۔ اس کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا۔ جب کہ وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔﴾

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ مہدی کا آنا بالکل یقینی اور شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

ام سلمہؓ کی روایت میں ہے: ”**المہدی من عترتی من ولد فاطمۃ** (کتاب مذکور ص۲۴۸)“ ﴿مہدی میرے خاندان سے اولاد فاطمہ سے ہوگا۔﴾

امام مہدی کی یہ خصوصیت بکثرت احادیث میں وارد ہوئی ہے کہ وہ دنیا کو، جب کہ دنیا ظلم وجور سے بھر چکی ...... ہوگی۔ عدل وانصاف سے بھردیں گے۔ بخشش وسخاوت کے دریا بہائیں گے۔ ان کے زمانہ میں مال ودولت کی فراوانی ہوگی۔ بارش بھی خوب ہوگی۔ پیداوار بھی خوب ہوگی۔ لوگ آرام وراحت اور چین وسکون سے گزر بسر کریں گے۔ (مشکوٰۃ ج۲ ص۴۷۰،۴۷۱)

صحیح مسلم میں اگرچہ مہدی کے لفظ کی صراحت نہیں۔ مگر جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور جو وقت بتایا گیا ہے وہ مہدی کے علاوہ کسی پر صادق نہیں آتا۔

”عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ یکون فی آخر امتی خلیفۃ یحثی المال حثیاً ولا یعدہ عداً (مسلم ج۲ ص۳۹۵)“ ﴿حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال عطا کرے گا۔ لیکن اسے شمار نہیں کرے گا۔﴾

”عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ من خلفاء کم خلیفۃ یحثو المال حثیاً ولا یعدہ عدداً (حوالہ منکورہ)“ ﴿حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ مال لٹائے گا مگر اسے شمار نہیں کرے گا۔﴾

ایک اور حدیث میں ہے: ”یکون فی آخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا بعده“ (حوالہ بالا) آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کرے گا اور اسے شمار نہیں کرے گا۔

امام مہدی کی یہی خصوصیت، بغیر کسی ابہام واجمال کے لفظ ”مہدی“ کی صراحت کے ساتھ ترمذی میں یوں موجود ہے۔

”قال فیجیٔ الیه الرجل فیقول یا مهدی اعطنی اعطنی قال فحثی له فی ثوبه فلا استطاع ان یحمله (ج۲ ص۴۶)“ ﴿رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایک آدمی اس کے پاس آ کر کہے گا۔ اے مہدی! مجھے دو، مجھے دو، پس وہ ان کے کپڑے میں دیتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھے گا۔﴾

حاکمؒ نے مستدرک میں شرط شیخین پر کئی روایات نقل کی ہیں جن میں لفظ ”مہدی“ کی صراحت ہے اور وقت اور صفات بھی وہی بیان کی گئی ہیں جو احادیث بالا میں ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۹)

ان تمام احادیث پر جو شخص انصاف کی نظر ڈالے گا اسے یہ فیصلہ کرنے میں ذرا بھی تردد نہ ہوگا کہ مسیح موعود اور مہدی معہود، دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ایک باحیات ہے، آسمان سے اترے گی، دوسری رسول اللہ ﷺ کے خاندان میں پیدا ہوگی۔ ایک کا نام عیسیٰ ابن مریم ہے۔ دوسرے کا نام محمد بن عبداللہ۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی الگ الگ خصوصیات ہیں۔

پھر اس حدیث جس کی سند کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے، نے بالکل ہی فیصلہ کر دیا کہ مسیح اور مہدی دو شخصیتیں ہیں۔

”عن جعفر عن ابیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ کیف تهلك امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح اٰخرها ولکن بین ذالك فیج الاعوج لیسوا منی ولا انا منهم (مشکوٰة ج۲ ص۵۸۳)“ ﴿جعفر صادق نے اپنے باپ محمد باقر سے انہوں نے زین العابدین علی بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اوّل میں میں ہوں۔ درمیان میں مہدی اور آخر میں مسیح علیہ السلام۔ لیکن درمیان درمیان میں کچھ کج رو گروہ ہوں گے جو مجھ سے نہ ہوں گے اور نہ میں ان سے ہوں گا۔﴾

حدیث لا مہدی الا عیسیٰ موضوع ومنکر ہے

ابن ماجہ میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ ”ولا المهدی الا عیسیٰ بن مریم

(ص ۳۰۲، باب شدة الزمان) ” ﴿عیسیٰ ابن مریم ہی مہدی ہیں۔﴾

اس حدیث کے متعلق قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں: ”اس حدیث نے ناطق فیصلہ دے دیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم ہی ”المہدی“ ہے اور اس کے علاوہ کوئی ”المہدی“ نہیں ہے۔“

(امام مہدی کا ظہور ص ۲۰)

لیکن یہ حدیث ”ناطق فیصلہ“ تو کیا ہوتی۔ سرے سے لائق استناد ہی نہیں۔ وہ بھی ان احادیث کی موجودگی میں جن میں صراحۃً عیسیٰ ابن مریم اور مہدی کو الگ الگ شخصیت قرار دیا گیا ہے۔

اگر قادیانی حضرات اس حدیث کا حوالہ دینے سے پہلے ابن ماجہ کا حاشیہ ہی دیکھ لیتے تو بھی انہیں پتہ چل جاتا کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے کیسی ہے؟ اور اس لائق ہے یا نہیں کہ اسے مشہور و مستفیض احادیث کے مقابلے میں پیش کیا جائے۔ ابن ماجہ کے حاشیہ پر صاف لکھا ہوا ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ہذا خبر منکر (یہ حدیث منکر ہے) پھر آگے چل کر اسے منقطع بھی کہا ہے۔ سلسلہ سند میں ایک راوی محمد بن خالد ہے جس کے متعلق حاکمؒ کہتے ہیں کہ مجہول (وہ مجہول ہے) اسی طرح حافظ نے بھی اسے رجل مجہول قرار دیا ہے۔

(ابن ماجہ ص ۳۰۲، حاشیہ نمبر ۳)

مقدمہ ابن خلدون میں ہے: ”وبالجملة فالحديث ضعيف مضطرب (ص ۳۲۲) “ خلاصہ کلام حدیث ضعیف و مضطرب ہے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے: ”حديث لا مهدى الّا عيسىٰ بن مريم ضعيف باتفاق المحدثين كما صرّح به الجزرى علىٰ انه من باب لافتىٰ الا على (ج ۵ ص ۱۸۰) “ ﴿حدیث ”لا مهدى الا عيسىٰ بن مريم“ باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ جیسا کہ ابن جزریؒ نے اس کی صراحت کی ہے کہ یہ ”لا فتىٰ الا علىؓ“ کے باب میں ہے۔﴾

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: ”قال ابو الحسن الخسعى الابدى فى مناقب الشافعى تواترت الاخبار بأن المهدى من هذه الامة وأن عيسىٰ يصلى خلفه ذكره ذالك رداً للحديث الذى اخرجه ابن ماجه عن انسؓ وفيه ولا مهدى الا عيسىٰ (فتح البارى ج ٦ ص ٤٩٣) “ ﴿ابوالحسن خسعی ابدیؒ مناقب شافعی میں کہتے ہیں کہ مہدی کے اسی امت میں سے ہونے کے متعلق احادیث متواتر ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ابوالحسن خسعیؒ نے یہ بات اس حدیث پر رد کرتے

ہوئے لکھی ہے۔ جسے ابن ماجہ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی مہدی ہیں۔ ﴾

علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ مہدی کے اولاد فاطمہ میں سے ہونے کی احادیث میں تصریح ہے۔ لہٰذا حدیث ”لا مهدی الا عیسیٰ بن مریم“ ظاہری معنی میں قبول نہیں کی جاسکتی۔ جبکہ وہ سنداً ضعیف بھی ہے۔ (مرقات المفاتیح ج۵ ص۱۸۰)

چنانچہ بعض حضرات نے تاویلات بھی کی ہیں اور وہ بھی انہیں آراء کے دوش بدوش موجود ہیں۔ جہاں اسے ضعیف ومنکر کہا گیا ہے۔ مگر جب اس حدیث کا باتفاق محدثین ضعیف ومنکر ہونا ثابت ہو چکا ہے تو میرے خیال میں تاویلات کے نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی۔

ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ اس حدیث کو ابن ماجہ نے ص۳۰۲ باب شدۃ الزمان کے تحت نقل کیا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر ص۳۰۹ پر خود ہی باب خروج المہدی (مہدی کے خروج کا باب) باندھا ہے۔ وہاں اس حدیث کو نہیں لائے۔ وہاں صرف وہی حدیثیں نقل کی ہیں جو مہدی کے، امت محمدیہ یا اولاد فاطمہ میں سے ہونے کے متعلق ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن ماجہ خود بھی اس حدیث کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کرتے تھے۔ ورنہ باب خروج المہدی میں اسے ضرور نقل کرتے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کنزالعمال میں بھی یہ حدیث موجود ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں پر اس سند کے ساتھ ہے جو ابن ماجہ میں ہے۔ لہٰذا اس کے بھی وجوہ ضعف وہی ہوں گے جو ابن ماجہ کی روایت کے ہیں۔

قادیانی حضرات کی ایک دلیل مسند احمد کی یہ حدیث بھی ہے: ”یوشك من عاش منكم ان تلقی عیسیٰ ابن مریم اماماً مهدیاً حكماً عادلاً“ ﴿قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے۔ درآنحالیکہ وہ امام مہدی اور حاکم عادل ہوں گے۔ ﴾

اس روایت کے متعلق قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں: ”اس میں صاف الفاظ میں موعود عیسیٰ ابن مریم کو امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔“ (امام مہدی کا ظہور ص۱۹)

مگر قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امام مہدی لغوی معنی میں کہا گیا ہے۔ نہ کہ اصطلاحی معنی میں۔ مہدی کے لغوی معنی ہیں ہدایت یافتہ۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر ہدایت یافتہ نہ ہوگا تو کون ہوگا؟ اور امام کے معنی ہیں پیشوا اور مقتدیٰ ظاہر ہے کہ پیغمبر پیشوا اور مقتدیٰ ہوتا ہی ہے۔

یہاں پر مہدی کو لغوی معنی پر محمول کرنے کی خاص اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ جن جن احادیث میں مہدی کو اصطلاحی معنی میں استعمال کیا گیا ہے وہاں مہدی کے ساتھ کوئی صفت نہیں لائی گئی۔ بلکہ مطلقاً لفظ مہدی لایا گیا ہے۔ (اس سلسلے میں قارئین کرام پچھلے صفحات میں مہدی سے متعلق احادیث کو ایک بار پھر دیکھ لیں)۔

اس کے علاوہ ان احادیث میں ”مہدی“ کو مسند الیہ یا متبوع کی حیثیت سے لایا گیا ہے نہ کہ بطور صفت اور یہاں پر مہدی عیسیٰ بن مریم کی صفت واقع ہے اور یہی ایک صفت نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی اس لفظ سے پہلے امام اور بعد میں حکم اور عدل کل تین تین صفات اور بھی موجود ہیں۔

بحث اصطلاحی مہدی سے ہے نہ کہ لغوی مہدی سے۔ لغوی اعتبار سے تو مسلمانوں کے ہر امیر وخلیفہ کو جو کہ صحیح راہ پر گامزن ہو۔ امام مہدی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اس لغوی اطلاق سے وہ اصطلاحی مہدی نہیں بن سکتا۔

امامکم منکم کا مطلب

قادیانی حضرات نے عیسیٰ ابن مریم اور امام مہدی کے ایک ہونے کو اس حدیث سے بھی ثابت کیا ہے: ”کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (بخاری ج ۱ ص ٤٩٠، مسلم ج ۱ ص ٨٧)“ ﴿تم کیسے ہوگے جب کہ تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔﴾

حدیث کے الفاظ ”وامامکم منکم“ کا ترجمہ قادیانی حضرات یوں کرتے ہیں: ”اور وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ یعنی یہ امام باہر سے نہیں آئے گا۔ امت محمدیہ میں سے قائم ہوگا۔“ (امام مہدی کا ظہور ص ۱۱)

قارئین اس بنیادی نکتہ کو یاد رکھیں کہ اس حدیث کے متعلق اصل بحث یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو نماز کی امامت کون کرے گا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا امام مہدی؟ اس بات کے صاف ہونے کے بعد ہی ثابت ہو سکے گا کہ قادیانی حضرات کا مذکورہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور ان کا مقصود اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں یہ احادیث ملاحظہ کیجئے: ”فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امرأتکرمة اللّٰه تعالیٰ لھذه الامة (مسلم ج۱ ص٨٧)“ ﴿پس عیسیٰ ابن مریم اتریں گے مسلمانوں کا امیر کہے گا

آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے نہیں تم میں کا بعض بعض پر امیر ہے۔ اس تکرمہ کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو عطا فرمائی۔ ﴾

ابن حجر عسقلانیؒ، مسند احمد کے حوالہ سے حضرت جابرؓ کی روایت نقل کرتے ہیں۔ "واذاهم بعيسىٰ فيقال تقدم يا روح الله فيقول ليتقدم امامكم فليصل بكم (فتح البارى ج٦ ص٤٩٣)" ﴿ اچانک ان کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے پس کہا جائے گا اے روح اللہ! آگے بڑھئے، وہ کہیں گے چاہئے کہ تمہارا ہی امام آگے بڑھے اور نماز پڑھائے۔ ﴾

ابن ماجہ میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہوگئی ہے کہ امام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہوں گے۔ بلکہ امام مہدی ہوں گے۔ "وامامهم رجل صالح فبينما امامهم قد تقدم يصلى بهم الصبح اذا نزل عليهم عيسىٰ بن مريم الصبح فرجع ذالك الامام ينكص يمشى القهقرى ليقدم عيسىٰ يصلى فيضع عيسىٰ يده بين كتفيه ثم يقول له تقدم فصل فانها لك اقيمت فيصلى بهم امامهم (ابن ماجه ص٣٠٨)" ﴿ مسلمانوں کا امام ایک مرد صالح ہوگا۔ پس جس درمیان کہ وہ امام انہیں نماز فجر پڑھانے کے لئے آگے بڑھے گا اچانک حضرت عیسیٰ ابن مریم اتر آئیں گے۔ پس وہ امام پیچھے ہٹے گا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگے بڑھائے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھیں گے اور کہیں گے آگے بڑھئے اور نماز پڑھایئے۔ کیونکہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا امام انہیں نماز پڑھائے گا۔ ﴾

اب شارحین کی آراء ملاحظہ کیجئے۔ فتح الباری میں ہے: "قال ابوالحسن الخسعى الابدى فى مناقب الشافعى تواترت الاخبار بأن المهدى من هذه الامة وأن عيسىٰ يصلى خلفه (ج٦ ص٤٩٣)" ﴿ ابوالحسن خسعی ابدیؒ مناقب شافعیؒ میں کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں احادیث تواتر کو پہنچ گئی ہیں کہ مہدی اسی امت کے فرد ہوں گے اور حضرت عیسیٰ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ﴾

عمدۃ القاری میں ہے: "معناه يصلى معكم بالجماعة والامام من هذه الامة (ج١٦ ص٤٠)" ﴿ امامکم منکم کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ تمہارے ساتھ باجماعت نماز پڑھیں گے اور امام اسی امت میں سے ہوگا۔ ﴾

مرقات المفاتیح میں ہے: "والحاصل ان امامكم واحد منكم دون عيسىٰ

(ج ۵ ص ۲۲۳) " ﴿حاصل یہ کہ امام تمہیں میں کا ایک شخص ہوگا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔﴾

ان احادیث وعبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نزول کے وقت امامت، امام مہدی ہی کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت کی نماز امام مہدی ہی کی اقتداء میں ادا کریں گے۔ ان احادیث سے یہ بھی صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ نزول مسیح کے وقت، امام مہدی پہلے سے موجود ہوں گے۔

لہٰذا "امامکم منکم" کا ترجمہ درآنحالیکہ وہ ابن مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ صحیح نہیں بلکہ ترجمہ یوں ہونا چاہئے۔ "درآنحالیکہ تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔" یعنی وہ امام پہلے سے موجود ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی امام کی اقتداء کریں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی سے افضل وبرتر ہوں گے۔ پھر اشکال یہ ہے کہ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے ہوئے امامت، کیوں امام مہدی کریں گے اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انہیں کو آگے بڑھانے پر کیوں اصرار کریں گے۔ جب کہ افضل طریقہ یہی ہے کہ امامت افضل شخص ہی کرے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی افضل طریقہ چھوڑ کر غیر افضل کیوں اختیار کریں گے؟

اس اشکال کا جواب بھی شارحین حدیث نے دیا ہے۔ چنانچہ ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت کے لئے آگے بڑھ جائیں گے تو یہ شبہ پیدا ہونے لگے گا کہ پتہ نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آگے بڑھنا، رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے ہے یا مستقل شارع کی حیثیت سے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی شبہ کو دور کرنے کے لئے امام مہدی کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھیں گے تاکہ یہ بات صاف ہو جائے کہ ان کا نزول بحیثیت شارع کے نہیں بلکہ بحیثیت شریعت مصطفویہ کے ایک متبع کے ہے۔ یہاں تک کہ نبی ہونے کے باوجود انہوں نے امت محمدیہ کے ایک فرد کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں مبعوث ہوسکتا) کی عملی تصدیق ہوگئی۔

(فتح الباری ج۶ ص۴۹۳)

مرقات المفاتیح میں ہے: "(فیقول لا) ای لا امیر اماماً لکم لئلا یتوهم بامامتی لکم نسخ دینکم (ج ۵ ص ۲۲۲)" ﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں تمہارا امام نہیں بنوں گا۔ یہ اس لئے تاکہ میری امامت میرے ذریعہ تمہارے دین کے نسخ کا وہم نہ پیدا کرے۔﴾

لیکن امام مہدی کی یہ امامت مستقل امامت نہ ہوگی۔ بلکہ صرف اسی وقت ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اس کے بعد جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہیں گے، وہی امام ہوں گے۔

کوئی شبہ کرسکتا ہے کہ مسلم شریف کی بعض روایات میں "وامکم منکم" اور "فامکم منکم" کے الفاظ آئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی فرمائیں گے اور امام مہدی مقتدی ہوں گے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی قادیانی حضرات کا مدعا ثابت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہمارے مذکورہ بالا جواب سے صاف ظاہر ہے کہ امام مہدی کے مقابلے میں اصلی اور واقعی امام (افضلیت کے اعتبار سے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے اور صرف ایک وقت امام مہدی کا امامت کرانا اسی شبہ کو زائل کرنے کے لئے ہوگا جو اوپر بیان کیا گیا اور اس وقت کی امامت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہی حکم اور مرضی سے ہوگی۔

اس کے ساتھ ہی مسلم شریف کی اس روایت نے قادیانی حضرات کے ایک اعتراض کا جواب بھی فراہم کردیا جو ان کے خیال میں نہایت ہی معرکتہ الآراء اعتراض ہے اور غالباً وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔

اعتراض یہ ہے:

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی اور حضور ﷺ کی بعثت سارے عالم کی طرف، اب اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مسیح موعود بن کر آئیں گے؟ اور کیا یہ عقیدہ حضور ﷺ کی اس خصوصیت (سارے عالم کے لئے نبی ہونا) کو نہیں توڑتا؟

۲...... اگر ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا کیا ختم نبوت کے منافی نہ ہوگا؟

۳...... اس اعتبار سے خاتم النبیین، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے۔ کیونکہ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ حضور ﷺ خاتم النبیین نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ (نزول المسیح ص ۵۳، از قاضی محمد نذیر)

اس اعتراض کا بہت ہی آسان اور سیدھا سادہ جواب ہے جو اعتراض کی تینوں شقوں کو شامل ہے، جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، حضرت عیسیٰ کی بعثت نہ ہوگی۔

کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضور ﷺ سے کئی سو سال پہلے مبعوث ہو چکے تھے اور جب بعثت نہ ہوئی تو یہ سوال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی ہوں گے یا حضور ﷺ کی طرح سارے عالم کے لئے۔ بعثت پر ہی دار و مدار تھا عقیدۂ ختم نبوت کا بھی۔ جب بعثت نہ ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے منافی نہ ہوا۔ اس طرح خاتم النّبیین حضور ﷺ ہی رہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، کیونکہ خاتم النّبیین کا مطلب ہی یہی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ کیا ثبوت ہے کہ حضرت علیہ السلام کا نزول، بحیثیت بعثت نہ ہوگا۔ اس کا جواب مسلم شریف کی اسی زیر بحث روایت میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔

”**وامکم منکم**“ اور وہ امامت کریں گے تمہاری اور تمہیں میں سے۔

یعنی تمہاری شریعت کے مطابق نماز پڑھائیں گے (نہ کہ اپنی شریعت کے مطابق)

اس روایت کے ایک راوی ابن ابی ذئبؒ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ولید بن مسلمؒ ہیں۔ ولید بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ ابن ابی ذئبؒ نے مجھ سے کہا: ”**أتدری ما امکم منکم**“ (کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ تمہاری کیا امامت کریں گے تمہیں میں سے؟) ولید بن مسلم نے کہا ”**تخبرنی**“ (آپ ہی بتایئے) انہوں نے کہا: ”**فامکم بکتاب ربکم عزوجل وسنة نبیکم ﷺ (مسلم ج۱ ص۸۷، فتح الباری ج۶ ص۴۹۳، فتح الملهم ج۲ ص۳۰۲)**“ ﴿پس وہ تمہاری امامت کریں گے تمہارے رب عزوجل کی کتاب (قرآن) اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق۔﴾

طبرانی میں عبداللہ بن مغفلؓ کی روایت میں ہے: ”**ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقاً بمحمد علی ملته (فتح الباری ج۶ ص۴۹۱)**“ ﴿عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اتریں گے، محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے مذہب پر۔﴾

نووی میں ہے: ”**ای ینزل حاکماً بهذه الشریعة لا ینزل نبیا برسالة مستقلة وشریعة ناسخة بل هو حاکم من حکام هذه الامة (نووی علی المسلم ج۱ ص۸۷)**“ ﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، اسی شریعت کے مطابق، مستقل رسالت و شریعت لے کر نہیں آئیں گے کہ وہ ادیان باقیہ کے لئے ناسخ بن جائے۔ بلکہ وہ اسی امت کے حکام میں سے ایک حاکم ہوں گے۔﴾

فتح الملہم میں ہے: ’’قال الطیبی المعنیٰ یؤمکم عیسیٰ حال کونه فی دینکم (ج۲ ص۳۰۳)‘‘ ﴿طیبیؒ فرماتے ہیں۔ ’’یؤمکم‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہاری امامت کریں گے۔ ان کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر۔﴾

مرقات المفاتیح میں ہے: ’’ای یؤمکم عیسیٰ حال کونه من دینکم (ج۵ ص۲۲۲)‘‘ ﴿امامت کریں گے عیسیٰ علیہ السلام ان کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر۔﴾

ایک نکتہ

ایک قابل غور نکتہ یہ بھی ہے کہ زیر بحث حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے امت محمدیہ کی خوش قسمتی اور نصیبہ وری کو بیان فرمایا ہے۔ ’’کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم‘‘ ﴿تم کتنے اچھے اور خوش قسمت ہو گے جب تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ حالانکہ تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔﴾

اس خوش قسمتی کی دو ہی شکل ہو سکتی ہے۔ تیسری نہیں۔

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے ہوئے، امت محمدیہ کا یہ اعزاز ہو کہ امامت امت کا ہی کوئی فرد کرے۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: ’’کیف حالکم وانتم مکرمون عند اللّٰه تعالیٰ والحال ان عیسیٰ ینزل فیکم وامامکم منکم وعیسیٰ علیه السلام یقتدی بامامکم تکرمة لدینکم ویشهد له الهدیث الآتی (مرقات المفاتیح ج۵ ص۲۲۲)‘‘ ﴿کیا حال ہوگا تمہارا (یعنی تم کتنے خوش قسمت ہو گے کہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قابل اعزاز واکرام ٹھہرو گے۔ حال یہ کہ عیسیٰ ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام تمہارے امام کی اقتداء کریں گے۔ تمہارے دین کے اعزاز کو ظاہر کرتے ہوئے اور اس کی تائید آنے والی حدیث (روایت جابرؓ) بھی کرتی ہے۔﴾ (یہ حدیث گذر چکی ہے)

۲...... امامت حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہی کریں۔ لیکن اپنی شریعت کے مطابق نہیں ہیں، بلکہ امت محمدیہ کو عطا کردہ شریعت کے مطابق، جیسا کہ ابن ابی ذئب کی روایت سے پتہ چلا۔

دونوں میں سے جو مفہوم بھی لیا جائے۔ قادیانی حضرات کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امامت کرنے والے عیسیٰ امت محمدیہ میں سے ہوں گے۔ وہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نہ ہوں گے۔ جن کے متعلق رفع الی السماء کا عقیدہ ہے۔

مذکورہ بالا مباحث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہی حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہوں گے جو زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور مہدی امت محمدیہ کے ایک فرد ہوں گے۔ جو نزول مسیح کے وقت امت محمدیہ میں پہلے سے موجود ہوں گے۔ لہٰذا دونوں ایک شخصیت نہیں، دو شخصیتیں ہیں۔

ردقادیانیت پر فضلاء دارالعلوم دیوبند کی تصنیفی خدمات

از: برہان الدین سنبھلی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

”الحمدلله رب العلمين والصلوٰة والسلام على رسوله الامين خاتم النبيين محمد واله واصحابه اجمعين ومن تبعهم باحسان الىٰ يوم الدين“

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم وحکمت کے تقاضہ سے ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں کم وبیش چھ سو سال کے طویل فترہ (وقفہ) کے بعد پھر وحی آسمانی اور ملائکہ ربانی اپنے ایک مقرب ترین بندے اور رسول جناب محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی (علیہ الف الف صلوٰۃ وسلام) کے پاس بھیجے اور تقریباً ۲۳ سال تک یہ آمدوشد جاری رکھنے کے بعد اکمال دین واتمام نعمت کا اعلان فرما کر ہمیشہ کے لئے یہ سلسلہ بند کر دیا۔ کیونکہ اس میں نہ پھر تبدیلی کی ضرورت تھی نہ اضافہ کی گنجائش۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا احمد بن عبدالرحیم المعروف شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنے حکیمانہ اسلوب میں فرمایا ہے کہ آخری شریعت کا مادہ فطرت انسانی کے عین[۲] مطابق بنایا گیا ہے۔ یا بالفاظ دیگر قامت انسانی کے لئے ایسا جامہ عطا کر دیا گیا جو ہر طرح لائق ومناسب نیز پائیدار ہے تو پھر اس میں کتر بیونت یا پیوندکاری اور تبدیلی فضول کام ہی قرار پائے گا۔ (جس سے اللہ تعالیٰ جو حکیم وخبیر بھی ہے کی ذات پاک ہے) البتہ یہ ضرورت بہرحال تھی کہ وہ ”جامہ“ ربودگی وفرسودگی

---

[۱] مشہور مصری عالم علامہ خضری (صاحب تصانیف کثیرہ) نے اپنی مشہور زمانہ کتاب تاریخ التشریع الاسلامی ص ۵، ۶ میں قول راجح اسے قرار دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر پہلی وحی کا نزول ۱۷ر رمضان المبارک کو ہوا اور آخری آیت ۹ر ذی الحجہ کو نازل ہوئی۔ اس طرح کل مدت وحی ۲۲ر سال ۲ر ماہ ۲۲ر دن ہوتی ہے۔ (تاریخ التشریع الاسلامی ص ۵، ۶، مطبوعہ مصر)

[۲] شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں: ”واذا كان كذالك وجب ان تكون مادة شريعة ماهو بمنزلة المذهب الطبيعي (حجة الله ج ١ ص ١٨، مطبوعه مصر)“

سے محفوظ اور صحیح وسالم رہے۔ چنانچہ اس کی ذمہ داری بھی اسی علیم وقدیر نے خود لے کر اعلان بھی ہمیشہ باقی رہنے والی اپنی کتاب میں فرمایا: ''وانا لہ لحافظون'' لیکن عالم اسباب میں جس طرح اس کی صفت ربوبیت ورزاقیت کبھی شفقت مادری کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی زمین سے روئیدگی کی صورت میں۔ اسی طرح اس نے اپنے خاص بندوں کو توفیق بخش کر دین قیم کی حفاظت کا سامان کیا۔ جس کی اطلاع اسی کے صادق ومصدوق پیغمبر ﷺ نے مختلف پیرایوں میں دی۔ مثلاً ایک موقع پر فرمایا: ''**یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین** (مشکوٰۃ المصابیح ج۱ ص۳۶، مطبوعہ اصح المطابع دھلی، بحوالہ بیھقی)''

ایک اور ارشاد یہ ہے: ''**لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علے الحق لا یضرھم من خذلھم حتیٰ یأتی امر اللہ** (صحیح مسلم ج۲ ص۱۴۳، مطبوعہ مکتبۃ رشیدیہ دھلی)''

چنانچہ یہ عدول اور طائفہ منصورہ ہر اس موقع پر کبھی سر بکف اور کبھی دست بقلم، میدان میں آیا جب بھی دین کامل کو تحریف یا اور کسی طرح کا خطرہ پیش آیا۔ اس پر امت مسلمہ کی پوری تاریخ گواہ ہے۔ خواہ وہ خطرہ صدر اوّل میں مسیلمہ کذاب کی شکل میں آیا ہو یا چودھویں صدی کے مسیلمہ پنجاب کی صورت میں۔

اس وقت وقت کی قلت کی بناء پر پوری تاریخ تو کیا اس کا مختصر ترین حصہ بھی بیان نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ آخر الذکر فتنہ کے ظہور کے بعد سے اس مؤید ومنصور جماعت کے چند افراد کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کر کے سعادت دارین کا سامان اپنے لئے فراہم کرنا مقصود اصلی ہے۔ (یہاں یہ بتانا بھی غیر ضروری ہی معلوم ہو رہا ہے کہ اس مختصر سے وقت میں چند افراد کے تمام کارناموں کا بھی مکمل جائزہ لینا مشکل بلکہ ناممکن ہے)

راقم نے اپنے لئے جیسا کہ مقالہ کے عنوان سے ظاہر ہے۔ ردقادیانیت پر ''فضلاء دارالعلوم کی تصنیفی خدمات'' عنوان اختیار کیا ہے۔ یہ عنوان بظاہر محدود ومختصر ہونے کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ اپنے اندر سمندر جیسی وسعت وپہنائی رکھتا ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس ''دارالعلوم'' کے تمام فضلاء کا نہیں، صرف اس کے ایک فاضل (اور گل سرسبد) علامہ کشمیریؒ کی خدمات کا اگر تفصیلی تذکرہ کیا جائے تو مجھ جیسا بے بضاعت بھی آپ لوگوں کا یہ سارا وقت لے کر بھی غالباً آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

زیر نظر مقالہ میں اگر چہ اصالۃً محدث جلیل علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی خدمات کو موضوع بحث نہیں بنایا گیا ہے۔ بلکہ ان کے تلامیذ کی قادیانیت کے بارے میں مساعی کا تذکرہ اصلاً مقصود ہے۔ لیکن تیمن وتفاول کے طور پر مقالہ کی ابتداء علامہ کشمیریؒ ہی کے بعض اہم علمی کارناموں سے کی گئی ہے کہ اسی ایک چراغ سے اوروں میں بھی روشنی آئی ہے۔

یک چراغ است ....

عام طور پر یہ بات واقف لوگوں کو معلوم ہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ دفعتہً نہیں کیا بلکہ اس میں چالاکی سے۔ ایک خاص ترتیب وتدریج ملحوظ رکھی۔ چنانچہ پہلے ولایت ومجددیت، نیز محدثیت ومہدویت کا دعویٰ کیا جو پھر شبہ مسیحیت کے مراحل سے گذرتا ہوا بالآخر کامل رسول ونبی۔ بلکہ افضل الرسل کے برابر ہونے کے انجام تک پہنچا۔ اس ابتداء وانتہاء کے درمیان خاصا زمانی فاصلہ ہے جس کی تفصیل الیاس برنی (پروفیسر صلاح الدین محمد الیاس) صاحب کی لاجواب کتاب ''قادیانی مذہب'' میں مدلل ومفصل طور پر بیان کر دی گئی ہے۔ (قادیانیت کی پوری حقیقت جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ ضروری ہے) مرزا قادیانی نے جیسے ہی اپنے دعوؤں کا سلسلہ شروع کیا۔ مؤمنانہ فراست رکھنے والوں نے ان کی تردید کا فرض کفایہ بھی ادا کرنا شروع کر دیا۔

مرزائی دعوؤں کے ابطال کے لئے اس بات کی بھی ضرورت محسوس کی گئی کہ مرزا قادیانی اور ان کے اعوان وانصار کی طرف سے مغالطہ انگیز اور نام نہاد علمی انداز میں پیش کئے گئے اقوال سلف اور اٹھائے گئے شبہات کی ایسے مضبوط علمی انداز میں صحیح توجیہ ہو اور شبہات کا ازالہ کیا جائے کہ پھر کسی مخلص طالب حق کے لئے غلط فہمی میں مبتلا ہونا اور مرزا قادیانی کے بچھائے اور پھیلائے ہوئے جال میں پھنسنا ممکن نہ رہ جائے۔ اس اہم کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت نے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا اور اسے توفیق بخشی جس سے زیادہ اہل اور موزوں اس خدمت کے لئے کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا تھا۔ ''وللّٰه جنود السمٰوٰت والارض اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون'' یوں تو موصوف نے اپنے بے پایاں مطالعہ اور قابل رشک ذہانت کے ذریعہ بہت سے اشکالات رفع فرمائے اور مرزائی مغالطوں کا پردہ چاک کیا کہ ان سب کا ذکر کسی مقالہ کا نہیں۔ کتاب کا موضوع بن سکتا ہے۔ لیکن بعض اشکال ایسے بھی رفع کئے جو اکابر سلف کے اقوال سے پیدا ہونے کی بناء پر اچھے اچھے اہل علم کے لئے بھی موجب پریشانی اور باعث تشویش بنے ہوئے تھے اور جن کی موجودگی میں مرزا اور مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ لگانا مشکل ہو

رہا تھا۔ مثلاً امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا گیا۔ ان ہی کی طرف منسوب کتاب ''فقہ اکبر'' کی شرح ملا علی قاری میں یہ قول کہ امام فرماتے تھے: ''لا نكفر احدا من اهل القبلة '' یا اسی شرح میں شرح مواقف کے حوالہ سے ذکر شدہ یہ تصریح ''ان جمهور المتكلمين والفقهاء علىٰ انه لايكفر احد من اهل القبلة'' (شرح فقہ اکبر لملا علی قاری ص ۱۸۶)

اس طرح کی بکثرت عبارتیں عقائد وکلام کی دیگر کتابوں میں بھی بعض اکابر علماء کی طرف منسوب ملتی ہیں۔ مثلاً امام غزالی کی شہرۂ آفاق کتاب ''فيصل التفرقة بين الاسلام والزندقه '' میں ہے۔ ''اما الوصيه فان تكف لسانك عن اهل القبلة ماامكنك ماداموا قائلين لا اله الا الله محمد رسول الله غير مناقضين لها والمناقضة تجويزهم الكتب على رسول الله ﷺ بعذراو بغير عذر فان التكفير فيه خطر والسكوت لا خطر فيه'' (فیصل التفرقہ ص ۵۶)

امام ابوحنیفہ کی طرف یہ قول بھی منسوب کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کے قول میں ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا تو اس کے کافر ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

(مقدمہ از مولانا محمد یوسف بنوری مصنفہ علامہ کشمیری)

یہ اور اس جیسی دیگر عبارتوں اور مسلمات کے درجہ میں پیش کئے جانے والے اقوال کی بناء پر عام اہل علم مدتوں غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین کے بارے میں محتاط رویہ اپنائے رہے۔ جس سے یہ فرقہ ناجائز فائدہ اٹھا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو دام فریب میں گرفتار کرنے بلکہ بہتوں سے مرزائی نبوت کا اعتراف کرا لینے میں کامیاب ہوتا رہا۔ اس لئے شدید ضرورت اس بات کی تھی کہ ایسی کوئی شخصیت میدان میں آئے جس کی نہ علمی برتری میں کوئی شبہ ہو نہ تقویٰ ودیانت میں۔ جو اس موضوع پر ایسے انداز میں علمی بحث وگفتگو اور مواد فراہم کرے جس کے بعد پھر کسی جویائے حق کے لئے عذر باقی نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وحکمت سے صحیح وقت پر ایسے ہی...... ایک عظیم شخص کو اس کام کی توفیق بخشی یعنی امام عصر، محدث جلیل، ماہر منقول ومعقول حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے یہ خدمت بطریق احسن انجام دی کہ اپنے وسیع وعمیق مطالعہ اور بے نظیر حافظہ کی مدد سے اس موضوع پر اتنا مواد جمع کر دیا کہ جو مرزائی عمارت کی تمام دیواروں کو شکستہ ومنہدم کرنے کے لئے بالکل کافی ہے اور بعد میں اس راہ پر چلنے والوں کے لئے مزید تحقیق کی حاجت نہ چھوڑی۔

حضرت علامہ موصوف نے اس سلسلے میں متعدد کتابیں خالص علمی انداز پر لکھیں۔ جن میں "اکفار الملحدین" کا تو گویا خاص موضوع ہی "مذکورہ بالا قسم کے اقوال اور کلامی عبارتوں سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔" مثلاً امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب مذکورہ بالا قول "لا نكفر احدا من اهل القبلة" کے بارے میں متعدد معتبر کتابوں کے حوالوں کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں: "وسياتها عن ابی حنيفة ولا نكفر اهل القبلة بذنب فقيد بالذنب وهی فی رد المعتزلة والخوارج لا غير اذ صورة العبارة تعريض لمن يكفر اهل القبلة بغير ما يوجب الكفر وهوا الذنب واما كلمات الكفر فان لم يكفر بها فليقل انها ليست بكلمات كفر وهو سفسطه" پھر اس کے بعد شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کی کتاب الایمان سے اپنی تائید میں یہ عبارت پیش فرمائی۔ "نحن اذا قلنا اهل السنة متفقون على انه لا يكفر بالذنب فانما زيد به المعاصی كالزنا والشرب" پھر فرمایا: "واوضحه القونوی فی شرح العقيدة الطحاوية انا لا نكفرهم بذنب كما يفعله الخوارج قال القونوی وفی قوله بذنب اشارة الىٰ تكفيره بفساد اعتقاد، كفساد اعتقاد المجسمة والمشبهة ونحوهم لان ذلك لا يسمّى ذنبا (اكفار الملحدين ص۲۳)"

امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ایک قول (۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا) کے ذریعہ پھیلائی جانے والی غلط فہمی کے ازالہ کی غرض سے ہی غالباً حسب ذیل افادات تنبیہ کے عنوان سے قلمبند فرماتے ہیں۔

"اتفقوا فی بعض الافعال على انها كفر مع انه يمكن فيها ان ينسلخ من التصديق لانها افعال الجوارح لا القلب وذلك كالهزل بلفظ كفر وان يعتقده وكالسجود لصنم وكقتل نبی والاستخفاف به...... واختلفوا فی وجه الكفر بها بعد الاتفاق على التكفير" پھر اس تحقیق کی تائید و توجیہہ کے لئے متعدد ممتاز علماء و فقہاء مثلاً ابوالحسن اشعری، علامہ ابن تیمیہ، علامہ قاسم والمسایرۃ کے حاشیہ نگار اور علامہ شامی کی کتابوں اور اقوال سے حوالہ دینے کے بعد لکھتے ہیں: "وبالجملة يكفر ببعض الافعال ايضا اتفاقاً وان لم ينسلخ من التصديق اللغوی القلبی وقال القاضی ابوبكر الباقلانی كما فی الشفاء والمسايرة فان عصى بقول او فعل نص الله تعالىٰ ورسوله اواجمع المسلمون انه لا يوجد الامن كافره اويقوم دليل على

ذالك فقد كفر وقال ابوالبقاء فی كلياته والكفر قد يحصل بالقول تارة وبالفعل اخرىٰ والقول الموجب لكفر انكار مجمع عليه فيه نص ولا فرق بين ان يصدرعن اعتقاد اوعناد اواستهزاء" (ایضاً ص٦٨،٦٩)

اس کے ساتھ شاہ صاحبؒ نے ان امور کی تفصیل بہت شرح وبسط کے ساتھ فرمائی جن کا نام علماء شریعت کی اصطلاح میں ضروریات دین ہے کہ ان میں سے ہر ایک پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور کسی ایک کا بھی انکار کفر کا موجب ہو جاتا ہے۔ یہ بحث خاصی طویل ہے۔ اختصاراً اسے یہاں پیش نہیں کیا جارہا ہے۔

قادیانی عمارت کو سہارا دینے کے لئے متکلمین کے اس اصول سے بھی مرزائی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی نص کی تاویل یا تاویل سے انکار کی بناء پر کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا۔ علامہ موصوف نے اس اصول کی تشریح فرما کر بتایا کہ وہ کون سی تاویل ہے جس سے معذور ٹھہرایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ فرماتے ہیں: "**والشارع لم يعذرقط فی تاويل باطل فقال فی عبدالله بن حذافة امير السرية من تجته بدخول النار لودخلوها ماخرجوا منها الىٰ يوم القيمة انما الطاعة فی معروف...... وغير ذالك من الوقائع...... حماكان التاويل فيها فی غير محله وعلى تعبير الفقهاء فی فصل غير مجتهد فيه (اى لم يكن التاويل فيه قطعی البطلان كما يظهر من كلامه بعد سطرين)"**

اس کے بعد علماء تفتازانی کی مشہور کتاب "مقاصد الطالبین فی اصول الدین" سے حسب ذیل عبارت شاہ صاحب نے بطور تائید نقل فرمائی۔ "**الكافر ان اظهر الايمان خص باسم المنافق وان ابطن عقائد هی كفر بالاتفاق فبالزنديق**" پھر اس کی مزید توضیح بایں طور کی۔ "**قال فی شرحه قد ظهر ان الكافر...... وان كان مع اعترافه بنبوة النبی ﷺ واظهار شعائر الاسلام يبطن عقائد هی كفر بالاتفاق خص باسم الزنديق...... فالمراد بابطال بعض عقائد الكفر ليس هوا لكتمان من الناس بل المراد لن يعتقد بعض ما يخالف عقائد الاسلام مع ادعائه اياه وهو المراد بقولهم يبطن الكفر اى يخلط كما فی فتح الباری وحكم المجموع من حيث المجموع الكفر لا غير** (اكفار الملحدين ص١٢تا١٤)"

قادیانی عمارت کا اہم ستون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مغالطہ انگیز اور پرفریب تاویلات ہیں۔ جن میں غالباً سب سے اہم یہ فریب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت طاری کی جا چکی ہے۔ اس لئے اب ان کا دوبارہ دنیا میں واپس آنا ممکن نہیں اور اپنے اس مغالطہ میں وزن پیدا کرنے کے لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی دوبارہ آمد کے عقیدہ سے ختم نبوت کے عقیدہ پر زد پڑتی ہے۔ حالانکہ خود صراحۃً نبوت کا دعویٰ کر کے ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ اس قسم کی فریب دہی کے ذریعہ دراصل وہ بزعم خویش، یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث نبویہ میں جس مسیح کی آمد کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں اس کا مصداق وہ خود مرزا قادیانی ہیں۔ (العیاذ باللہ) نہ کہ مشہور اسرائیلی پیغمبر (چنانچہ قادیانی امت ان مرزا قادیانی کو ہی مسیح موعود کہتی ہے) مرزائیوں کا یہ دعویٰ اگرچہ اس درجہ لغو اور باطل ہے کہ اس کی تردید تو کیا تذکرہ کی بھی ضرورت نہ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن اسے زمانہ کی ستم ظریفی کہئے یا بقول ایک مفکر، انتشار فکر و خیال کے اس دور کی کمزوری کا نام دیجئے کہ ایسا لغو بلکہ بیہودہ دعویٰ نہ صرف قابل غور ٹھہرا بلکہ بہت سے ضعیف العقل لوگ اس کا شکار ہو گئے۔

اس لئے یہ بھی بہت ضروری تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لئے جانے اور دوبارہ دنیا میں واپس آنے سے متعلق جو احادیث صحیحہ اور قرآنی آیات سے حقائق ثابت ہوتے ہیں وہ سامنے لائے جائیں تا کہ پھر کسی طالب حق کے لئے فریب خوردگی کا امکان نہ رہے۔ اس غرض سے شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ایک طرف خود عقیدۃ الاسلام، وتحیۃ الاسلام کے نام سے گراں قدر علمی مواد اور کثیر الجہات نیز پرمغز مباحث پر مشتمل ایک قیمتی کتاب تصنیف فرمائی۔ دوسری طرف اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (جو اسی دارالعلوم کے مایہ ناز فرزند ہیں) سے اپنی راہنمائی ونگرانی میں ”**التصریح بما تواتر فی نزول المسیح**“ نامی کتاب مرتب کرائی۔ جس میں تقریباً ستر حدیثیں ہیں جس میں چالیس سے زیادہ صحیح و حسن کے درجہ کی ہیں۔ مختلف معتبر، متداول وغیر متداول مآخذ سے جمع کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول یعنی دنیا میں قیامت کے قریب دوبارہ تشریف لانے کا مسئلہ احادیث متواترہ سے ماخوذ اور اجماعی ہے۔ جس پر ہر دور کے اہل سنت صحابہ سے لے کر آج تک متفق رہے ہیں۔ مزید کہ قادیانی امت نے اپنی عادت کے موافق جن حضرات (علمائے سلف) پر یہ افتراء کیا کہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مرزائیوں جیسا عقیدہ رکھتے تھے (کہ ان کی موت ہو چکی ہے لہٰذا دوبارہ آمد کا گویا امکان نہیں) موصوف نے اس غلط بیانی کا پردہ چاک کر کے مدلل طریقے اور مکمل

حوالوں کے ساتھ واضح کیا ہے کہ وہ حضرات بھی دیگر علمائے اہل سنت کی طرح ان کی دوبارہ آمد کے قائل تھے۔ اس بارے میں ان کی تصریحات، معتبر مآخذ کے حوالوں سے نقل کی ہیں جس سے ان حضرات کے دامن کا اس الزام سے پاک وصاف ہونا منقح ہو کر سامنے آ جاتا ہے یہ کتابیں دراصل اہل علم کے استفادہ کی غرض سے لکھی گئی ہیں۔ (اسی وجہ سے عربی زبان میں ہیں) اور ان کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ بھی اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔

ان کے علاوہ شاہ صاحب قدس سرہ کی ایک کتاب فارسی زبان میں بھی ''خاتم النّبیین'' ہے جو دراصل انہوں نے اپنے اہل وطن کشمیریوں اور بلوچستان کے رہنے والوں کے واسطے لکھی ہے۔ کیونکہ ان علاقوں میں فارسی بھی عام طور سے مقامی زبانوں کے علاوہ سمجھی جاتی ہے جیسا کہ کتاب کے مقدمہ نگار علامہ کے شاگرد مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی مرحوم نے تصریح کی ہے۔ اس میں مصنف کے بیان کے مطابق قرآن مجید کی سورۂ احزاب کی آیت ''خاتم النّبیین'' کی صحیح تفسیر و تشریح احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ و تابعین نیز جمہور امت کی آراء کی روشنی میں کی گئی ہے کہ اس سے مرزائیوں کی غلط توجیہات اور باطل تاویلات کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ مرزائیوں نے مذکورہ آیت کی ایسی ایسی رکیک اور مضحکہ خیز تاویلات کی ہیں کہ سن کر ان کے علم و فہم نیز ان کی عقل و خرد پر بے ساختہ ہنسی آ جاتی ہے۔ رسالہ کا تعارف کراتے ہوئے خود مصنف علیہ الرحمہ نے لکھا ''ایں مقالہ رسالہ ایست در ختم نبوت، تفسیر آیت کریمہ ''خاتم النّبیین'' کہ در رد والحاد و زندقہ و کفر وارتداد قادیانی علیہ ماعلیہ صورت تحریر بست۔'' (مقدمہ خاتم النّبیین)

علامہ کشمیری کے بعض تلامیذ کی مساعی

حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک اس فتنہ (قادیانیت) کی کس قدر اہمیت تھی اس کا اندازہ کرنے کے لئے تنہا یہ بات کافی ہے کہ موصوف نے اپنے ذوق و مزاج کے خلاف اور دیگر کثیر علمی مشاغل میں اشتغال اور قلت فرصت کے باوجود نہ صرف یہ کہ خود گراں قدر علمی ذخیرہ جمع کر کے اس فتنہ کے قلع قمع کرنے کی فکر کی بلکہ اپنے متعدد ممتاز تلامیذ کو بھی اس راہ پر لگایا۔ چنانچہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے نزول عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق احادیث جمع کرنے کا کام اپنی راہنمائی اور نگرانی میں انجام دلوایا۔ جس کے نتیجہ میں ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' جیسی عظیم و نافع کتاب وجود میں آئی اس کتاب کو بعد میں محقق عصر و محدث روزگار شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شامی استاذ جامعۃ الامام محمد بن سعود (ریاض) نے نہایت اہتمام سے شائع کر کے اس کے حسن معنوی و صوری میں غیر معمولی اضافہ کیا۔ ''فجزاه الله خير الجزاء''

اس کے علاوہ مفتی صاحب نے ایک کتاب سلیس اردو زبان میں ''ختم النبوۃ'' کے نام سے لکھی جو تین حصوں میں مکمل ہوئی۔ پہلے حصہ ''ختم النبوۃ فی القرآن'' میں نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ آیت ''خاتم النّبیین'' کی عالمانہ تفسیر و تشریح ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد مرزائی باطل توجیہات اور رکیک تاویلات کا تار پود بکھر کر رہ جاتا ہے۔ موصوف نے اس حصہ میں پوری ایک سو آیتوں سے آنحضرت ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو جانا ثابت کیا ہے۔

دوسرے حصہ میں مصنف کے بیان کے مطابق دو سو دس احادیث ختم نبوت کے اثبات میں جمع کر کے پیش کی گئی ہیں۔ تیسرے اور آخری حصہ میں دلائل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت ان مسائل میں سے ہے جن پر صحابہ، تابعین، ائمہ، مجتہدین اور جمہور امت کا اجماع واتفاق رہا ہے۔ نیز یہ کہ ان چیزوں میں ہے جنہیں ضروریات دین کا درجہ حاصل ہے۔ اس بارے میں خود مصنف کے الفاظ یہ ہیں۔ ''یہ مسئلہ ملت اسلامیہ کے ان ضروریات میں سے ہے کہ جس پر آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تیرہ سو سال تک تمام امت اسلامیہ کے افراد کا قطعی اجماع واتفاق رہا ہے جس نے کسی مسلمان گھرانے میں پرورش پائی ہو وہ کبھی اس مسئلہ میں شبہ یا تاویل کے درپے نہیں ہو سکتا۔'' (ختم نبوت حصہ سوم ص ۱)

علامہ کشمیریؒ ہی کے ایک دوسرے ممتاز شاگرد جن کی سعی و توجہ سے علامہ کی بخاری شریف کی درسی تقریر ''فیض الباری'' کے نام سے عربی کا جامہ پہن کر اور زیور طبع سے آراستہ ہو کر زندہ و جاوید بن گئی۔ یعنی حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی ثم المدنیؒ کے بھی اس سلسلے میں گراں قدر نقوش ہیں جن میں ان کا ایک رسالہ ''آواز حق'' جب منظر عام پر آیا تو اہل نظر نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ پروفیسر صلاح الدین محمد الیاس برنی جن کی تصنیف قادیانی مذہب اس موضوع پر سنگ میل کا درجہ رکھنے والی ایسی کتاب ہے جس سے قادیانیت پر کام کرنے والا کوئی شخص بے نیاز نہیں رہ سکتا نے اپنی اس کتاب کی تمہید میں لکھا ہے۔ ''قادیانی صاحبان کی یہ غیر معمولی یورش اور سرگرمیاں دیکھ کر بالآخر مسلمانوں میں بھی توجہ و حرکت پیدا ہوئی۔ تحقیق کا شوق پھیلا۔ چنانچہ ختم نبوت کے مسئلہ پر مسلمانوں کی طرف سے بھی رسالے نکلنے شروع ہوئے۔ لیکن اس سلسلہ میں سب سے مدلل اور جامع رسالہ ''آواز حق'' نکلا۔ جو مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا علمی کرشمہ ہے...... اور حیدرآباد میں شائع ہوا۔'' (قادیانی مذہب ص ۳)

اس کے علاوہ مولانا مرحوم نے اپنی گرانقدر بلکہ شاہکار تصنیف ''ترجمان السنۃ'' کے حصہ سوم کے مستقل ایک باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے

اور قیامت کے قریب پھر آسمان سے تشریف لانے پر احادیث نبویہ نیز دلائل عقلیہ سے استدلال کر کے اسے ثابت کیا ہے۔ مولانا نے مسئلہ نزول عیسیٰ علیہ السلام پر اس تفصیل کے ساتھ کلام قادیانی فتنہ کے ہی پیش نظر کیا ہے اور قادیانی تلبیسات کا اچھی طرح جائزہ لے کر برافگندہ نقاب کیا ہے۔ اسی لئے یہ باب کتابی شکل میں مصنف کے پیش لفظ کے ساتھ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے پاکستان کے ایک ادارہ (ادارہ نشریات اسلام رحیم یار خان) نے علیحدہ شائع کر دیا ہے۔ اس میں مولانا نے اپنے خاص محققانہ اسلوب میں بہت بصیرت افروز اور علمی طریقہ پر نزول مسیح کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کا اثبات اور مرزائی دعوائے مسیحیت کا ابطال کیا ہے۔ موصوف نے بحث کا آغاز ہی ایک نسبتہً اچھوتے اور مؤثر انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع و نزول بے شک عالم کے عام دستور کے خلاف ہے۔ لیکن ذرا اس پر بھی تو غور کیجئے کہ ان کی ولادت کیا عالم کے عام دستور کے موافق ہے؟ ان کا نزول عالم کے درمیانی واقعات میں سے نہیں بلکہ عالم کے تخریب کی علامات میں شمار ہے اور ''تخریب عالم'' یعنی قیامت کی بڑی علامات میں سے ایک علامت بھی ایسی نہیں جو عالم کے عام دستور کے موافق ہو۔''

(نزول مسیح ص ۶)

اس بارے میں علامہ کشمیریؒ کے ایک اور شاگرد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کی قلمی کاوشوں کا ذکر نہ کرنا موصوف کے ساتھ ہی نہیں، موضوع کے ساتھ بھی ناانصافی ہوگی۔ مولانا نعمانی کے قلم کی سادگی اور پرکاری عوام بالخصوص بے پڑھے لکھے یا بہت کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے جس درجہ مفید اور مؤثر ہوتی ہے اس کا مقابلہ نیز دلوں میں اتر جانے والے ان کے انداز تحریر کا اثر عام لوگ جتنا لیتے ہیں اس کی برابر کم سے کم موجودہ فضلائے دارالعلوم میں شاید ہی کوئی کر سکے۔ مولانا محترم کے اپنے اسی خاص طرز میں مختصر مگر نہایت جامع اور مؤثر دو رسالے ''قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ'' اور ''قادیانی کیوں مسلمان نہیں'' عام طور پر قادیانیت کے توڑ میں جتنے مفید بلکہ سم قادیانیت کے بارے میں عوام کے لئے جس درجہ اکسیر ہیں اس میں غالباً اس درجہ کی کسی اور کتاب کا نام لینا مشکل ہوگا۔ البتہ دارالعلوم کے مستفیدین میں عالمی شہرت کے حامل مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب ''قادیانیت'' خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے مرزائیت کے زہر کا تریاق فراہم کرتی ہے۔ مولانائے محترم نے اس گروہ کی نفسیات اور ان کی ذہنی سطح و مذاق کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے عصری اسلوب میں یہ کتاب لکھی ہے اور ایک خاص بات یہ تحریر فرمائی ہے جس کے لئے بعض غیر مسلم ہندوستانیوں کے مضامین بطور حوالہ پیش کئے ہیں کہ

قادیانیوں کو ”ہندو“ قومیت کے علمبردار ذہین لوگوں کی تائید وحمایت بھی حاصل رہی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ”قادیانی نبوت پر ایمان لانے والوں کا قبلہ ہندوستان ہوگا نہ حجاز۔“ اور اس تحویل قبلہ کے جو دوررس نتائج ہوسکتے ہیں وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ (قادیانیت ص ۱۷۵، طبع لاہور ۱۳۸۶ھ)

مولانا علی میاں صاحب ہی نے ایک دوسری کتاب ”النبی الخاتم“ بھی لکھی ہے۔ جس میں اس فتنہ کے بعض اور اہم پہلو بھی سامنے لائے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ختم نبوت کا عقیدہ جن ملتوں میں نہیں ہے (مثلاً عیسائیت) وہ اس درجہ انتشار اور پراگندگی کا شکار بنیں کہ ہر روز نت نئے پیغمبروں سے تنگ آ کر وہ ان سب کی تکذیب ہی میں عافیت سمجھنے لگیں۔ اس پر مولانا نے ان ملتوں کے بعض ذہین لوگوں کی تصانیف شہادت میں پیش کیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے النبی الخاتم (عربی) از ص ۵۵ تا ۶۴)

آخر میں ”مسک الختام“ کے طور پر دارالعلوم کے اس عظیم فرزند کے ذکر سے قلم کو عزت بخشنا اور مقالہ کا حسن اختتام مقصود ہے۔ جس نے نہ صرف زبان قلم سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا بلکہ اس کی سرکوبی کے لئے سربکف میدان میں اتر پڑا کہ پھر جس کی قلندرانہ جسارت کی بناء پر ان فتنہ ساموں کا عرصۂ حیات اسی سرزمین میں تنگ ہوگیا۔ جو سب سے زیادہ ان کے لئے فراخ اور اپنے سینہ میں وسعت رکھتی تھی میری مراد حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے ہے کہ جن کی مساعی جمیلہ اور تحریک ”تحفظ ختم نبوت“ (کہ جس کے آخری اور فیصلہ کن دور میں وہ قائد تھے) کی بدولت پہلے پاکستان میں، پھر اس کی اتباع میں عالم اسلام کے دیگر ملکوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم اور کافر قرار دیا گیا۔ ”**ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب**“

رأس الانکیاء

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ اور مرزا قادیانی

از: مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی امروہی

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ (م ۱۳۳۰ھ) حضرت قاسم العلوم والمعارف کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت نانوتویؒ کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ تحریر وتقریر میں اپنے استاذ معظم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اس لئے ان کو

تصویرِ[1] قاسم کہا جاتا تھا۔ حضرت مولانا نانوتویؒ ہی کے زمانے میں وہ کافی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ مدرسہ اسلامیہ خورجہ اور مدرسہ عبدالرب دہلی میں مسند صدارت پر فائز رہے۔ بعدہ ۱۲۹۶ھ میں وہ حضرت نانوتویؒ کے ایماء سے مدرسہ شاہی مراد آباد کے سب سے پہلے صدر المدرسین ہوئے۔ ۱۳۰۳ھ میں مدرسہ شاہی سے مستعفی ہوکر مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کی داغ بیل ڈالی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ مدرسہ بام عروج پر پہنچ گیا اور ملک و بیرون ملک سے جوق در جوق تشنگان علوم اس دارالعلوم میں آتے رہے۔ حضرت محدث امروہیؒ کی شخصیت اور حضرت نانوتویؒ کی نسبت کی وجہ سے یہ مدرسہ بھی دیوبند اور سہارنپور کے مدارس سے کسی طرح کم نہ تھا۔ حضرت محدث امروہیؒ کے شاگرد رشید جو حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے بھی شاگرد نیز حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفہ دمجاز یعنی مفسرِ قرآن حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی محشی بیضاوی، حافظ عبدالغنی صاحب پھلاودیؒ اور دیگر باکمال اساتذہ نے اس مدرسہ کو حضرت امروہیؒ کی رفاقت میں چلایا۔ استاذ القراء حضرت قاری ضیاء الدین الہٰ آبادی نے اس مدرسہ میں درس تجوید دیا اور یہیں دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ مولانا سید علی زینبی امروہی باباۓ طب حکیم فرید احمد عباسی، مولانا محمد امین الدین مترجم نفیسی جیسے سینکڑوں باکمال حضرات نے جو اپنے اپنے علاقوں میں صاحب درس و فتویٰ ہوئے اور تعلیم و تبلیغ کا کام انجام دیا اس چشمۂ فیض سے سیرابی حاصل کی۔

پروفیسر عبدالعزیز میمن نے بھی اس مدرسہ میں کچھ عرصہ تعلیم پائی ہے۔ معقول و منقول کی انتہائی تعلیم اس درسگاہ میں ہوتی تھی۔ یہاں کے فارغ شدگان کی ایک طویل فہرست ہے جس کو یہاں درج کرنا مقصود نہیں۔

---

[1] حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت محدث امروہیؒ کا مرثیہ لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں:

گم ہوئی آج صد حسرت ہمارے ہاتھ سے
حضرت قاسم نشانی دے گئے تھے اپنی جو
سید العلماء امام اہل عقل واہل نقل
پاک صورت پاک سیرت صاحب خلق نکو
جب شبیہ قاسمی سے بھی ہوئے محروم ہم
تم ہی بتلا دو کہ پھر ہم کیا کریں اے دوستو!
لوگ کہتے ہیں کہ چلے علامہ احمد حسن
اور میں کہتا ہوں وفات قاسمی ہو نہ ہو
کامل و اکمل سبھی موجود ہیں پر اس کو کیا؟
جو کہ مشتاق ادائے قاسم خیرات ہو
اپنی اپنی جائے پر قائم ہیں سب اہل کمال
پر جگہ استاد کی خالی پڑی ہے دیکھ لو
بادل پر یاس آئی کان میں میرے صدا
حک ہوئی تصویرِ قاسم صفحۂ ہستی سے لو

(۱۳۳۰ھ)

حضرت امروہیؒ نے اپنے استاذ حضرت قاسم العلوم والمعارف کی طرح ہر فتنہ کا مقابلہ کیا اور اپنی تحریر و تقریر سے باطل کو ابھرنے نہ دیا۔ باطل کی سرکوبی کرنا ان کا خاص نصب العین تھا۔ اس کام کو کہاں کہاں اور کس کس تدبیر سے انجام دیا اس کی تفصیل بھی مدنظر نہیں۔ مجھے اس مقالہ میں صرف حضرت محدث امروہیؒ کی اس جدوجہد کو ذکر کرنا ہے جو انہوں نے مرزا قادیانی کے مقابلہ میں کسی بدقسمتی سے امروہہ میں حکیم محمد احسن جو ایک اچھے خاندان کے فرد تھے مرزا قادیانی کے دام فریب میں آ گئے اور قادیان سے ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔ قادیانی مذہب کے واقفین پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حکیم محمد احسن امروہی اور حکیم نورالدین بھیروی قادیانیوں کے یہاں نعوذ باللہ شیخین کا مرتبہ رکھتے ہیں ان کو رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا دارومدار انہیں دونوں کی دجل آمیز تحقیق پر تھا۔ حکیم محمد احسن نے اپنے محلہ کے قریب رہنے والے چند اشخاص کو مرزا قادیانی کی طرف مائل کر دیا تھا۔ حضرت مولانا امروہیؒ اور ان کے ذی استعداد شاگردوں نے حکیم محمد احسن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ اپنی باطل دیجا کوشش میں امید کے مطابق کامیاب نہ ہو سکے۔ ان لوگوں میں سے جو قادیانی کی طرف مائل ہو گئے تھے بعض لوگوں نے توبہ کر لی تھی۔ حضرت محدث امروہیؒ کو بڑا فکر تھا کہ ان کے وطن میں یہ فتنہ وباء کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں جو مولانا حافظ سید عبدالغنی صاحب پھلاؤدی کے نام ہے اس فتنہ کا ذکر فرماتے ہیں:

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ!

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم حافظ مولوی محمد عبدالغنی سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مدعا نگار ہے کہ...... امروہہ میں اور خاص محلہ دربار (کلاں) میں ایک مرض وبائی مہلکہ یہ پھیل رہا (ہے) کہ محمد احسن جو مرزا قادیانی کا خاص حواری ہے اس نے حکیم آل محمد کو جو مولانا نوتویؒ سے بیعت تھے مرزا قادیانی کا مرید بنا چھوڑا اور سید بدرالحسن[1] کو جس نے مدرسہ میں مجھ ناکارہ سے بھی

---

[1] مولانا سید بدرالحسن امروہی حضرت امروہیؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ ان کی آمد و رفت حکیم محمد احسن امروہی قادیانی کے پاس رہنے لگی اور ان کی باتیں سن کر حیات مسیح علیہ السلام میں ان کو شک و تردد ہو گیا۔ بہت سے علماء نے ہر چند ان کو سمجھایا۔ بلکہ ان میں باطل کا اثر ہو گیا تھا۔ اس لئے کسی کی نہ سنتے تھے اور الٹا مناظرہ کرتے تھے۔ حضرت محدث امروہیؒ کو اس کی اطلاع ہو چکی تھی۔ ایک دن ان کو حضرت کے پاس لایا گیا۔ وہ خود بخود آئے۔ حضرتؒ نے ان کو دیکھ کر فرمایا! مولوی بدرالحسن، حقیقت میں تم ہمارے طبیب روحانی ہو۔ ہمیں غرور ہو چلا تھا کہ ہمارا شاگرد اور ہمارے پاس بیٹھنے والا باطل میں گرفتار نہیں ہو سکتا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ بات غلط ہے تم نے ہمارا غرور توڑ دیا۔ نہ معلوم کہ کس جذبہ سے یہ الفاظ فرمائے تھے کہ مولوی بدرالحسن زار زار رونے لگے اور قدموں پر لوٹتے لوٹتے پھرے اور اپنے فاسد عقیدہ سے توبہ کی۔ یہی بدرالحسن حضرتؒ کے ساتھ مجلس مناظرہ رامپور میں موجود تھے۔

کچھ پڑھا (ہے) مرزا قادیانی کی طرف مائل (کردیا) ان دونوں کے بگڑنے سے محمد احسن کی بن پڑی۔ کن ترانیاں کرنی شروع کیں۔ طلبہ کے مقابلہ سے یون عقب گزاری (کی) احمد حسن میرے مقابلہ پر آوے، میں جب مناظرہ پر آمادہ ہوا اور یہ پیغام دیا کہ حضرت! مرزا کو بلائیے صرف راہ میرے ذمہ (یا) مجھ کو لے چلئے میں خود اپنے صرف کا متکفل (ہوں گا) بسم اللہ آپ اور مرزا دونوں مل کر مجھ سے مناظرہ کر لیجئے یا میرے طلبہ سے مناظرہ کیجئے۔ ان کی مغلوبیت میری مغلوبی، تب مناظرہ کا دعویٰ چھوڑ، مباہلہ کا ارادہ کیا۔ بنام خدا میں اس پر آمادہ ہوا اور بے تکلف کہلا بھیجا۔ بسم اللہ مرزا آوے، مباہلہ، مناظرہ جو شق وہ اختیار کرے میں موجود ہوں۔ (میں نے) اس کے بعد جامع مسجد (امروہہ میں) ایک وعظ کہا اور اس پیغام کا بھی اعلان کر دیا اور مرزا قادیانی کے خیالات فاسدہ کا پورارد کیا۔

کل بروز جمعہ دوسرا وعظ ہوا جو بفضلہ تعالیٰ بہت پرزور تھا اور بہت زور کے ساتھ یہ پکار دیا کہ دیکھو مولوی فضل حق کا یہ اشتہار مطبوعہ (اور) میرا یہ اعلان مرزا قادیانی کو کوئی صاحب لوجہ اللہ غیرت دلائیں۔ کب تک خلوت خانہ میں چوڑیاں پہنے بیٹھے رہو گے؟ میدان میں آؤ اور اللہ برتر کی قدرت کاملہ کا تماشا دیکھو کہ ابھی تک خدا کے کیسے کیسے بندے تم جیسے دجال امت کی سرکوبی کے واسطے موجود ہیں۔ اگر تم کو اور تمہارے حوارین کو غیرت ہے تو آؤ۔ ورنہ اپنے ہفوات سے باز آؤ۔ بفضلہ تعالیٰ ان دونوں وعظوں کا اثر شہر میں امید سے زیادہ پڑا اور دشمن مرعوب ہوا۔

پیشین گوئی تو یہ ہے کہ نہ مباہلہ ہو نہ مناظرہ۔ مگر دعا سے ہر وقت یاد رکھنا مولانا گنگوہی مدظلہ (اور) مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے بہت کلمات اطمینان تحریر فرمائے ہیں۔ ارادہ (ہے) دو چار وعظ اور کہوں۔ (۲۰؍ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ مطابق یکم؍مارچ ۱۹۰۲ء از امروہہ)

خود حضرت محدث امروہیؒ نے مرزا قادیانی کو براہ راست بھی ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا جو قادیانیوں کی روئیداد مباحثہ رامپور میں درج ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں: ”بسم اللہ آپ تشریف لائیے! میں آپ کا مخالف ہوں۔ آپ مسیح موعود نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ آپ اپنے کو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میں بنام خدا مستعد ہوں، خواہ مناظرہ کیجئے یا مباہلہ آپ اپنے اس دعویٰ کا احادیث معتبرہ سے ثبوت دیجئے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس دعوے کی قرآن و احادیث

صحیحہ سے تردید کروں گا[۱]" **والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ!**

راقم خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہ، مدرس مدرسہ عربیہ امروہہ!

(ستہ ضروری مباحثہ رامپوری ص۵۶)

ان تمام کوششوں کا ذکر مرزائے قادیان کے سامنے بھی ان کی جماعت کی طرف سے بذریعہ خط یا براہ راست کیا جاتا ہوگا۔ مرزا کو جہاں دیگر علماء حق سے عناد تھا حضرت امروہیؒ سے بھی دلی بغض ہوگیا اور ایک رسالہ دافع البلاء لکھا جس میں ایک بڑی لمبی چوڑی تمہید کے بعد حضرت

---

[۱] حضرت محدث امروہیؒ کی ایک تحریر مجھے ملی ہے جو عربی زبان میں ہے اور جس کو میں رسالہ دارالعلوم دیوبند بابت شعبان ۱۳۷۳ھ میں بسلسلہ سوانح حضرت محدث امروہیؒ شائع کرا چکا ہوں اس کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان کی طرف اٹھایا اور ان کو قتل وصلیب سے بچالیا وہ قرب قیامت میں خروج دجال کے بعد جامع دمشق کے منارہ شرقی سے اتریں گے اور وہ دو زرد چادروں میں لپٹے ہوں گے اور دو فرشتوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا۔ گویا وہ ابھی غسل کر کے غسل خانہ سے برآمد ہوئے ہیں۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ جزیہ موقوف کر دیں گے دجال اکبران کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ ان کے سانس سے کافر مر جائے گا۔ جہاں تک ان کی نظر جائے گی۔ باطل ختم ہو جائے گا۔ یہ باتیں حق ہیں اس میں باطل کو راہ نہیں۔ کتاب اللہ سے اور نبی صادق ومصدوق ﷺ کے اقوال سے یہی ثابت ہے جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح ابن مریم وفات پاگئے اور وہ خود نعوذ باللہ! مسیح موعود ہے۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کی اور اس نے کتاب اللہ اور احادیث کی نصوص ظاہرہ سے اعراض کیا اور امر ثابت کی مخالفت کی وہ "**ومن یشاقق الرسول**" کا مصداق ہے۔ یہ مرزائی جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے قول کو باطل کر دکھلائے گا اور حق کی فتح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بہترین کارساز ہے۔ اے مسلمانو! اور اے کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ کے شیدائیو! تم اس گمراہ اور گمراہ کن شخص سے بچتے رہو اور اس کے میل جول سے سخت پرہیز رکھو۔ اس لئے کہ یہ اس امت کا دجال ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس جھوٹے دجال نہ آجائیں۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ **حررہ خادم الطلبہ احقر الزمن!**"

احمد حسن الحسینی الامروہی غفرلہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ!

امروہیؒ کو مخاطب کیا ہے۔ مخاطبت میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو حضرتؒ کی ذات سے اپنے لئے بڑا خطرہ لاحق ہوگیا تھا۔ دافع البلاء سے مرزا قادیانی کی تحریر کے چند جملے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

”مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو ہمارے مقابلہ کے لئے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں تا کہ کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنادیں۔ بڑی جانکاہی سے کوشش کررہے ہیں...... اگر مولوی احمد حسن صاحب کسی طرح باز نہیں آتے تو اب وقت آ گیا ہے کہ آسمانی فیصلہ سے ان کو پتہ لگ جائے۔ یعنی اگر وہ درحقیقت مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں اور میرے الہامات کو انسان کا افتراء خیال کرتے ہیں نہ خدا کا کلام تو سہل طریق یہ ہے کہ جس طرح میں نے خداتعالیٰ سے الہام پاکر ”انه اوی القریة لولا الاکرام لهلك المقام وانه اوی الامروهه “ لکھ دیں۔ مؤمنوں کی دعا تو خدا سنتا ہے۔ وہ شخص کیسا مؤمن ہے کہ ایسے شخص کی دعا اس کے مقابلہ میں سنی جاتی ہے۔ جس کا نام اس نے دجال اور بے ایمان اور مفتری رکھا ہے۔ مگر اس کی اپنی دعائیں نہیں سنی جاتیں۔ پس جس حالت میں میری دعا قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ میں قادیان کو اس تباہی سے محفوظ رکھوں گا خصوصاً ایسی تباہی سے کہ لوگ کتوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں یہاں تک کہ بھاگنے اور منتشر ہونے کی نوبت آوے۔ اسی طرح مولوی احمد حسن صاحب کو چاہئے کہ اپنے خدا سے جس طرح ہوسکے امروہہ کی نسبت دعا قبول کرالیں کہ وہ طاعون سے پاک رہے گا اور اب تک یہ دعا قریب قیاس بھی ہے۔ کیونکہ ابھی تک امروہہ طاعون سے دوسو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ لیکن قادیان سے طاعون چاروں طرف سے بفاصلہ دوکوس آگ لگارہی[1] ہے۔ یہ ایک ایسا صاف صاف مقابلہ ہے کہ اس میں لوگوں کی بھلائی بھی ہے اور نیز صدق اور کذب کی شناخت بھی۔ کیونکہ اگر مولوی احمد حسن صاحب لعنت باری کا مقابلہ کر کے دنیا سے گذر گئے تو اس سے امروہہ کو کیا فائدہ ہوگا۔ لیکن اگر انہوں نے اپنے فرضی مسیح کی خاطر دعا قبول کرا کے خدا سے یہ بات منوالی کہ امروہہ میں طاعون نہیں پڑے گی تو اسی صورت میں نہ صرف ان کو فتح ہوگی بلکہ تمام امروہہ پر ان کا ایسا احسان ہوگا کہ لوگ اس کا شکر نہیں کرسکیں گے اور مناسب ہے کہ ایسے مباہلہ کا مضمون اس اشتہار کے شائع ہونے سے پندرہ دن تک بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے دنیا میں شائع کردے۔ جس کا یہ مضمون ہو کہ میں یہ اشتہار مرزا غلام احمد کے مقابل پر

---

[1] مرزا قادیانی کے یہاں طاعون مؤنث ہے۔

شائع کرتا ہوں۔ جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں جو مؤمن ہوں دعا قبولیت پر بھروسہ کر کے یا الہام پا کر یا خواب دیکھ کر یہ اشتہار دیتا ہوں۔ کہ امروہہ ضرور بالضرور طاعون کی دست برد سے محفوظ رہے گا۔ لیکن قادیان میں تباہی پڑے گی۔ کیونکہ مفتری کے رہنے کی جگہ ہے۔

اس اشتہار سے غالب آئندہ جاڑے تک فیصلہ ہو جائے گا۔ دوسرے تیسرے جاڑے تک...... اوّل یہ کارروائی (طاعون) پنجاب میں شروع ہوئی۔ لیکن امروہہ بھی مسیح موعود کی محیط ہمت سے دور نہیں۔ اس لئے اس مسیح کا کافرکش دم ضرور امروہہ تک بھی پہنچے گا۔ یہی ہماری طرف سے دعویٰ ہے۔ مولوی احمد حسن اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد جس کو وہ قسم کے ساتھ شائع کرے گا امروہہ کو طاعون سے بچا سکا اور کم سے کم تین جاڑے امن سے گذر گئے تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں پس اس سے بڑھ کر اور کیا فیصلہ ہوگا اور میں بھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانے کی نسبت توریت اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان پر خسوف وکسوف ہوگا اور زمین پر طاعون پڑے گی اور میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہو اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے خدائے تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی اور یہ امر کچھ مولوی احمد حسن صاحب تک محدود نہیں بلکہ اب تو آسمان سے عام مقابلہ کا وقت آ گیا اور جس قدر لوگ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں جیسے شیخ محمد حسین بٹالوی جو مولوی کر کے مشہور ہیں اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی جس نے بہتوں کو خدا کی راہ سے روکا ہوا ہے اور عبدالجبار اور عبدالحق اور عبدالاحد غزنوی جو مولوی عبداللہ کی جماعت میں سے ملہم کہلاتے ہیں اور منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ جنہوں نے میرے مخالف الہام کا دعویٰ کر کے مولوی عبداللہ صاحب کو سید بنا دیا ہے اور اس قدر صریح جھوٹ سے نفرت نہیں کی اور ایسا ہی نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے ان سب کو چاہئے کہ ایسے موقع پر اپنے الہاموں اور اپنے ایمان کی عزت رکھ لیں اور اپنے اپنے مقام کی نسبت اشتہار دے دیں کہ وہ طاعون سے بچایا جائے گا۔ اس میں مخلوق کی سراسر بھلائی اور گورنمنٹ کی خیر خواہی ہے اور ان لوگوں کی عظمت ثابت ہوگی اور ولی سمجھے جائیں گے۔ ورنہ وہ اپنے کاذب اور مفتری ہونے پر مہر لگا دیں گے اور ہم عنقریب انشاء اللہ اس بارے میں مفصل اشتہار شائع کریں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ!“

(دافع البلاء ص۱۵ تا ۱۸، خزائن ج۱۸ ص۲۳۵ تا ۲۳۸)

طاعون کی پیش گوئی کا انجام

قادیان میں طاعون کا آنا، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا قادیانی کی بہت سی پیش گوئیوں کا الٹا اثر دکھانے کے بعد اس پیش گوئی پر بھی اپنے رسالے ''الہامات مرزا'' میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ میں اس موضوع پر ان کے کہے ہوئے مضامین میں سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ مولانا امرتسری فرماتے ہیں: ''اس پیش گوئی پر تو مرزا قادیانی نے اپنی صداقت کا بہت کچھ مدار رکھا ہے۔ رسالہ دافع البلاء میں تو اس قدر زور ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کو للکارا جاتا ہے۔'' کوئی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے۔ ''انہ اوی القریة '' یہاں (قادیان میں) طاعون کیوں نہیں آتا؟ بلکہ جو کوئی باہر کا آدمی قادیان میں آجاتا ہے وہ بھی اچھا ہو جاتا ہے۔ مگر خدا کی شان کیا ہی کسی نے سچ کہا ہے۔

حباب بحر کو دیکھو وہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئ ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

چند روز تو مرزا قادیانی نے بہت کوشش کی کہ قادیان کے طاعون کا اظہار نہ ہو۔ مگر بکری کی ماں کب تک خیر منائے۔ آخر جب یہ امر ایسا متحقق ہوگیا کہ مرزا قادیانی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تو ایک اعلان جلی حرفوں میں جاری کیا جو درج ذیل ہے۔

''اعلان...... چونکہ آج کل مرض طاعون ہر جگہ بہت زور پر ہے۔ اس لئے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کیا جائے۔ اس لئے یہ قرین مصلحت ہوا کہ دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اب کی دفعہ اس اجتماع کو بلحاظ، مذکورہ بالا ضرورت کے موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل وعیال کو بچاوے۔'' (اخبار البدر قادیان مورخہ ۱۹ ردسمبر ۱۹۰۲ء)

اللہ اللہ! کیسی دبی زبان سے قادیان میں طاعون ہونے کا اقرار ہے۔ کس سوچ بچار سے لکھا گیا ہے کہ نسبتاً آرام ہے۔ جس سے دام افتادوں کو بالکل آرام ہی معلوم ہو مگر دانا اس نسبتاً کے لفظ کی نسبت کو سمجھتے ہیں اور اس کی جانچ کرنے کو سرکاری رپورٹیں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ قادیان کے اخبار البدر (جو مرزا قادیانی کا ڈائری نویس ہے) کے نمبر ا ص ۴ پر لکھا ہے کہ: ''رائے پرتاب سنگھ نے (جو قادیان میں لوگوں کو ٹیکہ لگانے آئے تھے) کہا کہ میں مرزا قادیانی سے بھی کہتا مگر انہوں نے ڈھنگ بنایا ہوا ہے۔ اس لئے میں سردست ان کی خدمت میں کچھ نہیں کہتا۔

میں یہاں نہ آتا مگر چونکہ متواتر رپورٹ پہنچ رہی ہے کہ (یہاں) چوہڑوں میں طاعون ہے۔ اس لئے آنا پڑا۔“

یہ سن کر جناب مرزا قادیانی کس ناز وادا سے بعد تسلیم وجود طاعون دبی زبان سے تاویل فرماتے ہیں: ”انه اوی القریة “ میں قریہ کالفظ ہے قادیان کا نام نہیں اور قریہ قیرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں۔ وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہیں اس میں ہندو اور چوہڑے داخل نہیں۔ (اخبار مذکور مورخہ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

حالانکہ (دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۳۰) پر لکھتے ہیں: ”خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے، اب یہاں صاف ہی انکار ہے۔ خدا کی شان کہ ابھی کل ہی کا ذکر ہے کہ یوں لکھا جاتا تھا اور شور مچایا جاتا تھا کہ (تیسری بات جو اس وحی (متعلق طاعون) سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گا گو ستر برس تک رہے) قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ (ہے) اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔“ (دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۳۰)

مولانا امرتسری اس عبارت کو درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”مگر آج یہ بات کھلی کہ قادیان کا نام ہی نہیں قادیان کے رہنے والوں سے ہم نے بگوش خود سنا کہ اگر مرزا قادیانی یہ پیشین گوئی نہ کرتا تو قادیان میں کبھی طاعون نہ آتا۔ جب سے اس نے پیش گوئی کی ہے ہم نے اسی روز سے سمجھا تھا کہ ہماری خیر نہیں۔ خدا اس کی تکذیب کرنے کو قادیان میں ضرور ہی طاعون بھیجے گا۔ سو ایسا ہی ہوا۔“

۱۶ر اپریل ۱۹۰۴ء کے اخبار البدر قادیان میں مندرجہ ذیل ایک نوٹ ایڈیٹر کی طرف سے نکلا تھا۔ (وہ یہ ہے)

”قادیان، آریہ سماج کے دوسرے سالانہ جلسہ پر جو کہ ۲، ۳ر اپریل کو ہوا۔ سنا گیا ہے کہ یوگیندر پال صاحب نے بڑے دعوے سے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہم بذریعہ ہون کے قادیان کو (طاعون سے) پاک وصاف کریں گے۔ سو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگندر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کر دی۔“

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۷ر مئی ۱۹۰۴ء کے پرچہ میں معتبر شہادت کے حوالہ سے بتلایا گیا ہے کہ مارچ اپریل ۱۹۰۴ء کے دو مہینوں میں ۳۱۳ آدمی قادیان میں طاعون سے مرے ہیں۔ حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے۔ سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ تمام قصبہ ویران سنسان نظر آتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری مرزا غلام احمد قادیانی کی مندرجہ ذیل عبارت (حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۷) سے نقل فرماتے ہیں: ”طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا۔“ (ماخوذ از الہامات مرزا مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری)

مناظرۂ رام پور

رامپور میں منشی ذوالفقار علی قادیانی ہو گئے تھے (جو مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی تھے) اور ان کے چچازاد بھائی حافظ احمد علی خان شوق رامپوری جماعت حقہ کے ساتھ تھے۔ دونوں ہی نواب رامپور کے خاص ملازم تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے قول کے مطابق ان دونوں میں بحث ومباحثہ ہوا کرتا تھا۔ نواب حامد علی خان والی ریاست رامپور نے اس بحث ومباحثہ کا حال معلوم کر کے کہا کہ دونوں فریق سرکاری خرچ پر اپنے اپنے علماء کو بلائیں۔ چنانچہ ۱۵/جون (۱۹۰۹ء) مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی۔ اہل حق کی طرف سے حضرت محدث امروہیؒ، شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا حافظ محمد احمدؒ، حضرت مولانا تھانوی وغیرہم کو مدعو کیا گیا۔ ابوالوفا مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مناظرہ کیا۔ فریق ثانی کی حمایت کے لئے حکیم محمد احسن امروہی قادیانی، خواجہ کمال الدین قادیانی وغیرہ ہمارا رامپور پہنچے تھے۔ حضرت مولانا امروہیؒ نے مولانا حافظ عبدالغنی پھلاودیؒ کو ایک مکتوب گرامی میں اس مناظرہ کے بارے میں یوں تحریر فرمایا تھا۔

......امسال ایک مرتبہ دہرہ دون جانا ہوا اور پھر بھاگلپور اب ریاست رامپور میں فیما بین اہل سنت وجماعت وگروہ قادیانی مناظرہ قرار پایا ہے۔ رئیس (نواب) کی خواہش ہے میری مشاہدت میں مناظرہ ہو، قادیانیوں نے مولوی محمد احسن امروہی، مولوی سرور قادیانی دو چار اور کو منتخب کیا ہے۔ ادھر سے اوّل میرا نام لیا گیا ہے اور مولوی محمد اشرف علی صاحب کا (اور) مولوی خلیل احمد، مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری کا، نیز پندرہ جون مقرر ہے۔ کل بطلب بندہ رجسٹری خط آیا کہ آپ بروز پنجشنبہ دس جون کو رام پور آ جاویں۔ امور ضروریہ آپ کے سامنے طے ہونے ہیں۔ غالباً جمعہ کے بعد روانہ ہوں۔ میں نے مولانا محمود حسن صاحب، صاحبزادہ صاحب (مولانا حافظ محمد احمدؒ) اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو لکھا ہے کہ (امروہہ) جمعہ پڑھیں اور ایک ساتھ روانہ ہوں۔ غالباً سب حضرات تشریف لا دیں۔ آپ کو ضروریہ تکلیف دی جاتی ہے کہ دعا اور ہمت قلبی سے اعانت کریں۔ (۱۹/جمادی الاوّل ۱۳۲۷ھ بروز چہارشنبہ (مطابق) ۹/جون ۱۹۰۹ء)

اپنے دوسرے مکتوب گرامی میں اس مناظرہ میں جو نمایاں کامیابی ہوئی اس کو مولانا حافظ عبدالغنی پھلاودیؒ کے نام ایک مکتوب میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ!

بخدمت جامع کمالات برادر مکرم مولوی حاجی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم!

بعد سلام مسنون مکلف ہے...... رامپور جانے کے بعد سہ شنبہ کے روز مناظرہ شروع ہوا۔ مسئلہ وفات مسیح کا مولوی محمد احسن قادیانی...... مرزائی نے ثبوت پیش کیا۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اہل اسلام کی طرف سے تحقیق والزامی وہ جوابات دنداں شکن دیئے کہ ماشاء اللہ! مجلس میں ہر خاص وعام پر محمد احسن کی مغلوبی اور مولوی ثناء اللہ کا غلبہ واضح وثابت ہوگیا۔ اسی روز رامپور میں عام شہرت ہوگئی (کہ) قادیانی پسپا ہوئے۔ مگر وہ بے غیرت اگلے روز بھی آ کر زیادہ ذلیل ہوئے۔ محمد احسن کو نا قابل مان کر خود ان کے گروہ نے دوسرا مناظر مقرر کیا۔ وہ بھی کامیاب نہ ہوسکا۔ تیسرے روز الزامی جوابات میں بہت ذلیل ہوئے۔ نواب صاحب نے فرمایا۔ یہ مسئلہ ختم ہوا اور حاضرین کو حق وناحق معلوم ہوگیا۔ اب نبوت مرزا قادیانی کا ثبوت دیجئے۔ آمادہ نہ ہوئے اور ایک شب کی مہلت لی، شب میں یہ درخواست لکھی کہ حضور (نواب صاحب) اہل اسلام کے حامی ہیں۔ بمقابلہ حضور ہم کو مناظرہ کرنا منظور نہیں۔ نیز مناظر اہل اسلام بدزبان ہے۔ ہمارے مقتداء وسیلۂ نجات (مرزا قادیانی) کی بھاری گستاخی کرتا ہے۔ لہٰذا ہم کو مناظرہ کرنا کسی حال میں منظور نہیں۔ معاف فرمائیے۔ یہ درخواست لکھ کر بعضے شب میں ہی روانہ ہوئے اور بعضے دن میں راہی...... والحمد للہ! (۲۸؍جون ۱۹۰۹ء)

اب مناسب خیال کرتا ہوں کہ مناظرہ رامپور کی کچھ روئیداد ہفت روزہ اخبار دبدبہ سکندری رامپور سے پیش کیا جائے۔

دبدبہ سکندری کے دو پرچوں میں مناظرہ کا مختصر حال لکھا ہے۔ مفصل طور پر مناظرہ کی رپورٹ نہیں لکھی ہے۔ ایک پرچہ سے معلوم ہوا کہ حافظ احمد علی صاحب نے مناظرہ کی مکمل روئیداد دبدبہ سکندری کو بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن وہ بعض موانع کی وجہ سے پوری کیفیت تحریر کر کے دبدبہ سکندری کو نہ بھیج سکے۔ ممکن ہے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے رسالہ اہل حدیث میں مناظرہ کے تمام احوال وکوائف شائع کر دیئے ہوں۔ لیکن رامپور کی رضا لائبریری میں اخبار اہل حدیث کا کوئی فائل ۱۹۱۱ء سے پہلے کا نہیں ہے۔ حضرت محدث امروہیؒ کی ایک معرکۃ الآراء تقریر بھی مناظرہ کے دوران یا اختتام پر نواب کی موجودگی میں ہوئی تھی۔ اس کا بھی حاضرین پر بہت اثر پڑا تھا۔ مولانا عبدالوہاب خان رامپوری مرحوم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں نے یہ تقریر سنی تھی۔ یہ مناظرہ قلعہ رامپور کے اندر ہوا تھا اور اندازہ ہوتا ہے کہ علاوہ خواص کے شہر کے اور بھی بہت سے

تعلیم یافتہ اشخاص کو سماعت کا موقع ملا تھا۔ مناظرہ ۱۵ رجون ۱۹۰۹ء کو شروع ہوا۔ اخبار دبدبہ سکندری کے پرچوں میں اس کی جو روئیداد چھپی ہے۔ اس کی تلخیص یہ ہے۔

''اس ہفتہ میں کئی روز حضرات علماء اسلام اور جماعت احمدیہ قادیانی میں نہایت عمدہ مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کے محرک و مجوز جناب حافظ احمد علی خاں صاحب حنفی نقشبندی مہتمم کارخانہ جات، ذات خاص حضور اور منشی ذوالفقار علی خان صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ آبکاری ریاست رامپور ہیں۔

بہت سے حضرات علماء اسلام مناظرہ میں تشریف لائے ہیں۔ جن میں سے چند حضرات کے نام نامی یہ ہیں۔ (حضرت) مولانا احمد حسن امروہیؒ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، جناب مولانا محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری، جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی، جناب مولانا محمد الدین صاحب امرتسری، جناب مولانا محمد برکات علی صاحب لدھیانوی، جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب دہلوی، جناب مولوی محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، جناب حاجی محمد عبدالغفار صاحب سوداگر دہلی، جناب مولوی حکیم قیام الدین صاحب جونپوری، جناب مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب حنفی قادری بریلوی، جناب ڈاکٹر محمد عبدالحکیم صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ، حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب محدث رامپوری، جناب مولوی عبدالغفار خاں صاحب حنفی نقشبندی رامپوری، جناب مولوی محمد لطف اللہ صاحب مفتی ریاست رامپور، جناب مولانا محمد فضل حق صاحب رامپوری مدرس اوّل مدرسہ عالیہ ریاست رامپور، جماعت قادیانی کی طرف سے یہ اشخاص آئے ہیں۔

مولوی محمد احسن امروہی، میاں سرور شاہ صاحب، منشی مبارک علی صاحب، منشی قاسم علی صاحب، منشی محمد علی صاحب، ایم. اے، خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور، منشی یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم قادیان، حافظ روشن علی صاحب، ڈاکٹر محمد یعقوب خاں لاہوری، شیخ رحمت اللہ سوداگر لاہور وغیرہ۔

۱۵ رجون ۱۹۰۹ء حیات و ممات مسیح علیہ السلام کی بحث چلی، سب سے پہلے جماعت قادیانی کی طرف سے محمد احسن امروہی نے ایک تحریری مضمون پڑھا۔ مولانا محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ان کے چاروں استدلالوں پر نقض قائم کر دیئے۔ مولوی محمد احسن کے بیان کی بے ربطی کا خود قادیانی جماعت نے اقرار کیا اور اس امر کو ان کی پیرانہ سالی کے سر منڈھا۔

۱۶ رجون ۱۹۰۹ء، کو بعد معزولی محمد احسن منشی قاسم علی قادیانی نے تحریری بیان وفات مسیح

علیہ السلام پر پڑھنا شروع کیا۔ بجائے اس کے کہ مولانا محمد ثناء اللہ کے کل کے چار اعتراضات کا جواب دیا جاتا وہ ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر کے بعد صرف ایک اعتراض کی جانب پلٹ کر آئے۔

۱۷؍جون ۱۹۰۹ء، کو ناسازی طبع کی وجہ سے نواب صاحب جلسہ مناظرہ میں نہیں آئے اوران کی قائم مقامی چیف سیکرٹری اور ریونیو سیکرٹری نے کی۔ (آج) قادیانی جماعت کے مناظر سے کہا گیا کہ وہ مولانا امرتسری کے اعتراضات کا جواب دیں۔ مگر جماعت قادیانی کی جانب سے جواب دینے میں پہلوتہی کی گئی۔

۱۸؍جون ۱۹۰۹ء، کو مناظرہ نہیں ہوا۔

۱۹؍جون ۱۹۰۹ء، کو مناظرہ ہوا۔ آج بھی قادیانی مناظر وفات مسیح علیہ السلام کا کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے۔" (اخبار دبدبہ سکندری ۲۱؍جون ۱۹۰۹ء)

"۲۰؍جون کو اہل اسلام نے کہا کہ قادیانی ثبوت وفات مسیح علیہ السلام دینے سے گریز کرتے ہیں اور بار بار کے اصرار پر بھی عاجز ہیں۔ کل سے حضرات علماء اہل اسلام ابطال نبوت مرزا قادیانی پر گفتگو کریں گے۔ اس پر خواجہ کمال الدین نے مناظرہ سے جان بچانے کے ڈھنگ نکالے اور ہٹ دھرمی سے کام لینا چاہا۔ بہت ردوقدح کے بعد قادیانیوں سے کہا گیا کہ وفات حضرت مسیح علیہ السلام پر آپ کو جو کچھ کہنا ہو کہیں تا کہ مسئلہ تو ختم ہو۔ چنانچہ منشی قاسم علی نے تحریر مضمون پڑھنا شروع کیا اور اہل اسلام کی طرف سے جو نقض ان پر وارد ہوئے تھے بعض کا جواب دیا۔ قادیانیوں کی تحریر کے ختم پر جناب مولانا ثناء اللہ صاحب کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر میں انہوں نے فریق مخالف کے تمام دلائل کو تار عنکبوت کی طرح توڑ دیا۔ اسی دن قادیانیوں نے یہ لکھا کہ ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے۔ "الحق یعلوا ولا یعلیٰ"

اللہ تعالیٰ نے دین حق کی نصرت فرمائی اور قادیانی خائب وخاسر ۲۰؍جون کی شب اور ۲۱؍جون کو یہاں سے چلے گئے۔ جناب مولانا قیام الدین صاحب بخت جونپوری نے کیا خوب تاریخ کہی۔

قادیانی پئے احقاق حق　　رام پور آئے مگر کھائی شکست
احمدی کہتے ہیں اپنے کو وہ لوگ　　لیکن این نسبت آنہا غلط است
بخت نے لکھی یہ سچی تاریخ　　احمدیوں کو ہوئی فاش شکست

(اخبار دبدبہ سکندری ۲۸؍جون ۱۹۰۹ء)

اخبار دبدبہ سکندری ۲۲؍جون ۱۹۰۹ء کو ایک تحریر "فیصلہ حضرات علماء کرام اہل اسلام

درباره مسئلہ حیات وممات حضرت مسیح علیہ السلام" کے عنوان سے چھپی ہے۔ جس کے آخر میں علماء امروہہ، مراد آباد، رامپور، بسولی، دیوبند، سہارنپور، کاندھلہ، میرٹھ، دہلی، امرتسر، سیالکوٹ، جونپور کے علماء کے دستخط ہیں۔ ذیل میں فیصلہ کی تحریر اور دستخط کنندگان کے نام لکھے جاتے ہیں۔

۱۵، ۱۶؍ جون ۱۹۰۹ء کو مباحثہ

بموجودگی نواب صاحب رامپور یہ مباحثہ مجمع عام میں ہم لوگوں کے سامنے تواریخ مذکورہ میں ہوا۔ جماعت اہل اسلام کی طرف سے جناب مولانا مولوی ابوالوفاء محمد ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری مناظر مقرر ہوئے۔ (پہلے دن جماعت قادیانی کے مولوی محمد احسن صاحب نے ایک تحریر پڑھی جس پر اعتراضات ہوئے) مگر دوسرے تیسرے روز جماعت قادیانی کی طرف سے منشی قاسم علی صاحب دہلوی نے تحریر پڑھی۔ وفات مسیح علیہ السلام کے متعلق جتنے دلائل قادیانی جماعت کی طرف سے پیش ہوئے۔ اسلامی مناظر نے ایک ایک کا جواب بڑی خوبی سے دیا۔ نمایاں طور پر حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کر دیا۔ **فجزاه الله عنا وسائر المسلمين خيراً!**

اس بحث سے شکستہ خاطر ہو کر قادیانیوں کو دوسرے مسئلہ (نبوت مرزا قادیانی) پر باوجود قرارداد وعدہ بحث کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لہٰذا وہ دوسرا مسئلہ پیش کئے بغیر خود بخود چلے گئے۔ "**فللّٰه الحمد علىٰ ذالك صدق الله العلى العظيم جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا**" (مولوی) محمد عبدالغفار رامپوری، (مولوی) محمد لطف اللہ، (ابن مفتی سعد اللہ رامپوری)، (مولوی) محمد اعجاز حسین وکیل رامپوری، (مولوی) محمد فضل اللہ رامپوری، (مولوی) محمد بشیر احمد مدرس اوّل مدرسہ انوار العلوم رامپور، (مولوی) محمد اسلم، (مولوی) فضل حق رامپوری مدرس اوّل مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) افضال الحق رامپوری، (مولوی) محمد نبی رامپوری، (مولوی) مرتضیٰ حسن چاند پوری مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند، (مولوی) ابراہیم سیالکوٹی، (مولانا) محمود حسن[1] مدرس اوّل مدرسہ اسلامیہ دیوبند، (مولانا) عبدالرحمٰن مدرس اوّل مدرسہ شاہی مراد آباد، (مولوی) محمود حسن سہسوانی مدرس دوم مدرسہ شاہی مراد آباد، (مولانا) محمد اشرف علی تھانوی، (مولانا) احمد حسن امروہی، مدرس اوّل مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ، (مولوی) محمد امین مدرس مدرسہ جامعہ مسجد امروہہ، (مولوی) رضا حسن مدرس مدرسہ امروہہ،

---

[1] دبدبہ سکندری میں بجائے محمود حسن کے محمد میاں لکھا گیا ہے جو غالباً نامہ نگار کی عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

(مولوی) عبدالرؤف امروہی (ابن مولانا سید راست علی)، (مولوی) محمد شفیق احمد امروہی، (مولوی) محمد معظم حسین امروہی، (مولوی) محمد سلیم سکندر پوری مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) سید محمد شاہ محدث رامپوری، (مولوی) سید حامد شاہ رامپوری، (مولوی) محمد منور علی (محدث) رامپوری مدرس درجہ حدیث مدرسہ عالیہ رامپوری، (مولوی) محمد طیب عرب، (مولوی) محمد قیام الدین جونپوری، (مولانا) محمد سہول بھاگلپوری مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند، (مولوی) محمد ابراہیم دہلوی، (مولوی) محمد قدرت اللہ مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد، (مولانا) خلیل احمد (محدث) سہارنپوری مدرس اوّل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، (مولوی) محمد عاشق الٰہی میرٹھی، (مولوی) محمد یحییٰ مدرس دوم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (والد شیخ الحدیثؒ)، (مولوی) محمد اسماعیل انصاری امروہی، (مولوی) سید بدرالحسن امروہی، (مولوی) سردار احمد امروہی، (مولانا) محمد خلیل اللہ محدث مقیم رام پور، (مولوی) احمد امین مدرس دوم مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) احمد نور مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) غلام رسول مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) صاحبزادہ محمد الطاف المعروف میانجاں خاں رامپوری، (مولوی) معز اللہ خاں مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) محمد یوسف مقیم رامپور، غلام رحمانی مقیم رامپور، (مولوی) سید سجاد علی بسولوی مقیم رامپوری، (مولوی) وزیر خان مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) محمد فضل کریم مقیم رامپور، (مولوی) دیانت حسین مقیم رامپور، (مولوی حافظ) عبدالغفار دہلوی، (مولانا حافظ) نورالدین احمد دہلوی۔

نواب رامپور نے اس مناظرہ کا جو فیصلہ دیا ہے اس کو مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے صحیفہ محبوبیہ اور الہامات مرزا کے آخر میں درج کیا ہے۔ ذیل میں اس کو بھی نقل کیا جاتا ہے۔

”رامپور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔ مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا۔ ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔“ (محمد حامد علی خان والئ ریاست رامپور)

فتنۂ قادیانیت اور حضرت مونگیریؒ کی خدمات جلیلہ

از: امیر شریعت بہار واڑیسہ حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی مدظلہ، مونگیر

فرق باطلہ میں قادیانی فرقہ بڑی تیزی سے ابھرا، بڑھا اور مسلمانوں میں پھیلتا چلا

گیا۔ اس سے جاہل عوام اور ناخواندہ مسلمان ہی متاثر نہ ہوئے۔ تعلیم یافتہ بھی ان کے حلقہ بگوش ہوئے۔ قادیانی فرقہ نے جس زمانے میں اپنی تحریک ودعوت کا آغاز کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ متحدہ ہندوستان کے مسلمان مختلف گروہوں، ٹولیوں میں منقسم تھے۔ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تردید میں سرگرم اور کمربستہ تھا۔ مذہبی مناظروں اور مباحثوں کا بازار گرم تھا۔ جس کے نتیجے میں اکثر مار پیٹ، قتل وخون اور عدالتی چارہ جوئیوں کی نوبت آئی۔ گویا سارے ہندوستان میں مذہبی خانہ جنگی قائم تھی۔ اس صورتحال سے علماء کے وقار اور دین کے احترام کو بڑا نقصان پہنچا تھا۔

نیز سارے مسلمان اختلافی باتوں کے سننے پڑھنے اور سمجھنے کے عادی ہو چکے تھے اور انہیں اس میں بڑا لطف آتا تھا۔ یہ تو دینی حالات کا ایک اجمالی خاکہ ہے جس میں اس وقت کے ہندوستانی مسلمان مبتلا تھے۔ سیاسی لحاظ سے مسلمان شکست خوردگی سے چور تھے، حکومت برطانیہ کے قدم ہندوستان میں جم چکے تھے اور ۱۸۵۷ء میں آزادی کی جدوجہد میں ناکامی کے بعد مسلمان تنگ دل اور کم ہمت ہو چکے تھے۔ ان کے سامنے ماحول تاریک تھا اور راستے مسدود، مسلمانوں کے احساس شکست خوردگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی مذہبی لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے درمیان آئے۔ ”براہین احمدیہ“ نامی کتاب پانچ جلدوں میں لکھ کر کافی نام پیدا کیا۔ شہرت بڑھی اور عوام سے لے کر خواص تک میں ان کا خاصہ تعارف ہوا۔ جب کہ آنجہانی مرزا قادیانی خود تحریر فرماتے ہیں۔ ”یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی نہیں جانتا تھا، نہ کوئی موافق تھا نہ کوئی مخالف۔ کیونکہ میں اس زمانے میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک ”احد من الناس“ اور زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا۔ اس قصبہ قادیان کے لوگ اور دوسرے ہزارہا لوگ جانتے ہیں کہ اس زمانے میں درحقیقت میں اس مردے کی طرح تھا جو قبر میں صدہا سال سے مدفون ہو اور کوئی نہ جانتا ہو کہ یہ کس کی قبر ہے۔“ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۲۷، ۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۴۶۰)

۱۸۸۸ء میں مرزا قادیانی نے ہوشیارپور میں ایک آریہ سماج سے مناظرہ کیا۔ اس مناظرہ کے متعلق ایک کتاب لکھی جس کا نام ”سرمہ چشم آریہ“ ہے۔ اس کتاب سے مرزا قادیانی کی شخصیت اور نمایاں ہوئی۔ مرزا قادیانی نے محسوس کیا کہ ان میں اپنے ماحول کو متاثر کرنے اور ایک دینی تحریک کے چلانے کی اچھی صلاحیت ہے۔ چنانچہ اس احساس نے ان کے ذہن میں ایک نئی تبدیلی پیدا کی اور اب ان کا رخ عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے ہٹ کر خود مسلمانوں کی طرف ہوا۔

تدریجی ارتقاء

مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے (۱۸۹۰ء تک) مجدد و مامور ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر بمشورہ حکیم نورالدین ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے دعویٰ کی حمایت میں فتح اسلام نامی کتاب لکھی۔ ۱۹۰۰ء کی بات ہے کہ قادیان (ضلع گورداسپور پنجاب) کی مسجد کے امام عبدالکریم صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں آنجہانی مرزا قادیانی کا نام لیا اور ان کے لئے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے۔ خطبہ میں ان باتوں کو سن کر مولوی محمد احسن امروہی پیچ و تاب کھانے لگے۔ دوسرے جمعہ میں پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے مرزا قادیانی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کو خدا کا رسول اور نبی مانتا ہوں۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو میری اصلاح فرمادیں۔ نماز کے بعد جب مرزا قادیانی جانے لگے تو پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے مخاطب کیا تو اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے کہا: ’’مولوی صاحب ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا۔‘‘ مولوی عبدالکریم اور مولوی محمد احسن صاحب میں اِس موضوع پر باتیں تیز ہونے لگیں۔ مرزا قادیانی گھر سے باہر آئے اور ظالم نے یہ آیت پڑھی: ’’یایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (القرآن)‘‘ جس میں آوز اونچی کرنے والوں کو ہدایت بھی ہے اور اپنے نبی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ مرزا قادیانی متعدد مراحل طے کرنے کے بعد نبوت تک پہنچے۔ اس دعوے کے بعد کوئی مسلمان خاموش ہو کر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور اقدس محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور شریعت قیامت تک کے لئے ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہے۔ نہ اس میں کمی کی ضرورت ہے اور نہ ہی زیادتی کی گنجائش ہے۔ اگر مرزا قادیانی کی کتابوں کو پڑھا جائے اور ان کی عیاری کو مرتب کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آنجہانی مرزا قادیانی ایک متوازی نبوت اور متوازی امت قائم کرنا چاہتے ہیں جو نبوت کی طرح حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے کم نہیں اور جو امت کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے کم تر نہیں بلکہ فائق ہی ہے۔

اس دعویٰ کے بعد علمائے اسلام پر ان کی بدنیتی اور اسلام کے خلاف ان کی سازش کھل کر سامنے آئی۔ چنانچہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی مقیم امرتسر مرزا قادیانی کی مخالفت میں برابر سرگرم رہے اور اشتہارات کے ذریعہ مرزا قادیانی کے فاسد خیالات کی دھجیاں بکھیرتے رہے اور وہ مباہلہ کے لئے تیار ہوئے جسے مرزا قادیانی نے منظور کیا۔ اس وقت جو اشتہار شائع ہوا اس کا مضمون یہ تھا۔

اطلاع عام برائے اہل اسلام

از: مولوی صوفی عبدالحق غزنوی مباہل مرزا

اس میں کچھ شک نہیں کہ میں مرزا قادیانی کے مباہلہ کا مدت سے پیاسا ہوں اور تین برس سے اس سے یہی درخواست ہے کہ اپنی کفریات پر جو تو نے اپنی کتابوں میں شائع کیے ہیں۔ مجھ سے مباہلہ کر...... لہٰذا میں نے یہ خط مسطور الذیل بتاریخ ۷؍ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ ارسال کیا کہ ہم کو آپ سے مباہلہ بدل و جان منظور ہے۔ مگر تاریخ تبدیل کر دو۔ مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں ۷؍ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ میں خط لکھا کہ میں مباہلے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ ۱۰؍ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو امرتسر کی عیدگاہ میں دونوں صاحبوں کا مباہلہ ہوا اور دونوں فریق امن و امان سے واپس آ گئے۔ لیکن مرزا قادیانی اپنے مباہل مولوی عبدالحق غزنوی کی موجودگی میں ۲۶؍ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴؍ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو فوت ہو گئے اور الحمدللہ! مولوی عبدالحق صاحب غزنوی مرزا قادیانی کی وفات کے بعد بھی کئی برس زندہ رہے۔

مولانا محمد نذیر حسین دہلوی کا مناظرہ

مولانا سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد رشید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شروع ہی سے مرزا قادیانی کی شدت سے مخالفت کر رہے تھے۔ مرزا قادیانی نے خود ان کے بجائے ان کے استاذ سے مناظرہ کرنا پسند کیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے ایک اشتہار نکالا اور اس میں مناظرہ کی دعوت دی جس میں لکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہوں اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں کہ میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کر لیں۔ اگر انہوں نے بقبول شرائط اشتہار ۲؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کے لئے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کر لیا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب نے مناظرہ کو قبول کیا۔ میاں صاحب کے متکلم مولوی بشیر احمد صاحب تھے۔ انہوں نے پہلے دن حیات مسیح پر پانچ دلائل حاضرین مجلس کو سنائے اور پھر اس پر دستخط کر کے مرزا قادیانی کو دیئے۔ مرزا قادیانی نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے عذر کیا۔ دوسرے دن بھی جواب نہ پیش کر سکے اور اس طرح مناظرہ سے شکست کھا کر واپس ہو گئے۔ (حوالہ رسالہ الحق الصریح ص ۲)

مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری فاضل دیوبند

مرزا قادیانی کی مخالفت پنجاب میں کھل کر مولانا ثناءاللہ صاحب کرتے رہتے تھے۔ اس لئے مرزا غلام احمد نے مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری کو قادیان آنے اور گفتگو کرنے کی دعوت دی۔ دعوت نامہ میں وہ لکھتے ہیں: ”مولوی ثناءاللہ اگر سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیشین گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیشین گوئی کے لئے ایک ایک سو روپے انعام دیا جائے گا اور آمدورفت کا کرایہ علیحدہ۔“ (اعجاز احمدی ص۱۱، خزائن ج۱۹ ص۱۷،۱۸)

آگے پھر وہ لکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ: ”مولوی ثناءاللہ کے ذریعے سے عنقریب تین نشانیاں میرے ظاہر ہوں گی۔“

۱...... وہ قادیان میں تمام پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیشین گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

۲...... اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب، صادق سے پہلے مرجائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلدتر ان کی روسیاہی ثابت ہوجائے گی۔ (اعجاز احمدی ص۳۷، خزائن ج۱۹ ص۱۴۸)

مولانا ثناءاللہ صاحب ۱۰؍جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچے اور مرزا قادیانی کو اطلاعی خط لکھا کہ خاکسار قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ مگر مرزا قادیانی ٹال مٹول کرتے رہے اور بیجا شرطیں لگاتے رہے۔ اس لئے دونوں حضرات میں مباحثہ نہ ہوسکا۔

مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری نے مرزا قادیانی سے تقریری مقابلہ بھی کیا اور تحریری بھی۔ مختلف کتابوں، رسائل اور اشتہارات کے ذریعہ ان کی کذب بیانی اور دروغ بافی اور افتراء پردازی کی دھجیاں بکھیرتے رہے اور اپنے لطائف سے مرزا قادیانی کو ذلیل وخوار کرتے رہے۔ بالآخر عاجز آکر مرزا قادیانی مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری کو یہ خط لکھتے ہیں کہ: ”اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کردے۔ آمین! مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناءاللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے۔

اس لئے اب میں تیری ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔ یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک ایسا ہی کر۔"

پھر مرزا قادیانی اعلان کرتے ہیں کہ: "ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔"

(حوالہ اخبار بدر ۲۵ر اپریل ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص ۵۷۸، ۵۷۹)

اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کے کذب وافتراء کو دنیا پر آشکارا فرمایا اور مرزا غلام احمد قادیانی ۲۹ر مئی ۱۹۰۸ء کو فوت کر گئے اور بحمد اللہ مولانا ثناء اللہ صاحب ہر طرح صحت وعافیت سے بہت دن زندہ رہے۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری اور فتنہ قادیانی

جب فتنہ قادیانیت پنجاب سے نکل کر دوسری جگہوں پر پھیلا تو علمائے حق بے چین ہو گئے۔ ان کا آرام حرام ہو گیا اور ان کی راتوں کی نیند اڑ گئی۔ اسی گروہ کے سرخیل مجدد علم وعرفان حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ بھی ہیں۔ جن کو اس فتنہ کا اتنا شدید احساس ہوا کہ تہجد کے وقت بھی فتنہ قادیانیت سے متعلق رسائل تصنیف کرتے۔ کتابیں لکھتے اور اس کی اشاعت کا انتظام کرتے۔ حضرت مولانا مونگیریؒ کے اضطراب کو اس خط میں دیکھا جا سکتا ہے۔ "قادیانی کی سعی اور کوشش اس قدر انتھک اور منظم ہے کہ جس کو دیکھ کر ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے کہ الٰہی یہ کیا طوفان کفر اور سیلاب ارتداد ہے۔ اس کو روکنے کی کیا صورت ہو، ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں جہاں ان کے لوگ تبلیغ نہ کرتے ہوں اور ہندوستان کے علاوہ یورپ، انگلستان، جرمنی، امریکہ اور جاپان میں بڑے زوروں اور نہایت نظم سے اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں۔ ان کے پاس کوئی بینک نہیں، کوئی ریاست نہیں، صرف ایک بات ہے کہ مرزا قادیانی نے کہہ دیا ہے کہ ہر مرید حسب استطاعت ماہانہ مذہب کی اشاعت کے لئے کچھ دے اور جو تین ماہ تک کچھ نہیں دے گا وہ بیعت سے خارج ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیت المال میں لاکھوں روپے جمع ہو گئے اور ان کا ہر مرید اپنی آمدنی کا کم از کم دسواں حصہ اور بعض تو تہائی اور چوتھائی حصہ قادیان بھیجتے رہتے ہیں۔ جس سے وہ خاطر خواہ اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں۔" (کمالات محمدیہ ص ۲۷۰)

حضرت مونگیریؒ نے یہ محسوس کیا کہ اگر پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کا مقابلہ نہ کیا گیا تو

اس سے بڑے افسوسناک نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں۔ یہی وہ موڑ تھا جہاں حضرت مونگیریؒ اپنی ساری صلاحیتوں کے ساتھ میدان میں اتر آئے اور اپنا سارا وقت اور ساری قوت اس کے لئے وقف کر دی۔ اپنے تمام مریدین و مسترشدین رفقاء اور اہل تعلق کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین کی اور صاف صاف کہا کہ جو اس معاملہ میں میرا ساتھ نہ دے گا میں اس سے ناخوش ہوں۔ (کمالات محمدیہ ص ۴۳)

بہار میں قادیانیوں نے چار ضلعوں میں بہت کامیابی حاصل کی تھی۔ خاص طور پر مونگیر اور بھاگلپور کے متعلق یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ یہ دونوں ضلع قادیانی ہو جائیں گے۔ بھاگلپور میں آنجہانی مولوی عبدالماجد صاحب پورینی، بھاگلپور (جو ایک جید عالم اور اچھے مدرس تھے، منطق اور فلسفہ میں بڑی دستگاہ حاصل تھی اور انہوں نے شرح تہذیب پر حاشیہ لکھ کر فن منطق سے اپنی مناسبت کا پورا ثبوت پیش کیا اور ان کا حاشیہ آج بھی کتب خانہ رحمانیہ خانقاہ مونگیر میں موجود ہے) قادیانی ہو چکے تھے اور اپنی پوری صلاحیت اس باطل مذہب کی اشاعت و تبلیغ میں صرف کر رہے تھے۔ مونگیر کا تو کہنا ہی کیا، مونگیر میں آنجہانی مرزا قادیانی کے خاص سمدھی اور مرزا بشیر محمود آنجہانی کے خسر مولوی حکیم خلیل احمد صاحب آنجہانی تشریف فرما تھے اور خدا کی دی ہوئی ذکاوت اور طلاقت لسانی کو مرزا قادیانی کے نوزائدہ مذہب کی حمایت میں شب و روز صرف کر رہے تھے۔ ان دو حضرات نے بھاگلپور اور مونگیر کی فضا کو بہت زیادہ مسموم کر رکھا تھا اور اس کا خطرہ تھا کہ ان دونوں جگہوں پر رہنے والے مسلمان رفتہ رفتہ قادیانی مذہب اختیار کر لیں گے۔ پٹنہ اور ہزاری باغ میں قادیانی تحریک زوروں پر پھیل رہی تھی۔ حضرت مولانا مونگیری نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے کہ بہار کے علاوہ بنگال میں بھی اس نے مہم شروع کر دی ہے۔

حضرت مولانا مونگیریؒ نے قادیانیت کے خلاف باقاعدہ اور منظم طریقے پر زبردست مہم شروع کی۔ اس کے لئے دورے کئے خطوط لکھے، رسائل اور کتابیں تصنیف کیں۔ دہلی اور کانپور سے کتابیں طبع کرا کے مونگیر لانے اور اشاعت فرمانے میں خاصہ وقت صرف ہوتا تھا اور حالات کا تقاضا یہ تھا کہ اس میں ذرا بھی تاخیر نہ ہو اس لئے مولانا نے خانقاہ میں پریس اسی مقصد کے لئے قائم کیا۔ اس پریس سے سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں رد قادیانیت پر شائع ہوئیں جو سب مولانا کے قلم سے ہیں۔ اس قدر ضعف اور سلسلۂ علالت کے ساتھ اتنا وقیع اور عظیم تصنیفی کام بجائے خود ایک کرامت سے کم نہیں اور جس کی توجیہہ تائید الٰہی و توفیق خداوندی کے سوا کسی اور چیز سے نہیں کی جاسکتی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے اس کام پر مامور تھے۔ ہر چیز میں خدا کا فضل ان کے شامل حال تھا۔

حضرت مونگیری نے اپنے ایک معتمد اور خادم خاص کو ایک خط میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرا ضعف و ناتوانی اے عزیز تم اور اس کے سب بھائیوں پر ظاہر ہے کہ میں مدت سے بیکار ہو چکا ہوں اور میرے ظاہری قویٰ نے جواب دے دیا ہے۔ مگر خدائی ارشاد "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" نے اپنی غیر محدود قدرت کو ایک ضعیف و ناتواں ہستی میں جلوہ گر فرما کر وہ کام لیا جس کا خیال و خطرہ بھی نہ تھا۔ اس قدر رسائل اور ضعف و ناتوانی میں لکھوا دینا اسی کا کام ہے۔ (کمالات محمدیہ)

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے قادیانیت کی تردید میں سو سے زیادہ کتابیں اور رسائل تصنیف کئے جس میں سے صرف چالیس کتابیں ان کے نام سے طبع ہوئیں اور بقیہ دوسرے ناموں سے یا ابو احمد کے نام سے جو حضرت کی کنیت تھی۔ حضرت مولانا نے فتنۂ قادیانیت کے ہر گوشہ اور ہر پہلو پر گفتگو کی اور رسائل لکھے اور اس باطل مذہب کے رد میں لکھنے کے لئے کوئی چیز نہ چھوڑی۔ انہوں نے قادیانیت کی بیخ کنی کی اور اس کے استیصال کو وقت کا اہم ترین جہاد قرار دیا ہے۔ حضرت مونگیریؒ کتاب پر کتاب تردید میں لکھتے جاتے اور لوگوں میں مفت تقسیم کرتے اور مناسب جگہوں پر پہنچاتے۔ اس راہ میں ہزاروں روپے صرف کئے۔ اس مہم میں اپنے دوستوں، عزیزوں اور عقید تمندوں کو بھی متحد اور منظم ہو کر مقابلہ کرنے کی ہدایت کرتے۔ حضرت مونگیریؒ اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں: "میں چاہتا ہوں کہ مخالفین اسلام کی بے انتہاء سعی اور کوشش کا جواب دیا جائے۔ بالخصوص مرزائی جماعت کا فتنہ رفع کرنے میں جو کچھ ہو سکے اس سے دریغ نہ کیا جائے اور نہایت انتظام کے ساتھ یہ سلسلہ میرے بعد جاری رہے۔ اس لئے رائے یہ ہے کہ ایک انجمن قائم کی جائے۔ جس کا نظم تم لوگ اپنے ہاتھ میں لو اور اس کے لئے ہر وہ شخص جو مجھ سے ربط و تعلق رکھتا ہے وہ اس میں حسب حیثیت التزام کے ساتھ ماہانہ شرکت کرے۔ ورنہ جو شخص میرے اس دینی اور ضروری ہدایت کی طرف متوجہ نہ ہو گا میں اس سے ناخوش ہوں اور وہ خود یہ سمجھ لے کہ اس کو مجھ سے کیا تعلق باقی رہا۔" (کمالات رحمانی ص ٢٧٦)

حضرت مونگیریؒ کو فتنہ قادیانی کا شدید احساس تھا اور اس کے مقابلہ کا ان کو اس قدر اہتمام تھا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے: "تنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ اور تقسیم کرو کہ ہر مسلمان جب صبح کو سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے رد قادیانی کی کتاب پائے۔ حضرت مونگیریؒ نے تصنیف و تالیف ہی کے ذریعہ قادیانی کی تردید پر اکتفا نہ کیا بلکہ مناظرہ بھی کئے، مونگیر کے مناظرہ سے قادیانیت کی تحریک پر ضرب کاری لگی جس سے اس کے قدم اکھڑ گئے اور ملت اسلامیہ کو اس سے بڑا فائدہ پہنچا۔"

یہ مناظرہ ۱۹۰۶ء میں ہوا جس میں تقریباً چالیس علماء شریک ہوئے۔ مرزا قادیانی کی طرف سے حکیم نورالدین وغیرہ آئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ مرزا قادیانی کے نمائندے حکیم نورالدین صاحب، سرور شاہ صاحب اور روشن علی صاحب مرزا قادیانی کی تحریر لے کر آئے کہ ان کی شکست میری شکست ہے۔ ان کی فتح میری فتح، اس طرف سے مولانا مرتضٰی حسن چاند پوری صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبدالوہاب بہاریؒ، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹیؒ (تقریباً چالیس علماء) بلائے گئے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ عجیب منظر تھا۔ صوبہ بہار کے اضلاع کے لوگ تماشائی بن کر آئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ خانقاہ میں علماء کی ایک بڑی بارات ٹھہری ہوئی ہے۔ کتابیں الٹی جارہی ہیں۔ حوالے تلاش کئے جارہے ہیں اور بحثیں چل رہی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ مولانا محمد علیؒ کی طرف سے مناظرہ کا وکیل اور نمائندہ کون ہو؟ قرعۂ فال مولانا مرتضٰی حسن صاحبؒ کے نام پڑا۔ آپ نے مولانا مرتضٰی حسن صاحبؒ کو تحریراً اپنا نمائندہ بنایا، علماء کی یہ جماعت میدان مناظرہ میں گئی وقت مقرر تھا۔ اس طرف مولانا مرتضٰی حسن صاحبؒ اسٹیج پر تقریر کے لئے آئے اور اس طرف آپؒ سجدہ میں گر گئے اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک کہ فتح کی خبر نہ آ گئی۔ بڑوں کا کہنا ہے کہ میدان مناظرہ کا منظر عجیب تھا۔ مولانا مرتضٰی حسن صاحبؒ کی ایک ہی تقریر کے بعد جب قادیانیوں سے جواب کا مطالبہ کیا گیا تو مرزا قادیانی کے نمائندے جواب دینے کے بجائے انتہائی بدحواسی اور گھبراہٹ میں کرسیاں اپنے سر پر لئے ہوئے یہ کہتے بھاگے کہ ہم جواب نہیں دے سکتے۔

فیصلۂ آسمانی

مولانا کی سب سے پہلی تصنیف فیصلۂ آسمانی ثابت ہوئی۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔ اس کے تین ایڈیشن مولانا کی زندگی میں ہی شائع ہو گئے۔ لیکن کسی قادیانی کو اس کا جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ مولانا کی وفات کے بعد بھی کسی قادیانی نے اس کا جواب دینے کی جرأت نہ کی۔ قادیانیت کے خلاف سارے لٹریچر میں جواب تک لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک خاص امتیاز رکھتی ہے اور اپنے محکم طرز استدلال، اسلوب کی وضاحت اور صفائی وصحیح و طاقتور گرفت کے اعتبار سے بہت کم کتابیں اس معیار پر پوری اترتی ہیں۔ اس راہ کے نشیب وفراز کو دیکھتے ہوئے اور اس کے ایک بڑے مبصر کی رائے یہ ہے کہ قادیانیت کی رد میں لکھی ہوئی اکثر کتابوں میں بعض بعض جگہ احتمال کی گنجائش نکل آتی ہے۔ لیکن اس کتاب میں کسی جگہ احتمال کی گنجائش یا استدلال میں کوئی خامی اور کمزوری نظر نہیں آتی۔

مرزا قادیانی نے اپنے کمال واعجاز کے لئے ''اعجاز احمدی'' لکھی یا لکھوائی تھی اور اس کا دعویٰ کیا تھا کہ اس رسالہ اور قصیدۂ اعجازیہ کی ادبی بلاغت اور فنی کمال کی نظیر کوئی دوسرا پیش نہیں کر سکتا۔ مولانا نے اس قصیدہ کا بہت پر لطف قصہ بیان کیا ہے اور اس سارے جال کا تاروپود بکھیر دیا ہے جو مرزا قادیانی نے علماء اور عام مسلمین دونوں کو بیک وقت فریب دینے کے لئے پھیلایا تھا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ اس جال میں خود ہی گرفتار ہوگئے اور تدبیر ان کے لئے الٹی پڑ گئی۔ مرزا قادیانی نے ۵؍نومبر ۱۸۹۹ء میں یہ اعلان کیا تھا۔ ''اے میرے مولیٰ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں تو ان تین سالوں کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے آخر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہوجائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ اگر تین برس کے اندر میری تائید اور تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلا دے تو میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں۔ جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔'' مولانا لکھتے ہیں کہ ''اس دعا کے بعد مرزا قادیانی تین برس اسی فکر وتجویز میں رہے کہ کوئی نشان تراش کر مسلمانوں کو دکھایا جائے۔ میرے خیال میں انہوں نے یہ تدبیر سوچی کہ ہندوستان میں عربی ادب کا مذاق نہیں ہے۔ اس لئے ایک عربی قصیدہ لکھوا کر اور اس کی تمہید اردو میں لکھ کر رسالہ شائع کر کے اعجاز کا دعویٰ کیا جائے۔ اس زمانہ میں ایک عرب طرابلس کے رہنے والے ہندوستان میں آئے ہوئے تھے۔ جابجا وہ پھرتے رہے اور حیدرآباد میں ان کا قیام زیادہ رہا ہے۔ یہ عربی کے شاعر تھے اور مزاج میں آزادی بھی شاعروں کی سی رکھتے تھے۔ اس شہر میں مرزائی زیادہ ہیں۔ انہوں نے مرزا قادیانی سے ربط کرادیا اور خط وکتابت ہونے لگی۔ انہوں نے قصیدہ کی فرمائش کی، عرب صاحب نے روپیہ لے کر قصیدہ لکھ دیا۔ مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری مفتی دارالعلوم دیوبند کہتے ہیں کہ حیدرآباد میں، میں نے ان سے ادب کی کتابیں پڑھی ہیں۔ بڑے ادیب تھے۔ کہتے تھے کہ مجھے روپیہ کی ضرورت پیش آئی تھی۔ میں نے مرزا قادیانی کو لکھا اس نے قصیدہ لکھوایا۔ میں نے لکھ دیا اس نے مجھے روپے دیئے۔'' (فیصلہ آسمانی ص۵۹)

اس شخص نے جان بوجھ کر کچھ ایسی غلطیاں بھی قصیدہ میں شامل کردی تھیں جو اہل زبان سے مستبعد ہیں۔ اس کے متعلق مولانا لکھتے ہیں: ''سعید (شاعر کا نام) مرزا قادیانی کو جھوٹا جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ عربی ادب سے مرزا کو مس نہیں ہے۔ اس لئے اس نے قصداً غلطیاں رکھیں تاکہ اہل علم اس سے واقف ہوکر اس کی تکذیب کریں۔ چونکہ عرصہ تک ہند میں رہا ہے اور

بعض علوم عقلیہ اس نے یہاں پڑھے ہیں۔ اس لئے وہ ہندی محاورات سے بھی واقف تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی کو فریب دیا اور بعض ہندی الفاظ بھی قصیدہ میں داخل کر دیئے۔ الحاصل یہ قصیدہ مرزا قادیانی کا اعجاز نہیں ہے۔ اگر اعجاز کہا جائے تو سعید شامی کا اعجاز ہوگا۔" (ایضا)

حضرت مونگیریؒ کی اس سعی پیہم اور آہ سحرگاہی نے بہار کا بالخصوص نقشہ پلٹا اور پھر سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

فتنہ قادیان اور علمائے دیوبند

فتنہ قادیانیت کے استیصال کے سلسلے میں علمائے دیوبند کی خدمات اور کوششیں بھی نہایت اہم اور ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند جو راقم الحروف کے استاذ بھی ہیں نے اس سلسلہ میں دورے کئے۔ تقریریں کیں اور مناظرے بھی کئے اور مونگیر کے مناظرہ میں مولانا مرحوم ہی حضرت مونگیریؒ کے وکیل اور نمائندہ تھے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ نے رد قادیانیت پر متعدد رسائل بھی تصنیف کئے جو مطبع رحمانی مونگیر اور دوسرے مطابع سے شائع ہوئے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے اس فتنہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور بہاول پور کے مقدمہ میں جا کر شہادت دی اور اپنے علمی وتحقیقی بیان سے ججوں کو قادیانی کے خلاف فیصلہ لکھنے پر مجبور کر دیا۔ اس مقدمہ میں شہادت دینے والوں میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب بھی شامل تھے۔ پھر حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے حیات مسیح پر ایک نہایت قیمتی بیالیس صفحہ کا رسالہ لکھ کر مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود کے سامنے لوہے کی دیوار کھڑی کر دی۔ حضرت شاہ صاحب کا یہ رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" دارالاشاعت دیوبند سے شائع ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور دوسرے علمائے دیوبند نے اس طرف اپنی توجہ مبذول کی اور قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور پھر اس عاجز کے استاذ المحترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی ثم پاکستانی نے مسئلہ ختم نبوت پر تین رسالہ لکھ کر انکار ختم نبوت کے فتنہ کو علمی طور پر قیامت تک کے لئے دفن کر دیا۔

ختم نبوت فی القرآن، ختم نبوت فی الاحادیث، ختم نبوت فی الآثار، یہ تینوں رسالے مسئلہ ختم نبوت پر حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس فرقۂ باطلہ کے استیصال کے لئے جن علمائے کرام نے جدوجہد کی ہے ان کا استقصاء مقصود نہیں ہے۔ یقیناً جن حضرات کے نام لکھے ہیں ان

سے کہیں زیادہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس مختصر سے مقالہ میں نہیں کرسکا ہوں۔ تقریباً یہ سب واصل بحق ہو چکے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمادے ان کے مراتب بلند کرے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اس موقعہ پر نامناسب ہوگا اگر پروفیسر محمد الیاس صاحب برنیؒ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کا نام نہ لیا جائے۔ انہوں نے ''قادیانی مذہب'' کے نام سے ایک ہزار صفحوں پر کتاب لکھ کر خود قادیانیوں کے ہاتھ میں آئینہ دے دیا ہے کہ وہ اپنی صورت اور قادیانیت کے سارے خدوخال صاف طریقہ پر ''قادیانی مذہب'' کے آئینہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس کتاب میں الیاس صاحب مرحوم ومغفور نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ اس میں جو کچھ ہے وہ قادیانی سربراہوں اور ان کے رہنماؤں اور مبلغوں کی تقریریں اور تحریریں ہیں جو صحیح حوالے کے ساتھ درج کر دی گئی ہیں۔ پروفیسر صاحب مرحوم نے ان تحریروں اور تقریروں کو مختلف حصوں اور ابواب میں جمع کر کے عنوان لگا دیا ہے۔ اس کتاب کی قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ پروفیسر صاحب مرحوم اس وقت دنیا میں نہیں ہیں۔ ہم ان کے لئے سعادت ونجات کی دعا کرتے ہیں۔

رد قادیانیت پر دو اہم رسائل

از: مولانا عبدالحئی فاروقی، ایم۔ اے (عربی)، ایم۔ اے (معاشیات) نئی دہلی

مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء تا ۱۹۰۸ء) نے جب سے اپنے باطل دعاوی کا آغاز کیا اسی وقت سے علماء حق نے ان کے خلاف آواز اٹھانا شروع کر دی تھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی حق وصداقت کی راہ میں رخنے ڈالے گئے طاغوتی طاقتوں نے سر اٹھانا شروع کیا اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی جانے لگی تو اس کے خلاف جو طبقہ سب سے پہلے سامنے آیا وہ ہمارے علمائے کرام ہی کا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (م ۱۶۲۴ء)، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۷۶۲ء)، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (م ۱۸۲۴ء)، حضرت سید احمد شہیدؒ (ش ۱۸۳۱ء)، مولانا سید محمد علی مونگیریؒ (م ۱۳۴۶ھ) اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (م ۱۹۵۷ء) وغیرہ ایسے ہی مجاہد علماء حق میں سے تھے جو مذہب کے نام پر پیدا ہونے والی ہر اسلام مخالف تحریک کے خلاف سربکف اور کفن بردوش اٹھ کھڑے ہوئے اور یہاں تک نبرد آزما ہوتے رہے جب تک کہ حق وباطل کے درمیان حد فاصل قائم نہیں ہوگئی۔ قادیانیت بھی اسی قسم کی ایک اسلام دشمن اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات مقدسہ سے بغض وعناد رکھنے والی ایک

جماعت ہے جس نے ہندوستان میں جنم لے کر پورے عالم اسلام کو اپنے گرداب بلا میں لپیٹنا چاہا تھا۔ مرزا قادیانی کی تحریرات کے منظر عام پر آنے کے بعد ہی سے علماء نے ان کے عزائم اور مستقبل کی خطرناکیوں کو اچھی طرح بھانپ لیا تھا۔ لہٰذا اس کے سدباب کے لئے قلمی اور لسانی جہاد کا آغاز کیا گیا۔ مضامین لکھے گئے۔ رسائل اور کتابیں تصنیف کی گئیں اور آخیر میں براہ راست مناظرے بھی کئے گئے۔ تاکہ عوام وخواص کو عقائد کی گمراہیوں سے بچایا جاسکے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ردقادیانیت پر دیکھتے ہی دیکھتے اچھا خاصا ذخیرہ معرض وجود میں آ گیا جس کی مدد سے دین کی فہم وفراست رکھنے والوں کو اس فرقہ کو سمجھنے اور اس کو خارج از اسلام قرار دینے میں بڑی مدد ملی۔ افسوس ہے کہ آج ہمارے تردیدی لٹریچر میں اب ایسے بہت سے رسائل اور کتب اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہوتی جارہی ہے۔ اس وقت ہم ایسے ہی دو کمیاب مطبوعہ رسائل پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں جو اپنے موضوع پر نہایت جامع اور مکمل ہیں۔ ان دونوں رسائل کا تعلق مشہور عالم دین اور مصلح امت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی مدیر[۱] النجم کی علمی تحقیقات سے ہے۔

---

[۱] حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ ۲۳ رذی الحجہ ۱۲۹۳ھ کو قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولوی حافظ ناظر علی صاحبؒ ضلع فتح پور یوپی میں تحصیلدار تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اور عربی کتب درسیہ یعنی جلالین، ہدایہ، قطبی اور نورالانوار ضلع فتح پور ہی میں مختلف مقامات پر مکمل ہوئیں۔ لیکن بعد کی ساری کتابیں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید عین القضاۃ صاحب حیدرآبادی ثم لکھنویؒ بانی مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے پڑھیں جو حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۳۱۷ھ میں آپ نے تعلیم سے فراغت پائی۔ آپ استاذ کے نہایت معتمد اور مقرب شاگردوں میں سے تھے۔ شروع کے کچھ دنوں دارالعلوم ندوۃ العلماء، مدرسہ عالیہ فرقانیہ اور مدرسہ عالیہ امروہہ یوپی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ لیکن جلد ہی ملازمتوں کا سلسلہ ختم کر کے ساری زندگی تصنیف وتالیف میں بسر کی۔ ۱۳۳۲ھ میں اپنا مشہور ماہنامہ، علم الفقہ، ۱۳۵۱ھ میں لکھنؤ میں ایک دینی ادارہ ''دارالمبلغین'' کی بنیاد ڈالی جو اب بھی باقی ہے۔ تقریباً ۷۵ کتابیں آپ نے تصنیف وتالیف اور ترجمہ کیں۔ ردقادیانیت اور ردبدعت کے علاوہ ردشیعیت میں آپ نے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ اسی بناء پر اسلامیان ہند کی طرف سے آپ کو ''امام اہل سنت'' کے خطاب سے نوازا گیا۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ابواحمد صاحب بھوپالی سے آپ کو بیعت وخلافت حاصل تھی۔ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں لکھنؤ میں آپ نے وفات پائی۔

پہلا رسالہ

اس سلسلہ کا پہلا رسالہ ”صیحہ رنگون بر پیروان دجال زبون“ ہے ایک سو چھیالیس صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اس مناظرے کی روداد ہے جو مولانا لکھنویؒ اور قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کے سربراہ خواجہ کمال الدین بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی کے درمیان ۱۹۲۰ء میں بمقام رنگون ہوا تھا۔ اس مناظرے کا اہتمام جمعیت علمائے رنگون نے کیا تھا۔ جس کے سربراہ مولانا احمد بزرگ سملکیؒ تھے جو اس وقت جامع سورتی رنگون کے مہتمم اور مفتی بھی تھے۔ آپ ہی کی خصوصی دعوت پر مولانا لکھنویؒ رنگون تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالمومن صاحب فاروقیؒ (م ۱۹۶۷ء) اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدیر الفرقان دامت برکاتہم بھی شریک سفر تھے۔

اس رسالہ کو ایک مقدمہ، دو ابواب اور ایک خاتمہ میں منقسم کیا گیا ہے۔ مقدمہ میں مرزا اور مرزائیت کی مختصر تاریخ دلچسپ انداز میں بیان کی گئی ہے۔ پہلے باب میں خواجہ کمال الدین اور مولانا لکھنویؒ کے رنگون پہنچنے کے بعد خواجہ صاحب کے مقابلہ میں اتمام حق کی کتنی بھی کارروائیاں ہوئیں تھیں ان کا مفصل بیان ہے۔ دوسرے باب میں مرزا قادیانی اور مرزائیت کے باطل اور خارج از اسلام ہونے کے دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں جن امور کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے ان میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔

……۱ مرزا قادیانی کی کذب گوئی خود انہی کی کتابوں سے۔

……۲ مرزا قادیانی کے اقوال توہین انبیاء علیہم السلام۔

……۳ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت۔

……۴ مرزا قادیانی کا منکر ضروریات دین ہونا۔

……۵ ختم نبوت کی بحث۔

……۶ حیات مسیح علیہ السلام کی بحث۔

……۷ مرزائیوں کے شائع کردہ انگریزی ترجمہ قرآن مجید کے کچھ مفاسد اور خاتمہ میں مرزا اور مرزائیوں کے کفر پر علماء اسلام کے فتوے۔ اس کے بعد حکومت وقت کا ایک فیصلہ درج کیا گیا ہے۔ جس میں مرزائیوں کا خارج از اسلام ہونا اور مسلمانوں کے قبرستانوں سے ان کا بےدخل ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کے متعلق مولانا احمد بزرگ صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”الحمدللہ کہ یہ

کتاب ایسی جامع وکمل تیار ہوگئی ہے کہ جو شخص اس کو اوّل سے آخر تک دیکھ لے وہ مرزائیت کی پوری حقیقت سے واقف ہونے کے علاوہ بڑے سے بڑے مرزائی کو بحث میں مغلوب ومبہوت کر سکتا ہے۔" (صیحہ رنگون ص۲)

کادیان یا قادیان؟

ضلع گورداسپور پنجاب میں ایک قصبہ کادیان ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی وہیں کے رہنے والے تھے۔ اس قصبہ کا صحیح اور اصلی نام کادیان ہے۔ اہل پنجاب اب بھی اس کو اسی نام سے پکارتے ہیں۔ پنجابی زبان کادی، کیوڑہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس بستی میں زیادہ تر کیوڑہ فروش رہا کرتے تھے۔ اس لئے پوری بستی کو کادیان کہا جانے لگا۔ مرزا قادیانی کو جہاں دینی ومذہبی ماخذ میں توڑ مروڑ، تحریف اور تاویل کرنے کا چسکہ لگا ہوا تھا وہاں وہ دنیاوی معاملات میں بھی ردوبدل اور حقائق کی پردہ پوشی کیا کرتے تھے۔ لہٰذا اپنی اس ذہنیت کی بناء پر انہوں نے کافی روپیہ خرچ کر کے سرکاری کاغذات میں اس کو قادیان لکھوایا اور مشہور یہ کیا کہ یہ لفظ درحقیقت قاضیان تھا جو اب بگڑ کر قادیان ہوگیا۔ (صیحہ رنگون ص۳)

چند اعتراضات اور ان کے جوابات

فرق باطلہ کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ وہ براہ راست مناظرے سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن آڑ میں بیٹھ کر خطوط یا اشتہار بازی سے کام لے کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خواجہ کمال الدین مرزائی نے بھی رنگون میں یہی کیا اور صرف مراسلات واشتہارات ہی کو ذریعہ تخاطب بنایا۔ براہ راست مناظرے کی نوبت نہیں آنے دی۔ اپنے آخری اشتہار میں خواجہ صاحب نے اسلامی معتقدات کے خلاف چار سوالات قائم کر کے شائع کئے اور اپنے دماغ میں یہ مفروضہ قائم کرلیا کہ علماء اسلام سے ان کا جواب دیتے نہ بن پڑے گا۔ لیکن حضرت مولانا لکھنویؒ نے فی الفور ان سوالات کے جوابات لکھ کر شائع کر دیئے جو حسب ذیل ہیں۔

پہلا اعتراض...... قرآن مجید ظاہر کرتا ہے کہ ہر رسول پر اسی قوم کی زبان میں وحی آئی ہے جس کی طرف وہ بھیجا گیا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اس لئے نازل ہوا ہے تا کہ مخاطب لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن اور محمد (ﷺ) صرف عرب ہی کے لئے آئے تھے۔ اس لئے یہ دعویٰ کیوں کیا جاتا ہے کہ قرآن ساری دنیا کے لئے آیا ہے؟

جواب...... قرآن مجید میں مذکورہ مضمون صرف ان نبیوں کی بابت آیا ہے جو

آنحضرت ﷺ سے پہلے آئے تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کی نبوت ساری دنیا کے لئے نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ ہر نبی صرف ایک خاص قوم کے لئے ہوتا تھا اور اسی قوم کی زبان میں ان پر وحی اترتی تھی۔ اس قضیہ کو الٹ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ جس نبی کی جو زبان ہو اس کی نبوت اسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے، غلط ہے۔ قرآن عربی زبان میں اس لئے آیا ہے کہ سب سے پہلے اس کی روشنی عرب میں پھیلے اور پھر اس کے ذریعے ساری دنیا منور ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہوتا ہے: ”**لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا** (بقره:۱۲۳)“ ﴿اے اہل عرب! تم سب لوگوں کے سامنے گواہی دینے والے بنو اور رسول تمہارے سامنے گواہی دینے والے بنیں۔﴾

یہاں قرآن یہ صاف تصریح کر رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کی ہدایت ساری دنیا کے لئے ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حسب ذیل آیتیں مزید اس کی شاہد ہیں۔

۱...... ”**قل یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً...... فامنوا بالله ورسوله النبی الامی** (الاعراف:۱۵۸)“ ﴿اے نبی کہہ دیجئے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر۔﴾

۲...... ”**وما ارسلناك الا کافة للناس بشیراً ونذیرا** (سبا:۲۸)“ ﴿اے نبی ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔﴾

۳...... ”**واوحی الیّ هذا القرآن لانذرکم به ومن بلغ** (الانعام:۱۹)“ ﴿یہ قرآن مجھ پر وحی کیا گیا تاکہ میں تم کو اس کے ذریعہ سے ڈراؤں اور نیز ان تمام لوگوں کو (ڈراؤں) جن تک یہ قرآن پہنچ جائے۔﴾

۴...... ”**تبارك الذی نزّل الفرقان علیٰ عبده لیکون للعلمین نذیراً** (الفرقان:۱)“ ﴿برکت والا ہے وہ خدا جس نے اپنے بندوں پر قرآن اتارا تاکہ وہ تمام دنیا کے لئے ڈرانے والا بنے۔﴾

لہٰذا جب قرآن مجید کی یہ واضح تصریح ہے تو اس کے خلاف آیت کا مطلب لینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کسی کلام سے کوئی ایسا مفہوم استنباط کرنا جو اس کلام کے دوسرے حصہ کی تصریح کے خلاف ہو یہ عقلاً بھی جائز نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض...... قرآن دوسرے مذاہب کو تسلیم کرتا ہے اور توریت کو نور ہدایت کہتا ہے

اس لئے ایسی حالت میں اگر یہ وحیاں کامل تھیں تو کیوں منسوخ ہوئیں اور اگر کامل نہیں تھیں تو وہ لوگ کیوں کامل چیز سے محروم کئے گئے۔

جواب...... قرآن شریف نے بیشک یہ بیان کیا ہے کہ ہر قوم اور ہر ملک میں نبی آئے اور ہدایت اتری ہے۔ مگر یہ کہیں نہیں بیان کیا گیا کہ دنیا کے موجودہ مذاہب بعینہ وہی ہیں جن کی تعلیم ان کی نبیوں نے دی تھی۔ جب کہ اس کے برعکس یہ تصریح ضرور اکثر آیتوں میں ہے کہ انبیاء کی تعلیمات اور ان کی خدائی کتابوں میں ان نبیوں کے بعد بہت کچھ تحریف وترمیم کردی گئی ہے۔ اس تحریف وترمیم کا ثبوت تاریخی واقعات اور دوسرے دلائل سے بھی ہم کو ملتا ہے۔ لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگلی شریعتوں کے منسوخ ہونے کے دو اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ شریعتیں اصلی حالت پر باقی نہیں رہی تھی اور ان میں بہت کچھ تحریفات کردی گئی تھیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید دین کامل لے کر آیا ہے۔ جب کہ اگلی شریعتیں بہ نسبت شریعت محمدیہ کے دین کامل لے کر نہیں آئی تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ’’الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ:۳)‘‘ ﴿آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کردیا۔﴾

لہٰذا اگلی شریعتوں کے بہ نسبت شریعت محمدیہ کا مکمل ہونا اور مذکورہ بالا دوسری شریعتوں کے مسائل دیکھنے سے بھی بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔

اب یہ کہنا کہ اگلی قومیں کیوں ایسے دین کامل سے محروم کی گئیں۔ یہ ایک بے جا اعتراض ہے۔ نظام عالم ہم کو بتلا رہا ہے کہ قانون قدرت یہی ہے کہ ترقی بدریج ہوتی ہے۔ چنانچہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ اس وقت کمزور ہوتا ہے۔ کیونکہ بولنا چلنا پھرنا اور تمام وہ قوتیں جو انسان سے تعلق رکھتی ہیں وہ بتدریج اس میں پیدا ہوتی ہیں اور ترقی کرتی ہیں۔ لہٰذا اس پر یہ اعتراض کرنا کہ پہلے ہی سب قوتیں انسان کو کیوں نہ مل گئیں اور بچے اس کمال سے کیوں محروم کئے گئے۔ قانون فطرت پر اعتراض کرنا ہے۔

تیسرا اعتراض...... بہائی لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبری ختم نہیں ہوئی ہے۔ خدا نے حضرت آدم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ ہم وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجتے رہیں گے۔ اس لئے بنی آدم میں ہمیشہ نبوت کا سلسلہ قائم رہنا چاہئے اور محمد (ﷺ) پر نبوت ختم ہونے کا عقیدہ غلط ہے۔

جواب...... بہائی لوگوں کا، یا ان سے سیکھ کر مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروؤں کا یہ کہنا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی ہے۔ قرآن اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔ قرآن واضح طور پر کہتا ہے کہ محمد ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی ہے۔

"ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین (احزاب:٤٠)" ﴿محمد ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔﴾

قرآن مجید کی وہ آیات جن کا حوالہ اعتراض میں ہے۔ ان کا مطلب وہ نہیں ہے جو بہائی اور مرزائی بیان کرتے ہیں بلکہ ان کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ خدا کی طرف سے نبی آئیں گے اور ہدایت آئے گی کسی لفظ سے اشارۃً بھی یہ نہیں نکلتا کہ نبوت کبھی ختم نہیں ہوگی۔ یہ بات دوسرے اعتراض کے جواب میں بیان ہو چکی ہے کہ اگلی شریعتیں کیوں منسوخ ہوئی ہیں۔ چونکہ منسوخیت کی وہ وجہ شریعت محمدیہ میں نہیں ہے۔ اس لئے محمد ﷺ پر نبوت کا ختم ہو جانا عقل کے بھی موافق ہے۔ اگلی شریعتیں دین کامل نہیں تھیں اور شریعت محمدیہ دین کامل ہے۔ اگلی شریعتوں میں تحریف ہوگئی تھی۔ لیکن شریعت محمدیہ کے محفوظ رہنے کا خود خدا تعالیٰ ذمہ دار ہے۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (الحجر:٩)" ﴿یہ نصیحت ہم نے اتاری ہے اور ہم خود (ہی) اس کے محافظ ہیں۔﴾

شریعت محمدیہ کا محفوظ رہنا ان سلسلۂ اسانید کے علاوہ جو اہل اسلام کے پاس ہیں تاریخی واقعات اور غیر مسلم اصحاب کی شہادت سے بھی بخوبی ظاہر ہے۔

چوتھا اعتراض...... قرآن کسی خاص پیغمبر کی پیروی میں نجات کو منحصر نہیں کرتا جیسا کہ دوسرے پارے کی آیت سے ظاہر ہے۔ لہٰذا صرف دین اسلام ہی قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب...... کسی خاص پیغمبر کی پیروی میں نجات کا منحصر نہ ہونا صرف خواجہ کمال الدین ہی کا قول ہے۔ ورنہ قرآن کی بہت سی آیتوں میں بیان ہوا ہے کہ نجات دین اسلام میں منحصر ہے۔

"ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه (آل عمران:٨٥)" ﴿جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا تو وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔﴾

دوسرے پارے کی وہ آیت جس کا حوالہ لائق معترض نے دیا ہے اس کا مطلب انہوں نے صحیح بیان نہیں کیا ہے۔ اس آیت کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ قرآن نجات کو کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں بتاتا۔ جیسا کہ یہودیوں کا قول تھا: "الذین امنوا" اور "نصاریٰ" اور "صابئین" وغیرہ الفاظ مذہبی حیثیت سے تجاوز ہو کر قومیت کے معنی میں مستعمل ہونے لگے تھے۔ لفظ عرب، قومیت کے معنی میں مخصوص ہے۔ مگر تمدن عرب کا مصنف مذہبی معنوں میں استعمال کرتا ہے۔ یعنی مسلمانوں کو خواہ کسی بھی قوم کے ہوں وہ عرب کہتا ہے۔ اس لئے قرآن نے

بتایا کہ جو شخص اسلام قبول کرے خواہ وہ کسی قوم کا ہو نجات کا حقدار ہے۔ اگر آیت کے وہ معنی لئے جائیں جو خواجہ کمال الدین کہتے ہیں تو معاذ اللہ یہ ایک مہمل کلام ہوا جاتا ہے۔ اس لئے کہ "الذین امنوا" کے ساتھ "من امن" کا لفظ کسی طرح نہیں لگ سکتا۔ یعنی ایمان والوں کے لئے یہ شرط لگانا کہ وہ ایمان لائیں بے معنی ہے۔ (صحیفۂ رنگون ص ۲۸ تا ۳۲)

رسالہ کے بعض دوسرے مباحث

ان مکمل جوابات کے بعد پھر خواجہ صاحب کی طرف سے کوئی جواب الجواب نہیں آیا اور وہ انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ رنگون سے روانہ ہو گئے۔ اس رسالہ کا ایک اہم حصہ وہ ہے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں کے ستائیس اقتباسات بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔ جن سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ وہ مدعی نبوت تھے۔ یہ اس لئے ضروری ہوا کہ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی اکثر مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہہ دیتی ہے کہ مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت تو کیا ہے مگر یہ دعویٰ محض مجازی، ظلی، بروزی اور غیر مستقل نبوت کا ہے اور یہ کہ انہوں نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ (صحیفۂ رنگون ص ۱۰۱)

اس کے علاوہ اس رسالہ کا سب سے زیادہ لائق توجہ وہ حصہ ہے جس میں ختم نبوت کے مسئلہ پر گفتگو کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ ایسا مہتم بالشان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر اس وقت تک ہر زمانہ اور ہر مقام کے مسلمانوں کا اس پر اجماع قطعی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب و دجال ہے اور قطعاً کافر ہے۔

ایک بار مولانا لکھنوی سے مناظرہ کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ حکیم نورالدین (م ۱۳۳۲ھ) نے تین مرزائی مولویوں کو جن کے نام مولوی سرور شاہ، مفتی محمد صادق اور میر قاسم علی دہلوی تھے۔ لکھنؤ بھیجا تھا ان لوگوں نے زبانی مناظرہ کرنے کے بجائے تحریری مناظرہ کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ مولانا ممدوح نے اپنے رسالہ "النجم" لکھنؤ کی جلد ۱۰ نمبر ۱۳ میں ایک مضمون ختم نبوت پر اور ایک مضمون حیات مسیح پر سپرد قلم کیا جس کا آج تک کسی مرزائی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ (صحیفۂ رنگون ص ۱۱۳)

کفر کا فتویٰ

رسالہ کے آخر میں ۲۸۸ علماء اسلام کے اسماء گرامی درج ہیں جنہوں نے فتویٰ پر دستخط

کئے تھے کہ مرزا غلام احمد اور ان کے متبعین قطعاً کافر ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی اسلامی معاملہ جائز نہیں ہے۔ نہ ان کے ساتھ مناکحت درست ہے۔ نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ نہ ان کو اپنی مسجدوں میں نماز کی اجازت دینی چاہئے اور نہ ہی ان کے مردوں کو اپنے قبرستانوں میں دفن کرنے کی، ان دستخط کنندگان میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (م ۱۳۸۱ھ)، مولانا محمد داؤد غزنویؒ (م ۱۹۶۳ء)، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۳۶۷ھ)، مولانا محمد یحییٰؒ قاضی شہر بھوپال، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ (م ۱۳۷۲ھ)، مولانا مفتی محمد سہول صاحب بھاگلپوری (م ۱۳۶۷ھ)، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ (م ۱۳۳۹ھ)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (م ۱۳۶۹ھ)، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ (م ۱۳۸۷ھ)، شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ (م ۱۳۷۴ھ)، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ (م ۱۳۴۶ھ)، مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ (م ۱۹۱۹ء)، مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ (۱۳۸۳ھ)، مولوی عبدالرؤف صاحب داناپوری، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلیؒ (م ۱۳۴۴ھ)، مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اور مولانا سید فخرالدین صاحب مراد آبادیؒ (م ۱۹۷۲ء) وغیرہم کے نام نامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ (صحیفہ رنگون ص ۱۳۳ تا ۱۴۲)

اس فتوے کے بعد قادیانیوں کے خلاف ایک عدالتی فیصلہ بھی درج کیا گیا ہے جو مسلمانان اڑیسہ کی درخواست پر کٹک کی عدالت نے ۱۰ر فروری ۱۹۱۹ء کو صادر کیا تھا۔ اس مقدمہ کی پوری کارروائی اخبار ”دی اڑیا کٹک“ نے ۲۶ر مارچ ۱۹۱۹ء کو شائع کی تھی۔

دوسرا رسالہ

اس سلسلہ کے دوسرے رسالہ کا نام ہے۔ ”صولت محمدیہ بر فرقہ غلمدیہ“ سب سے پہلے رسالہ ۱۹۲۳ء میں ”النجم“ لکھنؤ کے صفحات پر قسط وار شائع ہوتا رہا پھر اس کے بعد علیحدہ سے کتابی شکل میں شائع کردیا گیا۔ اس کے مرتب وناشر مولانا عبدالسلام صاحب فاروقیؒ (م ۱۹۷۳ء) تھے جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت لکھنویؒ کے صاحبزادے تھے۔ اس رسالہ کے اندر ایک تاریخی مقدمہ کی کارروائی درج ہے جو غیر منقسم ہندوستان کی مشہور ریاست بہاول پور (پنجاب) کی عدالت میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان دائر تھا۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ مضافات بہاول پور میں مولوی الٰہی بخش نامی ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہونے پائی تھی کہ وہ شخص مرتد ہوکر قادیانی ہوگیا۔ مولوی صاحب نے عدالت میں فسخ نکاح کا

EASY

مقدمہ دائر کر دیا۔ لیکن بعض روشن خیال افسران نے قانون وقت کے مطابق اس دعویٰ کو خارج کرا دیا۔ مجبور ہو کر مولوی الٰہی بخش نے ریاست کی عدالت میں جو کہ ایک اسلامی ریاست تھی اپیل دائر کر دی۔ اسلامی عدالت نے فریقین کو ہدایت دی کہ وہ اپنے مشہور اور مستند علماء کی مذہبی شہادت عدالت میں پیش کریں۔ اس عرصہ میں یہ بجائے شخصی کے ایک ملی معاملہ بن گیا۔ لہٰذا اس کی پیروی انجمن موئید الاسلام بہاول پور نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مولانا غلام محمد صاحب، شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاول پور نے جو کہ ریاست کے صدر الصدور بھی تھے اس وقت کے اکابر اور اماثل کو عدالت کے سامنے قادیانیت کے خلاف شہادت دینے کے لئے دعوت دی۔ جن علماء نے بہاول پور جا کر عدالت میں شہادت دی ان میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا سید مرتضٰی حسن چاند پوریؒ (م ۱۳۸۱ھ) سابق صدر المدرسین مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مولانا نجم الدین صاحبؒ (م ۱۹۵۴ء) سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، مولانا محمد شفیع صاحبؒ (م ۱۳۹۶ھ) سابق مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد حسین صاحبؒ ساکن کولوتارڑ ضلع گوجرانوالہ اور مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ (م ۱۹۶۴ء) تھے۔ (صولت محمدیہ ص ۲۳ تا ۲۴)

علماء کا فیصلہ

ان حضرات کی شہادتوں کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین کافر و مرتد ہیں۔ ان کے ساتھ مناکحت حرام ہے۔ اگر نکاح کے بعد کوئی شخص مرزائی ہو جائے تو وہ نکاح بغیر قضاء قاضی فسخ ہو جاتا ہے اور اس کی منکوحہ کو دوسری جگہ نکاح کر لینا درست ہے۔

(صولت محمدیہ ص ۲۴)

مرزا غلام احمد قادیانی کے کافر و مرتد ہونے کے پانچ وجوہ بیان کئے گئے تھے۔ اوّل یہ کہ انہوں نے اپنے اوپر وحی نازل ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ دوم یہ کہ انہوں نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ سوم یہ کہ انہوں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی اور حضرت سید الانبیاء ﷺ کی شان میں سخت گستاخیاں کیں تھیں۔ چہارم یہ کہ انہوں نے ضروریات دین کا مثلاً حشر جسمانی وغیرہ کا انکار کیا تھا اور پنجم یہ کہ انہوں نے تمام دنیا کے ان مسلمانوں کو جو ان کو نبی نہیں تسلیم کرتے کافر کہا ہے۔ (صولت محمدیہ ص ۲۴)

اس فرقہ کو احمدی کہنا گناہ ہے

مولانا لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے اپنے کو ''احمدی'' لکھتے اور

کہتے ہیں اور اکثر مسلمان بھی اپنی نادانی اور کم علمی کی بناء پر انہیں ''احمدی'' کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو احمدی کہنے میں تین گناہ ہیں۔

اوّل...... احمدی کہنا گویا اس افتراء کی تصدیق کرنا ہے جو وہ اپنی کتابوں میں لکھ گیا ہے کہ آیہ کریمہ: ''ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد (الصف:٦)'' ﴿اور میں بشارت سناتا ہوں کہ ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہوگا۔﴾ کا مصداق میں ہی ہوں۔

دوم...... احمدی کہنے میں اس امر کا شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ نسبت سید الانبیاء ﷺ کے نام مبارک ''احمد'' کی طرف ہے جب کہ ایسا بالکل نہیں ہے۔

سوم...... آج سے بہت پہلے لفظ ''احمدی'' امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے متوسلین کا مخصوص لقب رہ چکا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کے اکابر بطور شعار یہ لفظ اپنے نام کے ساتھ استعمال کیا کرتے تھے جیسے (شاہ) غلام علی احمدی اور (شاہ) احمد سعید احمدی وغیرہ ان حضرات کی مہروں میں یہ نسبت اسی طرح کندہ تھی اس لئے قادیانیوں کو احمدی کہنا گویا اکابر امت کے ایک امتیازی لقب کا غصب کرنا ہے۔ (صولت محمدیہ ص۲۰)

فرقہ غلمدیہ

اس فرقہ کا ایک مشہور نام مرزائی ہے لیکن یہ لوگ اس نام سے چڑتے ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ اس فرقہ کو ''جدید عیسائی'' کہا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا مقتدیٰ اپنے عیسیٰ ہونے کا مدعی تھا۔ لیکن حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اس فرقہ کو غلمدی کہا کرتے تھے۔ غلام احمد نام میں دو جز ہیں اور دونوں کی طرف نسبت اس نام میں آ گئی ہے۔ عربی قاعدہ کے مطابق بھی یہ طریق نسبت کثیر الاستعمال ہے۔ جیسے عبدالشمس سے عبشمی، عبدالدار سے عبدری اور عبدالقیس سے عبقسی وغیرہ علمی حلقوں میں یہ نام بہت مقبول ہوا تھا۔ حضرت مونگیریؒ نے بھی اس نام کو بہت پسند کیا تھا۔ چنانچہ ان کے متوسلین اس نام کو برابر اپنی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریروں میں استعمال کیا کرتے تھے۔ (صولت محمدیہ ص۲۱)

یہ پورا رسالہ چھیاسٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے اکثر و بیشتر مضامین وہی ہیں جو ''صحیفہ رنگون بر پیروان دجال زبون'' میں لکھے گئے ہیں۔ لہٰذا ان کی تکرار کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ ایسے رسائل اور کتابیں جو اب نایاب ہوتی جارہی ہیں۔ انہیں دوبارہ شائع کیا جائے تاکہ ان سے روشنی حاصل کرکے آنے والی نسلیں صحیح اور سیدھی راہ کو اختیار کرسکیں اور عقائد کی گمراہیوں سے خود بھی بچ سکیں اور دوسروں کو بھی بچاسکیں۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

[illegible]

ماہنامہ
شمس الاسلام بھیرہ

کادیان نمبر

◎

حضرت مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور مرزائیت کا تضاد

تکفیر اہل قبلہ اور لعن معیّن پر عالمانہ بحث

حضرت ارژنگ کا یہ مضمون اخبار زمیندار مورخہ ۱۹ / مارچ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا خلاصہ دوبارہ شمس الاسلام میں شائع کیا جاتا ہے۔ اس کی اشاعت سے انشاء اللہ بہت سے شکوک رفع ہو جائیں گے۔ اور جو لوگ مذہب کی قبا اوڑھ کر مسلمانوں کو مرزا کے دام میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ عام مسلمان ان کے مکائد سے بخوبی واقف ہو جائیں گے۔

وہ دجالی فتنہ اور انکار ختم نبوت جس کی پیش گوئی حضور مخبر صادق ﷺ سے تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ ایک بار پھر اٹھا اور ہند کے آغوش میں پلا۔ حکومت ہند کے سایہ میں روایتی پچاس الماریوں کی کیف آور معجون کھا کھا کر جوان ہوا اور بحکم کل شئی یرجع الیٰ اصلہ بھی یورپ کے ہوش ربا ہوٹلوں اور گاہے امریکہ کی دل ربا رقص گاہوں میں مصروف کار رہا۔ ہماری حیرت و تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب ہم اس کو یکا یک اس دور نا مسعود میں حکومت کے ایوانوں، عدالت کی قہرمان طاقتوں، پھر مساجد کے ممبروں، واعظوں کی طاقت لسانی اور شیریں مقالیوں، علماء کے جدال علمی، حضرات صوفیہ کے رین بسیروں کے دامن دراز میں پناہ گزیں ہوتا دیکھتے ہیں۔

دو گنا عذاب است جان مجنوں را

دوگنا مصیبت

مسلمانان ہند کان کھول کر اچھی طرح سن لیں کہ اس وقت یہ فتنہ دو حربوں سے مسلح ہو کر ھل من مبارز کا اعلان کر رہا ہے۔

۱...... حکومت وقت کی طاقت اس کی پشتیبان ہے۔

۲...... علماء و خواجگان کا علم و تصوف اس کا حوصلہ افزاء اور اس کے لئے راستہ صاف کر رہا ہے۔

یہ حربہ بالکل نیا اور نہایت ہی خطرناک ہے۔ جنگ عظیم کے دوران میں اور اس کے بعد استعمار پسندوں کے لئے جس قدر یہ حربہ مفید ثابت ہوا ہے۔ اتنا ڈیڑھ فٹ دہانے کی توپیں بھی

EASY

کارگر ثابت نہیں ہوئیں۔ یہی وہ حربہ ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی تحریک کسی صورت میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ آج اس کے ذریعہ مرزائیت کی جڑوں کو سیراب کیا جارہا ہے۔ علماء اپنے زور علم اور فتاویٰ سے، خواجگان اپنے مکاشفات اور وجدانیات سے اس فتنہ کو برابر ہوا دے رہے ہیں۔ خدا کی شان بے نیازی بجز اس کے کیا کہا جائے۔

والشمس لولا انها محجوبة
عن ناظريك لما اضاء الفرقد

علماء وخواجگان کے ارشادات کا خلاصہ

غور کے بعد تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نئے حربہ کے تین حصے ہیں۔

۱...... یہ زمانہ باہمی اختلاف وفساد کا نہیں بلکہ اتحاد ویگانگت کا ہے۔ جب ہندو اچھوتوں کو اپنے ساتھ ملارہے ہیں تو مسلمانوں کے لئے افتراق باہمی کس طرح زیبا نہیں۔

مگر حیرت ہے کہ حضرت واعظ اور تقدس مآب زاہد یہی نکتہ مرزائیوں کو کیوں تلقین نہیں فرماتے۔ تمام رواداریاں صرف ہم پر کیوں ختم کردی جاتی ہیں۔ پھر یہی نکتہ حضرت صدیق اکبرؓ کو کیوں نہ سوجھا۔ صدیقؓ وفاروقؓ نے قیصر کے مقابلہ کے لئے مرتدین عرب، منکرین ختم رسالت سے اس نہایت ہی آڑے وقت میں کیوں سیاسی اتحاد نہ کیا۔ جب کہ حضورﷺ کی وفات کے باعث حضرت عثمان ذی النورینؓ جیسے اکابر صحابہ دریائے حیرت وسراسیمگی میں غوطے کھارہے تھے۔ نصوص شاہد ہیں۔ واقعات تاریخیہ گواہ ہیں کہ مسیلمہ اور قادیانی کو کلمہ گو قرار دیکر سیاسی اتحاد کی دعوت دینا قرن اول کی مقدس ترین جماعت (صحابہ کرامؓ) کے خلاف ووٹ آف سنشر (قرارداد مذمت) پاس کرنا ہے۔ جیسے آئندہ چل کر واضح ہوگا۔

۲...... اہل قبلہ کی تکفیر ناجائز ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ”اذاكان فى المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلى المفتى ان يميل اى ذالك الوجه“

﴿جب کوئی مسئلہ متعدد وجوہ سے کفر کا باعث ہو۔ مگر ایک وجہ کفر کی مانع بھی ہو تو مفتی کو چاہئے کہ صرف اسی ایک وجہ کو لے۔﴾ لیکن اسی عبارت کے بعد یہ بھی مذکور ہے: ”الا اذا صرح بارادة توجب الكفر فلا ينفعه التاويل“

﴿لیکن اگر کوئی شخص کھلم کھلا ایسے عقیدے کا اعلان کرے جو کفر صریح کا موجب ہو تو پھر وہ کفر سے بچ نہیں سکتا۔﴾

EASY

۳...... تکفیر شخص معین، لعن فرد خاص ناجائز ہے۔ حالانکہ سائرہ میں ہے۔

”ان ابا حنیفة: قال لجهم اخرج عنی یا کافره وفی التسعینية لابن تیمیه باسناد عن محمد قال قال ابو حنیفة لعن الله عمرو بن عبیده“

﴿امام اعظم ابوحنیفہ نے جہم بن صفوان، پیشوائے جہمیہ سے کہا او کافر! میرے گھر سے چلے جاؤ، امام ابن تیمیہ رسالہ تسعینیہ میں امام احمد سے ناقل ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: خدا عمرو بن عبید پر لعنت کرے۔

ذیل میں ہم ان پر سہ شبہات کا تفصیلی جواب لکھنا چاہتے ہیں اور یہی ہماری اس خامہ فرسائی کا مقصد ہے۔ وباللہ التوفیق

جواب شبہہ اول اور فتنہ مرزائیت کی تاریخ

اسلام میں سب سے پہلا فتنہ اور اس کے مکمل دستور العمل پر سب سے پہلا وار انکار ختم رسالت اور شرک فی النبوۃ سے شروع ہو کر اسود عنسی، مسیلمہ کذاب، طلیحہ اسدی، سجاح کے رنگ میں نمودار ہوا۔ اگر ختم المرسلین ﷺ کی تدبیر صائب اور حضور ﷺ کی پیش گوئیاں۔ صدیق اکبرؓ کی فراست ایمانی، خالد بن ولیدؓ کی شمشیر خارا شگاف بروئے کار نہ آئیں تو یہ فتنہ اپنے اندر لاکھوں طوفان اور کروڑوں آندھیاں پوشیدہ رکھتا تھا۔

اسود عنسی: فتنہ ادعاء نبوت، حضور سرور کائنات ﷺ کے آخری دور حیات میں نمودار ہوا۔ چنانچہ حضور جب ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے اور سفر کی تھکان کے باعث چند دن طبیعت علیل ہوئی۔ تو اسود نے اس کی اطلاع پا کر ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ بلاذری کی فتوح البلدان اور تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر میں ہے:۔

کہ: ”اسود عنسی کا ارتداد دور نبوت کا اولین ارتداد تھا۔ وہ مرتد اس لئے تھا کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ شخص کاہن اور شعبدہ باز تھا۔ عجیب و غریب کرشمے دکھاتا تھا۔ قوم عنس اور بعض دوسری اقوام نے اس کی نبوت کا اعتراف کیا۔ اسود نے اپنا نام رحمٰن یمن تجویز کیا تھا۔ جیسے مسیلمہ اپنے آپ کو رحمٰن یمامہ کہتا تھا۔ پہلے اسود نے نجران پر حملہ کیا۔ پھر اس کی تحریک آگ کی طرح طائف، بحرین، احساء عدی تک پھیل گئی۔“

ختم الانبیاء کا اسود کے ساتھ سلوک

”وجاء الی السکون والی من بالیمن من المسلمین کتاب النبی ﷺ

رهم بقتال الاسود مصادمة اوغیلة“

آنحضرت ﷺ نے قوم سکون اور مسلمانان یمن کو حکم

ے اسود کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کے لئے فیروز او

قت اسود کے گھر میں گھس کر اس کو قتل کر دیا۔ علی الصبح ہر سہ حضرات

یچے اس کے لشکر میں پھینک دیا اور بآواز بلند اذان دیتے ہوئے

رسول الله وان مهلة الاسود کذاب“

حضور علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ وحی ا

ذریعے اس کے قتل کی بشارت مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے انتقا

آخیر میں پہنچی۔ قتل اسود صدیق اکبرؓ کے لئے پہلی بشارت تھی۔

طلیحہ اسدی

تاریخ طبری اور کامل میں ہے:”وکان طلیحة

یقول ان جبریل یاتینی ولیسجع للناس الاکاذی

نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ طلیحہ کہا کرتا تھا کہ میرے پاس جرائیل

کے سامنے جھوٹی مگر مسجع عبارتیں پیش کیں۔﴾

اس کے گروہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو پیغام بھ

ہیں مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اس پر صدیقؓ نے فرمایا کہ بخدا ا

بھی روکیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

صدیقؓ اور طلیحہ

طاقت کے مضبوط ہو جانے کے بعد طلیحہ نے م

بہت ہی کم وقفہ کے بعد بری طرح پسپا کر دیئے گئے۔ سلس

تھی۔ فتنہ طلیحہ کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس روز

”ذاالقصة“ تک مرتدین کا تعاقب کیا۔ کامل ابن اثیر م

عوده فی اربعین یوماً“

﴿حضرت صدیق اس مہم میں چالیس روز

لائے۔﴾

EASY

بامرهم بقتال الاسود مصادمة اوغيلة" بحوالہ سابقہ

آنحضرت ﷺ نے قوم سکون اور مسلمانان یمن کو حکم نامہ لکھا کہ جس طرح بھی بن پڑے اسود کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کے لئے فیروز اور ازدیہ اور قیس نے رات کے وقت اسود کے گھر میں گھس کر اس کو قتل کر دیا۔ علی الصبح ہر سہ حضرات نے سر کاٹ کر قلعہ کی دیوار کے نیچے اس کے لشکر میں پھینک دیا اور بآواز بلند اذان دیتے ہوئے یہ الفاظ کہے: "اشهد ان محمد رسول الله وان مهلة الاسود كذاب "

حضور علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ وحی اسی شب کو ہو گئی تھی مگر پیام بر کے ذریعے اس کے قتل کی بشارت مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ماہ ربیع الاول ۱۰ھ کے آخیر میں پہنچی۔ قتل اسود صدیق اکبرؓ کے لئے پہلی بشارت تھی۔

طلیحہ اسدی

تاریخ طبری اور کامل میں ہے: "وكان طليحة قد تنباء فى حياته ﷺ كان يقول ان جبريل ياتينى وليسجع للناس الاكاذيب" ﴿حضور کی حیات ہی میں طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ طلیحہ کہا کرتا تھا کہ میرے پاس جبرائیل وحی لایا کرتے ہیں۔ اس نے لوگوں کے سامنے جھوٹی مگر مسجع عبارتیں پیش کیں۔﴾

اس کے گروہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو پیغام بھیجا کہ ہم نماز کی فرضیت تسلیم کرتے ہیں مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اس پر صدیقؓ نے فرمایا کہ بخدا مال زکوٰۃ میں سے اگر اونٹ کا زانو بند بھی روکیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

صدیقؓ اور طلیحہ

طاقت کے مضبوط ہو جانے کے بعد طلیحہ نے مع فوج کے مدینہ پر شب خون مارا۔ لیکن بہت ہی کم وقفہ کے بعد بری طرح پسپا کر دیئے گئے۔ سلسلۂ ردت میں اسلامی فوج کی یہ پہلی فتح تھی۔ فتنۂ طلیحہ کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس روز صدیق اکبرؓ نے مع اسلامی لشکر کے مقام "ذاالقصة" تک مرتدین کا تعاقب کیا۔ کامل ابن اثیر میں ہے: "وكانت غزوة الصديق عوده فى اربعين يوماً"

﴿حضرت صدیق اس مہم میں چالیس روز تک مصروف رہ کر مدینہ واپس تشریف لائے۔﴾

خالدو طلیحہ

صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو فوج دے کر طلیحہ کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ مقام بزاخہ پر طرفین میں خون ریز جنگ ہوئی۔ عینیہ بن حصن مزاری نے (جو طلیحہ کا کمان دار اعظم تھا) طلیحہ سے بارہا دریافت کیا۔ کیا جبرائیل تمہارے پاس مژدۂ فتح نہیں لائے۔ طلیحہ عین جنگ میں وحی کا اسی طرح منتظر رہا جیسے قادیانی آسمانی منکوحہ کا۔ آخر مرتدین کو شکست فاش ہوئی۔ طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ بعد میں تائب ہو کر دوبارہ ختم المرسلین کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہوا۔ فتوح عراق۔ علی الخصوص نہاوند اور جلولا وغیرہ معرکوں میں اس نے اپنی مردانگی کے اسلامی جوہر پوری شان سے دکھائے۔

مسیلمہ کذاب

مسیلمہ کذاب ۱۰ھ میں وفد بنی حنیفہ کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ سے کہنے لگا: ”ان شئت اخلنالك الامرو بايعناك على انه لنا بعدك فقال رسول الله لاولا نعمة عين ولكن الله قاتلك“ (فتوح البلدان از بلاذری)

﴿اگر آپ چاہیں تو ہم آپ ﷺ کی مزاحمت ترک کر کے آپ ﷺ سے اس شرط پر بیعت کر لیتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد مسند نبوت پر ہمارا قبضہ ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ البتہ خدائی لشکر تم سے برسرپیکار ہوں گے۔﴾

دعویٰ نبوت

وفد مذکور واپس گیا۔ حجۃ الوداع کے بعد حضور ﷺ کی ناسازی طبیعت سن کر مسیلمہ نے موقع کو غنیمت سمجھا اور نبوت کا اعلان کر دیا۔ بلاذری، طبریٰ، کامل میں ہے کہ مسیلمہ جب سفر مدینہ یمامہ واپس آیا تو مرتد ہو کر اس نے نبوت کا اعلان کر دیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ میں نبوت میں حضور ﷺ کا شریک ہوں۔ قرآن کا معارضہ کرتے ہوئے اس نے چند مسجع جملے بھی بطور وحی پیش۔ اپنے متبعین سے فرضیت نماز ساقط کر دی۔ شراب اور زناء کو حلال قرار دیا۔ بااین ہمہ وہ حضور ﷺ کی رسالت کا اعتراف کیا کرتا تھا۔ اس پر بنوحنیفہ نے خوشی کے مارے تالیاں بجائیں۔

مسیلمہ کا دعوت نامہ

قادیانی کی طرح مسیلمہ کو بھی تبلیغی نامہ و پیام کی سوجھی، حوصلہ بڑا پایا تھا۔ اس لئے خود

ات ﷺ کو ۱۰ھ میں دعوت نبوت کے بعد ذیل کی چٹھی لکھ
”من مسیلمة رسول الله الى محمد
ـ الارض ولقريش نصفها ولكن قريشاً قوم لا

﴿از مسیلمہ پیغمبر خدا بسوئے محمد رسول اللہ، واضح
ـ (کیونکہ میں نبوت میں آپ کا شریک ہوں) اور نصف
انصاف ہیں۔﴾

تم الانبیاء کا جواب

”فکتب اليه رسول الله ﷺ · بسم
رسول الله الى مسيلمة الكذاب اما بعد فان الا
يشاء والعاقبة للمتقين والسلام على من اتبع ا
﴿حضور ﷺ نے اس کے جواب میں لکھا از م
ہو کہ مملکت در حقیقت خدا تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں
آخری کامیابی صرف نیکوں کے لئے ہے۔ آخر میں تمام

دعوائے اسلام اور مسیلمہ

مذکورہ بالا واقعات سے ظاہر ہو چکا ہے کہ
نبوت کا معترف تھا۔ مگر ختم نبوت کا منکر ہو کر شرک
فرضیت کا قائل نہ تھا۔ مگر اس کے ہاں برابر اذان و
طبری اور کامل میں ہے: ”وكان الذى يوذن له
له حجير بن عميرة“
”مسیلمہ کذاب کا مؤذن عبداللہ بن نواح
قطعی بات ہے کہ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی
پر صحابہ کرامؓ نے ان سے جہاد کیا۔ حالانکہ مسیلمہ صر
تھا۔ ورنہ نہ تو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور نہ خلاف
میں (قادیانی کذاب کی طرح) یا خانہ ساز نبوت

سرور کائنات ﷺ کو ۱۰ھ میں دعوت نبوت کے بعد ذیل کی چٹھی لکھی۔

”من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله اما بعد فان لنا نصف الارض ولقریش نصفها ولکن قریشاً قوم لاینصفون“ (طبری وکامل وبلاذری)

﴿از مسیلمہ پیغمبر خدا بسوئے محمد رسول اللہ، واضح رہے کہ عرب کی نصف مملکت ہماری ہے۔ (کیونکہ میں نبوت میں آپ کا شریک ہوں) اور نصف قریش کی لیکن قریش بڑے بڑے بےانصاف ہیں۔﴾ (طبری وکامل بلاذری)

ختم الانبیاء کا جواب

”فکتب الیه رسول الله ﷺ. بسم الله الرحمن الرحیم من محمد رسول الله الی مسیلمة الکذاب اما بعد فان الارض لله یورثها من عباده من یشاء والعاقبة للمتقین والسلام علی من اتبع الهدی“ (بلاذری)

﴿حضور ﷺ نے اس کے جواب میں لکھا از محمد رسول اللہ بسوئے مسیلمہ کذاب واضح ہو کہ مملکت درحقیقت خدا تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ مگر آخری کامیابی صرف نیکوں کے لئے ہے۔ آخر میں تمام راہ راست پر چلنے والوں کو سلام۔﴾

دعوائے اسلام اور مسیلمہ

مذکورہ بالا واقعات سے ظاہر ہو چکا ہے کہ مسیلمہ کذاب حضور رسالت مآب ﷺ کی نبوت کا معترف تھا۔ مگر ختم نبوت کا منکر ہو کر شرک فی النبوۃ کا مدعی تھا۔ ہر چند کہ وہ نماز کی فرضیت کا قائل نہ تھا۔ مگر اس کے ہاں برابر اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا ہوا کرتی تھی۔ طبری اور کامل میں ہے: ”وکان الذی یوذن له عبدالله بن النواحة والذی یقیم له حجیر بن عمیرة“

”مسیلمہ کذاب کا مؤذن عبداللہ بن نواحہ اور اقامت کہنے والا حجیر بن عمیر تھا۔“

قطعی بات ہے کہ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ، سجاح کے ہم خیال مرتد تھے۔ اسی بناء پر صحابہ کرامؓ نے ان سے جہاد کیا۔ حالانکہ مسیلمہ صرف ختم نبوت کا منکر اور شرک فی النبوۃ کا قائل تھا۔ ورنہ نہ تو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور نہ خلاف توحید کوئی کتاب تصنیف کی بلکہ اس کے کلام میں (قادیانی کذاب کی طرح) یا خانہ ساز نبوت کا تذکرہ ہوتا رہا۔ یا چند فضول مگر مسجع فقرے۔

تا آنکہ اس کا مؤذن کہتا تھا (شہدان محمد و مسیلمہ رسول اللہ، قادیانی چونکہ زیادہ کائیاں واقع ہوا تھا) اس لئے اس نے نہایت سوچ بچار کے بعد کہا کہ میں تمام انبیاء کے کمالات کا مظہر ہوں۔ تا آنکہ

هر رسولے نهاں به پیر هنم

(درثمین فارسی ص ۱۷۳)

اور تا آنکہ

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد که مجتبیٰ باشد

(درثمین فارسی ص ۱۳۸)

بنابریں اس کو اذان اور اقامت میں اضافے کی ضرورت نہ ہوئی۔ یقین جانئے کہ اس شعر کے پیش نظر ہر قادیانی ’’اشهدان محمد رسول الله ‘‘ سے محمد عربی ﷺ شہ لولاک مراد نہیں لیتا بلکہ مرزائے غلام احمد قادیانی کو مراد لیتا ہے۔

مسیلمہ کا انجام

باوجود ان حالات کے صحابہ کرامؓ نے اس کذاب سے جہاد فرض سمجھا اور بے شمار قربانیاں دینے کے بعد حضرت وحشیؓ کے حربہ (خورد نیزہ) اور ایک انصاریؓ کی تلوار سے قتل ہوا۔ حضرت وحشیؓ عموماً کہا کرتے تھے کہ اگرچہ حالت کفر میں میں نے بزرگ ترین ہستی (حضرت سید الشہداء حمزہؓ) کو شہید کیا تھا تو حالت اسلام میں میں نے دنیا کے بدترین شخص اور خبیث کو بھی اس حربہ سے قتل کیا۔ امید ہے کہ کفارہ ہو جائے گا۔

ختم نبوت کا انکار ہر دور میں ارتداد ہے

مذکورہ بالا حقائق سے بداہتہً ثابت ہوتا ہے کہ صدر اول کے منکرین ختم نبوت اس لئے اور صرف اس لئے واجب القتل، مرتد، فریق محارب قرار دیئے گئے ہیں کہ وہ حضور ختم المرسلین ﷺ کے ساتھ شریک فی النبوۃ ہونے کے مدعی تھے۔ ورنہ وہ عام طور پر احکام الاسلامیہ کو تسلیم کرتے اور حسب استطاعت ان پر عمل درآمد رکھتے تھے۔ ختم نبوت کے انکار کی تحریک مختلف ادوار میں مختلف نام بدلتی رہی۔ کبھی اس کو اسود عنسی، مسیلمہ، طلیحہ کی قیادت نصیب ہوئی اور آج اس کی زمام قیادت مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ میں ہے۔ گو اس وقت صدیقؓ و فاروقؓ و خالدؓ کے

بجائے پچاس الماریوں والی حکومت قائم ہے اور متنبی قادیان اس کو ظل اللہ کہہ کر من مانی مرادیں حاصل کر رہا ہے۔ مگر احکام شرعیہ بدل نہیں سکتے۔ آج بھی یہ جماعت شرعاً اس سلوک کی مستحق ہے جو اس سے دور صحابہ کرامؓ میں کیا گیا: ”فلن تجد لسنة الله تبديلا ولن تجد لسنة الله تحويل“

مسئلہ تکفیر اہل قبلہ

شبہ اول کے جواب میں جن صریح واقعات کا ذکر ہوا۔ ان کے سمجھ لینے سے اہل قبلہ کی تکفیر و عدم تکفیر کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ کی تاریخ

اہل قبلہ سے جہاد نہ کرنے کا مشورہ سب سے پہلے حضرت فاروق اعظمؓ نے اس وقت پیش کیا جب کہ حضرت صدیق اکبرؓ مرتدین سے برسر پیکار ہونے کو تیار ہو گئے تھے۔ صحیحین کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

حضورﷺ کے انتقال کے بعد جب صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے اور عرب کے مرتدین سے جہاد کرنے کے لئے آپ تیار ہوئے تو فاروقؓ نے صدیقؓ سے کہا کہ آپ ان سے کیونکر لڑ سکتے ہیں۔ جب حضورﷺ نے فرمایا ہے کہ ”لا الـه الا الله“ کہنے والے کا جان اور مال ہم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کے باطن کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ ہاں حقوق اسلام کے متعلق اس سے گرفت کی جا سکتی ہے۔ یہ سن کر ابو بکرؓ نے فرمایا۔ تو زکوٰۃ بھی حق مال ہے۔ پس جو شخص صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی فرضیت میں فرق کرے گا۔ میں اس سے ضرور جہاد کروں گا۔ بخدائے لایزال! اگر انہوں نے بکری کا ایک بچہ بھی روکا جو حضور کے عہد میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ فاروقؓ فرماتے ہیں کہ بس میں نے سمجھ لیا کہ صدیقؓ کو اس مسئلہ میں شرح صدر حاصل ہو چکا ہے۔ پس ان کی تلقین سے میں بھی حقیقت کو سمجھ گیا۔ (مشکوٰۃ)

نتیجہ

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ اہل قبلہ کو ضروریات دین کا انکار کفر و ارتداد اور اس کے انجام بد یعنی قتل سے بچا نہیں سکتا۔

تکفیر اہل قبلہ کی اصل

اس مبحث میں سب سے ضروری بات یہ ہے کہ مسئلہ مذکور کے اصلی الفاظ جو سلف سے منقول ہوئے ہیں۔ سامنے رکھے جائیں تا کہ مرتد زندیق اور عاصی کے درمیان مابہ الامتیاز قائم کیا جاسکے۔ شرح تحریر ابن ہمام مصنفہ ابن امیر الحاج ص ۳۱۸ میں بحوالہ منتقی مسئلہ مذکور حضرت امام اعظم سے بالفاظ ذیل منقول ہوا ہے۔ ”لا نکفر اهل القبلة بذنب “ علیٰ ہذا القیاس ”یواقیت “ میں یہ مسئلہ حضرت امام شافعیؒ سے بھی مذکورہ بالا الفاظ سے منقول ہوا ہے۔ غرض یہ مسئلہ سلف صالحین سے جہاں کہیں بھی منقول ہوا ہے۔ ”ذنب “ سے مقید ہے لیکن ملحدوں اور زندیقوں نے ان کو غلط رنگ میں پیش کر کے اپنے کفر والحاد کو چھپانا چاہا ہے۔

جملہ مذکورہ کا حل

جملۂ مذکور کی ساخت اور وضع صاف بتلا رہی ہے کہ یہ جملہ دراصل خوارج پھر معتزلہ کی تردید میں کہا گیا۔ ضروریات دین کے منکر اس سے مراد نہیں تھے۔ خوارج گنہگار کو کافر قرار دیتے ہیں اور بقول معتزلہ عاصی نہ مومن ہے نہ کافر۔ علامہ قونوی، حنفی شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۴۷ میں لکھتے ہیں: ”اس جملہ میں خوارج کی تردید ہے جو گناہ کے مرتکب کو (صغیرہ ہو یا کبیرہ) کافر کہتے ہیں اور بعض خوارج فقط کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اس جملہ میں معتزلہ کی بھی تردید ہے۔ جن کے ہاں مرتکب گناہ ایمان سے قطعاً محروم ہو جاتا ہے جس کی پاداش میں ابدالآباد تک جہنم میں رہے گا۔ گو کفر میں داخل بھی نہیں ہوتا۔“

۲...... شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ”نحن اذا قلنا اهل السنة متفقون على انه لا يكفر بالذنب فانما يريد به المعاصى كالزنا والشرب “ (ص ۱۲۱ کتاب الایمان) ﴿ہم جب یہ کہیں کہ اہل سنت گناہگار کو کافر نہیں کہتے تو اس سے ہماری مراد فقط عاصی ہوتا ہے جیسے بدکار اور شراب خور وغیرہ (ضروریات دین کا منکر مراد نہیں ہوتا)﴾

۳...... شرح فقہ اکبر بحث ایمان میں علامہ قونوی سے نقل ہے: ”ولم اجده لعله لاختلاف النسخ وفى قوله بذنب اشارة الى تكفير لفساد اعتقاده كفساد الاعتقاد المجسمة والمشبهة ونحوهم لان ذلك لا يسمى ذنبا والكلام فى الذنب “ ﴿لفظ ”ذنب“ میں ادھر اشارہ ہے کہ بدعقیدہ مثلاً تجسیم باری کا

قائل اس کو مخلوقات سے مشابہہ ماننے والا وغیرہ عقائد رکھنے والا کافر ہے کیونکہ بدعقیدگی کو اصطلاحاً ''ذنب'' نہیں کہتے۔﴾

واضح رہے کہ دور ردت میں مرتدین کے کئی گروہ تھے۔

۱...... قوم کندہ اور قوم تمیم صرف فرضیت زکوٰۃ کی منکر تھی۔ اس لئے مرتد قرار دی گئی۔

۲...... قوم حنیفہ اور قوم اسد کا ارتداد دو وجہ سے تھا۔ فرضیت[1] زکوٰۃ سے انکار اور مسیلمہ[2] طلیحہ کی نبوت کا اعتراف۔

۳...... قوم حنیفہ اس لئے بھی کہ وہ صبح اور مغرب کی نماز کی فرضیت کی منکر تھی۔ لہٰذا قوم حنیفہ سب سے بڑھ کر کافر تھی۔ (دور ردت میں مرتدین کے اصناف و انواع کی تحقیق و تفصیل جہاں تک مجھے علم ہے **معالم السنن خطابی** سے بڑھ کر کہیں نہیں۔ معالم حلب یا دمشق میں زیر طبع ہے۔

۴...... صحیح مذہب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے تمام ضروریات اسلام کا اعتراف لازم ہے۔ مثلاً حدوث عالم توحید باری تعالیٰ اس کا قدم اس کا عدل اور اس کی حکمت نفی تشبیہ، تعطیل تمام انبیاء علی الخصوص حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار، آپ ﷺ کی شریعت کے دوام کا عقیدہ (مرزا نے تو جہاد کو منسوخ قرار دیا) اور یہ اعتراف کہ آپ ﷺ کی تعلیم تمام تر صحیح ہے۔ قرآن تمام احکام شرعیہ کی اصل ہے۔ کعبہ رخ ہو کر نمازیں ادا کرنا فرض ہے۔ زکوٰۃ، حج فرض ہیں۔ الغرض جو شخص تمام ضروریات دین کا معترف ہو وہی مسلمان ہے۔

علامہ تفتازانی شرح مقاصد ص ۲۶۸ میں لکھتے ہیں: ''اہل قبلہ کی تکفیر و عدم تکفیر کے متعلق اختلاف علماء صرف ایسی صورت میں ہے کہ کوئی فرقہ یا فرد، حدوث عالم، حشر اجساد وغیرہ ضروریات دین کا تو قائل ہے مگر بعض دوسرے عقائد میں عامہ مسلمین سے اس کا اختلاف ہو۔ مثلاً صفات الٰہیہ کا مسئلہ خلق افعال کا نظریہ وغیرہ مسائل اختلافیہ جن میں باتفاق فریقین حق متعدد نہیں بلکہ واحد ہے۔ فقط ایسے فرقہ کی تکفیر و عدم تکفیر میں علماء کا اختلاف منقول ہوا ہے۔ ورنہ جو فرقہ یا فرد ضروریات دین کا منکر ہو جیسے قدم عالم کا معتقد ہو۔ یا قیامت یا خدا تعالیٰ کے علمی احاطے کا منکر ہو یا اسی نوع کا کوئی اور کفر اس سے سرزد ہو تو وہ باتفاق علماء کافر ہے۔ خواہ ہمہ عمر عبادت الٰہی میں صرف کرے۔''

شرح فقہ اکبر میں ہے: ''اہل قبلہ'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین مثلاً حدوث عالم، حشر اجساد، خدا تعالیٰ کے احاطہ علمی اسی نوع کے دوسرے اہم مسائل کے معترف ہوں۔ بنا

EASY

بریں جو شخص ہمہ عمر عبادت الٰہی میں صرف کردے۔ گمراہی کا عقیدہ یہ ہو کہ عالم قدیم ہے قیامت نہیں آئے گی۔ خدا تعالیٰ جزئیات کو نہیں جانتا۔ یہ شخص اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ سے نہیں۔ رہا اہل سنت کا یہ قول کہ ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ افعال کفر (مثلاً سجدہ صنم) کا مرتکب ہو۔ علامات کفر اس سے ظاہر نہ ہوں۔ (جیسے زنار باندھنا)

علامہ عبدالعزیز فرہادی نبراس ص۲۵۷۲ میں لکھتے ہیں: ”اہل قبلہ متکلمین کی اصطلاح میں جو ضروریات دین یعنی دین کے بدیہی مشہور مسائل کے مقر ہوں۔ بنابریں جو شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہوگا۔ جیسے حدوث عالم یا قیامت یا خدا کے احاطہ علمی یا فرضیت صلوٰۃ وصوم کا منکر ہو۔ تو وہ اہل قبلہ میں داخل نہیں۔ اگرچہ زاہد مرتاض ہی ہو۔ علیٰ ہذا القیاس۔ جس شخص میں کفر کے علامات پائے جائیں۔ مثلاً سجدہ صنم یا کسی شرعی مسئلہ کا استخفاف کرے۔ وہ بھی اہل قبلہ سے نہیں۔ اہل سنت کا یہ مسئلہ کہ ”ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔“ اس سے مراد صرف یہ ہے کہ ہم عاصی کو، دین کے غیر ضروری نظری مسائل کے منکر کو کافر نہیں جانتے۔ یہ محققین کا مذہب اور عقیدہ اور تحقیق ہے۔“

فقہا اور اصولیین کی رائے

۱…… تحقیق شرح مسامی میں اور کشف الاسرار شرح اصول بزدوی ج۳ ص۲۳۸ میں ہے:

”وان غلافی هواه حتی وجب اکفاره به لا یعتبر خلافه ووفاته ایضاً لعدم دخوله فی مسمی الامة المشهد دلها بالصمة وان صلی الیٰ القبلة واعتقد نفسه مسلماً لان الامة لیست عبارت عن المصلین الیٰ القبلة بل عن المؤمنین وهو کافر وان کان لا یدری انه کافر“ ﴿اگر کسی متبدع کا غلو کفر کے درجہ تک پہنچ جائے تو اجماع امت کے مسئلہ میں داخل ہی نہیں۔ جس کے لئے آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ تمام کی تمام گمراہ نہ ہوگی۔ ہرچند کہ وہ قبلہ رخ ہوکر نمازیں پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان شمار کرتا ہو۔ یہ اس لئے کہ امت محمد یہ عبارت اس سے نہیں۔ کہ کوئی قبلہ رخ ہوکر نماز پڑھ لے۔ بلکہ امت مومنین کا نام ہے اور یہ شخص مومن نہیں بلکہ کافر ہے۔﴾

۲…… علامہ ابن عابدین رد المختار ص۳۷۷ میں لکھتے ہیں: ”لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کما فی شرح التحریر“ ﴿ضروریات دین کا منکر بالاتفاق کافر ہے۔ اگرچہ اہل

EASY

ہواور تمام عمر طاعات میں صرف کر دے۔ جیسے ابن امیر الحاج نے شرح تحریر میں لکھا ہے۔﴾

...... بحر الرائق سے رد المختار میں منقول ہے: ’’والحاصل ان المذهب عدم تكفير ـد من المخالفين فيما ليس من الاصول المعلومه ان الدين ضرورة‘‘ ﴿ہمارا ہب یہ ہے کہ مسلم اپنے کسی مخالف کو کافر نہیں کہتے جب تک کہ وہ ضروریات دین کا منکر نہ و۔﴾

۴...... خفاجی شرح شفاج ۴ص ۴۳۰ میں آئمہ مالکیہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’قال ابنا لقاسم وكذا سخنون فى من تنباء كالمرتد وقال الصبغ بن الفرج من زعم انه نبى فهو كالمرتد وقال اشهب فى يهودى زعم انه نبى اوقال ان بعد نبيكم نبى سياتى من الله بشريعة انه كالمرتد يستتاب والاقتل لانه مكذب النّبى ﷺ فى قوله لانبى بعدى‘‘ ﴿ابن قاسم سخنون اصبغ فرماتے ہیں کہ مدعی نبوت مرتد ہے۔ اشہب نے کہا اگر یہودی نبوت کا دعویٰ کرے یا یہ کہے کہ حضور کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا ہے تو وہ مرتد ہے اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے۔ اس لئے کہ انہوں نے حضور کے ارشاد لانبی بعدی کی تکذیب کی۔﴾

حضور خاتم الانبیاء الرسل ہیں اور اس کا منکر کافر ہے

امام ابو منصور عبد القادر بغدادی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف اصول الدین مطبوعہ استانبول میں فرماتے ہیں: ’’كل من اقر بنبوة بنبينا محمد ﷺ اقربانه خاتم الانبياء والرسل واقرّبتا بيد شريعت ومنع من نسخها وقال ان عيسىٰ عليه السلام اذا نزل من السماء ينزل بنصرة شبريعة الاسلام يحيىٰ ما احياه القرآن ويميت ماامثاته القرآن خلاف فرقة من الخوارج تصرف باليزيدية المنتبة الىٰ يزيد بن ابى انيسة فانهم زعموا ان الله يبعث فى اخر الزمان نبيا من العجم وينزل عليه كتاباً من السماء وينسخ ذالك الشرع شرع القران وقد نص القرآن محمداً ﷺ خاتم النّبيين وقد تواترت الاخبار عنه بقوله لانبى بعدى. ومن ردحجة القرآن والسنة فهو الكافر‘‘ (ج۱ص۱۶۲) ﴿ہر ایک مومن جس طرح آں حضرت ﷺ کی نبوت کا معترف ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کو ختم الانبیاء والرسل، آپ ﷺ کی شریعت کا دوام اور اس کا عدم نسخ بھی مانتا ہے۔ نیز یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت مسیح

علیہ السلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے تو شریعت اسلامیہ کی تائید کریں گے۔ ان ہی احکام کی دوبارہ اشاعت کریں گے۔ جو قرآن نے پیش کئے اور انہی امور سے روکیں گے جو قرآن نے ممنوع قرار دیئے۔ برخلاف فرقہ یزیدیہ کے (اتباع یزید بن ابی انیسۃ خارجی) ان کا عقیدہ ہے کہ آخر زمان میں خدا تعالیٰ عجم سے ایک نبی مبعوث فرمائے گا۔ (مرزا کے حق میں پیشین گوئی ہو رہی ہے۔) اس پر کتاب نازل ہوگی۔ اس کی شریعت شریعتِ قرآنی کی ناسخ ہوگی۔ حالانکہ قرآن نے صاف اعلان کیا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اس کے علاوہ ”لا نبی بعدی“ حضور ﷺ سے بہ تواتر مروی ہے۔ جو شخص قرآن اور حدیث کی تردید کرے وہ پکا کافر ہے۔﴿

زندیق اور مرتد میں فرق

شبہ ثانی کے جواب میں ہم سلف سے نقل کر آئے۔ کہ نصوص ختم نبوت کو اپنے ظاہر پر رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ ان میں ہر تاویل باطل ہوگی۔ جو ماؤل کو کفر سے بچا نہیں سکتی۔ مرزا اور اس کی امت کی تمام تر بنیاد تاویل پر ہے۔ مرزائی لٹریچر کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ یہ گروہ باب تاویل میں باطنیہ جیسے باطل پرست فرقہ سے بھی دو قدم آگے بڑھا ہوا ہے۔ (باطنیہ کی تسویلات وتاویلات کا مطالعہ کرنا ہو تو کتاب الفرق کو ص ۲۶۵ سے ص ۲۹۹ تک دیکھئے۔) اور یہ تاویلات سراسر زندقہ ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زندیق کا ترجمہ بھی سلف سے نقل کر دیا جائے تاکہ مرزائیہ کی حقیقت پورے طور پر سمجھ آسکے۔

۱...... علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں: ”الکافر ان اظہر الایمان خص باسم المنافق وان کفر بعد الاسلام خص باسم المرتد وان قال باالٰھین اواکثر خص باسم المشرك۔ وانکان متعدنیا وان کان مع اعترافہ بنبوۃ النّبی ﷺ واظہارہ شعائر الاسلام یطبن عقائد ھی کفر بالاتفاق خص باسم الزندیق“ ﴾کافر اگر بظاہر اسلام کا اقرار کرے تو وہ منافق ہے اور اگر کوئی شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے۔ تو وہ مرتد ہے اور اگر تعدد معبود کا قائل ہو تو مشرک ہے اور اگر حضور ﷺ کی نبوت کا اعتراف کرتے ہوئے شعائر اسلام کی پابندی بھی دکھائے لیکن ضروریات دین کے خلاف عقائد رکھتا ہو تو یہ زندیق ہے۔﴿

۲...... حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی مسویٰ شرح مؤطا ج ۲ ص ۱۰۹ میں زندیق کی حقیقت بالفاظ ذیل واضح کرتے ہیں۔ ”دین حق کا مخالف اگر سرے سے اس کا معتقد اور مقر ہی

نہیں۔ نہ ظاہراً نہ باطناً تو وہ کافر ہے اور اگر زبان سے اع
منافق ہے اور اگر بظاہر دین حق کا اعتراف کرے مگر بعض
کرے جو صحابہ، تابعین، اجماع امت کے برخلاف ہو
شخص شریعت میں زندیق ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ قرآن ح
اس قدر ہیں کہ انسان کو اچھے اخلاق سے وہاں گونہ سر
بداخلاق کو اس عالم میں گونہ ندامت ہوگی۔ فی الواقع
ہے۔“ (غرض زندیق سب کچھ مانتا ہے۔ مگر سب پر
دین کی صورت بحال رہتی ہے مگر حقیقت مسخ ہو جاتی ہے

”واضح رہے کہ تاویل دو قسم کی ہے۔
۱...... جو کسی نص قطعی اور حدیث صحیح اور اجماع ام
۲...... جو کسی نص قطعی سے ٹکرائے۔ ثانی الذکر
آنحضرت خاتم انبیاء ہیں۔ مگر اس کے معنی یہ ہیں ک
نبوت کا مفہوم (یعنی ایسا انسان جو خدا تعالیٰ کی طرف
الطاعۃ اور گناہوں سے معصوم اور غلطی سے مبرا ہو۔)
ہے۔ پس یہ شخص زندیق ہے جمہور فقہاء حنفیہ اور شافع

توبۂ زندیق

زندیق اور مرتد کی حقیقت میں فرق واضح
اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ منظور کر لی جائے گی۔ لیکن ز
اس کے باطن میں حیثیت پوشیدہ ہے۔ توبہ سے کیا
احکام القرآن ج ۱ ص ۵۳ میں۔ اور علامہ بدرالدین
ابویوسف قال ابو حنیفۃ اقتلو الزندیق س
اس لئے کہ اس کی توبہ کا پتہ لگانا مشکل ہے۔﴿ ”قال
والالتیتاب لان المسلم اذا ارتد بالحنا لم
ج ۱ ص ۱۵) ﴾مالک فرماتے ہیں اگر کوئی مسلمان جا
کرنا ضروری نہیں کیونکہ باطنی مرتد کی توبہ اظہار الاس

EASY

نہیں۔ نہ ظاہراً نہ باطناً تو وہ کافر ہے اور اگر زبان سے اعتراف کرے مگر دل میں کفر بھرا ہوا ہو تو یہ منافق ہے اور اگر بظاہر دین حق کا اعتراف کرے مگر بعض ضروریات دین کی ایسی من مانی تاویل کرے جو صحابہ، تابعین، اجماع امت کے برخلاف ہو۔ (جیسے مرزا محمود کا ترجمۂ نبوت) تو ایسا شخص شریعت میں زندیق ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ قرآن حق، جنت و جہنم حق، لیکن جنت کے معنی فقط اس قدر ہیں کہ انسان کو اچھے اخلاق سے وہاں گونہ سرور حاصل ہوگا اور جہنم سے مراد یہ ہے کہ بداخلاق کو اس عالم میں گونہ ندامت ہوگی۔ فی الواقع کوئی جنت و جہنم نہیں۔ ایسا شخص زندیق ہے۔" (غرض زندیق سب کچھ مانتا ہے۔ مگر سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔ یہ ہے زندقہ۔ اس میں دین کی صورت بحال رہتی ہے مگر حقیقت مسخ ہو جاتی ہے۔ یہ مرتد سے کئی گنا بدتر ہے۔)

"واضح رہے کہ تاویل دو قسم کی ہے۔

۱...... جو کسی نص قطعی اور حدیث صحیح اور اجماع امت کے مخالف نہ ہو۔

۲...... جو کسی نص قطعی سے ٹکرائے۔ ثانی الذکر زندقہ ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ بیشک آنحضرت خاتم انبیاء ہیں۔ مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد نبی کہلانا جائز ہے۔ رہا نبوت کا مفہوم (یعنی ایسا انسان جو خدا تعالیٰ کی طرف خلق خدا کو ہدایت کرنے آئے۔ واجب الطاعۃ اور گناہوں سے معصوم اور غلطی سے مبرا ہو۔) سو یہ آپ ﷺ کے بعد آئمہ دین میں موجود ہے۔ پس یہ شخص زندیق ہے۔ جمہور فقہاء حنفیہ اور شافعیہ کا اتفاق ہے کہ زندیق واجب القتل ہے۔"

توبۂ زندیق

زندیق اور مرتد کی حقیقت میں فرق واضح ہو چکا ہے۔ اس کے بعد احکام کا درجہ ہے۔ مرتد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ منظور کرلی جائے گی۔ لیکن زندیق کی توبہ کا اعتبار کریں تو کیونکر اس لئے کہ اس کے باطن میں حیثیت پوشیدہ ہے۔ توبہ سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ امام ابوبکر جصاص رازی تفسیر احکام القرآن ج۱ ص۵۳ میں۔ اور علامہ بدرالدین عینی حنفی عمدہ ص۲۱۳ میں لکھتے ہیں: "قال ابویوسف قال ابو حنیفة اقتلو الزندیق سرفان توبة لا تعْرف " ﴿زندیق کو قتل کردو اس لئے کہ اس کی توبہ کا پتہ لگانا مشکل ہے۔﴾ "قال مالك المسلم اذا تولی عمل السحر قتل والالتیتاب لان المسلم اذا ارتد بالحناً لم ثعرف توبته باظهاره الاسلام "(جصاص ج۱ ص۱۵) ﴿مالک فرماتے ہیں اگر کوئی مسلمان جادو کا عمل اختیار کرلے تو اس کی سزا قتل ہے تو یہ پیش کرنا ضروری نہیں کیونکہ باطنی مرتد کی توبہ اظہار الاسلام سے معلوم نہیں ہو سکتی۔﴾

جواب شبہ اور تکفیر معیّن

گزشتہ تمام تر تفصیلات شبہ ثانی کے جواب سے متعلق تھیں۔ رہا شبہ سوم کا جواب اوّل تو ہر دو شبہات کے جوابات کو مطالعہ کر لینے کے بعد اس کی لغویت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ابتدا میں بعض جزئیات نقل بھی کر دیئے گئے ہیں۔ یہاں ہم ایک جامع مانع قاعدہ اس مسئلہ کے متعلق لکھ کر مضمون کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ قاعدہ گو عبارت سابقہ سے صریحاً استنباط کیا جا سکتا ہے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنے مقصد کو سلف صالحین ہی کے الفاظ میں ادا کریں۔

علامہ محمود حنفی قونوی شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۴۸ میں لکھتے ہیں کہ: ”کسی معیّن شخص کی نسبت اگر مسلم سے دریافت کیا جاوے کہ آیا وہ (قیامت میں) سزایاب ہوگا؟ اور آیا وہ کافر ہے؟ تو اس کے متعلق واضح رہے کہ یہ بڑی بے انصافی ہے کہ کسی معیّن شخص کے متعلق ہم (خم ٹھوک کر) کہہ دیں کہ خدا تعالیٰ اس کو (آخرت میں) نہیں بخشے گا۔ اس پر رحم نہیں کرے گا۔ بلکہ اس کو مبران جہنم میں رکھے گا۔ کیونکہ اس قسم کا فیصلہ صرف اس شخص کے متعلق ہے جو کفر پر مر چکا ہو۔ (جیسے فرعون، ابوجہل، مسیلمہ)“

لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ ہمارا یہ توقف صرف آخرت کے متعلق ہے۔ رہا دنیاوی احتساب۔ علیٰھذا ہم اس کو اشاعت بدعت سے روکتے ہوئے سزا دیں گے اور اس سے کہیں گے کہ ان خیالات سے باز آ جا۔ اگر مان لے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

مزید برآں ہر دو شقیں بھی اسی وقت تک جب تک کوئی عقیدہ کفر صریح کو مستلزم نہ ہو ورنہ ہم ایسے خیالات کو کفر اور ان کے قائل اور معتقد کو کافر قرار دیں گے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص منافق و زندیق ہو جائے۔ بنابریں ہم اہل قبلہ میں سے منافق اور زندیق کو کافر کہیں گے۔ خواہ معیّن ہی کیوں نہ ہو۔“

موازنۂ نبوت

(مولانا حضرت شاکر صدیقی شاہ پور چھاونی)

جہاں میں جتنے رسول آئے خدا سے لیکر پیام وحدت　　ہر اک محل پر رہے ہیں جھڑتے دہن سے ان کے گل صداقت
دبے نہ باطل سے گرچہ آتش میں اس نے ان کو ہزار ڈالا　　کبھی بھی قول و عمل میں ان کے نہ ذرہ بھر بھی ہوا تفاوت
مجاز کہتا ہے جس کو عالم نہ تھا وہ ان کے لئے جہاں میں　　رہی ہیں ان کی نگاہیں اٹھتی مدام سوئے رُخِ حقیقت

حیات ان کی ممات ان کی رضاء حق کے رہی ہے تابع
خدا کی خاطر تھا بغض ان کو خدا کی خاطر تھی ان کو الفت
اٹھائے فاقے لڑائیں جانیں شکم پہ گو بندھ رہے تھے پتھر
خوشی تھی اس کی کہ کر رہے ہیں خدائے واحد ہی کی اطاعت
نہ پاس فوجیں نہ ملک و دولت اور اس پہ طرۂ کہ سب تھے دشمن
کوئی بتائے تو کس نبی نے خدائے آفل کی عبادت
مگر نبوت یہ قادیانی قسم خدا کی ہے وہ نبوت
رہے ہیں ہاتھوں میں جس کے پلتے ہوا و حرص دنیا و شہرت
نہیں غلامی کا طوق پہنا کسی نبی نے جہاں میں ہرگز
مگر یہاں تو جبین مرزا تھی وقف سنگ در حکومت
رقیب گائے ادھر مرے ہے ادھر نبی جی شکستہ دل سے
فراق جاناں میں خون کی صورت بہائیں آنکھوں سے اشک حسرت
گھڑی میں ماشہ گھڑی میں تولہ اور اس تلون پہ ہے یہ دعویٰ
کہ سو حسینوں سے بھی زیادہ ہے اس کے شیوہ میں استقامت
کہیں تو بنتے ہیں آپ عیسیٰ کہیں ہیں مہدی کہیں خدا ہیں
مسیلمہ کے مثیل ثانی کی خوں رولاتی ہے یہ جسارت
یہ کشتگان فریب مرزا خدا جتائے انہیں دعا ہے
جسے یہ آب حیات سمجھے وہ تھا سراب فریب و دولت
رہی ہے قدرت اسی کی عادی کرے وہ پیدا رسول امی
نہیں یہ شان نبی کے شایاں وہ سیکھے غیروں سے علم و حکمت
وہیں پیمبر ہے دفن ہوتا جہاں ملاقی ہو وہ قضا سے
ہمیں یہ نکتہ بتا رہی ہے رسول اکرم کی خود شریعت
یہی طریقہ زبان قدرت سے کہہ رہا ہے کہ ہے یہ کاذب
مزار اس کا قادیان میں تھی اس کی لاہور جائے رحلت
کسی نبی نے نہیں ہے اب تک وبا سے ہرگز وفات پائی
مگر جو ہیضے نے اس نبی کی بنائی درگت ہے درس
ہیں اس طرح کی ہزار باتیں جو پول کھولو تو ہو یہ روشن
کہ نور چمکا جو قادیان میں وہ تھا سراسر فریب ظ
جہاں میں طعنوں کے تیر کھا کر خدائی کی لعنت میں دب دبا کر
مرا یہ حسرت کی موت آخر لہو کے آنسو بہا بہا

(نوٹ: رسالہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ دسمبر ۱۹۳۳ء کے شمارہ جسے قادیان نمبر کا نام دیا گیا۔ اس کو احتساب قادیانیت جلد ۳ ص ۵۳۰ تا ۵۳۹ پر شائع کیا جا چکا ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔ مرتب!)

ازخواب گراں خیز!

از مولانا زہیر عاقل شاہی!

مسلمانو! اٹھو بیدار ہو خواب گراں کب تک
پڑے سوتے رہو گے بے خبر یوں خستہ جاں کب تک
رہے گا خفتگان بخت کا دیں پاسباں کب تک
یہی حالت رہی اپنی تو پھر نام و نشاں کب تک
کہو احساس بھی رکھتے ہو کچھ اپنی تباہی کا
نہیں کیا پاس کچھ تم کو محمدؐ کی غلامی کا

EASY

غلامان محمدؐ کو محمدؐ کا یہ فرماں ہے   کروحق کی اطاعت پیروی میری یہ ایماں ہے
صحابہؓ کی چلن سیکھو کہ اس میں نورِ ایقاں ہے   بچو ہر فتنہ تو سے کہ اس میں دیں کا نقصان ہے
مسلمانو! بہت فتنے جہاں میں رونما ہوں گے
نبوت کے بھی دعوے کرنے والے اشقیاء ہوں گے
خدا نے مجھ پہ کامل کردیا دین اور نعمت بھی   ہوا اسلام سے راضی ملی مجھ کو بشارت بھی
بنایا مجھ کو تاج الانبیاء ختم الرّسالت   بڑھایا رحمت العالمین سے شان ورفعت بھی
نبوت کے جو میرے بعد جتنے مدعی ہوں گے
وہ سارے مفتری، کذاب، دجال وشقی ہوں گے
رسول اللہ کا فرماں دنیا میں عیاں دیکھا   اٹھے مرتد زمانے میں نبوت کا کیا دعویٰ
کیا گمراہ لاکھوں کو مچایا شور وشر ہر جا   مسلمانوں میں اکثر کر گئے فتنے نئے برپا
نبی بن بن کے مرتد شورشیں دن رات کرتے تھے
وہ ابلیس لعیں کو بھی جہاں میں مات کرتے تھے
مگر کچھ اور ہی فتنہ ہے اک ابلیس ثانی کا   نہیں یہ صرف دشمن ہے مسیح آسمانی کا
ہے خوگر انبیاء کی شان میں بھی بدزبانی کا   زمانے میں ثبوت اچھا دیا گندہ لسانی کا
نہ شرم آئی اسے توہین سے خاتونِ جنت کی
نہ کیا کیا حضرت حسنینؓ کی اس نے اہانت کی
اور اس کا ہے دعویٰ رحمت العالمین ہوں میں   محمد ہوں میں احمد ہوں میں نورِ اوّلین ہوں میں
بشارت کی بناء پر پیشوائے مرسلین ہوں میں   شرف رکھتا ہوں میں نبیوں پہ شہ دنیا و دیں ہوں میں
محمد کی غلامی سے نکل کر جو بنے باغی!!!
غلام آقا کا جب ہمسر بنے کیوں کر نہ ہو طاغی
رسول پاکؐ کا ہمسر غلام قادیانی ہے   تعجب ہے کس کو قصد سیر آسمانی ہے
یہ بے باکی یہ گستاخی تباہی کی نشانی ہے   مسلمانوں کا ان فتنوں سے بچنا کامرانی ہے
یہ تبلیغ واشاعت کے بہانے ہم میں آتے ہیں
یہ رہزن دولت ایمان پہ ڈاکے ڈال جاتے ہیں

کر کبھی ہرگز مسلماں ہو نہیں سکتا   کہاں
بسوا کو حاصل نورِ ایماں ہو نہیں سکتا   مسلمانو
خبر تھی کس کو یہ ملعون فتنہ
یہاں بسوا گدک سے آکے
رسل بسویشور بسون گڈی آیا   صداقت
ہے حضرت یوسف سے برتر خود کو دکھلایا   حیا سو
نہ آئی شرم کچھ فرضی زلیخا
عزیز احباب کی توہین سے
بسویشور سے آج کل ہر ایک کو وحشت ہے   کہاں
خاص کو اس کے بہت شرم وندامت ہے   یہ
سنا بسویشور جی کے عجب
تحیر خیز جس کے تحت میں
کبھی ہے وحی ہم پے کے خزانے تجھ کو ملتے ہیں   کچھ
نشاط انگیز عشرت کے ٹھکانے تجھ کو ملتے ہیں   نہال
بشارت ہو تجھے تو لذت
تو تخت وتاج بھی پانا حکومت
عزیزو دیکھنا مرزائیوں کی یہ صداقت ہے
یہی تنظیم ہے تصویر تبلیغ واشاعت ہے
یہ دھوکے دے کر قریوں میں مبلغ
اشاعت کے فریب کر سے
گدک سے بن کے بسونا کوئی بنگلور آتا ہے
اشاعت کی نئی تحریک سے سکہ جماتا ہے
نوالا رنگ تھا دو چار پہ
ریاست میں مبلغ بن کے

EASY

نبی بن کر کبھی ہرگز مسلماں ہو نہیں سکتا   کہاں سودا نبوت کا جب انساں ہو نہیں سکتا
کبھی بسوا کو حاصل نور ایماں ہو نہیں سکتا   مسلمانوں سے اس کا مکر پنہاں ہو نہیں سکتا
خبر تھی کس کو یہ ملعون فتنہ جابجا ہوگا
یہاں بسوا گدک سے آکے قمر الانبیاء ہوگا
بنا فخر رسل بسویشور بسون گڈی آیا   صداقت کے لئے مرزا کی شیطانی وحی لایا
غضب ہے حضرت یوسف سے برتر خود کو دکھلایا   حیا سوز اپنے قصوں سے ذرا دل میں نہ شرمایا
نہ آئی شرم کچھ فرضی زلیخا کی کہانی سے
عزیز احباب کی توہین سے ایذا رسانی سے
سنا بسویشور سے آج کل ہر ایک کو وحشت ہے   کہ اس مامور کے طرز عمل سے سب کو حیرت ہے
مشیر خاص کو اس کے بہت شرم وندامت ہے   یہ تبلیغ واشاعت کا نتیجہ درس عبرت ہے
سنا بسویشور جی کے عجب الہام ہوتے ہیں
تحیر خیز جس کے تحت میں سب کام ہوتے ہیں
کبھی ہے وحی ہم پے کے خزانے تجھ کو ملتے ہیں   کچھ الہام ہے اچھے گھرانے تجھ کو ملتے ہیں
نشاط انگیز عشرت کے ٹھکانے تجھ کو ملتے ہیں   نہال آرزو میں آشیانے تجھ کو ملتے ہیں
بشارت ہو تجھے تو لذت دنیا اٹھانا ہے
تو تخت وتاج بھی پانا حکومت بھی بنانا ہے
عزیزو دیکھنا مرزائیوں کی یہ صداقت ہے   یہی ان حصہ داران نبوت کی حماقت ہے
یہی تنظیم ہے تصویر تبلیغ واشاعت ہے   یہی عملی نمونے ہیں یہی سرگرم خدمت ہے
یہ دھوکے دے کر قریوں میں مبلغ بن کے جاتے ہیں
اشاعت کے فریب مکر سے مرتد بناتے ہیں
گدک سے بن کے بسوا کوئی بنگلور آتا ہے   انوکھی چال سے بسون گڈی میں گھر بناتا ہے
اشاعت کی نئی تحریک سے سکہ جماتا ہے   بنا اک انجمن ماموریت کے گل کھلاتا ہے
نرالا رنگ تھا دو چار پر جب چل گیا جادو
ریاست میں مبلغ بن کے بس پھرنے لگا ہرسو

EASY

بہانہ کرکے ہندوقوم کے مسلم بنانے کا   نرالا ڈھنگ نکالا قریہ قریہ لوٹ کھانے کا
دیا موقع جوخودغرضوں نے اجلاسوں میں آنے کا   تعارف سے ملاقا بو اشاعت کے بہانے کا
نہیں ہندو کوئی مسلم بنا اس طرز حکمت سے
مسلماں ہوگئے مرتد مگر بسوا کی بیعت سے
مسلمانو! یہ مرزائی عجیب فتنے مچاتے ہیں   مسلمانوں میں یہ مرتد منافق بن کے آتے ہیں
فریب آموز باتوں پر مسلماں پھول جاتے ہیں   تو دام مکر میں سوطرح سے ان کو پھنساتے ہیں
مسلمانوں میں مل مل کر وہ اپنا کام کرتے ہیں
جو ان کا کام کرتے ہیں برا انجام کرتے ہیں
عزیزو! کیا یہی قومی حمیت کا تقاضا ہے   تمہارے دشمنان دین پر تم کو بھروسہ ہے
تمہیں غارت گراں دین وایماں سے مدارا ہے   تمہاری اس روش سے سب مسلمانوں کو دھوکا ہے
سب اپنی مجلسوں میں شوق سے ان کو بلاتے ہیں
عنایت سے تمہاری اور ہی وہ گل کھلاتے ہیں
یہ مار آستیں ہیں دوستو! خوب وخطر کیجو   زھیـــــر اب قوم کو اس فتنہ نو سے خبر کیجو
نہ کچھ تو ان کی تبلیغ واشاعت پر نظر کیجو   یہ دھوکہ ہے یہ دھوکہ ہے، بہت اس سے خدر کی جو
الٰہی اس شر دجال کو پامال کردینا
دلوں کو نعمت ایماں سے مالامال کردینا

ایک انوکھا رحمت للعالمین

مرزا قادیانی کا سیدالانبیاء علیہ السلام کا ہمسر بننا

ازابوالنور مولوی محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی!

یہ امر مثل روز روشن واضح رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور خاتم المرسلین ﷺ کو اس عالم میں تاج ”رحمت للعالمین“ پہنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن پاک میں صاف ارشاد ہے: ”وما ارسلنك الا رحمة للعالمین“ ﴿ہم نے آپ ﷺ کو تمام عالموں کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا۔﴾ چنانچہ حضرت رحمت للعالمین کے صدقہ میں رب العالمین نے مخلوق پر قسم قسم کے انعام واکرام فرمائے اور حضور ﷺ کی خاطر کافروں کو بھی باوجود ان کی درخواست عذاب کے عذاب دینے سے محفوظ رکھا۔

یہ امر بھی مثل نصف النہار روشن ہے کہ رحمت
ہیں۔ پروردگار نے رحمت للعالمین ہونا حضور علیہ السلام
ینہ ہی کو پہنایا گیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی
”رحمت رانسبت خاص است

امام جلال الدین سیوطیؒ نے حضور ﷺ کے
ہونا بھی شمار کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص۱۸۹،۱۹۰) امام
میں زیر تفسیر آیت ”تلك الرسل فضّلنا“ ”حضور علی
ہے۔ (تفسیر کبیر) امام عز الدین بن عبدالسلامؒ نے
للعالمین ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت لکھی ہے۔ (جواہ
وابن مردودیہ اور بزار ابویعلی بیہقی نے حضرت ابوہر
واقع معراج مفصل بیان ہوتے ہوئے حضور علیہ السلا
نے تمام انبیاء کے حمد کرچکنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد فر
خصائص ظاہر کرتے ہوئے اپنا رحمت للعالمین ہونا بھی
(دیکھئے

مختصر یہ کہ رحمت للعالمین بجز محمد رسول اللہ
کیا کہنے مرزا قادیانی کی جرأت اور دلیری کے۔ ک
جس کے غلام بنتے ہیں۔ اسی آقا کی مسند پر بیٹھنا چا
خاتم النبیین ﷺ کا ہمسر وہم پایہ بننے کی خاطر اپنی
نے مجھے بھی یہ الہام کیا ہے۔ ”وما ارسلنا الا ر

استغفر اللہ! کتنی جرأت اور بے خوفی
ہیں اور جس صفت سے کسی نبی کو بجز حضور ﷺ کے
وصف کا مالک بننا چاہتا ہے۔
مرزا قادیانی رحمت للعالمین بننے کو تو
بیٹھ گئے۔ (معاذ اللہ) مگر ہمیں دیکھنا تو یہ ہے کہ آ
ا

یہ امر بھی مثل نصف النہار روشن ہے کہ رحمت للعالمین بجز مصطفیٰ ﷺ کے اور کوئی ں۔ پروردگار نے رحمت للعالمین ہونا حضور علیہ السلام سے مخصوص فرمایا ہے۔ یہ تاج صرف شاہ ینہ ہی کو پہنایا گیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

”رحمت رانسبت خاص است باآں حضرت“

(مدارج النبوۃ ج۱ ص۱۴۸)

امام جلال الدین سیوطیؒ نے حضور ﷺ کے خصائص میں آپ ﷺ کا رحمت للعالمین ہونا بھی شمار کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص۱۸۹، ۱۹۰) امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں زیر تفسیر آیت ”تلك الرسل فضّلنا“ حضور علیہ السلام کا مخصوص بہ رحمت للعالمین ہونا لکھا ہے۔ (تفسیر کبیر) امام عز الدین بن عبدالسلامؒ نے بدایہ السول میں حضور علیہ السلام کا رحمت للعالمین ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت لکھی ہے۔ (جواہر البحار ج۱ ص۱۸۹) ابن جریر اور ابن ابی حاتم وابن مردودیہ اور بزار ابو یعلیٰ بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے ایک حدیث کا اخراج کیا جس میں واقع معراج مفصل بیان ہوتے ہوئے حضور علیہ السلام کا خدا کی حمد کرنا درج ہے۔ جو آپ ﷺ نے تمام انبیاء کے حمد کر چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد فرمائی۔ اس حمد میں حضور علیہ السلام نے اپنے خصائص ظاہر کرتے ہوئے اپنا رحمت للعالمین ہونا بھی اپنی خصوصیت بیان فرمائی۔

(دیکھئے شرح الشفاء ص۳۹۱، نیز خصائص کبریٰ ج۱ ص۱۷۳)

مختصر یہ کہ رحمت للعالمین بجز محمد رسول اللہ ﷺ کے نہ کوئی ہے نہ خدا نے کسی کو فرمایا مگر کیا کہنے مرزا قادیانی کی جرأت اور دلیری کے۔ کہ آپ بمصداق ”مان نہ مان میں تیرا مہمان“ جس کے غلام بنتے ہیں۔ اسی آقا کی مسند پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ یعنی آپ نے حضرت سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کا ہمسر وہم پایہ بننے کی خاطر اپنی کتاب حقیقت الوحی میں یہ الہام لکھ مارا کہ اللہ نے مجھے بھی یہ الہام کیا ہے۔ ”وما ارسلنا الا رحمت للعالمین“

(حقیقت الوحی ص۸۲، خزائن ج۲۲ ص۸۵)

استغفر اللہ! کتنی جرأت اور بے خوفی ہے جس خصوصیت کے مالک صرف آپ ﷺ ہیں اور جس صفت سے کسی نبی کو بجز حضور ﷺ کے موصوف نہیں کیا گیا۔ آج گستاخ قادیانی اس وصف کا مالک بننا چاہتا ہے۔

مرزا قادیانی رحمت للعالمین بننے کو تو بن گئے۔ حضور علیہ السلام کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کو تو بیٹھ گئے۔ (معاذ اللہ) مگر ہمیں دیکھنا تو یہ ہے کہ آپ دنیا کے لئے رحمت ثابت بھی ہوئے یا نہیں۔

آپ دنیا بھر کے لئے رحمت ثابت ہوئے یا عذاب۔ پس سنئے! کہ حضرت رحمت للعالمین ﷺ کے تاج رحمت کے تین کنارے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی رحمت کے تین پہلو ہیں۔

۱…… حضور ﷺ کی موجودگی میں کافروں کا عذاب دنیا سے محفوظ رہنا۔

۲…… حضور ﷺ کا کافروں کے حق میں بددعا نہ فرمانا اور ان کی اصلاح کی دعا فرمانا۔ باوجود یہ کہ کافروں کا آپ کو سخت سے سخت ایذائیں دینا اور باوجود صحابہؓ کا عرض کرنا کہ حضور ﷺ ان کے لئے بددعا فرمایئے۔

۳…… حضور کا ''احسن الناس خلقاً'' ہونا۔

اب ذرا حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی رحمت اور اس انوکھے رحمت للعالمین قادیانی کی رحمت کا موازنہ کیجئے۔

پہلا پہلو

کافروں نے کہا ''اللّٰھم ان کان ھذا ھو الحق من عندك فامطر علینا حجارۃ من السماء اوئتنا بعذاب الیم '' ﴿یعنی اے اللہ اگر یہ دین (محمدی) تیرے نزدیک سچا ہے اور ہم جھوٹے ہیں تو ہم پر آسمان پر سے پتھر برسا۔ یا دردناک عذاب لے آ۔﴾ اس آیت سے ظاہر ہے کہ کافروں نے خود عذاب کی درخواست کی۔ مگر ملاحظہ فرمایئے حضور ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ بجائے اس کے کہ کافروں پر عذاب نازل کرے۔ یوں فرماتا ہے: ''ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم '' ﴿اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں کرے گا دراں حالیکہ تو (یعنی رحمت للعالمین ﷺ) ان میں جلوہ گر ہے۔﴾ علامہ اسماعیل حقیؒ اس آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

''الرحمۃ والعذاب ضدان والضدان لا یجتمعان'' (روح البیان ج۱ص۸۴۰)

یعنی حضور علیہ السلام جب رحمت ہیں تو عذاب اور رحمت دونوں ضدیں ہیں اور دو ضدیں آپس میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ آیت زیر بحث ''وما ارسلناك الا رحمت للعالمین '' کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ''ھو عام فی حق من آمن ومن لم یؤمن فمن آمن ھو رحمۃ فی الدنیا والآخرۃ ولم یؤمن فھو رحمۃ لہ فی الدنیا بتاخیر العذاب عنہ'' (خازن ج۳ص۲۷۹)

﴿یعنی حضور ﷺ کی رحمت مومن اور کافر کے لئے عام ہے۔ مومن کے لئے تو حضور ﷺ دنیا وآخرت میں رحمت ہیں اور کافر کے لئے صرف دنیا میں اس سے عذاب دنیا مؤخر

ہو جانے سے رحمت ہیں۔ ﴾ علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں: ”ھو رحمة للمؤمنين فى الدارين وللكافرين فى الدنيا بتاخير العقوبة فيها “ (مدارک ص۹۹ ۲۷برحاشیہ خازن) ﴿یعنی حضور ﷺ مومنوں کے لئے ہر دو جہان میں رحمت ہیں اور کافروں کے لئے ان سے عذاب دنیا مؤخر ہو جانے سے صرف دنیا میں رحمت ہیں۔ ﴾

مختصر یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے رحمت اللعالمین ہونے کے صدقہ میں کافروں نے بھی عذاب دنیوی سے امن پایا اور کیوں نہ پاتے۔ جب کہ حضور رحمت للعالمین ہیں اور عالمین میں کافر بھی شامل ہیں۔ وہ مردود ہستیاں جو بندر اور سؤر بن جانے کے لائق تھیں اور جو عذاب استیصال اور عذاب خسف ومسخ میں مبتلا ہو جانے کی مستحق تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مدنی رحمت للعالمین کے صدقہ میں ہر بلا سے محفوظ رکھا۔

ہاں۔ اب ذرا مرزا قادیانی کی رحمت کے اس پہلو پر نظر ڈالئے:

مرزا قادیانی کی رحمت کا یہ پہلو

مرزا قادیانی آتے ہی سناتے ہیں: ”الامراض تشاع والنفوس تضاع۔ ملک میں بیماریاں پھیلیں گی اور بہت جانیں ضائع ہوں گی۔“ (حقیقت الوحی ص۹۴، خزائن ج۲۲ ص۹۷)

”پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی اور ہر ایک مقام طاعون سے آلودہ ہو جائے گا اور بہت مری پڑے گی اور ہزار ہا لوگ طاعون کا شکار ہو کر مر جائیں گے اور کئی گاؤں ویران ہو جائیں گے۔“ (حقیقت الوحی ص۲۲۰، خزائن ج۲۲ ص۲۳۰)

”یاد رہے خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشین گوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیاء کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے چرند پرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس قدر تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔“

(حقیقت الوحی ص۲۵۶، خزائن ج۲۲ ص۲۶۸)

”میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے مخفی جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔“ (حقیقت الوحی ص۲۵۶، خزائن ج۲۲ ص۲۶۸)

’’نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔‘‘
(حقیقت الوحی ص ۲۵۷، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۹)

دوسرا پہلو

صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ: ’’ادع علی المشرکین‘‘ حضور ﷺ مشرکین کے حق میں بددعا فرمائیے۔ رحمت للعالمین نے فرمایا: ’’انی لم ابعث لعّانا وانما بعثت رحمة ‘‘(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۱) میں لعنت اور بددعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ قریش نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی تو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی:

’’ان الله عزوجل قد سمع قول قومك لك وما ردّوا عليك وقد بعث اليك ملك الجبال لتامرهٗ بما شئت فيهم قال فنادانى ملك الجبال وسلّم علىّ ثم قال يا محمد ان لله قد سمع قول قومك لك وانا ملك الجبال وقد بعثنى ربك اليك لتامرنى بامرك فما شئت ان شئت اطبقت عليهم الاخشبين فقال له رسول الله ﷺ بل ارجوان يخرج الله تعالىٰ من اصلابهم من يعبد الله وحده لايشرك به شيئا‘‘
(مسلم شریف ج ۲ ص ۱۰۹)

﴿الله تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کو جو کچھ کہا اور جو جواب دیا، سنا اس نے آپ ﷺ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے۔ تاکہ جو کچھ آپ ان مشرکین کے حق میں چاہیں۔ اس کو حکم کریں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے نداء کی اور مجھ پر سلام بھیجا اور عرض کی کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپ مجھے اپنے امر سے حکم فرمائیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اخشبین (پہاڑ ابوقبیس اور جو اس کے مقابلہ میں ہے۔ دونوں بڑے بڑے پہاڑوں کو) ان مشرکین پر ڈال دوں۔ رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا بلکہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیٹھوں سے ان کو پیدا فرمائے۔ جو ایک اللہ کی عبادت کریں اور جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔﴾

جنگ احد میں جب مشرکین نے حضور ﷺ کو بے حد اذیت پہنچائی تو بجائے اس کے کہ آپ ﷺ ان کے حق میں بددعا فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ چہرہ انور سے خون مبارک پونچھتے جاتے اور فرماتے: ’’رب اغفر قومی فانهم لا يعلمون ‘‘(مسلم

EASY

شریف ص ۱۰۸، ۲۹۰) ﴿اے میرے رب میری قوم کو بخش، وہ جانتے نہیں۔﴾

بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے کہ جنگ احد میں جب حضور ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا۔ اور جب آپ ﷺ کا چہرہ منور زخمی کیا گیا تو صحابہؓ پر بہت شاق گزرا اور عرض کی ”لو دعوت علیہم “ ﴿حضور ﷺ! آپ ان کے حق میں بددعا فرمایئے۔﴾ فرمایا: ”انّی لم ابعث لعّانا ولکن بعثت داعیاً رحمة اللّٰھم اھد قومی فانھم لایعلمون “ (شرح الشفاء ص ۲۷۷) ﴿میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا لیکن رحمت اور اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں ہیں۔﴾

حضرت عمرؓ نے ایک بار حضور ﷺ سے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ لقد دعا نوح علی قومه فقال رب لا تذر علی الارض الایته ولو دعوت علینا مثلها لهلکنا من عند آخرنا قد وطئی ظهرك وادمی وجهك وکسرت رباعیتك فابیت ان تقول الاخیرا “ (شرح الشفاء علی القاری ص ۲۳۸) ﴿یا رسول اللہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے حق میں بددعا فرمائی اور کہا: رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیّارا۔ حضور! اگر آپ بھی اسی طرح ہم پر بددعا فرما دیتے تو ہماری توبیخ کنی ہو جاتی۔ آپ ﷺ کی پیٹھ دبائی گئی۔ حضور کا چہرہ انور خون آلود کیا گیا۔ حضور ﷺ کا دانت شہید کیا گیا مگر پھر بھی آپ ﷺ نے سوائے خیر کے اور کچھ نہیں فرمایا اور یہی فرمایا: اللّٰھم اھد قومی فانھم لایعلمون﴾

ابن منکدر نے روایت کی کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کے خدمت میں یہ عرض کی: ”ان اللہ امر السماء والارض والجبال ان تطیعك فمرها بماشئت فقال اوخّر عن امتی الذی استحقوه بکفرهم تعلّ اللہ ای یتوب علیهم “ ﴿اللہ نے زمین اور پہاڑوں کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں۔ پس آپ ﷺ جو چاہیں حکم فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنی اس امت سے جو اپنے کفر کے سبب سے عذاب کی مستحق ہو چکی۔ عذاب کو مؤخر کرتا ہوں۔ شاید انہیں ایمان کی توفیق مل جائے۔﴾ (شرح الشفاء ص ۲۸۰)

ہاں اب ذرا انوکھے رحمت للعالمین قادیانی صاحب کی رحمت کا یہ پہلو ملاحظہ ہو۔

مرزا قادیانی کی رحمت کا یہ پہلو

۱…… ”وخذ رب من عادی الصلاح ومفسدا۔ ونزل علیه الزجر حقا

ودمّر۔ وفرخ کروبی یا کریمی ونجّنی۔ ومزق خصیمی یا الٰهی وغفر۔ ترجمہ جو مرزا نے خود کیا: اے میرے خدا جو شخص نیک راہ اور نیک کام کا دشمن ہے اور فساد کرتا ہے اس کو پکڑ اور اس پر طاعون کا عذاب نازل کر اور اس کو ہلاک کر اور میری بے قراریاں دور کر اور مجھے غموں سے نجات دے۔ اے میرے کریم اور میرے دشمن کو ٹکڑے ٹکڑے کر اور خاک میں ملا دے۔"

(سرالخلافہ ص ۶۲، خزائن ج ۸ ص ۳۹۱، نیز حقیقت الوحی ص ۲۲۴، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۵)

۲...... "میں نے طاعون پھیلنے کی دعا کی ہے سو وہ دعا قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیل گئی"

(حقیقت الوحی ص ۲۲۴، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۵)

۳...... "اور پھر مذکورہ بالا دعائیں جو دشمنوں کی سخت ایذا کے بعد کی گئیں۔"

(حقیقت الوحی ص ۲۲۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۶)

۴...... "اور جب فسق ہلاک کرنے والا حد سے بڑھ گیا تو میں نے آرزو کی کہ اب ہلاک کرنے والی طاعون چاہئے۔" (حقیقت الوحی ص ۲۲۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۶)

۵...... "میرے مالک تو ان کو خود سمجھا۔ آسمان سے پھر ایک نشانی دکھلا۔ اس دعا کا ماحصل یہ ہے کہ نشان کے طور پر کوئی اور بلا آریوں پر نازل ہو۔"

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۶۰۸)

۶...... "میں نے کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت ہو۔ تو ملعون کے سبب سے ملعون ہوگئی۔" (اعجاز احمدی ص ۷۵، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸)

۷...... "وہ شریر جو گالیاں دینے سے باز نہیں آتا اور ٹھٹھا کرنے سے نہیں رکتا اور توہین کی عادت نہیں چھوڑتا اور ایک مجلس میں میرے نشانوں سے انکار کرتا ہے اس کو چاہئے کہ میعاد مقررہ میں اس نشان کی نظیر پیش کرے ورنہ ہمیشہ کے لئے اور دنیا کے انقطاع تک مفصلہ ذیل لعنتیں اس پر آسمان سے پڑتی رہیں گی اور وہ لعنتیں یہ ہیں: لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت" تلك عشرة كامله! (اعجاز احمدی ص ۳۸، خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۹)

ناظرین! ذرا اس انوکھے رحمت للعالمین کی حرکت دیکھئے۔ لعنت تقسیم کر رہے ہیں اور پھر کس مزے سے نقشے کھینچ کھینچ کر اور پھر رحمت للعالمین کی رحمت کا تقاضا ملاحظہ ہو۔ لعنت تقسیم کرتے وقت آیت قرآنیہ تلک عشرۃ کاملۃ کو مدنظر رکھتے ہوئے دس ۱۰ بار لعنت ارسال فرمائی ہیں۔

مرزائیو! تمہارے اس انوکھے رحمت للعالمین کی ان لعنتوں کے ماتحت آیت قرآن کیا ہی زیب دے رہی ہے؟

عیمی یا الٰهی وغفر۔ ترجمہ جو
ا دشمن ہے اور فساد کرتا ہے اس کو پکڑ
ں بے قراریاں دور کر اور مجھے غموں
ے کر اور خاک میں ملا دے۔“

ت الوحی ص ۲۳۴، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۵)
ہو کر ملک میں طاعون پھیل گئی“

الوحی ص ۲۳۴، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۵)
ے بعد کی گئیں۔“

لوحی ص ۲۳۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۶)
میں نے آرزو کی کہ اب ہلاک

ص ۲۳۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۶)
ر ایک نشانی دکھلا۔ اس دعا کا
“

ی ص ۱۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۶۰۸)
تو ملعون کے سبب سے ملعون

ی ص ۷۵، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸)
نے سے نہیں رکتا اور توہین کی
ے اس کو چاہئے کہ میعاد مقررہ
ع تک مفصلہ ذیل لعنتیں اس
لعنت، لعنت، لعنت، لعنت،

ص ۳۸، خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۹)
نت تقسیم کر رہے ہیں اور پھر
ملاحظہ ہو۔ لعنت تقسیم کرتے
سال فرمائی ہیں۔
کے ماتحت آیت قرآن کیا

را پہلو

حضور سید المرسلین ﷺ کے اخلاق سے کون واقف نہیں۔ آپ ﷺ کے اخلاق حمیدہ کے
ر خود قائل تھے۔ حضور رحمت للعالمین ﷺ کی عادت میں داخل تھا کہ نرمی سے گفتگو فرمانا، کسی کو
اش اور دل آزار جملہ نہ فرمانا، کسی کو گالی نہ دینا، چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے دس
ں حضور ﷺ کی خدمت کی۔ حضور ﷺ نے مجھے کبھی ”اُف“ بھی نہیں کہا۔“ (مشکوٰۃ ص ۵۱۰)

نیز فرمایا: ”کان رسول اللہ ﷺ من احسن الناس خلقا“ (مشکوٰۃ ص ۵۱۰)
﴿حضور تمام مخلوق سے بہتر خلیق تھے۔﴾ اور فرمایا: ”لم یکن رسول اللہ ﷺ فاحشا ولا
لعانا ولا سبابا“ (مشکوٰۃ ص ۵۱۱) ﴿حضور فحش گو اور لعنت کرنے والے اور گالی دینے والے نہ
تھے۔﴾ الغرض حضور علیہ السلام کے اخلاق نہایت پاکیزہ اور محمودہ تھے۔ اسے ہر کوئی جانتا ہے۔
اب ذرا آپ ﷺ انوکھے رحمت للعالمین کی رحمت کا یہ پہلو بھی ملاحظہ فرمالیں۔

مرزا قادیانی کی رحمت کا یہ پہلو

مرزا قادیانی پرلے درجہ کے فحش گو لعان تھے۔ آپ کی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ آپ کی کتابیں مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ گالی دینے اور دلخراش جملات، دل آزار کلمات استعمال کرنے میں بڑے ماہر تھے۔ ہمیں یہاں اتنا لمبا بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ اس وقت ہم مرزا قادیانی ہی کی ایک نظم کے دو شعر یہاں لکھ دیتے ہیں جن میں مرزا قادیانی نے اپنے اخلاق کا صحیح فوٹو کھینچ دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

نطقی کسیف قاطع یردی العدا
قولی کعالیة القنا او لهذم
کم من قلوب قد شققت غلافها
کم من صدور قد کلمت واکلم

(حقیقت الوحی ص ۳۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۳۶۳)

ترجمہ جو مرزا قادیانی نے خود کیا ہے: ”میرا نطق تلوار کاٹنے والی کی مانند ہے جو دشمن کو ہلاک کرتی ہے۔ بات میری نیزہ کی نوک کی طرح یا لہذم کی طرح ہے۔ بہت دل ہیں جن کے غلاف میں نے پھاڑ دیئے۔ بہت سینے ہیں جو میں نے مجروح کئے اور کرتا ہوں۔“

فقط!

عریانی حقائق

از جناب غلام دستگیر خان صاحب بیخود جالندھری!

گزشتہ ماہ میرے ایک دوست کے ہاں ٹی پارٹی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وقت مشرقی ہوگا۔ یعنی دعوت ہوتی ہے دس بجے کی۔ اور بمشکل لوگ پہنچتے ہیں بارہ بجے۔ انتظام بھی دیئے ہوئے وقت سے ایک گھنٹہ بعد تک ٹھیک نہیں ہوتا۔ اسی خیال سے میں ذرا دیر سے پہنچا۔ رائج الوقت فیشن کے مطابق چند ایک فقرے ٹکسالی تہذیب کے جن میں کسی کو خط کا جواب نہ دینے یا کسی جگہ دیر سے پہنچنے کی شرمندگی کو عدیم الفرصتی کے سیاہ نقاب میں چھپایا جاتا ہے۔ کہہ کر میں بھی ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ٹی پارٹی کیا تھی۔ اچھی خاصی فرقہ پارٹی تھی جس میں ایک صاحب مرزائی تھے، ایک شیعہ، ایک وہابی اور ایک آریہ۔ چند ایک رند مزاج، کچھ زاہد تر، کچھ زاہد خشک اور چند نئے تعلیم یافتہ، تبادلہ خیالات ہو رہا تھا اور ہوتا رہا۔ مجھے ان سب فرقوں کے نمائندوں سے الجھنا پڑا۔ اور سب سے پہلے مرزائی صاحب سے۔

صحبت امروزہ میں ان ہی کا ذکر خیر کرتا ہوں۔ تاکہ یہ مضمون مرزا نمبر میں شائع ہو سکے۔ آئندہ سب کا فرداً فرداً آئینہ خیال لے کر حاضر ہوں گا۔ انشاء اللہ! حتی الامکان میں اختصار کے ساتھ پورا مفہوم ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔

مرزائی صاحب مشنری رنگ میں فرما رہے تھے۔ صاحبان! ایک نجات دہندہ دنیا میں آیا لیکن دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ اس نے اسلام کی عزت کو اس زمانے میں بچایا۔ آریوں کو جواب دیئے۔ عیسائیوں کو ساکت کیا۔ سب دین والوں پر الزام رکھا۔"

میں: اور مسلمانوں کو کافر بنایا۔

مرزائی: مسلمان تو خود کافر بنے۔ انسان خود کافر بنتا ہے۔ کسی کے بنائے نہیں بنتا۔ آپ لوگ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے نہ مانیں۔ مجدد تو مان لیں۔ اس میں تو کوئی حرج نہیں۔

چودھری صاحب: یہ کیا؟ میں نہیں سمجھا۔ نبوت سے انکار اور مجددیت کا اقرار۔ کفر تو پھر قائم رہا۔

مرزائی: اس سے ہٹے کٹے کافر نہیں رہو گے۔

چودھری صاحب: کافر تو پھر بھی رہے۔ تھرڈ کلاس ہی سہی۔ آدھے تیتر آدھے بٹیر۔

میں: احمدی صاحب! آپ اس بات سے مرزا قادیانی کی توہین کرتے ہیں۔ وہ تو دعویٰ کرتے ہیں نبوت کا۔ اور آپ کہتے ہیں مجدد ہی مان لو۔

مرزائی: ان کا دعویٰ نبوت کا تھا بھی اور نہیں بھی۔

میں: یعنی مثبت (+) اور منفی (-) ملکر برابر ہوا صفر کے۔ ایک وقت میں ایک چیز موجود بھی ہے اور معدوم بھی۔ خندۂ نور بھی ہے۔ ظلمت کی سیاہی بھی۔

مرزائی: میرا کہنا یہ ہے کہ آپ مطلق انکار نہ کریں۔ کچھ تو مانیں۔ وگرنہ میں تو ان کو نبی ہی مانتا ہوں۔

میں: آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ آپ ان کو اضافی نبی مانتے ہیں یا سادہ نبی۔

مرزائی: اس کا مطلب؟

میں: لاہوری پارٹی کی طرح ظلی اور بروزی نبی مانتے ہیں یا صرف نبی؟

مرزائی: مستقل نبی بھی اور ظلی بھی۔

میں: میں ظلی اور بروزی کے جھگڑے میں پڑ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اور نہ بحث کو طول دینا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بہ فرض محال یہ مان لیا جائے کہ باب نبوت قیامت تک کھلا ہے تو پھر مرزا قادیانی نبی کیسے ہوگئے۔ ان کے کردار، ان کے افعال اور ان کے اعمال سے آپ کو نبی تو بعد میں سہی پہلے مسلمان اور مومن تو ثابت کیجئے۔

مرزائی: وہ کیسے؟

میں: ایسے کہ قرآن اور حدیث شریف میں مسلم اور مؤمن کے لئے جن صفات اور جن اخلاق کا ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ مرزا قادیانی میں وہ صفات ثابت کیجئے۔

مرزائی: ان کے اخلاق نہایت بلند تھے۔

میں: کیونکہ مرزا قادیانی نے حروف تہجی کا کوئی حرف بچا نہ رکھا جس کے تحت میں انہوں نے مسلمانوں کو گالیاں نہ دی ہوں۔ بالخصوص علماء کو جو وراثت الانبیاء ہیں۔

مرزائی: یہ کیا بات ہے۔ انسان تیزی میں کچھ کہہ ہی دیتا ہے۔ یہ معمولی بات ہے۔

میں: گالی گلوچ کرنا، فحش گو اور بدزبان ہونا۔ آپ کے نزدیک عیب نہیں اور معمولی بات ہے۔ لیکن خیال کیجئے کہ جو شخص ہدایات قرآن پاک اور حدیث شریف کے تحت زبان قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ وہ دل کے مذموم اور برے خیالات کو کیسے روک سکتا ہے اور اخلاق اللہ سے کیسے متصف ہوسکتا ہے۔

مرزائی: آپ اس بحث کو چھوڑیئے۔ یہ تو دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے خدمت دین کیسی شاندار کی ہے۔

میں: ہاں! ان کی خدمت دین میں مانتا ہوں کیونکہ انہوں نے باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے جدا کر دیا۔ امت مرحومہ میں تفرقہ اندازی کی۔ نمازیں اور جنازے تقسیم کر ڈالے۔ نبوت کو اتنا سستا کر دیا کہ ہرکس وناکس دوخواب دیکھ کر نبی بننے لگا۔ اس سے پیشتر چونکہ دماغوں میں نبوت کا کوئی تخیل نہیں تھا۔ اس لئے لوگ رب (نعوذ باللہ) بنتے تھے۔ نبی نہیں بنتے تھے۔ (صدیاں ہوچکیں کہ اسی طرح لوگ نبی بنتے تھے۔ مگر یہ قصہ پارینہ ہوچکا تھا اور لوگ بھول چکے تھے۔) جس وقت آپ نے ان کے دل میں ڈال دیا کہ نبوت بند نہیں ہوئی۔ فوراً خیال نے دل اوردماغ کو متاثر کر دیا۔ بھولے ہوئے قصے تازہ ہوگئے اور پیاسوں کو سراب پانی نظر آنے لگا۔

مرزا قادیانی نے جہاد کو جو مسلم کے بدن میں بہ منزلہ روح کے ہے۔ منسوخ کر کے مسلمانوں کی رہی سہی قوت عمل کو بیکار کرنے میں ایک شاندار کام کیا۔ مرزا قادیانی نے آریوں اور عیسائیوں سے حسب عادت اور وہ آپ کی معمولی سی بات سے تیزی کلام کر کے مذہب اور بانی مذہب کی شان میں ان سے بدزبانی کرائی۔

مرزا قادیانی نے زبردستوں کی گری ہوئی چاپلوسی اور خوشامد کر کے مسلمانوں میں نفاق کی ذلت آمیز عادات کو ترقی دی۔ مرزا قادیانی نے مباحثہ کا مہذب طریق چھوڑ کر جنگ وجدال کا راستہ اختیار کیا اور جب کبھی بحث میں اپنا پہلو دبتا دیکھا۔ فوراً موت وذلت کی پیشینگوئیاں شروع کر دیں۔

یہ ہیں مشتے نمونہ اس پیغمبر بے جبرائیل کے کارنامے جس نے خلاف شان پیغمبروں کے ترکہ چھوڑا اور پھر قرآن کے احکام کے مطابق مسلمانوں کی طرح تقسیم بھی نہ کیا۔ اگر ضرورت ہوتو اور سناؤں۔ یہ داستان بہت لمبی ہے۔

مرزائی: میں نہیں سنا چاہتا۔ یہ سب کچھ چھوڑ دیں۔ میری ایک بات کا جواب دیں۔ آپ سب مانتے ہیں کہ خدا کی قدرتوں کا نہ کوئی شمار ہے اور نہ حد۔ اس کا علم اس قدر وسیع ہے کہ وسعت کا لفظ بھی اس کے اظہار سے قاصر ہے۔ اس کی قدرت کا احاطہ کرنا ناممکن۔ وہ فہم وادراک سے بالاتر ہے۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آج سے چودہ سوسال پیشتر اس کی قدرتوں اور علموں میں یک لخت رکاوٹ پیدا ہوگئی اور وہ محمد ﷺ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں کر سکا اور نہ کبھی کر سکے اور اس کا

EASY

خزانہ خالی ہو جائے۔ ہم تو محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت بڑھا رہے ہیں کہ وہ ایسا خاتم النّبیین ہے کہ مہر لگا کر نبی بھیجتا رہتا ہے۔ اور آپ خدا کو بھی بے چارہ بنا رہے ہیں۔ اور حضرت محمد ﷺ کی شان بھی کم کر رہے ہیں۔

میں: آپ رسول پاک کی عزت بڑھانے والے کون۔ خدا نے ان کی شان وہ بڑھائی کہ سبحان اللہ: ’’الم نشرح لك صدرك، ورفعنا لك ذكرك واوحى الى عبده ما اوحى وانا اعطينك الكوثر ‘‘ آپ ﷺ ہی کی شان میں فرمایا گیا۔ آپ ﷺ کے لئے دین اکمل کر دیا گیا۔ آپ ﷺ رحمت للعالمین کے ممتاز لقب سے ملقب کئے گئے۔ قیامت میں مقام محمود کے آپ ﷺ یقیناً امیدوار کئے گئے۔ پھر وہ آپ لوگوں کا شان بڑھانا کیا معنے۔ دوسرے رسول پاک کا مہر لگا کر نبیوں کو بھیجنا عجیب بات ہے۔ اول تو چودہ سو سال میں صرف ایک نبی بھیجا۔ اور وہ بھی پنجابی جس کے آسمانی الہامات میں صرف ونحو کی غلطیاں۔ نعوذ باللہ منہا۔ لیکن پھر میں کہتا ہوں کہ عطائے نبوت تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ (رسول کریم ﷺ کے ہاتھ میں نہیں۔) جو ارشاد کر چکا: ’’اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ‘‘ ﴿دین بھی کامل ہو گیا اور نعمت بھی تمام ہو گئی۔﴾ مرزا کے لئے نہ کوئی نیا دین بچا نہ نئی نعمت۔ سب کچھ طے ہو چکا۔ اب اگر آپ ختم نبوت یا ختم نعمت خدا کی قدرت کا نقص خیال کریں تو پھر یہ رشتہ بیسیوں جگہ سے ایسا ٹوٹے گا کہ اس کا جوڑنا نہ قادیانی کے لئے ممکن ہوگا نہ ایرانی کے لئے۔ اس کارخانۂ عالم کو اس زمین وآسمان کو۔ اس ساری کائنات کو پیدا کر کے ان کو انکی موجودہ صورت میں جیسے کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ چھوڑ دینا قدرت کے منافی ہوگا۔ اگر یہ کامل اور مکمل ہیں تو مکمل سے اوپر کون درجہ ہوگا۔ اور اگر نہیں تو آپ کے پاس مکمل نہ ہونے کی کیا دلیل ہے۔

مرزائی: میں نہیں سمجھا۔ اس آخر کی بات کو ذرا واضح طور پر کہئے۔

میں: اگر یہ کارخانۂ عالم جیسا کہ اب ہے۔ اس سے بہتر ہونا ممکن تھا تو پھر صنعت کردگار میں نقص ہوگا کیونکہ باوجود اس کے کہ اس سے بہتر ہونا ممکن تھا اور پھر خدائے قادر وتوانا ولطیف وحکیم نے نہ بنایا تو یا تو اس کے بہتر بنانے پر قادر نہ تھا یا باوجود قادر ہونے کے بہتر نہ بنایا۔ تو بخل کیا یا غفلت کی یا کچھ اور۔ اور اگر اس سے بہتر ہونا ناممکن تھا تو پھر نہ قدرت کی نفی ہوتی ہے نہ حکمت کی۔ اسی طرح نبوت کو قیاس کر لیں۔ اخلاق وعرفان مکمل طور پر عطا کر دیئے گئے۔ تمدن ومباشرت وسیاست وشریعت کے اصول وفروع مکمل دے دیئے گئے اور یہ پیالۂ عرفان سے

کہ مرزا قادیانی نے خدمت دین کیسی

انہوں نے باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو
نمازیں اور جنازے تقسیم کر ڈالے۔
بننے لگا۔ اس سے پیشتر چونکہ دماغوں
باللہ) بنتے تھے۔ نبی نہیں بنتے تھے۔
پارینہ ہو چکا تھا اور لوگ بھول چکے
بند نہیں ہوئی۔ فوراً خیال نے دل
پیاسوں کو سراب پانی نظر آنے لگا۔
منزلہ روح کے ہے۔ منسوخ کر کے
کلام کیا۔ مرزا قادیانی نے آریوں اور
تیزی کلام کر کے مذہب اور بانی

خوشامد کر کے مسلمانوں میں نفاق
مہذب طریق چھوڑ کر جنگ وجدال
فوراً موت وذلت کی پیشینگوئیاں

جس نے خلاف شان پیغمبروں
طرح تقسیم بھی نہ کیا۔ اگر ضرورت

بات کا جواب دیں۔ آپ سب
قدر وسیع ہے کہ وسعت کا لفظ
۔ وہ فہم وادراک سے بالاتر
رتوں اور علموں میں یک لخت
سکا اور نہ کبھی کر سکے اور اس کا

ایسا لبریز کر دیا گیا کہ ایک قطرہ کی بھی گنجائش نہ رہی۔ توحید کمل، تفرید و تجرید کمل، ولایت کمل، کتاب کمل، کتاب کی شرح کمل، کتاب لانے والا اور اس کی توضیح کرنے والا کمل، قاب قوسین او ادنیٰ۔ تو پھر وہ کیا چیز رہ گئی جس کے لئے نبی کی ضرورت ہو۔

مرزائی: خیر آپ ان کو ملہم ہی مانیے۔

میں: ہاں تراشیدہ و ناتراشیدہ الہامات جو آسمان کے تاروں سے بھی زیادہ منجانب مرزا قادیانی شائع ہوئے اور جن میں سے کئی ایک کے معنی وہ سنیاسیوں کے نسخوں کی طرح قبروں میں ساتھ لے گئے۔ اگر عقائد و مذہب میں کوئی قیمت رکھتے ہوں تو بہت قابل قدر ہیں اور آئندہ سب کے لئے حجت ہوں گے۔ ہر ایک مدعی ہو جائے گا۔ مرزا قادیانی کی کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ مگر میں تو ان کو ملہم بھی نہیں مانتا۔

چودھری صاحب: تو پھر آپ کافر ظلی۔

میزبان: صاحبان! یہ بحث ختم۔ دوسری شروع ہوگئی۔ اس سے نتیجہ نکلا کہ ہم پہلے اپنے کمل نبی کی ہدایات پر تو کاربند ہولیں۔ پھر نئے نبی دیکھ لیں گے۔

کفریات مرزا

۱…… مرزا قادیانی (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۹، خزائن ج۱۱ ص۲۹۳) میں لکھتے ہیں: ''مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن مجید میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔'' (اور ست بچن ص۱۵۹، خزائن ج۱۰ ص۲۸۳) میں لکھا ہے یسوع مسیح ایک اسرائیلی آدمی مریم کا بیٹا ہے، اور (انجام آتھم ص۴۱، خزائن ج۲ ص۱۱) میں لکھا ہے۔ (مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے یعنی رامچندر سے کچھ زیادتی نہیں رکھتا۔) توبہ توبہ نعوذ باللہ من ذالک، حالانکہ سیدنا مسیح بن مریم کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید سورہ مائدہ میں فرماتا ہے: ''ماالمسیح ابن مریم الارسول '' ﴿یعنی حضرت مسیح ابن مریم خدا کے رسول ہیں۔﴾

۲…… مرزا قادیانی (دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰) میں لکھتا ہے: ''خدا نے ہمیں تو بتلایا کہ انجیل ایک مردہ اور ناتمام کلام ہے'' اور (براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ ص۳۶۱، خزائن ج۱ ص۴۳۱) میں لکھتا ہے: ''حضرت عیسیٰ تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔'' حالانکہ اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں فرماتا ہے: ''وآتیناہ الانجیل فیہ ھدی ونور '' ﴿یعنی دی ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل جس میں ہدایت اور نور ہے۔﴾

۳...... مرزا قادیانی (اعجاز المسیح ص۱۰۱، خزائن ج۱۸ ص۱۰۴) میں لکھتے ہیں: ”**فیکون رحمٰن محمد ﷺ یقیناً** یعنی یقیناً رحمٰن محمد ہی ہے۔“ اور ص۱۰۲، خزائن ج۱۸ ص۱۰۵ میں لکھا ہے: ”**ان الرحمن محمد ﷺ وان محمد الرحمن۔** یعنی رحمٰن محمد ﷺ ہے اور محمد رحمٰن ہے۔“ یعنی اللہ اور محمد ایک ہی چیز ہے۔ حالانکہ یہ کفر ہے۔ نصاریٰ کا بھی یہی دعویٰ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں فرماتا ہے: ”**لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم** “ ﴿یعنی یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا اللہ مسیح بن مریم ہے۔﴾

۴...... اسی (اعجاز المسیح ص۱۴۳، خزائن ج۱۸ ص۱۴۷) میں لکھا ہے: ”**مسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین۔** یعنی یوم الدین میرے زمانہ کا نام ہے۔“ اور ازالہ اوہام ص۱۴۳، خزائن ج۳ ص۱۶۹ میں لکھتے ہیں: ”خدا تعالیٰ کے تائید یافتہ بندے یعنی خود مرزا قادیانی قیامت کا ہی روپ بن کر آتے ہیں اور انہی کا وجود قیامت کے نام موسوم ہوسکتا ہے۔“ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید پارہ ۲۹ میں قیامت کے متعلق ایک مستقل سورہ نازل فرمائی جس کا نام ہی سورہ قیامت ہے۔ اس کے آخر میں ہے: ”**الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی** “ ﴿یعنی کیا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو پھر زندہ کرے۔﴾ (مگر مرزا قادیانی اور امت مرزائیہ کا اس بات سے انکار ہے)

۵...... مرزا قادیانی (توضیح مرام ص۴۴، خزائن ج۳ ص۶۴) میں لکھتے ہیں: ”جس قدر روح میں گرمی پیدا ہوتی ہے اس کو فرشتہ و ملک کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔“ حالانکہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی پارہ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ”**من کان عدو اللہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکائیل فان اللہ عدو للکافرین** “ ﴿یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسولوں کے اور جبرائیل اور میکائیل فرشتوں کے دشمن ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔﴾

۶...... مرزا قادیانی (حقیقت الوحی ص۱۰۳، خزائن ج۲۲ ص۱۰۷) میں اپنی وحی نقل کرتے ہیں: ”کہ میرا خدا کہتا ہے کہ اخطی واصیب اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ دوں گا کبھی پورا کردوں گا۔“ اس وحی الٰہی کے ظاہری الفاظ یہ معنے رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کرتا ہوں اور صواب بھی۔ واہ مرزا قادیانی کا خدا؟ یہی وجہ ہے کہ محمدی بیگم کے نکاح کا مرزا قادیانی کے ساتھ وعدہ بھی کردیا اور وحی بھی بھیج دی۔ جیسا کہ (ازالہ اوہام ص۳۹۶، ۳۹۷، خزائن ج۳ ص۳۰۵) میں مرقوم ہے اور پورا بھی نہ کرسکا۔ مگر مسلمانوں کے خدا کی صفت یہ ہے کہ: ”**فعّال لما یرید سورہ بروج** “ ﴿یعنی پورا کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔﴾

۷...... مرزا قادیانی (توضیح مرام ص۷۵، خزائن ج۳ ص۹۰) میں لکھتے ہیں: ’’ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض اور طول بھی رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح (جو ایک دریائی جانور ہے) اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں۔‘‘ یہ ہے مرزا قادیانی کا خدا۔ اور مسلمانوں کے خدا کی صفت یہ ہے: ’’لیس کمثله شئ وهو السميع البصير‘‘ (سورہ شوریٰ) ﴿اور اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔﴾

۸...... (حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۷) میں لکھا ہے: ’’قرآن مجید خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں۔‘‘ حالانکہ اللہ تعالیٰ سورہ اسراء میں فرماتا ہے: ’’قل لئن اجمعت الجن والانس علی ان یأتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولوکان بعضهم لبعض ظهیرا‘‘ ﴿یعنی اگر جن وانسان سب جمع ہوکر قرآن کے مثل کوئی کلام لانا چاہیں تو نہ لاسکیں گے۔ اگرچہ ایک دوسرے کی امداد بھی کریں۔﴾

۹...... اسی (کتاب حقیقت الوحی ص۸۹، خزائن ج۲۲ ص۹۲) میں لکھا ہے: ’’آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔‘‘ اور نزول مسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷ میں لکھا ہے: ’’آدمم نیز احمد مختار۔ دربرم جامهٔ همه ابرار‘‘ آگے لکھتے ہیں: ’’کم نیم زان همه بروئے یقیں۔ هر که گوید دروغ است لعین۔ یعنی تمام انبیاء آدم سے لیکر آنحضور ﷺ تک جتنے گزرے ہیں۔ سب کے مدارج مجھ (مرزا) میں پائے جاتے ہیں۔ اور درجہ میں کسی سے کم نہیں اور یہ جھوٹی بات نہیں۔‘‘ گویا مرزا قادیانی درجہ میں آنحضور ﷺ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ (نعوذ بالله من ذلك) حالانکہ حضور ﷺ کے بے شمار فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو خاتم النبیین بنایا جیسا کہ سورہ احزاب میں مذکور ہے اور آپ ﷺ کے سوا یہ شان کسی کو حاصل نہیں۔ مرزا قادیانی نے اسی کتاب (نزول المسیح ص۳، خزائن ج۱۸ ص۳۸۱) میں لکھا ہے: ’’میں رسول اور نبی نہیں ہوں۔‘‘ اور ازالہ اوہام ص۱۷۸، خزائن ج۳ ص۱۸۵ میں لکھا ہے: ’’من نیستم رسول ونیا ورده ام کتاب‘‘ اب تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ ادھر مرزا قادیانی رسول اور نبی بھی نہیں اور ادھر اولوالعزم انبیاء سے بھی درجہ میں زیادہ ہیں۔ گویا اپنے قول پر بول کرتا ہے۔

۱۰...... (حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸) میں لکھا ہے: ’’انما امرك اذا اردت شیئاان تقول له کن فیکون۔ یعنی خدا نے کن فیکون کا اختیار مرزا قادیانی کو دے دیا۔‘‘ پس

EASY

اسی بناء پر مرزا قادیانی (کتاب البریہ ص۸۷، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳) میں لکھتے ہیں: ’’میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔‘‘ حالانکہ یہ فرعون کا دعویٰ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر سورہ قصص میں دی ہے: ’’وقال فرعون یا ایها الملا ماعلمت لکم من اله غیری ‘‘ ﴿یعنی فرعون نے کہا اے جماعت تمہارے لئے میں اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا۔﴾ الغرض جو کچھ مذکور ہوا یہ مرزا قادیانی کے کفریات سے مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ پس جس شخص کی یہ ایمانی حالت ہو کب وہ امام یا مجدد یا مقرب خدا بن سکتا ہے۔ نبوۃ تو بجائے خود رہی۔

مرزا غلام احمد قادیانی مراقی تھا

از جناب حکیم محمد علی صاحب مصنف ’’سودائے مرزا‘‘ امرتسری!

مرزا غلام احمد قادیانی کا قول کتاب منظور الٰہی کے ص۳۴۸ پر لکھا ہے: ’’میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کر دو بیماریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں۔ تاہم آج کل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اسی کام کو کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے۔‘‘

حکیم نور احمد صاحب سکنہ لودھی ننگل نے ریویو آف ریلیجنز مطبوعہ ماہ اپریل ۱۹۲۵ء کے ص۲۵ پر مرزا قادیانی کے اس دعویٰ کی طبی تصدیق کرتے ہوئے لکھا ہے: ’’بے شک مرزا قادیانی کو مرض مراق تھا‘‘ اب مراقی مریض کے متعلق حکیم نور الدین کی تشریح ظاہر کرتی ہے کہ ’’مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے۔ مالیخولیا مراق میں دماغ کو ایذاء پہنچاتی ہے۔‘‘ (بیاض نور دین ج۱ ص۲۱۱)

خود مرزائی ڈاکٹر شاہ نواز صاحب اسسٹنٹ سرجن ریویو آف ریلیجنز ماہ اگست ۱۹۲۶ء کے ص۱۶ پر لکھتے ہیں کہ: ’’ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعویٰ کی تردید کے لئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔‘‘ پس خود مرزا اور اس کے حواریوں کی تحریرات سے ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی کے مختلف دعاوی کی محض مرض مراق کا نتیجہ تھے اور جس خرافات کو وہ الہامات سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ انجرۂ مراقیہ کے پیدا کردہ تخیلات فاسدہ کا نتیجہ تھی۔ جب تبخیر مراقیہ کا زور ہو تو علامات مرض بڑھ جاتی اور جب زور کم ہو تو علامات گھٹ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے جب مرزا قادیانی کو تبخیر مراقیہ کا زور ہوتا تھا تو وہ انٹ سنٹ بولنے لگتے تھے لیکن زور کم ہونے پر وہ خود بھی اپنے اقوال پر نادم ہو جاتے تھے۔ چنانچہ (کشف الغطاء کے ص۱۲، خزائن

ج۱۴ص۱۹۳) پر وہ لکھتے ہیں: ”ممکن ہے کہ کئی لوگ میری ان باتوں پر ہنسیں گے یا مجھے پاگل اور دیوانہ قرار دیں گے کیونکہ یہ باتیں دنیا کی سمجھ سے بڑھ کر ہیں اور دنیا ان کو شناخت نہیں کر سکتی۔“

مرزا کے قول پر مرزائی طبی بورڈ کا فیصلہ اور پھر مرزا کی تحریروں سے اس امر کی تائید کہ اسے مراق کا عارضہ لاحق تھا۔ ایسی چیز ہے جس سے مرزائی امت انکار نہیں کر سکتی۔ پھر تعجب ہے کہ لوگ اس کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔

فتنہ قادیان

از مولانا ظفر علی خان صاحب

ملا یہ امتیاز اسلام ہی کو سارے دینوں میں
گدا اس کے نظر آتے بیٹھے شہ نشینوں میں
محمد کے غلام اسکندر و جم بن ہی جاتے ہیں
امانت کچھ اثر دکھلا ہی جاتی ہے امینوں میں
انگوٹھی ایک ہے اسلام کی ہم سب نگیں اس کے
رسول اللہ کرلیں انتخاب اپنے نگینوں میں
حسیں ہے اور بھی لیکن جو میری آنکھ سے دیکھو
تو ہے اسلام کی صورت ہی پیاری سب حسینوں میں
جلال اسلام کا منظور ہو گر دیکھنا تم کو
تو سجدوں کی تڑپ کو دیکھ لو آ کر جبینوں میں
زمانہ نے ترقی علم و فن میں اس قدر کی ہے
کہ طے ہوتی ہے منزل آج برسوں کی مہینوں میں
مسلماں بھی نہ تھے نا آشنا اس رمز اکبر سے
کہ ہونی چاہئے تفسیر سینوں کی سفینوں میں
عرب نے سارے عالم میں بکھیرا ان جواہر کو
نہ ڈھونڈے سے بھی مل سکتے جو یونان کے دفینوں میں
وہ بت جن سے نہیں اڑتی ہے اپنی ناک کی مکھی
خدا کی شان وہ بھی ہیں خدا کے نکتہ چینوں میں
زبان پر دین کا غل اور سر میں کفر کا سودا
چھپائے جا رہے ہیں آج کل بت آستینوں میں
کہاں پنجاب میں اسلام تیری اٹھ گئی غیرت
بٹھایا کفر کو لا کر نبی کے ہم نشینوں میں
تفو آئے گنبد گردوں گرداں! کیا قیامت ہے
کہ ہمسر شیر کی روباہ بنتی ہے عرینوں میں
کھلونا قادیاں کا بن گئی وہ سطوت کبریٰ
ہے اب تک شور جس کا آسمانوں اور زمینوں میں
حدیث اسمہ احمد غلام احمد پہ چسپاں ہو
پڑے خاک اس سلیقے پر لگا آگ ان قرینوں میں
مسلمانو! کچھ اس دجال اعظم کی خبر بھی ہے
ملایا جس نے آتے ہی سعیدوں کو لعینوں میں
گہر کی قدر ہو کس طرح کوئی جوہری بھی ہو
نہیں فرق اب رہا کچھ پتھروں اور آبگینوں میں
مثالب کا مجھے کیا ڈر مرا ایمان ہے قرآں پر
کہ حق تک عین سے پہنچا ہوں میں اپنے یقینوں میں
میرے اشعار ہیں یا گنبد گردوں کے تارے ہیں
نظر آتا ہے رنگ آسماں میری زمینوں میں

پاپائے قادیان کی شوخ چشمانہ جسارت

(ایک آلودۂ خطا انسان کو مسند اکملیت پر بٹھانے کی کوشش!)

از مولانا ظفر علی خان!

ہماری باتیں موسیو بشیر اور ان کے خرد باختہ حلقہ بگوشوں کو کڑوی معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارے اقوال ان کو گراں گزرتے ہیں۔ اور ہمارے ان چرکوں کی تفصیل بار بار گنائی جاتی ہے جو ہمارے دشنۂ استہزاء نے قادیانیت کے جگر میں رہ رہ کر لگائے جاتے ہیں۔ اور ہم سے استدعا کی جاتی ہے کہ اس سلسلہ طعن وتعریض کو بند کر دیں۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ موسیو بشیر اور ان کی امت ''کثیر الانفار'' کو تو یہ اختیار دے دیا جائے کہ اسلام کا منہ چڑائیں۔ روایات اسلام کا استخفاف کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی نقلیں اتاریں۔ ازواج مطہرات حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناموس کو اپنے خاندان کی خواتین کے القاب وآداب کے لئے وجہ محاکات بنائیں۔ لیکن ہم کو اجازت نہ ہو کہ اس بے کانہ طرز عمل پر ایک حرف بھی زبان قلم سے نکالیں۔

آپ اس حقیقت کبریٰ سے دور جا پڑے۔ لیکن ہمارے دل کے پاک ترین گوشے اور ہماری آنکھ کے نازک ترین پردے میں اس کا جیتا جاگتا مفہوم ہر وقت موجود ہے کہ خدائے برتر وبزرگ کے بعد محمد مصطفی ﷺ اور احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وسلاماً دائماً ابداً خلاصۂ کائنات وزبدۂ موجودات ہیں جن پر انسان کے لئے حجت حق ختم ہوگئی۔ جن کی ذات عدیم المثال ہے اور جن کی صفات فقید النظیر ہیں۔ پھر آپ ہی انصاف فرمائیں کہ ہمارے دل کو کس درجہ تکلیف ہوتی ہے۔ ہماری روح کو کس قدر صدمہ پہنچتا ہے۔ ہمارے جذبات کس حد تک مجروح ہوتے ہیں۔ جب آپ مرزا غلام احمد جیسے آلودۂ خطا ونسیان انسان کو حضور محمد مصطفی ﷺ جیسے انسان کامل کی مسند اکملیت پر بٹھا کر اسلام کا منہ اس طرح چڑاتے ہیں:

''۱...... ہم بغیر کسی فرق کے بہ لحاظ نبوت انہیں (مرزا غلام احمد قادیانی کو) ایسا ہی رسول مانتے ہیں جیسے کہ پہلے رسول مبعوث ہوتے رہے۔

۲...... ہم مانتے ہیں اور صدق دل سے جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت اول جیسی کہ پانچویں ہزار میں ہوئی ایسی ہی چھٹے ہزار کے لئے مقدر تھی اور سورہ جمعہ میں اس کا ذکر ہے۔

۳...... مرزا قادیانی کی صداقت کے لئے اس قدر نشانات ظاہر ہوئے کہ اگر دہ ہزار ہا پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۳۱۷، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۲)

۴...... پھر ہم کہتے ہیں کہ وہ (مرزا قادیانی) **جری الله فی حلل الانبیاء** تھا یعنی تمام انبیاء کا نمونہ آپ کی ذات قدسی صفات میں جمع تھا۔

۵...... آپ نے اس کو (مرزا قادیانی کو) نہیں پہچانا۔ مگر ہم نے تو اسے دیکھنے کی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ یقیناً سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے جمیع کمالات قدسیہ کا جامع ہے۔ اور ''**مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد**'' کا مصداق۔

۶...... جس بات نے حضرت محمد ﷺ کو حضرت محمد ﷺ بنادیا۔ وہی بات اس (مرزا قادیانی) میں ہمارے نزدیک موجود تھی۔

۷...... اس (مرزا قادیانی) کے اقوال وتصانیف کا ایک ایک لفظ ہمارے لئے ایسا ہی حجت قوی اور قیمتی ہے جیسے کسی اور نبی کا۔

۸...... جب ایک شخص کی بھی تعظیم کی جاتی ہے جو دو چار خادم رکھتا ہو اور کوئی مہذب آدمی پسند نہیں کرتا کہ ایک معمولی وجاہت کے انسان کو بھی برا کہے۔ اور اس کی توہین کرے۔ تو آپ کے لئے یہ کیونکر جائز ہوگیا کہ اس خدا کے برگزیدہ جاہ وجلال کے نبی عظیم الشان نبی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کی شان رکھنے والے نبی ''**انت منی وانا منك ظهورك ظهوری** '' کے مخاطب نبی کو کھلے کھلے الفاظ میں گالیاں دیں۔'' (الفضل قادیان ۱۶؍اکتوبر ۱۹۰۷ء)

ہز ہولی نس موسیو بشیر اور ان کے عقیدت کیش یقین مانیں کہ ''الفضل'' کے محولہ فوق اقتباس کے الفاظ پڑھ کر فرط غیظ وغضب سے ہماری حالت دگرگوں ہوجاتی ہے۔ اور ہمارا غرق خون دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ان کا منصب چھین کر کسی نااہل کو دے دینا مسلم آزاری کا ایک ایسا فعل ہے جس کے ارتکاب کی جرأت اس سوا تیرہ سو سال کے عرصہ میں قادیان والوں ہی کو ہوئی ہے۔ مسلمان باقی تمام حرکات مذبوحی کو برداشت کرسکتے ہیں لیکن اس کی تاب نہیں لاسکتے۔ کہ ہرایرے غیرے کو محمد مصطفی ﷺ بنادیا جائے۔ اگر موسیو بشیر جنہیں اپنے لاکھوں مریدوں کے ایثار وفدویت پر گھمنڈ ہے۔ ہم چالیس کروڑ جان نثار محمد ﷺ کو بھی کسی شمار وقطار میں سمجھتے اور ہمارے جذبات کی بھی پرواہ کرتے تو ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے۔

میخور دمصحف بسوز دآتش اندر کعبه زن
هر چه خواهی کن ولیکن مسلم آزاری مکن

فقط!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں ، میرے بعد کوئی نبی نہیں

ماہنامہ

شمس الاسلام بھیرہ

کا

ختم نبوت نمبر

حضرت مولانا افتخار احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

لمعات

۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد کے ذریعے موجودہ آئین میں یہ دستوری ترمیم کی کہ وہ تمام لوگ اور داعی جو نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔ یا کسی نوع کے داعی نبوت کو مصلح یا مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ ’’وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔‘‘

چنانچہ اسی روز تیسری خواندگی کے بعد یہ اہم ترمیم آئین پاکستان کا حصہ بن گئی۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ قرارداد اور ترمیم کسی خاص فرد رجماعت یا وقتی رعلاقائی کوششوں کا کوئی اضطراری نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس اہم تبدیلی کے پیچھے برصغیر کے علمائے ربانی کی ان گنت، کٹھن اور طویل قربانیوں کا سلسلہ ہے۔ جن کے نتیجے میں جہاں ایک طرف عوام کے دلوں میں ایمان کا جذبہ اور عشق مصطفیٰ کا شعلہ پوری آب وتاب کے ساتھ فروزاں رہا۔ وہاں دوسری طرف اس فتنے کا برصغیر اور بیرون، مناسب تدارک اور استیصال ہوتا رہا۔ چنانچہ تمام تر سرکاری سرپرستی، شاہ کی مصاحبت، فرقے کی تنظیم، سرمائے اور وسائل کے باوجود، محض علماء کی انہی مساعی کی بناء پر قادیانیت برصغیر میں پوری طرح پنپ نہیں سکی۔

قادیانیت

چند اعتقادات واجتہادات، اختراعات ومزعوبات یا اوہام واشتہارات کا ہی نام نہیں، اسلام کے متوازی اس تحریک کے پیش نظر مخصوص سیاسی اور تاریخی مقاصد بھی ہیں۔ اگر توحید کو اس کائنات کے ربط واتحاد کی فطری اساس قرار دیا جائے تو نبی کریم ﷺ کی رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کو عالم اسلام کے لئے بجا طور پر اتفاق واتحاد بلکہ امتیاز وافتخار کی علامت سمجھا جاسکتا ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریک اسی علامت کے درپے ہے تاکہ مسلمان اپنا تشخص وامتیاز، اتحاد اور سرمایہ افتخار چھوڑ دیں۔

۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی، غیر ملکی سامراج کے خلاف محکوم ہندوستان کی پہلی ہمہ گیر کوشش تھی۔ اس جنگ میں اور اس کے بعد اس سوتے سے جو تحریکیں برپا ہوئیں۔ ان سب کی

قیادت عملی اور فکری اعتبار سے مسلمان علماء کے پاس تھی۔ اس لئے انگریز نے مسلمانوں کو اقتصادی تہذیبی، فکری، دینی اور عملی لحاظ سے بے جان اور بے آبرو کرنے کے لئے جو طویل المیعاد منصوبے تراشے۔ ان میں وہ علماء کو نہیں بھولا۔ چنانچہ لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسیوں نے دینی مدارس کی افادیت اور اہمیت کو سرے سے ختم کر دیا اور مسلم عوام کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم کرنے، انگریزی اقتدار کو مستحکم بنانے اور علماء کی توجہ اور توانائی کو ضائع کرنے کے لئے ایک ہندی نبوت کی داغ بیل ڈالی۔ ان اقدامات سے نہ صرف لوگوں کی رغبت دینی تعلیم سے کم ہوتی چلی گئی۔ بلکہ علماء کی قوت منتشر ہوئی اور قادیانیت کی شکل میں انگریز کو مسلمانوں کے اندر ہی سے ایک اطاعت گزار اور وفادار جماعت ہاتھ آئی۔

آئین تو محض ایک تحریری دستاویز ہے جو اصل میں ذریعہ ہوتا ہے چند مقاصد کی تکمیل کا صرف الفاظ بدلنے سے تو حقیقت حال نہیں بدل سکتی جب تک ترمیم عملاً نافذ نہ ہو۔ اس وقت تک تحریک کا مقصد اور آئینی تبدیلی کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ قرآن وحدیث کی رو سے مرزا قادیانی اور ان کے پیروکار گمراہ، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس بات پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے اور یہ فیصلہ آج یا کل کا نہیں ہوا۔ بلکہ اس روز سے بدیہی حقیقت اور ایک امر واقعہ ہے جب سے مرزا قادیانی گمراہ ہوئے۔ بنابریں عملی اور انتظامی اقدامات کے بغیر دستوری ترمیم ایک جانی پہچانی صداقت کا محض اعتراف ہے۔

ترمیمی مقاصد سے ہم آہنگ عملی اقدامات کے فقدان کے باوجود اس فیصلے سے چند فوائد ضرور حاصل ہوئے ہیں۔

اولاً: اس عجمی نبوت کے ابطال سے فتنہ ارتداد کا قلع قمع۔

ثانیاً: اندرون ملک عموماً اور بیرون ممالک میں خصوصاً اس فتنے کی ترویج واشاعت میں کمی۔

ثالثاً: نظریۂ پاکستان کے اس جزوی احیاء سے بے دین اور خدا بیزار عناصر اور مختلف ازموں کے پرچارکوں کی حوصلہ شکنی۔

رابعاً: ملکی سیاست، معاشرے اور دستور کا دینی مزاج اور مسلم تشخص کی مزید وضاحت۔

اس فیصلے کے بعد ہمارے سامنے کرنے کے چار کام ہیں۔

۱...... آئینی ترمیم کی روشنی میں اب جلد عملی اقدامات کئے جائیں اور علماء کے تعاون سے اس نئی غیر مسلم اقلیت کے حقوق کا مناسب تعین اور تحفظ کیا جائے۔

۲...... نظریۂ پاکستان یعنی اسلام کے عملی نفاذ اور مسلم (قومیت کے) تشخص کے لئے واضح، مؤثر اور دوررس لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔

۳...... بیرون ملک خصوصاً جہاں قادیانی کام کررہے ہیں۔ قومی فیصلے کی مناسب تشہیر کی جائے اور راہ گم کردہ اور بھٹکے ہوئے قادیانی اصحاب کو پوری دل سوزی اور دردمندی کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جائے۔

۴...... فتنہ ارتداد کے کلی سدّ باب، اسلام کے اساسی عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس مصطفیٰ کی صیانت کے لئے قادیانی نظریات اور جماعت پر مکمل پابندی لگائی جائے۔ اگر ایک سیاسی جماعت، نظریہ پاکستان اور وطن کی سالمیت کے منافی سرگرمیوں کے الزام میں ختم کی جاسکتی ہے تو ایک مذہبی اور سیاسی گروہ اتنے واضح اور سنگین جرائم کی بناء پر کیوں ختم نہیں کیا جاسکتا؟

نبی کریم ﷺ کی رسالت اور عقیدہ ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص عملی یا آئینی طور پر مسلمان نہیں ہوسکتا اور نہ مسلم معاشرے نے کسی ایسے فکر یا اشخاص کو کبھی قبول کیا ہے۔ جس طرح ایک مردہ شاخ درخت سے یا ایک مردہ حصہ، زندہ جسم سے الگ ہوکر رہتا ہے۔ اسی طرح قادیانیت جو مسلم معاشرے کا طفیلی اور عالم اسلام کا مردہ حصہ تھی۔ اسے عملاً اور آئینا بہر حال الگ ہونا تھا۔ سو وہ فکری تقاضا پورا ہوا۔ اس یادگار موقع پر ماہنامہ شمس الاسلام کا ''ختم نبوت نمبر'' نکالنے کا مقصد یہ ہے:

۱...... قادیانیت کے خدوخال، مضمرات اور مستقبل کے خدشات اور پیش بندیاں۔

۲...... تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۸۸۵ء سے ۱۹۷۵ء کے موجودہ عبوری انجام تک۔

۳...... قیام پاکستان سے پہلے اور پھر ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریکوں میں علماء اور عوام کا کردار۔

۴...... حالیہ تحریک ختم نبوت میں قومی اسمبلی، طلباء اور عوام کا کردار۔

۵...... تردید قادیانیت میں علماء ''اور مشائخ بگویہ''۔ ''مجلس حزب الانصار'' اور شمس الاسلام کی خدمات۔

۶...... ستمبر ۱۹۷۴ء کی دستوری ترمیم کے عملی تقاضے اور اب کرنے کے کام۔

۷...... عالم اسلام کے لئے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور اس کی حفاظت کے لئے مستقل اقدامات کی ضرورت۔ حالیہ تحریک اس اعتبار سے بہت منفرد تھی کہ اپنی سیاسی جمعیت اور جماعتی قوت کے زعم باطل میں ارباب ربوہ نے اپنی پسند کے محاذ پر دعوت مبارزت دی تھی۔ اس چیلنج کا

مقابلہ کرنے اور یوں تحریک شروع کرنے کا سہرا نوجوانوں خصوصاً طلبہ کے سر ہے۔ نوجوانوں خصوصاً طلبہ کا اور عوام کا جذبۂ ایمان، جوش عمل، مخلصانہ تعاون اور دینی غیرت.......... دراصل ایک متحد و متفق قوم کی علامات تھیں۔ مختلف مکاتیب فکر کے علماء کی مشترکہ قیادت، مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی خوش اسلوبی اور حسن تدبیر سے قوم کی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں ٹھیک ٹھیک استعمال ہوئیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہر شخص یا جماعت جس کا تعلق حریم اقتدار سے تھا یا اختلاف کی وادی آبلہائے پاء سے جس نے بھی اللہ کے دین مبین کی سربلندی اور نبی کریم ﷺ کے ناموس کی خاطر جس جگہ اور جتنا بھی کام کیا۔ وہ لائق تحسین و تبریک ہے۔

اس تحریک میں بھیرہ نے بہت مؤثر اور جاندار کردار ادا کیا۔ یقیناً اس کا سہرا بھیرہ کے غیور اور بیدار مغز عوام اور یہاں کی جواں اور فعال مجلس عمل کے سر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بھیرہ کا مزاج بنیادی طور پر اجتماعی، تاریخی اور مذہبی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ایک کثیر المساجد شہر ہے۔ موجودہ تحریک اور ۱۹۵۳ء کی تحریک میں اہل بھیرہ روز اول سے آخر تک پوری طرح شریک رہے۔ عوام نے مقامی اور مرکزی مجلس عمل کے تمام فیصلوں ان کی اپیلوں اور ہدایات کی مکمل اطاعت کی اور تمام سرگرمیوں خصوصاً سماجی مقاطعے، جلسے اور جلوسوں میں پورے خلوص، جوش اور استقامت سے حصہ لیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت

ایک واقعاتی جائزہ..................صاحبزادہ لمعات احمد بگوی متعلم بی اے

زیر نظر ۱۹۷۴ء کی ملک گیر، انتہائی منظم، پرامن اور مؤثر تحریک تحفظ ختم نبوت کا ایک مختصر واقعاتی جائزہ ہے جو سعودی ترتیب کے ساتھ مدون کیا گیا ہے۔ اس کی تیاری میں گو مختلف رسائل اور جرائد کو پیش نظر رکھا ہے۔ تاہم فوقیت اور اولیت آزاد جرائد کی بے لاگ خبروں اور حقیقت پسندانہ تبصروں کو حاصل ہے۔

بظاہر تو یہ تحریک ۲۹ رمئی کو ربوہ ریلوے سٹیشن سے شروع ہوئی اور ۷ رستمبر کو اسلام آباد میں اپنے آئینی اختتام کو پہنچی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ انیسویں صدی کی آخری دہائی میں قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کے ساتھ ہی مسلم علماء اور عوام کی بھرپور شعوری اور عملی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ چنانچہ وہ گروہ اپنے بانی سمیت گمراہ، جھوٹا، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار پایا۔ حالیہ آئینی ترمیم، دراصل علماء حق کے اولین، متفقہ فیصلے کی بازگشت اور ان کی نوے سالہ

کوششوں کا ایک نتیجہ ہے۔ (ادارہ)

۲۹: مئی ۱۹۷۴ء: ربوہ ریلوے سٹیشن پر ۲۹ مئی کو ہزاروں مسلح افراد نے چناب ایکسپریس پر حملہ کر دیا۔ نشتر میڈیکل کالج ملتان کے ۱۶۰ طلباء کو بری طرح پیٹا گیا۔ ۳۰ طالب علم شدید زخمی، حملہ آوروں میں طالب علم، دکاندار، شہری شامل ہیں۔

حکومت امن وامان درہم برہم کرنے کی ہر کوشش کو کچل دے گی۔ (سرکاری اعلان)

۳۰ مئی: واقعہ ربوہ کے خلاف ملک کے مختلف شہروں میں ہڑتالیں اور زبردست مظاہرے، تعلیمی ادارے موسم گرما کی تعطیلات کے لئے بند کر دیئے گئے۔ یونیورسٹی اور بورڈ کے مختلف امتحانات غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی۔ ربوہ کے واقعہ کی عدالتی تحقیقات کا حکم دے دیا گیا۔ پنجاب ہائی کورٹ کے جسٹس کے. ایم صمدانی کا بطور تحقیقاتی افسر تقرر۔

مئی: مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے اور کلیدی اسامیوں پر فائز قادیانی ملازموں کو علیحدہ کرنے کا مطالبہ، ربوہ میں بے شمار اسلحہ ہے جو مسلمانوں کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔ (قائد حزب اختلاف علامہ ارشد کی پنجاب اسمبلی میں تقریر، مختلف شہروں میں بھرپور ہڑتالوں اور پرجوش مظاہرے، متعدد مکان اور دکانیں نذر آتش، فائرنگ سے کئی افراد زخمی ہو گئے۔ پولیس کا لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال، ملزموں کی گرفتاری کے لئے پولیس نے ربوہ میں کئی جگہ چھاپے مارے۔ ربوہ کا قادیانی اسٹیشن ماسٹر گرفتار۔

یکم جون …… پورے صوبے میں امن وامان کی صورتحال انتظامیہ کے کنٹرول میں ہے۔ گوجرانوالہ، ہارون آباد، رحیم یار خان میں بعض ناخوشگوار واقعات (سرکاری اعلان) فرقہ وارانہ خبروں کی اشاعت پر ایک ماہ کے لئے سنسر عائد کر دیا گیا۔

۲ جون …… روزنامہ نوائے وقت لاہور کے اداریے کا کالم سنسر کے باعث خالی۔

۳ جون رسول اکرم ﷺ خدا کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پاکستان میں اسلامی احکام پر عمل ہوگا۔ (بھٹو)

۴ جون …… مسجد وزیر خاں کے باہر جلوس کو منتشر کرنے کے لئے پولیس نے آنسو گیس استعمال کی۔ منتشر ہونے والے ہجوم نے بعض مقامات پر آگ لگا دی۔ (سرکاری اعلان) قومی اسمبلی میں واقعہ ربوہ کے التواء کی سات تحریکیں مسترد کر دی گئیں۔ اپوزیشن کے ارکان ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے واک آؤٹ کر گئے۔ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے لئے آئین میں ترمیم کرنی پڑے گی۔ (سپیکر)

۵؍جون...... سرگودھا میں آتشزدگی کی وارداتیں۔ بعض شہروں میں ہڑتال رہی۔ صوبے میں حالات معمول پر آ گئے ہیں۔ (سرکاری اعلان) سانحہ ربوہ کے ذمہ دار افراد پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے۔ (میاں افتخار احمد) احمدیہ جماعت کے امیر مرزا ناصر احمد کو شامل تفتیش کرنے کا حکم۔ سانحہ ربوہ کی تفتیش کرائمز برانچ کے سپرد کر دی گئی۔

۶؍جون...... حکومت ختم نبوت پر ایمان رکھتی ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے آئینی طور پر طے کیا جاتا ہے۔ (بھٹو کا قومی اسمبلی میں بیان) ملکی حالات پر غور کرنے کے لئے ۹؍جون کو لاہور میں علماء کرام کی میٹنگ طلب کر لی گئی۔ اپوزیشن جماعتوں کے سربراہوں کا اجلاس بھی اسی دن ہوگا۔

۷؍جون...... قادیانیوں پر ظلم ہو رہا ہے مگر انتظامیہ خاموش ہے۔ عالمی اداروں سے اپنے مبصرین بھیجنے کی اپیل (سر ظفر اللہ) امیر جماعت احمدیہ مرزا ناصر کی طرف سے ہائی کورٹ میں ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست۔ سرکاری وکیل کی وضاحت کے بعد درخواست غیر مؤثر قرار دے دی گئی۔

۸؍جون...... ختم نبوت پر عوام سے مکمل اتفاق رکھنے کے باوجود حکومت لاقانونیت کی اجازت نہیں دے سکتی۔ (رامے) علماء قادیانیوں کے بارے میں اپنے مطالبات منوانے تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اخبارات پر سنسر کی تمام پابندیاں ختم کر دی گئیں۔ غیر ملکی مبصرین کو پنجاب کا دورہ کرنے کی دعوت۔

۹؍جون...... چودھری ظفر اللہ کا بیان غیر ممالک کو پاکستان کے داخلی امور میں مداخلت کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔ (میاں طفیل محمد) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور انہیں تمام کلیدی اسامیوں سے برطرف کیا جائے۔ اگر مطالبہ پورا نہ ہوا تو ۱۴؍جون کو ملک گیر ہڑتال کی جائے گی۔ (کل پاکستان مجلس عمل ختم نبوت کی تشکیل)

۱۰؍جون...... قادیانی انگریزوں کے مفاد کی خدمت کر کے اپنا وجود برقرار رکھ سکے تھے۔ (بی بی سی) وزیراعظم بھٹو آخرت کما لیں۔ (نوائے وقت کا اداریہ)

۱۱؍جون...... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا گیا تو ۱۴؍جون کو ملک گیر ہڑتال کی جائے گی۔ (مرکزی مجلس عمل) عوام ہڑتال کے موقع پر تشدد پسندوں اور شرپسندوں سے ہوشیار رہیں۔ (متحدہ جمہوری محاذ) قادیانیوں نے غیر ممالک میں کروڑوں روپے کا ناجائز زرمبادلہ جمع کر رکھا ہے۔

۱۲؍جون...... لاہور میں قادیانی مسئلے پر ممتاز دینی اور سیاسی رہنماؤں سے وزیر اعظم کے صلاح ومشورے۔

۱۳؍جون...... حکومت قادیانیوں کے مسئلہ کا مستقل حل تلاش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ دینی وسیاسی رہنماؤں سے مذاکرات ختم ہونے سے پہلے ایجی ٹیشن کا کوئی جواز نہیں۔ کل ہڑتال نہ کی جائے (وزیر اعلیٰ حنیف رامے)

دوسرے روز میں وزیر اعظم نے میاں طفیل محمد، مولانا محمد یوسف بنوری، نوابزادہ نصر اللہ خان اور دیگر رہنماؤں سے تبادلہ خیال کیا۔ واقعہ ربوہ کے خلاف احتجاج کے طور پر کل پورے ملک میں ہڑتال کی جائے کیونکہ وزیر اعظم نے ابھی تک مطالبات تسلیم کرنے کا اعلان نہیں کیا۔ (مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی اپیل)

۱۴؍جون...... ربوہ کے واقعہ سے تعلق رکھنے والے سارے مسئلے کو جولائی کے پہلے ہفتے میں قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جائے گا۔ اسمبلی اسے اسلامی مشاورتی کونسل یا سپریم کورٹ کے جج کو بھی پیش کر سکتی ہے۔ عوام ہڑتال کر لیں لیکن امن وامان تباہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ فوج کو شہریوں کے جان ومال کے تحفظ کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (بھٹو کی نشری تقریر)
وزیر مملکت عزیز احمد کی ظفر اللہ خان سے لندن میں ملاقات۔

۱۵؍جون...... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے کی حمایت میں ملک گیر ہڑتال۔ مجلس عمل کی اپیل پر کامیاب ہڑتال ریفرنڈم کی حیثیت رکھتی ہے۔ کسی جگہ کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہیں ہوا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ان کا سماجی بائیکاٹ کرنے کی اپیل۔ مختلف شہروں میں ممتاز علماء گرفتار۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دی جائے گی۔ تاخیری حربوں سے مسلمانوں کے جذبات سرد نہیں پڑ سکتے۔ مسئلہ حل کرنے کے لئے حکومت کو ۳۰؍جون تک مہلت دی جائے گی۔ (مسجد وزیر خان کے اجتماع میں تقریریں)

۱۶؍جون...... قادیانیوں کے بارے میں وزیر اعظم بھٹو کی نشری تقریر پر مرکزی مجلس عمل نے عدم اطمینان کا اظہار کر دیا۔

۱۹؍جون...... سرحد اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارش کر دی۔ قرارداد جمعیت علماء اسلام کے مولانا حبیب گل نے پیش کی۔

۲۰؍جون...... حکومت قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے میں جان بوجھ کر تاخیر کر رہی ہے۔ شریعت کی رو سے قادیانی غیر مسلم ہیں۔ (ائر مارشل اصغر خان)

۲۱؍جون...... آج اعلیٰ سطحی اجلاس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر غور کیا جائے گا۔ متعدد وفاقی وزراء وزیر اعلیٰ پنجاب، اعلیٰ سول وفوجی حکام شریک ہوں گے۔ مجلس عمل کے مطالبات پورے ہونے تک تحریک ختم نبوت جاری رہے گی۔ سوشل بائیکاٹ کے فیصلہ پر سختی سے عمل پیرا ہونا چاہئے۔ (سیکرٹری مرکزی مجلس عمل)

۲۲؍جون...... قادیانیوں کا مسئلہ پارلیمنٹ میں پیش ہوگا۔ ۳؍جولائی کو قومی اسمبلی غور کرے گی۔

۲۳؍جون...... حکومت قادیانیوں کے مسئلہ کو مستقل طور پر حل کرنے میں کامیاب ہوجائے گی۔ (بھٹو۔ آرمی ایجوکیشن کورسے خطاب) مرزا ناصر احمد اور سرظفر اللہ کے بیانات قطعی بے بنیاد ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات میں ۲۲؍افراد ہلاک ہوئے۔ حکومت نے واقعہ ربوہ سے پیدا ہونے والی صورت حال پر تین ہفتوں میں قابو پالیا۔ (سرکاری اعلان) وفاقی حکومت نے کلیدی مناصب پر فائز قادیانیوں کی فہرستیں تیار کرنے کا حکم دے دیا۔

۲۴؍جون...... قادیانی فرقہ درحقیقت اسلام کے خلاف ایک منظم تحریک ہے۔ برطانیہ اور قادیانی تحریک کے درمیان مضبوط رشتے پائے جاتے ہیں۔ (سعودی عرب کے اخبار الاسلامی کا اداریہ) حکومت قادیانیوں کو غیر مسلم اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کا فی الفور اعلان کرے۔ (مفتی محمود)

۲۵؍جون...... قادیانی مسئلہ پر اسلامی ممالک سے رائے طلب کرلی گئی۔ حکومت متفقہ مؤقف اختیار کرنا چاہتی ہے۔ ایس پی گجرات کو فوری طور پر معطل کر کے تشدد کے الزامات کی تحقیقات کرائی جائے۔ (چودھری ظہور الٰہی)

۲۶؍جون...... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے کی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔ (سرظفر اللہ کی دھمکی) یہ ہمارے لئے آزمائش ہے۔ ہم بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ میں نے قائداعظم کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کردیا تھا۔ (ظفر اللہ کا انٹرویو کے دوران اعتراف)

۲۷؍جون...... ہر یزید کی طرح مخالفین پر پانی بند کردینے کے قائل نہیں۔ قادیانیوں کے مسئلے کو آئین اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں حل کیا جائے گا۔ (حنیف رامے) پنجاب اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ قرارداد پیپلز پارٹی اور حزب اختلاف کے ۷۰؍ارکان نے مشترکہ طور پر تیار کی تھی۔ حزب اختلاف کے ارکان احتجاج کرتے ہوئے واک آؤٹ کرگئے۔

۲۸؍جون…… مجلس عمل تحفظ ختم نبوت آج قادیانیوں کے بارے میں مجوزہ تحریک پر غور کرے گی۔ (مفتی محمود) ظفر جمال بلوچ ناظم اعلیٰ اسلامی جمیعت طلبہ کو قابل اعتراض تقریر کی بناء پر گرفتار کرلیا گیا۔ طلبہ ۳۰؍جون کو اسلام آباد میں مظاہرہ کریں گے۔ ہم اب تک ایک سو جلسے منعقد کرچکے ہیں۔ اب دیہی علاقوں میں تحریک کا آغاز کررہے ہیں (فرید پراچہ کی پریس کانفرنس)

۲۹؍جون…… قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے کل قومی اسمبلی میں بل پیش کیا جائے۔ بل کی منظوری تک اجلاس جاری رہنا چاہئے۔ (مجلس عمل کا مطالبہ) قادیانیوں کا مسئلہ حل کرنے میں تاخیر پر تشویش کا اظہار۔

۳۰؍جون…… وزیراعظم بھٹو ڈھاکہ کے ۳روزہ دورے کے بعد راولپنڈی واپس پہنچ گئے۔

یکم جولائی…… قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مسئلہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سپرد کردیا گیا۔ خصوصی کمیٹی تمام ارکان قومی اسمبلی پر مشتمل ہوگی۔ اپوزیشن کی قرارواد اور سرکاری تحریک دونوں متفقہ طور پر قبول کرلی گئیں۔ (قرارداد اور تحریک کا مکمل متن، شمس الاسلام میں کسی اور جگہ دیکھئے) اب اس مسئلے پر مظاہرے بند ہوجانے چاہئیں۔ (حفیظ پیرزادہ)

مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے آج سے تحریک شروع کرنے کا اعلان کردیا۔ رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے مجلس عمل کے زعماء آج ملک کے مختلف حصوں کے تفصیلی دورے پر روانہ ہوں گے۔ (مجلس عمل کی قراردادیں)

۲؍جولائی…… خصوصی کمیٹی نے مسئلہ ختم نبوت پر قراردادیں اور تجاویز طلب کرلیں۔ اخبارات چیئرمین کمیٹی کی جاری کردہ خبروں کے سوا کوئی مواد شائع نہ کرسکیں گے اور نہ کمیٹی کی کارروائی پر کسی قسم کا تبصرہ یا قیاس آرائی کرانے کی اجازت ہوگی۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے اسیر طلبہ کو فی الفور رہا نہ کرانے سے حالات سنگین ہوسکتے ہیں۔ حکومت پولیس کے ذریعے علماء کرام کو دھمکانے کا سلسلہ بند کردے۔ (طفیل میاں محمد)

۴؍جولائی…… قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے تجاویز پر غور کرنے کے لئے ذیلی کمیٹی قائم کردی۔

۵؍جولائی…… عوام سے خصوصی دعائیں مانگنے کی اپیل تاکہ اراکین کو ایمان وضمیر کے مطابق رائے دینے اور قومی اسمبلی کو اللہ کے دین کے منشاء کے مطابق فیصلہ کرنے کی توفیق ملے۔

(مولانا بنوری اور علامہ رضوی)

۶ر جولائی...... پنجاب سرکار نے آغا شورش کاشمیری مدیر ہفت روزہ چٹان کو ڈی پی آر کے تحت گرفتار کرلیا۔

۷ر جولائی...... قومی اسمبلی کی خاص کمیٹی نے اپنی رہنما کمیٹی کی طرف سے پیش کردہ پروگرام، قراردادوں اور تجاویز پر غور کیا اور ناظم اعلیٰ انجمن احمد ربوہ اور جنرل سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور کی جانب سے اپنا اپنا نقطہ نظر تحریری طور پر پیش کرنے اور بعض امور میں دستاویزی ثبوت مہیا کرنے کی درخواست منظور کرلی۔

۸ر جولائی...... اخبارات میں قابل احترام علماء کو بدنام کرنے کی مہم بند ہونی چاہئے۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کو اپنا اہم کام مکمل کرنے کے لئے سازگار ماحول مہیا کرنے کی اپیل۔ (کوثر نیازی)

۹ر جولائی...... گرفتار شدہ علماء اور ایڈیٹروں کو رہا کر کے اخبارات پر سے پابندیاں ہٹائی جائیں۔ عوام پرامن رہیں اور تشدد پھیلانے والے عناصر سے ہوشیار رہیں۔ (مرکزی مجلس عمل)

۱۰ر جولائی...... وقوعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹربیونل جج مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی کے روبرو سماعت جاری ہے۔

۱۱ر جولائی...... نشتر میڈیکل کالج کے کسی طالب علم کا کوئی عضو یا زبان نہیں کاٹی گئی۔ (جسٹس صمدانی کا فیصلہ)

۱۲ر جولائی...... میں ارکان اسمبلی سے مسئلہ جلد نمٹانے کے لئے کہوں گا۔ قادیانیوں کا بائیکاٹ مناسب نہیں اسلام بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ (بھٹو)

۱۳ر جولائی...... قومی اسمبلی کی رہبر کمیٹی نے انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بیانات پر غور کیا۔

۱۴ر جولائی...... قومی اسمبلی کی خاص کمیٹی نے اپنی رہبر کمیٹی کی سفارشات منظور کرلیں۔ اب تک کی کارگزاری اور رفتار کار پر اظہار اطمینان۔

۱۵ر جولائی...... قومی اسمبلی قادیانیوں کا مسئلہ حل کرنے میں ایک دن کی بھی بلاضرورت تاخیر نہیں کرے گی۔ خاص کمیٹی اور رہبر کمیٹی نے اب تک تمام فیصلے اتفاق رائے سے کئے ہیں۔

۱۹ر جولائی...... قادیانیوں کا سماجی مقاطعہ ختم کردینے کی اپیل (حفیظ پیرزادہ) جاوید ہاشمی کو قابل اعتراض تقریر کی بناء پر دوبارہ گرفتار کرلیا گیا۔

۲۰ر جولائی...... تحقیقاتی ٹربیونل آج ربوہ کے ریلوے سٹیشن کا معائنہ کرے گا۔

۲۳؍جولائی...... اسیر لیڈروں کو رہا کر کے اخبارات و جرائد کے ڈیکلیریشن بحال کئے جائیں۔ (مولانا بنوری) تحریک کے رہنماؤں اور طلبہ کو رہا کر کے فضا کو خوشگوار بنایا جائے۔ ٹرسٹ کے اخبارات، ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعے مجلس عمل کے خلاف پروپیگنڈہ بند کرنے کا مطالبہ۔

۲۴؍جولائی...... قومی اسمبلی کی خاص کمیٹی نے مرزا ناصر احمد کا حلفیہ بیان مکمل طور پر قلمبند کرلیا۔ اجلاس اگلے ہفتے تک ملتوی ہوگیا۔

۲۶؍جولائی...... حکومت مرزائیوں کے مسئلہ کو منصفانہ اور مکمل طور پر حل کردینا چاہتی ہے۔ (بھٹو)

۲۷؍جولائی...... آغا شورش کاشمیری مدیر چٹان رہا کر دیئے گئے۔ ان کا پریس واگزار اور چٹان بحال کر دیا گیا ہے۔

۳۰؍جولائی...... قادیانیوں کا مسئلہ عوام کی خواہشات کے مطابق حل کیا جائے۔ (متحدہ جمہوری محاذ) مرکزی مجلس عمل کے وکلاء، صمدانی ٹربیونل کی کاروائی سے دستبردار ہوگئے۔ تحریک ختم نبوت کے بارے میں حکومت کا رویہ غیر جمہوری ہے۔ (علامہ رضوی)

۳۱؍جولائی...... وزیر اعظم نے قادیانی مسئلہ کو جلد حل کرنے کے لئے اعلیٰ سطح کا اجلاس طلب کرلیا۔ قومی اسمبلی کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا۔ (بھٹو) صمدانی کمیشن نے واقعہ ربوہ کی تحقیقات مکمل کرلی۔ بعض تنظیموں کی علیحدگی سے تحقیقات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

یکم اگست...... قادیانیوں کا مسئلہ حل ہونے ہی والا ہے۔ (بھٹو) خبروں پر سنسر شپ میں ایک ماہ کی توسیع (پنجاب سرکار) قادیانی مسئلہ کا ۱۴؍اگست تک فیصلہ کردیا جائے۔ (مفتی محمود، مولانا نورانی، پروفیسر غفور احمد)

۲؍اگست...... قادیانی مسئلے کے حل کی تاریخ متعین کرنے پر اعلیٰ سطح کی کانفرنس میں غور و خوض۔

۴؍اگست...... ربوہ کا واقعہ پہلے سے طے شدہ منصوبے اور سازش کا نتیجہ ہے۔ (مسلم وکلاء کا مؤقف) آئینی اعتبار سے ہمیں اپنے عقیدے کی تبلیغ اور اسے اپنانے سے نہیں روکا جاسکتا۔ (قادیانی وکیل کا مؤقف) واقعہ ربوہ تحقیقاتی ٹربیونل کی کارروائی کے اختتام کا اعلان۔ ٹربیونل ۲۰؍اگست تک اپنی رپورٹ پیش کردے گا۔

۵؍اگست...... قادیانی مسئلہ ۷؍ستمبر تک حل کردیا جائے گا۔ مسئلے میں بعض قومی اور بین الاقوامی پیچیدگیاں ہیں۔ ٹھنڈے دل سے غور کی ضرورت ہے۔ تاہم تاخیر قومی مفاد میں نہیں۔ (بھٹو)

۶؍اگست...... قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے مرزا ناصر احمد سے مزید معلومات حاصل کیں۔

۷؍اگست...... قادیانی مسئلہ آئین وقوانین میں مناسب ترمیموں کے ذریعے مستقل طور پر حل ہونا چاہیے۔ (مرکزی مجلس عاملہ جماعت اسلامی)

۱۰؍اگست...... ملک خصوصاً پنجاب میں ہونے والے اشتعال انگیز واقعات، علماء اور طلبہ کی گرفتاریوں اور ان پر تشدد۔ حزب اختلاف کے اراکین اسمبلی کی سخت تشویش کا اظہار اور مطالبہ کہ ملک میں پھیلی ہوئی بدامنی کے پیش نظر ۱۰؍اگست کے بعد وقفہ نہ کیا جائے اور خصوصی کمیٹی کو بلا توقف کام کرنے کی اجازت دی جائے۔

۱۱؍اگست...... ارکان اسمبلی اہم قومی مسئلہ کے بارے میں قانونی تقاضوں کو جلد پورا کریں۔ (میاں طفیل محمد)

۱۳؍اگست...... آزاد کشمیر اسمبلی نے اسلامی تعزیرات کا مسودہ قانون منظور کرلیا۔

۱۸؍اگست...... عوام اپنا مؤقف واضح کر چکے ہیں۔ حکومت حسب وعدہ ۷؍ستمبر تک قادیانی مسئلہ حل کرے۔ ہمارا کسی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں۔ (مجلس عمل)

ایک ترمیمی بل وزیراعظم کی مقررہ تاریخ کے اندر منظور نہ ہوا تو پھر قوم کا اضطراب جو شکل اختیار کرے۔ اس کی تمام تر ذمہ داری ارباب حکومت پر ہوگی۔ (مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی قراردادیں)

۱۹؍اگست...... قومی اسمبلی منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دے گی۔ (مولانا نورانی)

۲۰؍اگست...... اپوزیشن قادیانی مسئلے پر خصوصی کمیٹی کی کارروائی سے مطمئن ہے۔ (پروفیسر غفور احمد) یکم ستمبر کو لاہور میں مجلس عمل کا کل پاکستان کنونشن منعقد ہوگا۔

۲۱؍اگست...... صمدانی ٹریبونل نے رپورٹ وزیراعلیٰ کو پیش کردی۔

۲۲؍اگست...... قادیانیوں کا مسئلہ سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق حل ہوجائے گا۔ (مولانا عبدالحکیم ایم این اے)

۲۴؍اگست...... کسی سیاسی جماعت کو تحریک ختم نبوت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (مولانا بنوری)

۲؍ستمبر...... ۷؍ستمبر کو فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق نہ ہوا تو تحریک چلائی جائے گی۔ عقیدہ ختم نبوت کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔ قومی اسمبلی اور حکومت کو منکرین ختم نبوت کے بارے میں فیصلہ مسلمانوں کی خواہشات کو مدنظر رکھ کر کرنا ہوگا۔ (مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم

نبوت کے زیر اہتمام بادشاہی مسجد لاہور میں تاریخی جلسہ عام)

۴؍ستمبر ...... قادیانیوں کے بارے میں قرارداد منظور کرنے پر غور کیا جا رہا ہے۔ ممکن ہے ۷؍ستمبر کے بعد قومی اسمبلی کا اجلاس دوبارہ بلانا پڑے۔

۶؍ستمبر ...... سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق قادیانی مسئلے کا قابل قبول حل تلاش کر لیا گیا۔ حکومتی پارٹی اور حزب اختلاف کے مابین حل کے بارے میں مکمل اتفاق رائے۔ قومی اسمبلی کی کمیٹی نے مسئلے کے بارے میں متفقہ قرارداد منظور کر لی۔

قومی اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر امن وامان برقرار رکھنے کے لئے ضروری اقدامات (خان قیوم) ختم نبوت کے مسئلہ پر جذبات کا اظہار کرنے کے لئے پنجاب سٹوڈنٹس کونسل کی اپیل پر صوبے بھر میں طلبہ کی علامتی ہڑتال۔

۷؍ستمبر ...... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ قومی اسمبلی اور سینٹ نے اتفاق رائے سے آئین میں دوسری ترمیم کی اجازت دے دی۔ رسول اکرم ﷺ کو آخری نبی نہ ماننے والا یا نبوت کا دعویٰ کرنے والا یا مدعی نبوت کو نبی یا مصلح ماننے والا مسلمان نہیں۔

کوئی شخص ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف پرچار نہیں کر سکے گا۔ خلاف ورزی قابل تعزیر جرم ہوگی۔

منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلہ کا پرجوش خیر مقدم۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا اسلامی تاریخ کا اہم فیصلہ ہے۔ (مرکزی مجلس عمل)

دستور میں ترمیم کے بعد اب عملی اقدامات بھی کئے جانے چاہئیں۔ (مولانا مودودی)

یہ ایک صحیح فیصلہ ہے۔ (مفتی محمود)

قادیانی اب افریقی عوام کو دھوکہ نہ دے سکیں گے۔ (نورانی میاں)

آج کا دن بڑا مبارک ہے۔ قادیانیوں کے مسئلہ کا حل بہت بڑی کامیابی ہے۔ (اصغر خان)

منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ پوری قوم کی خواہشات کا آئینہ دار ہے۔ (وزیراعظم بھٹو)

اے مسلمان نوجوانو

غازیان سربکف کا بانکپن پیدا کرو　　اپنے دل میں جذبہ حب وطن پیدا کرو
خاک کے ذروں میں ہو لولوئے لالہ کا مزاج　　اسی خزاں میں بھی یہاں سرد سمن پیدا کرو

کوڑیوں کے بھاؤ بکتے ہیں ادیبان کہن   ان بتوں سے مختلف ذوق سخن پیدا کرو
اے عزیزان مکرم اے قلمکاران نو   عصر حاضر میں روایات کہن پیدا کرو
میکدوں میں بادۂ عشق نبی کا دور ہو   بت کدوں میں غیرت دین حسن پیدا کرو
خواجۂ کون ومکاں کے نقش پا کو چوم کر   اپنی ہر تحریک میں انؐ سے لگن پیدا کرو
داستان کربلا کے نام لیوا ہیں کہاں   ان سے کہتا ہوں لہو دے کر چمن پیدا کرو
جہد واستقلال کی تاریخ دہرائے ہوئے   اک زمانہ ہوگیا دار و رسن پیدا کرو

(شورش کاشمیری)

تحریک ختم نبوت اور طلبہ کا کردار

(فرید احمد پراچہ سابق صدر سٹوڈنٹس یونین پنجاب یونیورسٹی وصدر پنجاب سٹوڈنٹس کونسل)

ایک شخص سامان سے لدے ہوئے اونٹ سمیت جنگل میں سفر کر رہا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سخت گرمی اور چلچلاتی دھوپ سے بچاؤ کے لئے اس نے ایک درخت تلے پڑاؤ ڈالا۔ اور اونٹ کو کھلا چھوڑ کر خود سو گیا۔ لمبی تان کر ایسا سویا کہ جب آنکھ کھلی تو نہ اونٹ تھا نہ سامان۔ لق ودق صحراء میں مسافر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اونٹ کی تلاش میں وہ مارا مارا پھرا۔ کبھی پہاڑیوں پر چڑھا۔ کبھی میدانوں میں اترا۔ کبھی صحرا کے ذروں سے دریافت کیا۔ کبھی جنگل میں پکارتا رہا۔ لیکن اونٹ کو نہ ملنا تھا نہ ملا آخر تھک ہار کر اسی درخت کے تلے آ بیٹھا۔ ٹھنڈی ہوا چلی تو مسافر کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں یہی تلاش...... یہی جستجو...... اچانک آنکھ کھلی تو دیکھا کہ معجزانہ طور پر اونٹ سامنے موجود تھا...... صحابہؓ کے سامنے اس تمثیل کو بیان فرما کر حضور انور ﷺ کی زبان صداقت ترجمان نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا: ''بتاؤ! ایسے شخص کی خوشی کی کیا انتہا ہو گی؟'' بحیثیت قوم ہم بھی خوشی کے انہی جذبات سے دوچار ہیں۔ جب ہم خواب غفلت میں مبتلا تھے تو عشق مصطفیٰ کی متاع بے بہا ہم سے کھو گئی۔ ڈاکو ختم نبوت کی عمارت پر ڈاکہ ڈال چکے تھے۔ تب ہم نے تحریکیں چلائیں، تقریریں اور جلسے کئے۔ نعرے لگائے۔ جلوس نکالے پھر جب ہماری ہمتیں جواب دے گئیں تو اچانک خدا نے فضل کیا اور کوششیں بارآور ہو گئیں۔ اچانک ہمیں اونٹ مل گیا............ اچانک ڈاکو پکڑے گئے۔

یہ کس کا کارنامہ ہے؟ کس کی جیت ہے؟ ...... اس معرکے کا ہیرو کون ہے؟ عوام؟ طلبہ؟ علماء؟ صحافی؟ حکومت؟ سیاست دان؟

یہ فیصلہ اتنا آسان نہیں اس لئے کہ میرے نقطہ نظر میں ختم نبوت تحریک کی کامیابی فی الحقیقت کوئی بڑا کارنامہ ہی نہیں۔ یہ تو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے امت مسلمہ پر ایک قرض تھا۔ نوے سال پرانا قرض۔ ہم نے صرف قرض ہی اتارا ہے۔ اور کیا ہی کیا ہے۔

کسی قدر شرم کا مقام ہے کہ آقائے عربی کے غلاموں میں نوے سال ایک جھوٹی نبوت پلتی اور بڑھتی رہی اور ہم نے اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرتے رہے۔ اب خدا نے ہم پر کرم کیا اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے صدقے ہم نے اپنے جسم کے اس ناسور کو کاٹ کر علیحدہ پھینکا ہے۔ اس تحریک کی کامیابی کا سہرا دراصل عشق مصطفیٰ کے سر بندھتا ہے۔ اس تحریک میں طلبہ کا کردار کیا رہا؟

یہ سوال اب تشنۂ جواب نہیں۔ اس لئے کہ طلبہ کا کردار اتنا نمایاں اور بھرپور تھا کہ نہ اسے تاریخ نظر انداز کر سکے گی اور نہ ہی اس ملک کے عوام۔

اس تحریک کا آغاز ہی طلبہ کی جدوجہد سے ہوا۔ اس تحریک کے سفر کے آغاز پر ایک خونی سنگ میل نصب ہے۔ جس پر طلبہ کی اس جدوجہد کی داستان رقم ہے۔

۲۹ رمئی کو نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ اپنے سفر سے واپس آ رہے تھے کہ ربوہ کے پلیٹ فارم پر انہیں ایک اور سفر کی دعوت دی گئی۔ ایک طویل اور بھرپور سفر کی جس کی منزل تحفظ ختم نبوت مقرر ہوئی۔ پھر کاررواں نکلتے رہے۔ قافلے آمادۂ سفر ہوئے۔ اور بالآخر منزل نے ان جیالوں کے قدم چوم لئے۔ ۲۹ رمئی کو جب ربوہ پلیٹ فارم پر طلبہ کو آہنی سلاخوں اور آتشین اسلحہ سے پیٹا گیا۔ اور ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ ظلم کے ہتھیاروں سے دبانے کی کوشش کیگئی تو ایک ہلاکت خیز طوفان ملک کے ہر تعلیمی ادارہ سے اٹھا۔ ۳۰ رمئی کو لاہور، ملتان، لائلپور، راولپنڈی اور دیگر مقامات پر احتجاجی جلوس غم وغصہ کے جذبات سے لبریز سڑکوں پر موجود تھے۔ چونکہ مضروبین میں اسلامی جمعیت طلبہ نشتر کالج کے ناظم محمد امین اور سٹوڈنٹس یونین کے صدر ارباب عالم موجود تھے۔ اس لئے اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کی طرف سے تمام ملک کے منتخب شدہ طلبہ نمائندوں کو اس تحریک کے آغاز کی ہدایت کی گئی۔ چنانچہ پورے ملک میں طلبہ سراپا احتجاج بن گئے۔ پنجاب یونیورسٹی اس تحریک کا مرکز بنی اور سٹوڈنٹس یونین نے اس تحریک کو ملک کے کونے کونے میں پھیلانے کا عزم کرلیا۔ ملک کے دوسرے شہر سرگرم عمل تھے۔ آتش احتجاج میں جل رہے تھے۔ لیکن لاہور جو تحریکوں کا شہر ہے۔ اس وقت تک خاموش تھا۔ چنانچہ ۶ رجون کو سینسر زدہ اخبارات میں ایک مختصر سا اعلان چھپا کہ ۷ رجون کو طلبہ کے نمائندے مسجد نیلا گنبد میں نماز جمعہ ادا کریں گے۔

یہ اعلان دراصل اعلان جنگ تھا۔ سمجھنے والے سمجھ چکے تھے کہ نماز جمعہ ادا کرنے سے کیا مراد ہے۔ اس روز نماز جمعہ پر مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ نماز جمعہ ختم ہوئی تو طلبہ نے مسجد میں ہی جلسے کا اعلان کر دیا۔ جلسہ بھرپور تھا۔ طلبہ کا لہجہ آتشیں تھا۔ وہ اہل لاہور کو جھنجوڑ رہے تھے۔ اہل لاہور بیدار ہو گئے۔ طلبہ جلوس کی قیادت کرتے ہوئے مسجد سے باہر نکلے تو پولیس اور فیڈرل سکیورٹی فورس کے دستے راستہ روکے کھڑے تھے۔ یہ لاہور کا پہلا جلوس تھا۔ طلبہ کا عزم تھا کہ مال روڈ تک پہنچیں گے۔ انتظامیہ کا فیصلہ تھا کہ طلبہ کو آگے بڑھنے نہ دیا جائے۔ لیکن انتظامیہ ہار گئی۔ طلبہ جیت گئے۔ پولیس کا گھیراؤ چیرتے ہوئے طلبہ آگے نکل گئے۔ اس موقع پر طلبہ کے نمائندے گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن تحریک کی ابتداء ہو چکی تھی۔

چند روز کے بعد طلبہ کے نمائندے رہا ہوئے تو پریس کانفرنس میں انہوں نے اعلان کیا کہ اگر ۱۴ر جون تک قادیانیوں کو اقلیت قرار نہ دیا گیا تو ۱۴ر جون کو ملک گیر تحریک چلائی جائے گی اور ۱۴ر جون بھرپور ہڑتال کا دن ہوگا۔ چنانچہ ۱۴ر جون کو طلبہ نے پنجاب یونیورسٹی میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا۔ شہر میں فوج گشت کر رہی تھی۔ لیکن طلباء جلوس کی شکل میں باہر نکلے اور پورے شہر پر چھا گئے۔ انتظامیہ بے بس ہو گئی۔ ۱۴ر جون کو ہی طلبہ نے پنجاب کو تین سیکٹروں میں تقسیم کر کے رابطہ عوام کی مہم کا آغاز کر دیا۔ لاہور سیکٹر میں لاہور، شیخوپورہ، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، ساہیوال، لائلپور اور جھنگ کے اضلاع شامل تھے۔ اس سیکٹر میں نعیم سرویا صدر انجینئرنگ یونیورسٹی، راجہ شفقت حیات سیکرٹری ایف سی کالج، انور گوندل ناظم اسلامی جمعیت طلبہ جامعہ پنجاب کے علاوہ راقم شامل تھے۔ راولپنڈی سیکٹر میں پنڈی، جہلم، گجرات، کیمبل پور، میانوالی اور سرگودھا کے اضلاع شامل تھے۔ اور اس ٹیم میں حفیظ اللہ نیازی صدر اسلام آباد یونیورسٹی شامل تھے۔ ملتان سیکٹر میں ملتان، ڈیرہ غازیخان، بہاول پور، بہاول نگر، رحیم یار خان اور مظفر گڑھ کے اضلاح شامل تھے اور اس علاقہ کی ذمہ داری عبدالشکور سیکرٹری پنجاب یونیورسٹی، منظور خان، سابق صدر گورنمنٹ کالج ملتان اور احسان باری پر ڈالی گئی۔ طلبہ ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرتے رہے۔ ایک ایک دن میں تین تین جلسے ہوئے جلوس نکالے گئے۔ ہر جگہ عوام نے بھرپور استقبال کیا۔ ہر جلسے میں ہزاروں کی تعداد میں عوام شامل ہوئے۔ ۳۰ر جون تک طلبہ اپنے طوفانی دورے میں دو ہزار سے زائد جلسے اور ۱۸ر جلوس نکال چکے تھے۔ اسی دوران لاہور شہر میں مسعود کھوکھر، نائب صدر پنجاب یونیورسٹی اکمل جاوید سیکرٹری انجینئرنگ یونیورسٹی اور احسان اللہ وقاص ناظم اسلامی جمعیت طلبہ لاہور کی قیادت میں ڈیڑھ سو جلسے منعقد کئے گئے۔ ۳۰ر جون کو طلبہ کے نمائندے ایک ایک ماہ کے لئے

نظر بند کر دیئے گئے لیکن تحریک پھر بھی جاری رہی۔

طلبہ نے پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے جلسے کئے۔ مظاہرے کئے اور ملک کے در و دیوار پر ختم نبوت زندہ باد، قادیانیوں کو اقلیت قرار دو اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دو کے نعرے لکھ دیئے گئے۔ اگست میں طلباء رہا ہوئے تو فیصلہ کیا گیا کہ اب حکومت سے کھلم کھلا اور آخری جنگ کے لئے پنجاب یونیورسٹی میں پنجاب سٹوڈنٹس کونسل کا اجلاس بلایا جائے۔ اس اجلاس میں اہم نوعیت کے فیصلے کئے گئے۔ فیصلہ کیا گیا کہ جب تک قادیانیوں کو اقلیت قرار نہ دیا گیا۔ تعلیمی اداروں میں قادیانی طلبہ اور اساتذہ کا داخلہ بند رہے گا۔ پنجاب میں ایک اور طوفانی دورہ ہوگا۔

۵؍ستمبر کو تمام تعلیمی اداروں میں کلاسوں کا بائیکاٹ ہوگا۔ ۱۴؍اگست کو لاہور میں تاریخی جلوس نکالا جائے گا۔ ۵؍ستمبر کو اسلام آباد میں کل پاکستان طلبہ کنونشن ہوگا۔ اور سب سے اہم فیصلہ یہ کیا گیا کہ اگر ۷؍ستمبر کو قادیانیوں کو اقلیت قرار نہ دیا گیا تو پھر طلبہ ”حکومت چھوڑ دو“ تحریک کا آغاز کریں گے۔ ۱۴؍اگست کو طلبہ نے لاہور میں عظیم الشان جلوس نکالا اور پھر ۱۸؍اگست کو لاہور کی مسلم مسجد میں ۸۰؍ سے زائد پنجاب بھر کے منتخب طلبہ کے نمائندوں نے ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کیا۔ یہ اپنی نوعیت کا واحد جلسہ عام تھا۔

۵؍ستمبر کو پورے صوبہ میں طلبہ نے کلاسوں کا بائیکاٹ کیا۔ اتنا بھرپور کہ حکومت بوکھلا اٹھی۔ ۵؍ستمبر کو طلباء کے نمائندے اسلام آباد میں جمع تھے۔ اسی روز اسلام آباد میں عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔ اسلام آباد کے راستے بند تھے۔ لیکن طلبہ پہنچ رہے تھے۔ خان قیوم نے بیان دیا کہ طلبہ کو اسلام آباد میں کچل دیا جائے گا۔ طلبہ...... نمائندے اتنی کثیر تعداد میں پہنچ گئے تھے اور ممبران اسمبلی پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ حکومت کے لئے طلبہ کا وجود ناقابل برداشت ہوگیا۔ چنانچہ پولیس نے ہر راستہ کی ناکہ بندی کی۔ اور بالآخر طلبہ گرفتار کر لئے گئے۔

اس تحریک میں طلبہ نمائندوں کی یہ چوتھی گرفتاری تھی۔ طلباء نے اسلام آباد کو اپنی تحریک کے فائنل میچ کے لئے منتخب کر کے حکومت کے اعصاب شل کر دیئے تھے۔ طلبہ، نمائندوں کی گرفتاریوں کے باوجود احتجاج جاری رہے۔ پولیس اور طلبہ میں آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ طلبہ ہر کونہ میں پھیل گئے۔ جگہ جگہ جلسے کرتے رہے۔ جوش پھیلاتے رہے۔ ممبران اسمبلی تک پہنچنے کے راستے بھی بند کر دیئے گئے۔ لیکن طلبہ ہر حدود پھلانگ گئے۔ اور بالآخر حکومت نے ہتھیار ڈال دیئے۔

۷؍ستمبر کو طلبہ جیت گئے۔ عوام جیت گئے۔ علماء جیت گئے اور اسی ملک میں تمام مسلمانوں کا جذبہ عشق نبی ﷺ جیت گیا۔

بھیرہ میں حالیہ تحریک ختم نبوت

ملک محمد معصوم!

برصغیر پاک وہند میں گاہ بگاہ تحریکیں اٹھتی رہی ہیں۔ یہ تحریکیں مخصوص سماجی، اقتصادی، مذہبی یا سیاسی پروگرام لے کر عوام الناس کے سامنے آئیں۔ ہر تحریک نے اپنا نقطہ تقریروں، تحریروں، جلسے جلوسوں اور دیگر ذرائع سے پیش کیا تا کہ عوام ایک طرف تو تحریک کے مقاصد اور ترقی سے آگاہ رہیں اور دوسری طرف عوامی جوش وجذبہ اور تحریکی ولولہ تابندہ رہے۔ مگر کسی تحریک کی زندگی چند ماہ ہی ہے۔ کوئی چند ہفتے اور بعض اس سے بھی کم وقفے میں دم توڑ گئیں۔ اس کے برعکس تحریک ختم نبوت جو مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے ساتھ شروع ہوئی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ مدھم پڑھنے کے بجائے ۹۰ سالوں میں تیز تر ہوئی۔ دراصل اس تحریک کی آبیاری علماء حق کی جانسپاریوں اور عوام کے عشق مصطفیٰ نے کی۔ حالیہ تحریک اپنی شدت گیرائی اور گہرائی کے سبب اتنی مؤثر نتیجہ خیز اور جامع تھی کہ تمام تر تاخیری حربوں کے باوجود ارباب اختیار کو یہ مسئلہ مسلمانوں کی خواہشات اور ان کے مطالبے کے مطابق طے کرنا پڑا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ملک بھر میں ہر سطح پر بڑا منظم اور پر جوش کام ہوا۔ بھیرہ اگرچہ چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن علماء وصلحاء کے اثرات کے سبب اس کے خمیر میں باطل قوتوں کا مقابلہ کرنے کا جذبہ اور قومی تحریکوں میں بھرپور شمولیت کا ولولہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ اگر بھیرہ کی سرزمین سے حکیم نور الدین قادیانی اور حکیم فضل دین قادیانی پیدا ہوئے تو یہیں سے مجاہد ملت حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ نے جنم لیا۔ جنہوں نے اپنی تحریر اور تقریر سے پورے علاقے میں تعاقب کر کے قادیانی تحریک اور قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ چنانچہ حالیہ تحریک کے دوران اہل بھیرہ نے اپنے علماء کی آواز پر لبیک کہا اور یوں دل وجان سے تحریک کو کامیاب بنایا۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر جب قادیانیوں نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت نہتے اور بے خبر طلبہ کو اپنی وحشت اور بربریت کا نشانہ بنایا تو ملک بھر کے مسلمانوں میں شدید اضطراب اور بے چینی پھیل گئی۔ اس فطرتی ردعمل کا پہلا بھرپور عوامی اور دینی اظہار ۳۱ مئی کو جمعہ کے خطبوں میں ہوا۔ شہر کے علماء اور خطباء نے مساجد میں اس موضوع پر تقریریں کیں۔ انہوں نے عوام کو قادیانیت کے فتنے کے خدوخال اور برگ وبار سے آگاہ کیا اور ان مضمرات اور خطرات

کی نشاندہی کی جو اس حملے کی جسارت کا باعث بنے اور جس سے اسلام مسلمانوں اور وطن عزیز کو مزید نقصانات کا احتمال تھا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت بھیرہ کے صدر مولانا سراج الدین، مولانا جلال الدین مولانا محمد یامین جلسہ وجلوس کے باقاعدہ پروگرام کے لئے حضرت امیر حزب الانصار کے پاس تشریف لائے۔ چنانچہ باہمی مشورے اور اتفاق رائے سے ایک باضابطہ لائحہ عمل طے ہوا۔ اس جمعہ کو جامع مسجد بگویہ میں معمول سے زیادہ اجتماع تھا۔ حضرت مولانا افتخار احمد بگوی امیر حزب الانصار نے اپنی پرجوش تقریر میں واضح کیا۔

ربوہ کا حادثہ اس لحاظ سے بہت سنگین ہے کہ مرزائیوں نے تاریخ میں پہلی بار کسی اشتعال کے بغیر اپنی ریاست میں مسلمانوں کو للکارا ہے۔ خصوصاً جب کہ ملک حالیہ بھارتی ایٹمی دھماکے اور دیگر داخلی معاملات کی بناء پر خطروں سے دوچار ہے۔ دراصل مرزا ناصر نے اپنی قوت اور رسوخ کے گھمنڈ میں یہ دیکھنا چاہا ہے کہ حالات کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے اور دین سے رغبت نہ رکھنے والے مسلمانوں کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔

میں مرزائیوں کو خبردار کرتا ہوں کہ اب ان کے احتساب کا دن آ پہنچا ہے۔ طلبہ کے خون کے یہ چھینٹے رائیگاں نہیں جائیں گے۔ ۱۹۵۳ء کے مجاہدین اور شہدائے ختم نبوت کی قربانیاں اب رنگ لاکر رہیں گی۔ محمد عربی کے غلام اور شمع رسالت کے پروانے اب کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔"

تقریر کے اختتام پر مولانا نے اعلان کیا کہ نماز جمعہ کے بعد مرزائیوں کے اس وحشیانہ جسارت اور ملت اسلامیہ کے خلاف ناپاک عزائم کی مذمت کے لئے جلوس نکالا جائے گا جس کے اختتام پر ایک عظیم الشان اجتماع سے شہر کے علماء خطاب کریں گے۔ چنانچہ نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد سے ایک بہت بڑا جلوس نکلا جس کی قیادت امیر حزب الانصار جناب پیر بدرالامیر گیلانی، مولانا حکیم برکات احمد بگوی اور مولانا محمد یعقوب احسن کر رہے تھے جب یہ جلوس بیرون دروازہ چک والہ پہنچا تو امیر حزب الانصار نے شرکاء جلوس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارا جلوس احتجاجی ہے ہم مرزائیوں کی جسارت کی مذمت کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں پرامن رہنا چاہئے اور بدامنی یا توڑ پھوڑ کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے۔ ایسی بات نہ صرف اسلامی رواداری کے خلاف ہے بلکہ اس سے ان سماج دشمن عناصر کو کھل کھیلنے کا موقع ملے گا جو تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لئے تخریبی سرگرمیوں کی آڑ چاہتے ہیں۔ علاوہ ازیں ابتدائی مرحلے پر لاء اینڈ

آرڈر کا مسئلہ انتظامیہ اور سرکار کے ساتھ غیر ضروری اور نقصان دہ تصادم کا باعث بن سکتا ہے۔“

جلوس بڑے وقار اور امن کے ساتھ بڑھ رہا تھا۔ قائدین کے طے کردہ نعرے بلند ہو رہے تھے۔ مگر جب جلوس بازار کے ایک حصے میں پہنچا تو بعض غیر ذمہ دار عناصر کی انگیخت پر نوجوانوں کے جذبات برافروختہ ہو گئے اور اس طرح چند غیر مسلموں کی دکانوں کو نقصان پہنچا مگر قائدین کی فوری اور مؤثر مساعی سے صورتحال جلد قابو میں آ گئی اور جلوس پھر پوری تمکنت اور شان کے ساتھ، نعرہ زن اپنے راستے پر آگے بڑھتا چلا گیا۔ زبانوں پر تحمید و تقدیس کے کلمات جاری تھے اور دل دعا گو کہ اب یہ تحریک کامیاب ہو۔

ایک جلوس مولانا جلال الدین اور مولانا سراج الدین کی قیادت میں دارالعلوم خضریہ محلہ پراچگان سے شروع ہوا جس میں بعد ازاں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا جلوس زیر قیادت حضرت مولانا پیر محمد کرم شاہ اور ایک جلوس مدرسہ عربیہ تعلیم الدین کے مولانا عبدالرشید کی قیادت میں شریک ہو گئے۔ شہر کے مین بازار میں یہ جلوس اور جامع مسجد بگویہ کا جلوس باہم مل گئے۔ بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تا حد نگاہ سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ اہل بھیرہ اپنے روایتی جوش وخروش کے ساتھ ناموس مصطفیٰ کو نذرانہ محبت وعقیدت پیش کر رہے تھے۔ بازار کے دوطرفہ مکانوں، دکانوں کی منڈیروں پر مستورات جمع تھیں۔ فضا درود وسلام، جذبہ جوش ایمان افروز اور باطل شکن کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ اس پر مستزاد مختلف مکاتب فکر کے علماء اور کارکنوں کا اتحاد واتفاق، یہ کیف یہ کمال بس اس کا توفیض تھا جس کے نام کی سربلندی اور ناموس کی حفاظت کے لئے آج سارا شہر بازاروں اور گلیوں میں امڈ آیا تھا۔

اختتام جلوس پر گنج منڈی کے روایتی اور تاریخی پنڈال میں عظیم الشان احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں علماء نے معلومات افزا ولولہ انگیز اور ایمان پرور تقاریر کیں اور عوام کو مرزا قادیانی اور اس کے مذہب کے مقاصد، خطرات اور سازشوں سے آگاہ کیا۔

۳۱ر مئی کے اس پرجوش اور انتہائی مؤثر مظاہرے نے اچھی طرح واضح کر دیا کہ بھیرہ کا مسلمان مکمل طور پر بیدار اور آقائے نامدار ﷺ کے ناموس کے تحفظ کے لئے پوری طرح تیار ہے۔ اب وہ قادیانی فتنے سے نمٹنے کے لئے اپنے علماء کی قیادت میں ہر راست اقدام کر گزرنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ اس اثناء میں دو تین جگہوں پر قادیانیوں نے کسی اشتعال کے بغیر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اس سے جذبات کا مشتعل ہو کر قابو سے باہر ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ حکومتی کارندوں کے لئے بھیرہ کی عوام کی بیداری اور ردعمل ایک تشویشناک بات تھی۔

اس سرکاری تشویش کی حاشیہ آرائی اور وضاحت کے لئے بعض شاہ پرستوں کے کردار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف تشویش کو مبالغے کے ساتھ پیش کیا بلکہ تحریک کے ''سد باب کے لئے اپنی گرانقدر تجاویز بھی پیش کیں۔ چنانچہ اس ''مشورے'' کے بعد رات ساڑھے دس بجے امیر حزب الانصار کے فون کی گھنٹی بجی۔ مقامی تھانے کے انچارج نے انہیں ایک ضروری میٹنگ کے لئے بلا بھیجا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد پولیس کے افراد مولانا کو اپنی نگرانی میں تھانے لے گئے۔

جانے سے پہلے اپنی متوقع گرفتاری کے پیش نظر مولانا نے اپنے رفقاء اراکین اور طلبہ دارالعلوم عزیزیہ کو پیش آئندہ امور سے بابت ضروری ہدایت دیں۔ کسی بستر اور آسائش کے بغیر مولانا نے وہ رات تھانے میں گزاری۔ مقامی انتظامیہ نے سارے شہر سے صرف انہیں گرفتار کیا تھا۔ ان کے لئے پولیس کے یہ ہتھکنڈے، قید کی صعوبتیں اور مشقتیں نئی نہیں تھیں۔ ۱۹۵۳ء میں وہ ان سے زیادہ مشکل حالات میں اور زیادہ جارح حکومت کے مظالم کا مقابلہ کر چکے تھے جب وہ[1] کئی ماہ پنجاب کی مختلف جیلوں شاہ پور، لاہور، سرگودھا وغیرہ میں قید رہے اور آخر ساہیوال سے رہا ہوئے تھے۔ شہر کے چیدہ چیدہ افراد کو مولانا کی غیر قانونی حراست کی اطلاع رات کو ہی مل گئی تھی۔ مگر صبح ہوتے ہی یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ مشتعل ہوگئے۔ انتظامیہ کا مؤقف تھا کہ شہر کی بیداری اور عوامی ردعمل کی ذمہ داری بطور خطیب شہر اور مفتی شہر امیر حزب الانصار پر عائد ہوتی ہے۔ مولانا کا کہنا تھا کہ مسلمانان بھیرہ کو حادثہ ربوہ کی مذمت' عقیدہ ختم نبوت کی صیانت اور قومی معاملات پر اظہار جذبات کا پورا پورا حق ہے۔ بدامنی اور توڑ پھوڑ کا کام خداترس مسلمان کا نہیں بلکہ بدامن اور قانون شکن مرزائیوں اور سماج دشمن عناصر کا شاخسانہ ہے۔ وہ اور اہل بھیرہ ایسی قانون شکنی سے بری الذمہ ہیں۔ اسی اثناء میں انتظامیہ نے مولانا عبدالرشید اور مولانا جلال الدین کو بھی اپنی انتظامی کارکردگی میں لپیٹ لیا۔ اس بات سے حالات مزید کشیدہ ہوگئے۔ شہر میں پولیس کی بھاری جمعیت گشت پر مامور کر دی گئی۔ کہیں بلند آواز سے احتجاجی نعرے لگے۔ بعض جگہوں پر نوجوان دھرنا مار کر بیٹھ گئے۔ حضرت امیر حزب الانصار کی گرفتاری کی خبر سن کر بھیرہ اور گردونواح کے مسلمان گروہ در گروہ جامع مسجد بگویہ آنے لگے۔ گیلانی

---

[1] ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھیرہ کے کثیر رضاکاروں کے علاوہ مجلس عمل کے درج ذیل عہدیدار اور ممتاز اصحاب کئی ماہ کے لئے صوبے کی مختلف جیلوں میں قید رہے۔
۱...... مولانا افتخار احمد بگوی، امیر حزب الانصار، ۲...... شیخ محمد اسلم مرحوم، حکیم برکات احمد بگوی صاحب، جناب پیر بدر الامیر گیلانی، ۵...... حافظ محمد صدیق صاحب

خاندان کے سبھی افراد اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ موجود تھے اور مقامی پریس کلب کے جواں سال صحافی ہیں۔ حکمت قدسی بھاگ دوڑ میں مصروف، علمائے شہر اور زعمائے علاقہ نے بگڑی ہوئی صورتحال کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ حضرت مولانا افتخار احمد بگوی، امیر حزب الانصار اور دیگر علمائے مدارس دینیہ کی ناجائز حراست کے خلاف شہر میں ایسی بھرپور اور مکمل ہڑتال ہوئی کہ باید و شاید، اب واضح ہو چکا تھا کہ یہ گرفتاریاں ناجائز ہیں اور امن عامہ کا مسئلہ مقامی انتظامیہ شاہ پرستوں کے تعاون سے اپنی حسن کارکردگی کے لئے خود پیدا کر رہی ہے۔ محترم حکیم مولوی شاہ محمد صاحب کی ہدایت پر جناب حکیم غلام مرتضیٰ نے پولیس حکام سے رابطہ قائم کیا اور انہیں سمجھایا کہ ایسے غلط اقدامات سے شہر کا امن تباہ ہو جائے گا اور صورت حال کنٹرول سے باہر ہو جائے گی۔

بعد ازاں علماء و مشائخ شہر، سیاسی اور سماجی رہنما اور مقامی صحافی تھانے پہنچے اور تفصیلی مذاکرات ہوئے۔ انتظامیہ کے مقامی کارندوں نے ضلعی حکام سے رابطہ کے بعد یکم جون، سہ پہر چار بجے علمائے کرام اور دینی طلبہ کو بلا شرط رہا کر دیا۔ اس موقع پر جناب شیخ انوار الحق پراچہ، جناب راجہ سکندر خان رکن صوبائی اسمبلی اور جناب سید عاشق حسین نے صورت حال کو سنبھالنے کی بھرپور مساعی کیں۔ نوجوان کارکنوں میں محمد اقبال، عقیل، محمد عظیم تھانوی، ممتاز خان، حاجی محمد، ملک محمد عمر، محمد ریاض، مقبول احمد وغیرہ نے اس موقع پر بڑے جوش و خروش سے کام کیا۔

۳۱رمئی کے مظاہرے اور یکم رجون کی ہڑتال، علماء کی گرفتاری اور رہائی۔ ان امور سے بھیرہ میں رائے عامہ کی ہمواری اور تحریک کی مستقل راہ پر خاصہ تیز کام ہوا۔ پورا ملک غیظ وغضب کی آگ میں جل رہا تھا۔ قادیانیوں کی خودسری اور اشتعال انگیزیوں، انتظامیہ اور شاہ پرستوں کے ہتھکنڈوں اور سرکار کے تاخیری حربوں سے اسے ہوا ملی۔ مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام کے رسمی اعلان سے پہلے ہی مختلف شہروں اور قصبوں میں تحریک کی انتظامی مجالس قائم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ مطالبات کی پذیرائی اور تحریک کو ٹھیک ٹھیک چلانے کے لئے یہ ناگزیر تھا۔ چنانچہ ۸رجون کو مولانا سراج الدین کی دعوت پر دار العلوم محمدیہ غوثیہ میں مقامی علمائے کرام، سیاسی رہنماؤں، سماجی کارکنوں، طلبہ نمائندوں اور صحافیوں کا اجتماع ہوا۔ تاکہ آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کیا جائے۔ کیونکہ اب تک تحریکی کام منظم طور پر نہیں ہو رہا تھا۔ اس نمائندہ اجتماع میں پیپلز پارٹی کے عہدے دار شریک نہیں ہوئے۔ البتہ مرزائی نواز گماشتوں کی بدولت کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکل سکا۔ اور انتظامی ہیئت نہ بن سکی۔

۱۴ر جون کو مرکزی مجلس عمل کی اپیل پر پہلی اور بھیرہ کی دوسری ہڑتال ہوئی جو تنظیم اور تاثر کے اعتبار سے انتہائی کامیاب تھی۔ ۱۸ر جون کو ایک اور نمائندہ اجتماع مسجد حاجی گلاب میں منعقد ہوا جس کے کنوینئر مولانا محمد رمضان علویؒ تھے۔ اس اجتماع میں اتفاق رائے سے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بھیرہ کے درج ذیل عہدے داران نامزد ہوئے۔

صدر: مولانا حکیم برکات احمد بگوی
ناظم اعلیٰ: مولانا جلال الدین
خازن: حاجی رحیم بخش

اراکین مجلس شوریٰ: مولانا افتخار احمد بگوی، مولانا پیر کرم شاہ، مولانا عبدالرشید، جناب پیر بدرالدین گیلانی، مولانا سراج الدین، مولانا عبدالرحیم، مولانا محمد یامین، صاحب زادہ امین الحسنات، مولانا محمد یعقوب احسن، جناب عبدالرشید، جناب واحد شاہ، جناب عزیز الرحمٰن خورشید، ملک نثار احمد، جناب غلام اللہ، جناب عبدالوحید، جناب عبدالسلام۔

تحریک ختم نبوت کا پہلا تحریکی جلسہ مدنی مسجد میں صدر مجلس عمل کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مجلس عمل بھیرہ نے بھیرہ اور اس کے گرد و نواح میں قریباً پچاس شاندار جلسے کئے۔ اور ۳۱ر مئی بروز جمعہ ۱۸ر جولائی بروز جمعرات، ۱۴ر اگست بروز اتوار اور ۱۵ر اکتوبر ہفتہ کو مقامی حالات، مرکزی مجلس عمل کی ملک گیر اپیل اور علاقائی حالات کی بناء پر ضلعی مجلس عمل کی ہدایت پر پانچ کامیاب ہڑتالیں کروائیں۔ ان ہڑتالوں کی کامیابی کا سہرا اہل بھیرہ خصوصاً کاروباری حضرات کے سر ہے جنہوں نے اخروی سرخروئی اور ناموس مصطفیٰ کی حفاظت کے لئے اپنے مالی خسارے اور کاروباری نقصان کو خوشی سے برداشت کیا۔ تحریک کے کم و بیش تمام جلسے شہر کی مختلف مساجد میں منعقد ہوئے۔ جن میں محلہ حفظانہ، محلہ پراچگان، ہجکہ اور رکھ چراگاہ کے جلسوں کو کافی شہرت حاصل ہوئی کیونکہ یہ جلسہ خاص مرزائی یا مرزائی نواز آبادیوں کے درمیان ہوئے تھے۔ ان میں ضلعی مجلس عمل کے راؤ عبدالمنان، مولانا صالح محمد، مولانا وزیر خان اور دیگر عہدے دار بھی خصوصی دعوت پر شریک ہوئے۔ ۸ر جولائی کو مجلس مرکزیہ حزب الانصار کے زیر اہتمام جامع مسجد بگویہ میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس کی صدارت امیر حزب الانصار نے کی۔ مجلس عمل بھیرہ کے تمام عہدیداران اس ممتاز جلسے میں شریک ہوئے۔ ناظم اعلیٰ مجلس عمل بھیرہ مولانا جلال الدین کی تقریر کے بعد مولانا محمد حسین چنیوٹی نے عقیدہ ختم نبوت پر پر جوش اور بصیرت افروز تقریر کی۔

بھیرہ کے نوجوان خصوصاً طلباء نے تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حالیہ تحریک نوجوانوں کی تحریک تھی۔ انہوں نے ہی اس کا آغاز کیا تھا۔ اور وہی شمع ناموس رسالت کی کرنیں لے کر قریہ قریہ گاؤں گاؤں شہر شہر پھیل گئے۔ یہ انہی کی پکار تھی جو ربوہ میں بلند ہوئی اور سارے ملک میں مانی گئی۔ مجلس عمل بھیرہ کے مشورے اور تائید سے بھیرہ میں طلبہ نے پہلے "تنظیم طلبہ" کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی تا کہ وہ مجلس عمل کے فیصلوں، اپیلوں اور ہدایات پر عمل کرنے اور انہیں نافذ کرنے میں دست وبازو کا کام دے اس کا تاسیسی اجلاس ۲۲ رجون کو مولانا محمد یعقوب احسن صدر مدرس دارالعلوم عزیزیہ کی صدارت میں ہوا جس میں اتفاق رائے سے صاجزادہ لمعات احمد بگوی صدر، ملک شیراز فراش نائب صدر، صاجزادہ حسنات احمد بگوی سیکرٹری اور مجلس شوریٰ کے یہ ارکان طے ہوئے۔ لیاقت قریشی، حافظ محمد منیر، ملک محمد علی، جاوید فراش، نذیر احمد، علامہ منظور قادر شاہ "تنظیم طلبہ" نے اپنی برادری کو فعال اوران کی صلاحیتوں کو منظم کیا۔ طلبہ نے سماجی مقاطعے ہڑتالوں اور مجلس عمل کے جلسوں کے دوران بڑی جرأت مندانہ دوراندیشانہ اور مؤثر خدمات سرانجام دیں۔ انہی اقدامات اور مقاصد کے لئے مجلس عمل تحریک ختم نبوت بھیرہ نے بعدازاں طلبہ سمیت اپنے تمام رضا کاروں اور کارکنوں کی سرگرمیوں کو مربوط مستحکم اور منظم کرنے کے لئے اپنی ایک ذیلی تنظیم "الفتح" بنائی اور صاجزادہ امین الحسنات کو اس کا ناظم مقرر کیا۔ چنانچہ ناظم اعلیٰ مجلس عمل بھیرہ کے ایماء اور کوششوں سے "تنظیم طلبہ" اور "الفتح" دونوں کو یک جا کیا۔ اس نئی تنظیم "الفتح" کے ساتھ اور جداگانہ طور پر اسلامی جمعیت الطلبہ اور جمعیت طلبائے اسلام کے کارکن بھی مقامی مجلس عمل کی ہدایات اور پروگراموں پر پوری طرح عمل پیرا اور معاون رہے۔ دراصل سماجی مقاطعے کا کٹھن اور صبر آزما کام انہی نوجوانوں کی محنتوں اور قربانیوں سے بار آور ہوا۔ ہر نوجوان نے خواہ وہ کسی تنظیم یا جماعت سے منسلک تھا یا نہیں۔ ہر جگہ، ہر محاذ پر ہمہ وقت مستعدی اور پورے جذبہ جوش کے ساتھ دین کی سربلندی کے لئے کام کیا۔ راتوں کو پھٹنے والے پٹاخے، شاہ پرستوں کی سازشیں، انتظامیہ کی دھمکیاں اور تادیبی ہتھکنڈے کوئی چیز اس کی راہ میں حائل نہیں ہوسکی۔ اور نہ ہی ذاتی نمود ونمائش یا شہرت ونا موری، مطلوب تھی۔ اسے اپنے مقصد کی سچائی کا یقین تھا اور خدا رسول سے سچی محبت اس محنت وایثار یقین اور محبت ہی نے اسے کامیابی کی منزل سے ہمکنار کیا۔

اعلان عام

قادیان کے زلہ خواروں کو نچایا جائے گا   غیرت اسلام کا ڈنکا بجایا جائے گا

صورت حالات کے ویرانہ آباد میں   دبدبہ فاروق اعظمؓ کا بٹھایا جائے گا
کٹ مروں گا خواجہ کونینؐ کے ناموس پر   سر کوئی شے ہی نہیں، یہ بھی کٹایا جائے گا
جانتا ہوں اہل ربوہ کے سیاسی پیچ وخم   کافران دین قیم کو جھکایا جائے گا
گونجتا ہے نعرۂ تکبیر ہر میدان میں   ایشیا میں اس کی ہیبت کو بٹھایا جائے گا
مسند میر اممؐ کے وارثوں کو بے خطر   کھینچ کر اسلام کی چوکھٹ پر لایا جائے گا
عرصۂ کونین میں لخت دل زہراؓ کا نام   استقامت کے حریفوں کو سنایا جائے گا
دار کے تختہ پر کھنچوا دو کہ میں ڈرتا نہیں   جھنگ کے پہلو سے ربوہ کو اٹھایا جائے گا
قادیانی ارض پاکستان میں یا للعجب؟   راز کیا ہے ایک دنیا کو بتایا جائے گا
سرزمین پاک میں سرمایہ داری کا وجود   اب مٹانا ہی پڑا ہے تو مٹایا جائے گا
ناصر احمد چیز کیا ہے کلچڑی گنجی کا جوش
ارتداد اس کا زمانہ کو دکھایا جائے گا

(شورش کاشیری)

برصغیر کا پہلا اجماع امت

مولانا محمد ذاکر شاہ ایم اے

انیسویں صدی کا نصف آخر برصغیر کے مسلمانوں کے لئے انتہائی تاریک دور تھا۔ ان کی عظمت وشوکت قصۂ پارینہ بن چکی تھی۔ مختلف حیلوں سے برطانوی استبداد مسلمانوں کی سیاسی، عمرانی اور مذہبی زندگی کے درپے تھا۔ ایک طرف تو ہندوؤں کو بے ضرر اور ملک کی اکثریت سمجھ کر ساتھ ملایا جارہا تھا۔ تاکہ مسلمانوں کے ظلموں کی من گھڑت کہانیاں سنا کر انہیں خون مسلم کی ارزانی پر آمادہ کیا جاسکے اور دوسری طرف یہ مساعی بھی جاری تھیں کہ مسلمانوں کے اندرونی نظم وضبط اور یگانگت واتحاد کو ختم کردیا جائے تاکہ یہ جسم کھوکھلا ہوکر رہ جائے۔ اس دوسرے مسئلہ پر پوری توجہ مبذول کی جارہی تھی۔

قادیان کا ایک رئیس زادہ دنیاوی اقتدار کے لئے ہاتھ پاؤں ماررہا تھا۔ اس کی خوش قسمتی یہ تھی کہ وہ ایک حد تک اسلامی علوم اور عربی زبان سے واقف تھا۔ انگریز جو اپنے لئے کسی ڈھب کے آدمی کی تلاش میں تھا۔ اس ”جوہر مراد“ کو تاڑ گیا۔ اور اس کی پھڑکتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ مرض کی تشخیص تو ہوچکی تھی۔ دوا تجویز کردی گئی۔ اب مسلمانوں کو قعر مذلت میں گرنے کی

کوششیں تیز تر کر دی گئیں۔ مسلمانوں کی اجتماعیت پر مرزائیت کی وہ چھری چلا دی گئی جو یورپ کے شاطروں نے تیز کی تھی۔ قادیان سے دعاوی کہ ایک سیلاب امڈ پڑا۔

مرزا قادیانی نے سوچا مسلمانوں کے مختلف طبقات سے الجھا جائے۔ انہیں مناظروں کے چیلنج دیئے جائیں۔ تاکہ ”ولی نعمت“ کا مقصد بھی پورا ہو۔ اپنی شہرت بھی ہو جائے اور جلب زر کے زریں مواقع بھی ملتے رہیں۔ انہوں نے اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے ملک کے مایۂ ناز علماء کو للکارا۔ بحثوں کے جال بچھائے۔ مغلظات کے انبار لگائے۔ جوش تحریر میں شرافت کا منہ نوچا۔ برطانوی استعماریت زیر لب مسکرائی اور واہ واہ کے ڈونگرے برسائے۔ کہ اسلام کی نئی اور بے ضرر تفسیر ہو رہی ہے۔

علامۃ المسلمین پر سب سے زیادہ اثر اولیائے کرام کا تھا۔ مرزا قادیانی انہیں چھوڑ کر ”دیو استبداد“ کو بھلا کیوں خوش نہ کرتے۔ اولیائے کرام کو ان غیر مہذب الفاظ سے نوازا۔ ”آج اس نیلگوں آسمان کے سایہ میں کسی شخص کو مجال نہیں کہ وہ میرے ساتھ ہمسری کی لاف مار سکے۔ میں آشکار اور بے باک کہتا ہوں کہ اے اہل اسلام! تمہارے درمیان بعض لوگ ہیں جو محدثیت اور مفسریت کا دعویٰ کر کے گردن فرازی کرتے ہیں۔ بعض طائفے ہیں کہ نازش ادب سے زمین پر پاؤں نہیں رکھتے۔ اور گروہ ہیں جو خدا شناسی کے بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں اور اپنے آپ کو چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں۔ ان سب سے کہو ذرا میرے سامنے تو آئیں۔“ (ترجمہ از ایام صلح ص ۱۵۹، خزائن ج ۱۴ ص ۴۰۷)

مسلمان زعماء کب تک مہر بلب رہ کر اس انگریز کے خود ساختہ پودے کی لن ترانیاں سنتے۔ ان شوخیوں کے جواب میں فقر غیور میدان میں اتر آیا۔ پھر باطل دعاوی کے ابطال کے لئے قلم حق گوہر افشانی کرنے لگا۔ فقیر غیور نے پہلی ضرب حیدری کا وار کیا۔ یہ ضرب حیدری ”شمس الہدایت“ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تلوار بے نیام اعلیٰ حضرت قدوۃ الاصفیاء سیدنا پیر مہر علی شاہؒ کے دست حق پرست میں تھی۔ کتاب بازار میں کیا آئی۔ قادیان کے ”بیت الفکر“ میں تہلکہ مچ گیا۔ بنا بنایا کھیل بگڑنے لگا۔ حامیٔ اسلام نے للکارا ذرا کلمہ طیبہ کے معانی بتاتے جاؤ۔

مرزا قادیانی پر سکوت مرگ طاری تھا۔ نبضیں ڈوب رہی تھیں اور حکیم نور الدین بھیروی خلیفہ اول نبضیں ٹٹولنے میں مصروف تھا۔ وہ تاڑ گیا کہ سرزمین گولڑہ کی طرف سے طلوع ہونے والے ہدایت کے سورج نے خوئے خفاشی کو بوئے مرض عطا کیا ہے۔ اس نے دلاسا دیا۔

بارہ سوال لکھے۔ حضرت کو بھیجے اور مریض مراق کو کچھ افاقہ ہوا۔ مگر جب حضرت گولڑویؒ کے جوابات موصول ہوئے تو مالیخولیا جو آنجناب کا موروثی مرض تھا بڑھنے لگا۔ اب ضرب حیدری مرحب کے ساتھ عنتر کا بھی سر قلم کرنے کے لئے بڑھی۔ حضرت نے حکیم موصوف سے ”حقیقت معجزہ“ کی تشریح کا مطالبہ فرمادیا۔ فضائیں آج تک ان ضربات کی گونج سنا رہی ہیں۔ مگر مرزا کے ”بیت الفکر“ اور خلیفہ کے ”بیت الحکمت“ مقفل پڑے ہیں۔ کوئی جواب نہیں بن پڑا ہے۔

زخمی سانپ تڑپ رہا تھا۔ پھنکار شروع تھی۔ مرزا جی نے اپنے ترکش سے آخری تیر نکالا۔ ۲۲ رجولائی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار جاری کیا جس میں حضرت اقدسؒ کی عربی زبان میں تفسیر لکھنے کا چیلنج دیا۔ اس کا خیال تھا کہ آپ صوفی منش گوشہ نشین ہیں۔ بھلا میدان مناظرہ میں کیسے آئیں گے؟ لیکن شاید وہ یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ غوث الثقلینؒ کے پوتے کے نزدیک تو عشق مصطفوی ہی اصل اسلام اور منشائے ولایت ہے۔ ان کے نزدیک تو محور اسلام ہی حضورﷺ کا عشق تھا۔

عقل ودل ونگاہ کا مرشد اولین ہے عشق یہ عشق نہ ہو تو شرع ودیں بتکدۂ تصورات
صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق، معرکہ وجود میں بدر وحنین بھی ہے عشق

مقام مصطفیٰ موضوع بحث بنادیا جائے اور خون حسین جوش میں نہ آئے۔ حضرت اعلیٰ نے مرزا قادیانی کا چیلنج قبول کرلیا۔ اور انہی کی خواہش کے مطابق ۲۵ راگست ۱۹۰۰ء کو تاریخ مناظرہ مقرر فرمادی۔ طے ہوا کہ یہ مناظرہ تاریخی مسجد یعنی شاہی مسجد میں ہو۔ تاکہ برصغیر سے منظارہ کی کیفیت دیکھنے والے لوگ آسانی سے وہاں آسکیں۔ ویسے بھی لاہور سرزمین گولڑہ سے دور اور قادیان سے قریب تھا۔

حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ تفسیر نویسی میں مقابلہ ضرور ہوگا کیونکہ مرزا قادیانی کی خواہش یہی ہے۔ مگر اس کا بھی تو خیال ہونا چاہئے کہ مرزا قادیانی خود کو مثیل مسیحؑ اور مثیل محمدﷺ کہتے ہیں۔ (استغفر اللہ) ان ہر دو عظیم المرتبت رسولوں نے تحریری تبلیغ نہیں فرمائی۔ بلکہ زبانی تبلیغ فرماتے رہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی تقریری مناظرہ بھی فرمائیں۔ اس طرح ایک تو ان عالی مقام انبیاء سے مماثلت کا راز بھی طشت از بام ہوجائے گا اور دوسرے برصغیر کے خواص وعام تک پیغام پہنچانے کا موقع بھی مل جائے گا اور لوگ آنجناب کے اصلی قد کاٹھ کو بھی پہچان لیں گے۔ مرزا قادیانی نے حضرت سے کہا تھا کہ آپ برصغیر کے علماء کو بذریعہ اشتہار مطلع فرمائیں گے۔

حضرت نے برعظیم کے لوگوں کو اشتہارات بھیجے اور دعوت نامے جاری فرمائے۔

اب مرزا قادیانی پر الہامات کے دروازے وا ہو گئے۔ یہ انداز کیوں اختیار کیا گیا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ مرزا قادیانی اس شور و غوغا سے ایسے حالات پیدا کرنا چاہتے تھے کہ حضرت لاہور تشریف نہ لائیں۔ ان کی پیش گوئیاں کچھ اس قسم کی تھیں کہ حضرت کی زبان گنگ ہو جائے گی۔ مرزائیت کے پھیلنے کا وقت آ گیا ہے۔ قادیانی کا بول بالا ہو جائے گا۔ یہ تو ظاہری باتیں تھیں مگر جب تنہائی میں ''بیت الفکر'' کے کسی گوشے میں دبک کر سوچا تو جسم کا انگ انگ کانپنے لگا۔ دل نے کہا مناظرہ میں ''شمس الہدایت'' کے مصنف سے واسطہ پڑے گا۔ شاید وہ سر محفل کلمہ طیبہ کا معنی قرآنی ادب کے مطابق پوچھ لیں۔ وہاں جلال مصطفیٰ (علیہ السلام) بے نقاب ہو گا۔ پھر کیا ہو گا؟ ان خیالات نے ہذیانی کیفیت طاری کر دی۔ اب مسیح ایک امتی کے دروازے پر سائل بنا کھڑا تھا۔ دنیا میں یہ پہلی مثال تھی کہ ایک داعی نبوت اپنے ایک امتی کے علم کے سہارے چلنے کی سعی میں مصروف تھا۔ یہ مرید محمد احسن امروہوی تھا۔ اس نے تاریخ مناظرہ سے صرف ۴ دن پہلے حضرتؒ کو اطلاع دی کہ مرزا قادیانی تقریری مناظرہ نہیں کرنا چاہتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مناظرہ تحریری ہو۔ اگر تحریری مناظرہ منظور ہے تو لاہور آیئے، ورنہ نہیں۔ فقر غیور تو کسی صورت بھی مرزا قادیانی کو میدان سے جانے کی اجازت دینے پر آمادہ نہ تھا۔ لہٰذا حضرتؒ نے یہ شرط منظور فرمائی۔ اگرچہ وقت مختصر تھا کیونکہ صرف چار دن بعد مناظرہ منعقد ہونا تھا۔ تاہم حضرتؒ نے ملت کے زعماء کو نئی دعوتیں بھی بھیج دیں۔

مسلمان پشاور سے راس کماری تک اس مناظرہ کے منتظر تھے۔ قافلے لاہور کی طرف بڑھنے لگے۔ زندہ دلان لاہور نے اپنی تاریخی مہمان نوازی کی داستان دہرا دی۔ اتنا بڑا اجتماع لاہور نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ مسلمانوں کا برصغیر کی تاریخ میں پہلا معرکہ لآرا اجتماع تھا جس میں مسلمانوں کے سبب مکاتیب فکر کے علماء و صلحاء تھے اور ان کی دوش بدوش عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر معرکہ حق و باطل دیکھنے حاضر ہوا تھا۔ پوری ملت اسلامیہ کی نگاہیں حضرت اقدس کی طرف اٹھ چکی تھیں اور دلوں کی دھڑکنیں ان سعادت آثار لمحات کی منتظر تھیں جب حضور اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازیں گے۔ پورا برصغیر آپ کو اپنا مذہبی قائد مان چکا تھا اور بینا آنکھیں اس پیش گوئی کی صداقت کو ملاحظہ کر رہی تھیں جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے حضرت گولڑوی کے بارے میں فرمائی تھی کہ: ''آپ نے ہندوستان سے ہجرت نہ فرمائیں۔ آپ کی وجہ سے ایک عظیم

فتنہ وہاں دب جائے گا اور لوگ کفر سے بچ جائیں گے۔"

آج ۲۴ ؍ اگست ۱۹۰۰ء تھی سرزمین گولڑہ سے اسلام کا نوری قافلہ کشاں کشاں لاہور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ برصغیر کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں کہ "یوم موعود" آ پہنچا۔ شوق کے فاصلے عشق کی مہمیز پا کر برق رفتار بن چکے تھے۔

یوسف کی جستجو میں روانہ ہیں قافلے
نالاں جرس ہیں شور ہے کوس رحیل کا

حضرت نے پہلے پنڈی اور پھر لالہ موسیٰ سے قادیان تار دیئے کہ میں آ رہا ہوں۔ پچاس عالی مقام علماء حضرت کے ساتھ تھے اور راستے میں علم و عمل کے مزید دریا اس بحر ذخار میں شامل ہوتے گئے۔ جب گاڑی لاہور ریلوے سٹیشن پر پہنچی تو تاحد نگاہ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنے دیدہ و دل فرش راہ کئے حضور کا منتظر تھا۔ یہ لوگ حضور کو جلوس کی صورت میں شہر لے جانا چاہتے تھے مگر فقر کا نمائش سے کیا کام؟ آپ نے انکار فرما دیا۔ برکت علی محمڈن ہال میں قیام فرمایا۔

رات کو اس ہال میں وہ محفل لگی جو حیات لاہور کے لئے انفاس قدسیہ سے کم نہ تھی۔ برصغیر کی روح و دل علماء و اولیاء ہمہ تن گوش بنے بیٹھے تھے اور میر محفل علم و حکمت کے دریا بہانے میں مصروف تھے۔ اسلام کی تفسیر نے کذب کی تصویر کے پرخچے اڑا دیئے۔ صحابہ کرامؓ کی مجلس شوریٰ کی نورانی جھلکیاں بینا آنکھوں نے دیکھیں۔ اجماع امت کی مینا پاشیوں نے دجل و فریب کے اندھیروں کو تار تار کر کے رکھ دیا۔ لاہور کی قسمت جاگ اٹھی کہ تیرہ سو سال بعد اس کی چھاتی پر مسئلہ ختم نبوت پر امت کا اجماع ہوا۔

برصغیر ہند و پاک کا یہ پہلا اجماع تھا جس نے مرزائیت کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ ہوا نے دیا اور متنبی کی کتاب الہام کے اوراق بکھیر کر رکھ دیئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت علامہ اقبالؒ اور حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے مرزائیت کے خلاف بڑا کام کیا۔ لیکن اس صحیح نہج پر کام کا آغاز حضرت گولڑویؒ نے فرمایا۔ اگر آپ ایک صحیح طرز قائم نہ فرما جاتے تو بعد کے حضرات شاید اتنا کام نہ کر سکتے تھے۔ بالخصوص یہ دور شاعر مشرق کی جوانی کا دور تھا اور ان کے اپنے شہر میں حیدر کرارؓ کا پوتا کفر کو للکار رہا تھا۔ کیا ان حالات نے علامہ کے حساس ذہن کی قوتوں کو اس عظیم مقصد کیلئے بیدار نہ کیا ہوگا؟ اس اجماع کی وسعتوں کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ برکت علی محمڈن ہال اور شاہی مسجد لاہور مسلمانوں کی پہلی قومی اسمبلیاں تھیں۔ جہاں ملت نے مرزائیت کے لئے اپنا فیصلہ

صادر فرمایا اور اسی فیصلہ کی گونج صرف ۷۴؍سال بعد پاکستان نیشنل اسمبلی میں ستمبر ۱۹۷۴ء کو سنی گئی۔

حضرت لاہور کیا تشریف لائے۔ قادیانیت کا بانی ”بیت الفکر“ میں سو گیا۔ حیلے بہانے شروع ہوئے۔ حضرت ہر حال اسے میدان میں لانا چاہتے تھے تاکہ کذب و افتراء کا طومار دھواں بن کر اڑ جائے۔ مرزا قادیانی کو سرحدی پٹھانوں کا خوف کھائے جا رہا تھا کہ وہ لاہور آ چکے ہیں اور اگر مرزا قادیانی وہاں آ جائیں تو وہ انہیں قتل کر دیں گے۔ شاید اب حضرت متنبی کا اس بات پر بھی ایمان نہیں تھا کہ ان کا خدا انہیں بچانے کا وعدہ دے چکا ہے۔ فقر غیور میدان میں رجز خوانی کر رہا تھا۔ صداقت کے علم کی شعاعیں ”مہر اسلام“ سے پھوٹ پھوٹ کر پورے برصغیر کو منور کر رہی تھیں مگر جھوٹ جس کے پاؤں نہیں ہوتے۔ آج بیت الحکمت میں کسی پرانے متنبی کے دلائل کترنے میں مصروف تھا۔

جب مرزا قادیانی کی تفسیر نویسی کا ذکر آیا تو حضرت نے فرمایا: ”امت محمدیہ میں ایسے خادم دین موجود ہیں جو اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر ”تفسیر قرآن“ لکھ جائے۔“ ظاہر ہے کہ اشارہ ہی اشارہ میں حضرت نے بہت کچھ فرما دیا اور سمجھنے والے بات پا گئے۔ بعد میں اسی موضوع پر کسی نے سوال کیا تو ارشاد ہوا: ”یہ تو عام سی بات تھی اس وقت جو دعویٰ بھی ہوتا اللہ کریم کے کرم سے پورا ہوتا کیونکہ یہ کلمات از خود نہیں کہے جا رہے تھے۔ بلکہ اشارہ ہو رہا تھا۔“

حضرت عالی مقام ۲۹؍اگست ۱۹۰۰ء تک لاہور کی سرزمین کو محیط انوار بناتے رہے۔ مگر روشنی کے سامنے ظلمت نہ آ سکی۔ کفر کی کالی رات ”مہر منیر“ کے سامنے کب ٹھہر سکتی تھی۔ بے شمار لوگ اندھیرے سے نور کی طرف بھاگے۔ ”یخرجھم من الظلمات الی النور“ کا قرآنی سماں آنکھوں کے سامنے تھا۔ اہل اسلام حقیقت کو پا گئے۔ مرزا قادیانی جب مرد میداں ثابت نہ ہوئے تو حضرت نے چاہا کہ قادیان پہنچا جائے مگر علماء مانع ہوئے کیونکہ ضرب حیدری مرحب کا سر قلم کر چکی تھی۔

حضرت گولڑہ شریف مراجعت فرما ہوئے۔ مرزا قادیانی نے گھر بیٹھ کر مقابلہ شروع کرانے کا پروگرام بنایا تاکہ یہ ساری کوششیں شاید اپنی گدی کو بچانے کے لئے تھیں تاکہ مرزائیوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا سکے۔ نیز ان ادیبوں اور صحافیوں کی توجہ کو بھی موڑا جا سکے جو اس شکست فاش کے بعد مرزا قادیانی کے لئے تیغ براں بن چکے تھے۔ قلم سنبھالا اور اعجاز المسیح نام کی

معجزاتی تفسیر لکھی۔ یہ صرف سورۃ فاتحہ کی تفسیر تھی اور ان کے مرید احسن امروہی نے ”سرکار عالی“ کا اشارہ پاکر ”شمس بازغہ“ کے نام سے ”شمس الہدایت“ پر لکھنے کی سعی لاحاصل کی۔

حضرت اقدس کا قلم جولاں ہوا اور وہ کتاب عالم وجود میں آئی جس نے علمی دنیا میں دھوم مچادی۔ علامہ اشرف علی تھانویؒ جیسے جید فضلاء نے اس کتاب کو خراج عقیدت پیش کیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مرزائیت کے خلاف بعد میں جتنا بھی لٹریچر سپرد قلم ہوا یہ کتاب اس کے لئے سنگ میل ثابت ہوئی اور اس کی منفرد حیثیت پون صدی گزر جانے کے بعد آج بھی جوں کی توں باقی ہے۔

حضرت نے ”اعجاز المسیح“ کی نام نہاد مسیحائی کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ عربی زبان وادب اور نحو وبلاغت کے وہ اعتراضات اٹھائے کہ آج تک مدعیان ظلمت سے جواب نہیں بن پڑا۔ فقیر مصطفوی نے ”سیف چشتیائی“ سے اعجاز المسیح کی دھجیاں اڑا دیں۔ اور متنبی کے ”میدان اعجاز“ میں دھول اڑا دی۔ ان اعتراضات کا لطف اہل علم ہی اٹھا سکتے ہیں۔ وہ انداز جو ”سیف چشتیائی“ میں حضرت نے ”اعجاز المسیح“ اور ”شمس بازغہ“ کا رد کرتے ہوئے اختیار فرمایا ہے جو آپ ہی کا حصہ تھا۔

چونکہ مرزا قادیانی خود مریدوں سے ”علمی تبرکات“ کے حصول کے قائل تھے۔ لہٰذا جب جواب ہی نہ بن پڑا تو کہا یہ کتاب حضرت کے کسی مرید کی تصنیف ہے۔ یہ نہیں سوچا کہ اس طرح گھرے کیچڑ میں ان کی خانہ ساز نبوت ہی دھنس رہی ہے۔ بھلا جو شخص امت محمدیہ کے ایک ولی اللہ کے مرید کی تحریر کا جواب نہیں دے سکتا۔ وہ تحریر میں ”مقام اعجاز“ پر کیسے پہنچ سکتا ہے؟ ”فاتو ابسورة من مثله کہنے والے تو اور ہی ہوتے ہیں۔“

ہم قارئین کی خوشنودی طبع کے لئے حضرت کی تحریر گرامی کے کچھ اقتباسات تبرکاً پیش کرنا سعادت سمجھتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے قرآنی آیت ”هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین كله“ (تذکرہ ص۴۵، طبع ۴) کو اپنے لئے وحی قرار دیا۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔

۱...... اوّل تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ اگر کسی شخص کو خواب یا بیداری میں یہ آیت سنائی دے جیسا کہ اکثر حفاظ اور شاغلین کو کثرت استعمال وخیال کے سبب ایسا ہوا کرتا ہے۔ یا فرض کیا بذریعہ الہام ہی سہی تو وہ شخص بشہادت اسی آیت کے رسول کہلانے کا مجاز ہو۔ یا ایسا ہی ”واقیمو

الصلوٰۃ واٰتو الزکوٰۃ" کے سننے سے کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نبی اور رسول ہوں اور نئی نماز اور نئی زکوٰۃ کا حکم مجھ پر نازل ہوا ہے۔ لیکن بر تقدیر الہام ہا آیت مذکور "ھو الذی ارسل رسولہ" بفرض محال اگر رسول کہلانے کا مستحق بنے تو اس معنی سے رسول ہوگا جو معنی اس آیت میں مراد ہیں۔ یعنی اصل رسول، ورنہ دلیل دعویٰ پر منطبق نہ ہوگی۔ کیونکہ دعویٰ رسول ظلی اور دلیل یعنی "ارسل رسولہ" میں رسول اصلی اور نیز "رسولہ" سے رسول ظلی مراد لینے کی تقدیر میں کلام الٰہی میں تحریف معنوی لازم آئے گی۔ لہٰذا استدلال بآیت مسطورہ بلند آواز سے پکار رہا ہے۔ کہ دعویٰ اصلی نبوت ہونے کا ہے۔" (بحوالہ مہر منیر ص ۵۲۰، ۵۲۱)

مرزا قادیانی نے کہا فنافی الرسول ہونے والے کو ظلی طور پر وہی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ حضرت نے مواخذہ فرمایا۔

"۱...... اگر صرف فنافی الرسول کا مقام ہی رسول اور نبی کہلانے کی اجازت دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبرؓ جن کی شان میں "لو کنت متخذ اخلیلا لا تخذت ابا بکر خلیلا" فرمایا گیا اور ایسا ہی عمر فاروقؓ نے باوجود لقب محدثیت کے اور عثمانؓ نے باوجود کمال اتباع صوری اور معنوی کے اور علی مرتضیٰ نے باوجود بشارت "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" کے اور سید الشباب اہل الجنت حسنینؓ نے جن کا مجموعہ بعینہٖ جمال باکمال آنحضرت ﷺ کا آئینہ تھا۔ رسول اور نبی کہلانے پر جرأت نہ کی اور ہزار ہا اہل اللہ جن کے فانی اللہ ہونے پر ان کے سایہ کا گم ہو جانا بھی شہادت دیتا ہے کسی نے نبی اور رسول نہیں کہلوایا۔ قطب الاقطاب سیدنا الغوث الاعظم مکالمات الٰہیہ میں سے کسی مکالمہ میں باوجود شان "خضنا بحر الم یقف علی ساھلہ الانبیاء" کے یعنی "فنا فی النّبی الا فی الذی ھوکالبحر فی السخاء" نبی اور رسول کے لفظ سے نہ پکارے گئے۔ یہ تو سب اسی قاعدہ مسلمہ میں محدود رہے۔ "الولی لا یبلغ درجۃ النبی" مگر یہ "حضرت" باوجود اپنے "اوصاف" کے مقام فنا سے نبوت تک پہنچ گئے۔" (بحوالہ مہر منیر ص ۵۳۱)

آپ ذرا آخری سطر میں لفظ "حضرت" اور "باوجود اپنے اوصاف کے" دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ کسی لطافت سے حضرت نے روئے سخن کو مرزا قادیانی کی طرف موڑا ہے اور ان کے "اوصاف" کا ذکر کتنے لطیف پیرایہ میں کیا ہے۔ مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم کچھ اور اقتباسات بھی پیش کرتے۔ اب انہی اقتباسات پر قارئین حضرات سے رخصت چاہتے ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

قادیانی فتنہ کے استیصال کی اجتماعی کوششوں کے لئے ایک منظم تحریک

عزیزالرحمٰن خورشید!

مرزا غلام احمد نے جونہی دعویٰ نبوت کیا۔ اسی وقت سے علماء اور اہل حق اس فتنہ کے خلاف نبرد آزما ہیں اور اسی سلسلہ میں متعدد اکابرین کے نام جگمگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے نتائج سے بے پرواہو کر اس فتنہ ضالہ ومرتدہ کا مقابلہ کیا۔

لیکن چونکہ اس فتنہ کا درپردہ بانی خود انگریز تھا اور اس کی ظالمانہ حکومت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اس لئے مرزائیت اپنا کام کرتی رہی اور اپنی موت آپ نہ مرسکی۔

ایک بات جو سبھی حضرات کو کھٹکتی تھی وہ یہ تھی کہ اس سلسلہ میں ہونے والا سارا ہی کام انفرادی طور پر ہو رہا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی اجتماعی کوشش نہیں ہو رہی۔ مثلاً یہ کہ دارالعلوم دیوبند میں مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری، امرتسر میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور شمالی پنجاب کے مشہور شہر بھیرہ میں مولانا ظہور احمد بگوی بانی امیر حزب الانصار رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے محور پر حلقے بنا رکھے تھے۔ جو کسی درجہ میں اجتماعی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ لیکن اس کے باوجود بھرپور اجتماعی کوشش نہ تھی جو ملکی اور بعد میں عالمگیر سطح پر اس فتنہ کا تعاقب کر سکے۔

اس ضرورت کے پیش نظر حضرت سید محمد انور شاہ قدس سرہ نے مجلس احرار اسلام کو اس طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ مجلس نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور قادیان تک میں ایک تبلیغی مرکز قائم کر دیا۔

اس زمانے میں قادیان میں دعوت حق کا کام انگاروں پر چلنے کے مترادف تھا۔ لیکن حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہ کی قیادت میں یہ کام ہوا اور اس شان سے ہوا کہ مرزائی بوکھلا اٹھے۔ پاکستان بن جانے کے بعد توقع یہ تھی کہ یہاں اسلام کا بول بالا ہوگا لیکن یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ بلکہ مرزائیت سمیت تمام فتنوں کے لئے یہ سرزمین بڑی زرخیز ثابت ہوئی اور ہر فتنہ نے یہاں پنپنا شروع کر دیا۔

مرزائیت کا معاملہ سب سے بڑھ کر تھا کیونکہ ایک طرف تو مرزائیوں کے ایک اہم فرد سر ظفر اللہ کو وزیر خارجہ بنا دیا گیا اور دوسری طرف ایک زرخیز سرزمین اور محفوظ علاقہ میں انہیں ہزار ایکڑ اراضی کوڑوں کے بھاؤ دے دی گئی تھی تاکہ وہ اپنا مرکز بنا سکیں۔ انہی حالات کی وجہ سے

حضرت امیر شریعتؒ نے ان عملی سیاسیات سے کنارہ کش ہو کر صرف تبلیغی مشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا تا کہ مرزائیت سمیت تمام فتنوں کا منظم مقابلہ کیا جا سکے۔

چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی داغ بیل ڈال گئی۔ جس کے پہلے امیر، امیر شریعتؒ اور ناظم اعلیٰ، مولانا محمد علی جالندھریؒ قرار پائے۔ ایک روپیہ کے سرمائے سے اس کام کی ابتداء ہوئی اور دفتر شاہ جی مرحوم کا گھر ہی قرار پایا۔

لیکن چند مخلص اور ارباب عزیمت کی محنت وسعی رنگ لائی اور قدرت نے اس پودے کو تناور درخت بنا دیا۔ شاہ جیؒ کے بعد خطیب پاکستان قاضی احسان احمد مرحوم امیر ثانی قرار پائے۔ جبکہ ناظم عمومی بدستور مولانا جالندھریؒ رہے اور جب قاضی صاحبؒ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو مولانا محمد علیؒ امیر ثالث منتخب ہوئے اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ ناظم عمومی۔

امیر ثالث کا دور بڑا بابرکت دور تھا اس دور میں مبلغین کی تعداد ۳؍ درجن کے قریب ہو گئی جن میں سے بعض مختلف ضلعی ہیڈ کوارٹروں میں قیام پذیر تھے اور جہاں ضرورت ہوتی وہیں پہنچتے۔

اس کے ساتھ ہی مشرقی پاکستان میں جماعتی کام شروع ہوا اور وہاں چند باقاعدہ مبلغین نے فریضہ دعوت الی اللہ کے لئے قابل قدر قربانی دی۔

تیسرا قابل ذکر کارنامہ جو اس دور سے متعلق ہے وہ مرکزی دفتر کی تعمیر ہے۔ مرحوم مولانا نے جماعتی فنڈز سے زمین خرید کر جماعت کا ایک شاندار دفتر بنایا جو گویا مرکزی سیکرٹریٹ کا کام دیتا ہے۔ اس میں دار المبلغین، دفاتر، مہمان خانہ، لائبریری وغیرہ سب کچھ ہے۔ چوتھا اور سب سے اہم کارنامہ اس دور کا یہ ہے کہ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ نے ۲؍ سال تک یورپ میں قیام فرما کر مرزائیت کا کامیاب تعاقب کیا۔

امیر شریعتؒ کی دیرینہ خواہش تھی کہ یورپ میں مرزائیت کو للکارا جائے کہ اس کا منبع وہی ہے۔ قدرت نے انتظام کر دیا۔ چنانچہ اپنی حکومتوں کو ہر طرح کی رکاوٹوں کے باوجود مولانا لال حسینؒ وہاں تشریف لے گئے برطانیہ، فرانس، جرمنی، جزائر فجی اور یوگوسلاویہ وغیرہ ممالک میں خوب کام ہوا۔ بالخصوص فجی اور برطانیہ میں جماعتی مراکز بنے، مناظرے ہوئے۔ برطانیہ سے خود مرزا ناصر بھاگا۔ اس کے علاوہ کثیر سرمائے سے وہاں جماعت نے دفتر خریدا۔ جو اس وقت یورپ میں مرکز اسلام کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ووکنگ کی شاہ جہاں مسجد جس پر نصف صدی سے مرزائیوں کا غاصبانہ قبضہ تھا۔ مولانا اختر مرحوم کی کاوش سے مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ مولانا جالندھریؒ کے بعد مولانا لال حسینؒ امیر رابع قرار پائے اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ناظم اعلیٰ اور جب

امیر رابع بھی دنیا سے رخصت ہو گئے تو عبوری دور کے لئے فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ صاحب امیر مقرر ہوئے جبکہ بعد میں باضابطہ امیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ مقرر ہوئے اور آج کل ناظم عمومی مولانا محمد شریف جالندھریؒ ہیں۔

اس وقت جماعت کے ۴۰ر مبلغین ہیں جو شب و روز خدمت دین میں مصروف ہیں۔ سابقہ دفتر کے علاوہ ابھی حال ہی میں جماعت نے مزید زمین ملتان میں خرید کر لی ہے جس میں ایک شاندار مسجد اور ایک لائبریری وغیرہ کا قیام ہوگا۔ جماعت نے ایوب خان کے زمانہ میں ہونے والی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کے موقع پر اپنے محترم رکن اور سرپرست مولانا مفتی محمود مدظلہ سے ایک کتابچہ بزبان عربی لکھوا کر وسیع پیمانہ پر شائع کیا اور گزشتہ سال سربراہی کانفرنس کے موقع پر اضافوں کے ساتھ پھر وہی رسالہ شائع کیا۔ اس کے علاوہ یہ رسالہ ترکی میں کثرت سے پھیل چکا ہے۔ جسے وہیں کی ایک مسلم انجمن نے چھپوایا ہے۔ ساتھ ہی مجلس نے انگریزی اور عربی کا لٹریچر وسیع پیمانے پر مڈل ایسٹ اور یورپ میں تقسیم کیا ہے۔

گزشتہ سال جب مرزائیوں نے ربوہ کے سٹیشن پر اودھم مچایا تو جماعت نے ملک بھر کی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر ایک دفعہ پھر اکٹھا کیا اور اتفاق رائے سے جو مجلس عمل بنی اس کے سربراہ بھی جماعت کے امیر مولانا بنوری مدظلہ قرار پائے۔ کسی قسم کا چندہ وغیرہ کئے بغیر مرکزی سطح پر ہونے والے تمام اخراجات جماعت (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے ذاتی طور پر برداشت کئے۔ اس سلسلہ میں جماعت کا قابل فخر کارنامہ وہ کتاب ہے جو ''ملت اسلامیہ کا موقف'' کے نام سے چھپ کر اراکین اسمبلی اور دیگر ذمہ دار حضرات میں تقسیم ہوئی اور اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اس کتاب کے لئے مواد مہیا کرنے میں مولانا محمد حیاتؒ اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ جیسے حضرات نے لائق تحسین محنت کی۔ جبکہ ترتیب کا کام مولانا سمیع الحق مدیر ''الحق'' اکوڑہ اور مولانا محمد تقی عثمانی اڈیٹر ''البلاغ'' کراچی نے سرانجام دیا اور نگرانی مکمل طور پر حضرت مولانا بنوریؒ اور حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے کی۔

۷ر ستمبر کے فیصلہ کے بعد امیر جماعت مولانا بنوریؒ یورپ وغیرہ کا مختصر دورہ بھی کر آئے ہیں۔ اب وہاں کے مرکز کو اور منظم کر دیا گیا ہے۔ جماعت کے پلیٹ فارم پر تمام مکاتیب فکر اور سیاسی ذہنی رکھنے والے لوگ دین حق کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اب جماعت نے لائل پور کے مشہور ہفت روزہ ''لولاک'' کو سنبھال لیا ہے۔ اور اس طرح جماعت کی سرگرمیوں کی تشہیر و تعارف کا ایک اچھا ذریعہ بن گیا ہے۔ جماعت کو ملک بھر کے علماء ارباب

طریقت اور دیندار مسلمانوں کی سرپرستی حاصل ہے۔ اس وقت خصوصی سرپرستوں میں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ اور مولانا مفتی محمود صاحبؒ ہیں۔ جبکہ جماعت کے نائب امیر حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین کندیاں ہیں۔

حکیم عبدالمجید احمد سیفیؒ

۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے ایک عظیم رہنما

نصیب احمد سیفی

گئے دنوں کا سراغ لے کر کدھر سے آیا کدھر گیا وہ!
عجیب مانوس اجنبی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ!

جب اپنوں کی بزم نے بھی اس کے ذکر سے تغافل برتا۔ حالانکہ وہی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی ایک اہم کڑی گنا جاتا تھا۔ تحریک کے ذکر کے ساتھ اس کا ذکر گویا پھول اور خوشبو کا رشتہ تھا!...... پہلی اور دوسری تحریک کا فاصلہ ہی کتنا ہے؟...... صرف اتنا کہ اس وقت وہ جدوجہد میں پنہاں تھا مگر اب خاک میں!...... قلم اس بیگانگی حالات کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا اور جذبات و احساسات کی رو میں بہہ نکلا کہ جہاں صرف اور صرف یادوں کا بسیرا ہے............ وہ راکھ میں چھپی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دیتا گیا اور ذہن کے نہاں خانوں کو اس کی بخشی ہوئی ضیاء سے اجاگر کرتا گیا!............ جب وہ دن رات ایک ہی سانچے میں ڈھل گئے تھے............ تب اسے کچھ خبر نہ تھی۔............ کسی کی بھی نہیں...... اگر تھی تو صرف اتنی کہ اب تک اس نے طاغوتی طاقتوں کو کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ اور کتنا پہنچاتا ہے؟............ اسی لگن اور شوق نے اس کے عشق رسول کو جلا بخشی اور اس کا گھر محمد ﷺ کے پروانوں کا خفیہ اڈہ بن گیا......

جب مرزائی نواز حکومت عوام کے جذبات سے کھیل رہی تھی۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ملت اسلامیہ کو حق بات منوانے کے لئے تلخ حقائق کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا تو اس وقت اس کو ایک ایک پل کی خبریں مل رہی تھیں۔ وہ ان کے مطابق مستحسن قدم اٹھاتا۔ اس سلسلے میں وہ اپنی انتہائی محتاط شخص واقع ہوا تھا۔ حالانکہ سی آئی ڈی والوں کی نظروں میں اس کا گھر کھٹکنے لگا تھا اور ایجنٹ ذرا ذرا سی بات کی خبر لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ کبھی دن دہاڑے اور کبھی آدھی رات کو مسلح پولیس نے (Raid) چھاپے مارے مگر اس کی ذہانت اور فراست فقید المثال ثابت ہوتی اور پولیس کی کیفیت کچھ یوں ہوتی کہ جیسے کوئی ننھا سا بچہ ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش کرے مگر جب مٹھی کھولے تو اس میں

کچھ بھی نہ ہو۔ وہ تو اپنی طالب علمی کے دور میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کا ہم نشین رہ چکا تھا جس نے اس وقت پولیس کو تگنی کا ناچ نچادیا۔ پھر اس وقت ان کے لئے کیا ثبوت چھوڑتا!..........

پھر ایک وقت وہ آیا جب ان کا نسبتی بھائی حکیم محمد ذوالقرنین جو لاہور میں تحریک ختم نبوت کا جنرل سیکرٹری تھا اور ان کے دونوں ہم زلف مولانا افتخار احمد بگوی، مولانا لمعات احمد بگوی گرفتار ہو گئے تو پولیس نے ایک مرتبہ پھر ریڈ کیا مبادا کہ تحریک کے رہنما مولانا غلام غوث ہزارویؒ ان کے ہاں ہوں تو اسی کے اسی لمحے اس نے تحریک کے رہنما کو روپوش کروانے کا انتظام کرلیا کیونکہ بقول اس کے سرغنہ کی گرفتاری تحریک کی موت ہوتی ہے۔ تو پھر بھلا وہ یہ قدم اٹھانے سے کیوں چوکتا؟..........

تحریک کے رہنما مولانا غلام غوث ہزارویؒ کچھ عرصہ بعد روپوش ہو گئے۔ انہوں نے اپنی روپوشی کے ایام اسی مردقلندر کی اعانت سے پورے کئے۔ اس بارے میں حکومت کو پختہ یقین ہو گیا تھا کہ تحریک کے صدر نے افغانستان کی سرحد پار کرلی ہے۔ حالانکہ انہوں نے یہ ساری مدت بھلوال ضلع سرگودھا ہی میں گزاری اور اسی دوران میں تحریک کی سرگرمیوں میں سرِ مو فرق نہ آیا۔ اس سلسلے میں پولیس نے مکمل ناکہ بندی کررکھی تھی مگر اس کے باوجود یہ دونوں ہستیاں حکومت کی آنکھوں میں دھول جھونک کر لاہور اسمبلی چیمبرز کے سامنے واقع تفریحی پارک میں ملتیں اور کسی کو شک تک نہ گزرتا!......

یہ وہ وقت تھا کہ جب تمام مسلمان اپنے فرقہ وارانہ اور سیاسی اختلافات بھلا کر امیر شریعتؒ اور مولانا ابوالحسناتؒ کے علم تلے جمع ہو چکے تھے۔ اس سلسلے میں بھی اس شخص کی مخلصانہ کاوشوں کا دخل تھا۔ تحریک ختم نبوت میں ایک روح پھونکنے کے لئے مرزائی نواز حکومت سے حق بات منوانے کے لئے اور مرزائیوں سے براہ راست ٹکر لینے کے لئے اس نے اظہار خیال اور نشر واشاعت کا ہر ممکن طریقہ اپنایا۔

میانوالی کی ایک معروف سیاسی شخصیت ملک محمد افضل خان نے ایک مرتبہ ان سے سوال کیا کہ ”آپ تو تحریک کے محور رہے مگر مخصوص لوگوں کے علاوہ آپ کو کوئی بھی نہیں جانتا؟
......آپ نے مسکرا کر جواب دیا“ بھلا بنیادوں کے پتھر بھی کہیں نظر آتے ہیں؟

اور یہی ہے وہ اچنبھے کی بات کہ وہ کبھی کھل کر سامنے نہ آیا بلکہ تحریک کا خفیہ ترین رکن ثابت ہوا اور اندر ہی اندر وہ ایک ایسا کام انجام دے گیا جو رہتی دنیا تک اس کا نام زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ وہ انتہائی ٹھنڈے مزاج کا مالک تھا۔ اس کا ہر فیصلہ ایک ٹھوس حقیقت پر مبنی ہوتا۔

اس لئے اسے اپنی بات منوانے میں کبھی دشواری پیش نہ آتی۔ اس کی ذہانت، فطانت بصیرت، اور سیاسی فہم کا ہر کوئی معترف تھا جو شرافت، صداقت، لیاقت، نفاست اور خودداری میں یکتا تھا اور انہی خوبیوں کے بل بوتے پر بڑی سے بڑی ہستی سے بھی اپنی بات منوالیتا۔

شاعرانہ مزاج اور ادیبانہ خیال کے اس شخص کو اس کی صفات نے جب سیفی کا روپ بخشا تو وہ ''عبدالمجید'' کے نام سے پہچانا گیا۔ جس کا نصب العین ہی یہی تھا۔

بارے دنیا میں رہو، غم زدہ یا شاد رہو!
ایسا کچھ کرکے چلو کہ یاں بہت یاد رہو!

ان کے متعلق ماہانہ شمس الاسلام نے لکھا تھا کہ مرحوم کی پوری زندگی شاہد ہے کہ انؒ کے دل میں بے پناہ دینی جذبہ اور ملت کا درد موجود تھا۔ آپ علی گڑھ یونیورسٹی میں بی ایس سی کے طالب علم تھے کہ تحریک خلافت شروع ہوگئی۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ نے تعلیمی سلسلہ منقطع کردیا اور تحریک میں شامل ہوگئے۔ آپ ضلع سرگودھا میں تحریک خلافت کے روح رواں تھے۔ آپ نے کبھی تحریک کے لئے جان و مال خرچ کرنے سے دریغ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ہر قسم کی قربانیوں کے لئے آمادہ رہے!

وہ اپنی ڈائری میں رقم طراز ہیں: ''جب تحریک خلافت ختم ہوئی تو فن طبابت کی تحصیل کے لئے مسیح الملک حافظ حکیم اجمل خان صاحب دہلوی کا تلمذ اختیار کیا۔ دہلی میں کئی سال تک قیام رہا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ حکیم عبدالرسول صاحب بھکر ضلع میانوالی سے بھی استفادہ حاصل کیا۔''

لاہور کے زمانہ قیام میں آپ نے تصوف کی کئی نایاب کتب اپنی زیر نگرانی بڑے احسن طریقے سے شائع کروائیں جن میں ارشاد الطالبین، ایضاح الطریقہ، کنز الہدایت، مبداء و معاد، مکاتیب شریفہ شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ شامل ہیں۔ فن طب پر آپ نے اپنے استاد مولانا عبدالرسول صاحب بھکروی کی ''خلاصۃ الطب'' شائع کی اور اپنے تجربات کا نچوڑ ''کلیات سیفی'' میں جمع کیا۔

وفات سے کچھ عرصہ پیشتر آپ نے مکتوبات مجددیہ و مکتوبات معصومیہ طبع کروانے کا عظیم الشان کا اپنے ذمہ لیا۔ اس مقصد کے لئے پاکستان کے چوٹی کے کاتبوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ کتابت کا کام ختم ہوچکا تھا اور اب آپ ان مکتوبات کی نہایت عمدہ طباعت کے لئے جرمنی جانے ہی والے تھے کہ اجل کا پیغام آ پہنچا۔

آہ شد گلزار ما اکنوں بیاد
رفت از ما عابد عالی نژاد

ثانی بقراط آں عبدالمجید
آں گرامی قدر مانیکو نهاد

بدر

ارمغان قادیان

مولانا ظفر علی خان

مولانا ظفر علی خان تحریک آزادی ہند و پاکستان کے ممتاز رہنما تھے۔ وہ شعلہ نوا خطیب قادر الکلام شاعر، بے باک صحافی اور انتہائی ذہین اور مخلص سیاسی لیڈر تھے۔ ”ارمغان قادیان“ ان کے اس مجموعۂ کلام کا نام ہے جو قادیانیت سے متعلق ہے۔ اس فرقے کے بارے میں مولانا چراغ حسن حسرت دیباچے میں رقم طراز ہیں۔

”مرزا غلام احمد کی تحریک میں جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ تنسیخ جہاد اور انگریزوں کی خلافت الٰہیہ کے مسائل ہیں۔ ان کی کتابوں میں کوئی دوسرا مسئلہ نہیں جس کا ذکر انہوں نے اس جوش و خروش کے ساتھ بار بار کیا ہو۔ ان کے خیالات میں تضاد و تباین بے حد ہیں۔ وہ خود اپنے دعاوی کے متعلق ایسی متضاد باتیں کہتے ہیں کہ پڑھنے والا پریشان ہو جاتا ہے لیکن تنسیخ جہاد اور انگریزی حکومت کی اطاعت کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہر قسم کے ابہام و تضاد سے پاک ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دو چیزوں کو اصل کی حیثیت حاصل ہے اور دوسرے تمام مسائل حتیٰ کہ ان کا دعویٰ مہدویت بھی فرع کی حیثیت رکھتا ہے۔“

حسرت مرحوم، مولانا ظفر علی خانؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”علماء نے مرزا غلام احمد کی پرزور مخالفت کی لیکن وہ وفات مسیح، ظہور مہدی، علامات قیامت، نزول مہدی، خروج دجال وغیرہ مسائل میں الجھ کر رہ گئے اور قادیانی تحریک کے سیاسی پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ مولانا ظفر علی خان نے سب سے پہلے تحریک کے سیاسی پہلو کی جانب توجہ کی جسے علماء نے بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ختم نبوت کے مسئلے کی اہمیت کی جانب لوگوں کی توجہ دلائی۔ قادیانی تحریک کے عقائد کا تجزیہ کیا۔ ان عناصر و عوامل کے چہرے سے نقاب الٹ دیا جو اس تحریک کو بروئے کار لائے ہیں۔“

مولانا کی بیشتر نظموں میں طنز و ہجو کا انداز غالب ہے۔ اس طنز و ہجو کا ہدف مرزا غلام احمد قادیانی ہیں جو نبی کریم کی ہمسری کے مدعی اور نعت گو شاعر کا نشانہ غیض و غضب بننے کے لئے

بہت موزوں ہیں۔ مولانا کی چند منتخب نظمیں درج ذیل ہیں: (ادارہ)

چندے کا دھندہ

اگر چندے کی حاجت ہے تو کر دعویٰ رسالت کا
بغیر اس ڈھونگ کے چندہ مہیا ہو نہیں سکتا
سنا ہے قادیاں میں بانسری بجتی ہے گوکل کی
مگر ہر بانسری والا کنہیا ہو نہیں سکتا
مجدد الف ثانی سے غلام احمد کو کیا نسبت
ثریٰ کتنا بھی اونچا ہو ثریا ہو نہیں سکتا
اگر مکہ سے بھی کرتا وہ ڈھینچوں ڈھینچوں ہو آئے
یہ ظاہر ہے خر عیسیٰ گویا ہو نہیں سکتا
سرشت مومن کا بدلنا غیر ممکن ہے
چنبیلی کا یہ پودا کلتیا ہو نہیں سکتا

حدیث قادیان

رواہ بخاری!

حقیقت قادیان کی پوچھ لیجئے ابن جوزی سے
نکوکاری کے پردے میں سیہ کاری کا حیلا ہے
یہ وہ تلبیس ہے ابلیس کو خود ناز ہے جس پر
مسلمانوں کو اس رندے نے اچھی طرح چھیلا ہے
پلی ہے مغربی تہذیب کے آغوش عشرت میں
نبوت بھی رسیلی ہے پیمبر بھی رسیلا ہے
نصاریٰ کی رضا جوئی ہے مقصد اس نبوت کا
اور ابطال جہاد انجاح مقصد کا وسیلا ہے
بیاس اور اس کی موجیں آئے دن کرتی ہیں غمازی
کہ پوتا قادیاں کے رب اکبر کا رنگیلا ہے

مداری کی پٹواری

قسم ہے قادیان کے گلرخوں کی گل غداری کی
غلام احمد کی الماری پٹاری ہے مداری کی
پرستان کو نہ شرمائے بھلا قصر خلافت کیوں
کہ فصل گل ہے اور آمد ہے ابر نو بہاری کی
بشیر الدین اور کشمیر کی ہمدردیاں چھوڑے
نظر نخچیر سے تم پھیرتے ہو اک شکاری کی
جواب "الفضل" کا ترکی بہ ترکی دے تو دیں ہم بھی
اتاریں کیسے لیکن نقل اصوات حماری کی
میرے ہر شعر کی زد کاسۂ سر پر ہی پڑتی ہے
نہ لائے گا کبھی محمود تاب اس ضرب کاری کی
یہ مانا بھول جاتے قادیاں میرے تحائف کو
مگر کیا بھول سکتا ہے وہ سوغاتیں بخاری کی

قادیان کی نبوت

بروزی ہے نبوت قادیاں کی
برازی ہے خلافت قادیاں کی
عداوت حق ہے باطل سے محبت
ہے اتنی ہی حقیقت قادیاں کی

ہیں احمق جس قدر ہندوستان میں　　ہے آباد ان سے جنت قادیاں کی
نصاریٰ کی پرستش کے سب اسرار　　سکھاتی ہے شریعت قادیاں کی
دمشق اور اندلس کے بھاگ جاگے　　بٹی جس وقت لغت قادیاں کی
مسلمانوں کی آزادی ہو نابود　　الم نشرح ہے نیت قادیاں کی
لگے رونے بشیر الدین محمود　　بنائی میں نے وہ گت قادیاں کی

ٹیچی ٹیچی

نبوت مجھے بخشی انگریز نے　　یہ پودا اسی کا ہے خود کاشتہ
پلومر کی بھٹی سلامت رہے　　ہے جس کی صبوحی مرا ناشتہ
کنہیا بھی ہوں اور مہدی بھی ہوں　　ہے دونوں کی عزت میری داشتہ
دکھائے نہ توحید آنکھیں مجھے　　کہ تثلیث ہے پرچم افراشتہ
یہ ہے ٹیچی ٹیچی کی بروقت ٹیچ　　جو ہے میری تھیلی زر انباشتہ

برطانوی سامراج کی چوکھٹ پر

ڈاکٹر محمد معظم (ایم اے، ایم بی بی ایس، ڈی سی پی لندن)

درج ذیل مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیف ''تحفۂ قیصریہ'' کے بلا تبصرہ اقتباسات ہیں۔ یہ مرزا قادیانی کی اس طویل عرضداشت کا حصہ ہیں جو انہوں نے محکوم ہندوستان کی انگریز ملکہ وکٹوریہ کی شصت سالہ جوبلی کی ایک تقریب میں پیش کی تھی۔ اس قصیدے کا لفظ، لفظ، قصیدہ نگار کی ذہنی اور فکری کیفیت، اخلاقی اور سیاسی حالت کا غماز ہے۔ انگریز نے ڈیڑھ سو سال کے لگ بھگ برصغیر پر ظالمانہ قبضہ جمائے رکھا۔ اس کے اقتدار کی تحسین سامراجی عزائم کی تائید اور ان کی بقاء کی آرزو صرف وہی شخص کرسکتا ہے جسے قومی جدوجہد آزادی کا پاس نہ ہو۔ اور جو دین وملت کا غدار ہو۔ مرزا قادیانی کی عبارت من وعن درج کی گئی ہیں۔ یقیناً گرائمر کی غلطیوں سمیت صرف عنوانات مرتب کئے ہیں۔ (مرتب)

کتاب کا نام اور کوائف جو پہلے صفحے پر درج ہیں: الهدیۃ المبارکہ یعنی تحفہ قیصریہ بمقام قادیان مطبع ضیاء الاسلام میں چھپا۔ ۲۵؍مئی ۱۸۹۷ء

ملکہ معظمہ (وکٹوریہ) سے سچی اطاعت کا طریق سمجھانا ''مقاصد بعثت'' میں شامل ہے۔: ''اس شخص کی طرف سے ہے جو یسوع مسیح کے نام پر طرح طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھوڑانے کے

لئے آیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ امن اور نرمی کے ساتھ دنیا میں سچائی قائم کرے اور لوگوں کو اپنے پیدا کنندہ سے سچی محبت اور بندگی کا طریق سکھائے اور اپنے بادشاہ ملکہ معظمہ سے جس کی وہ رعایا ہیں۔ سچی اطاعت کا طریق سمجھائے۔'' (تحفہ قیصریہ ص۳۰، خزائن ج۱۲ص۲۵۵)

ایک ''مسیح'' ایک مسیحی امتی عورت ملکہ وکٹوریہ کے حضور: ''اور یہ نوشتہ ایک ہدیہ شکرگزاری ہے کہ جو عالی جناب قیصرۂ ہند ملکہ معظمہ والی انگلستان ہند دام اقبالہا بالقابہا کے حضور میں تقریب جلسہ جوبلی شصت سالہ بطور مبارکباد پیش کیا گیا ہے۔ مبارک! مبارک!! مبارک!!!

اس خدا کا شکر ہے جس نے آج ہمیں عظیم الشان خوشی کا دن دکھلایا کہ ہم نے اپنی ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند وانگلستان کی شست سالہ جوبلی کو دیکھا۔ جس قدر اس دن کے آنے سے مسرت ہوئی کون اس کو اندازہ کرسکتا ہے؟ ہماری محسنہ قیصرہ مبارکہ کو ہماری طرف سے خوشی اور شکر سے بھری ہوئی مبارکباد پہنچے۔'' (تحفہ قیصریہ ص۲، خزائن ج۱۲ص۲۵۴)

''ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کو جو اپنی رعایا کی مختلف اقوام کو کنار عاطفت میں لئے ہوئے جس کے ایک وجود سے کروڑہا انسانوں کو آرام پہنچ رہا ہے۔ تادیر سلامت رکھے اور ایسا ہو کہ جلسہ جوبلی کی تقریب پر (جس کی خوشی سے کروڑہا دل برٹش انڈیا اور انگلستان کے جوش نشاط میں ان پھولوں کی طرح حرکت کررہے ہیں۔ جو نسیم صبا کی ٹھنڈی ہوا سے شگفتہ ہوکر پرندوں کی طرح اپنے پیروں کو ہلاتے ہیں۔) جس زوروشور سے زمین مبارکبادی۔ کے لئے اچھل رہی ہے۔ ایسا ہی آسمان بھی اپنے آفتاب وماہتاب اور تمام ستاروں کے ساتھ مبارکباد دیوے۔''
(تحفہ قیصریہ ص۲، خزائن ج۱۲ص۲۵۴)

ملکہ معظمہ کے احسانات کو یاد کرنا واجب ہے

''ہر ایک شخص پر واجب ہے کہ ملکہ معظمہ کے احسانات کو یاد کر کے مخلصانہ دعاؤں کے ساتھ مبارکباد دے اور حضور قیصرۂ ہند وانگلستان میں شکرگزاری کا ہدیہ گزارے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے۔ میرے لئے خدا نے پسند کیا کہ میں اپنی آسمانی کارروائی کے لئے ملکہ معظمہ کی پرامن حکومت کی پناہ لوں۔'' (تحفہ قیصریہ ص۳، خزائن ج۱۲ص۲۵۵)

کارنامہ اپنا

''اور اگرچہ میں نے اس شکرگزاری کے لئے بہت سی کتابیں اردو، عربی اور فارسی میں تالیف کر کے اور ان میں جناب ملکہ معظمہ کے تمام احسانات کو برٹش انڈیا کے مسلمانوں کے شامل

حال ہیں۔ اسلامی دنیا میں پھیلائی ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری کی ترغیب دی ہے۔ لیکن میرے لئے یہ ضروری تھا کہ یہ تمام کارنامہ اپنا جناب ملکہ معظمہ کے حضور میں بھی پہنچاؤں۔ (تحفہ قیصریہ ص۳، خزائن ج۱۲ ص۲۵۵)

اپنا تعارف

مسیح موعود کا نام اور خاندان۔ ”عین اس بات کو ظاہر کرنا بھی اپنی روشناسی کرانے کی غرض سے ضروری دیکھتا ہوں کہ میں حضرت ملکہ معظمہ کی رعایا میں سے پنجاب کے ایک معزز خاندان میں ایک شخص ہوں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے مشہور ہوں جو میرے والد کا نام مرزا غلام مرتضیٰ اور ان کے والد کا نام مرزا عطاء محمد اور ان کے والد کا نام مرزا گل محمد...... مجھے جیسا کہ آگے بیان ہوگا اپنی خدمت میں لے لیا اور جیسا کہ وہ اپنے بندوں سے قدیم سے کلام کرتا آیا ہے۔ مجھے اس نے اپنے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف بخشا اور مجھے اس نے نہایت پاک اصولوں پر جو نوع انسان کے لئے مفید ہیں قائم کیا۔ چنانچہ منجملہ ان اصولوں کے جن پر مجھے قائم کیا گیا ہے۔ ایک یہ ہے۔“ (تحفہ قیصریہ ص۴، خزائن ج۱۲ ص۲۵۶)

دوسرا مقصد بعثت

”اور دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے اس مسئلہ کی اصلاح ہے۔ جو بعض نادان مسلمانوں میں مشہور ہے۔“ (تحفہ قیصریہ ص۱۰، خزائن ج۱۱ ص۲۶۲)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی پر تبصرہ

”کسی عادل گورنمنٹ کے سایہ معدلت کے نیچے رہ کر جیسا کہ ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی سلطنت ہے۔ پھر اس کی نسبت بغاوت کا قصد رکھنا اس کا نام جہاد نہیں ہے بلکہ یہ ایک نہایت وحشیانہ اور جہالت سے بھرا ہوا خیال ہے۔ جس گورنمنٹ کے ذریعے سے آزادی سے زندگی بسر ہو اور پورے طور پر امن حاصل ہو۔ اور فرائض مذہبی کماحقہ ادا کر سکیں۔ اس کی نسبت بدنیتی کو عمل میں لانا ایک مجرمانہ حرکت ہے نہ جہاد۔ اس لئے ۱۸۵۷ء میں مفسدہ پرداز لوگوں کی حرکت کو خدا نے پسند نہیں کیا۔ اور آخر طرح طرح کے عذابوں میں وہ مبتلا ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنی محسن اور مربی گورنمنٹ کا مقابلہ کیا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے اس اصول پر قائم کیا ہے کہ محسن گورنمنٹ کی جیسا کہ یہ گورنمنٹ برطانیہ ہے۔ سچی اطاعت کی جائے اور سچی شکرگزاری کی جائے۔ سو میں اور میری

جماعت اس اصول کے پابند ہیں۔ چنانچہ میں نے اس مسئلہ پر عمل درآمد کرانے کے لئے بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کیں...... یہ کتابیں ہزارہا روپیہ کے خرچ سے طبع کرائی گئیں اور پھر اسلامی ممالک میں شائع کی گئیں اور میں جانتا ہوں کہ یقیناً ہزارہا مسلمانوں پر ان کتابوں کا اثر پڑا ہے۔" (تحفہ قیصریہ ص ۱۱، ۱۲، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۳، ۲۶۴)

۱۸۶۷ء کی جنگ آزادی کے دوران خاندانی کردار

"میرے والد مرزا غلام مرتضٰی دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریز کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں ۵۰ گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور ۵۰ جوان جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔"

(تحفہ قیصریہ ص ۱۸، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۰، ۲۷۱)

ظاہر وباطن کی وفادار جماعت

"بالخصوص وہ جماعت جو میرے ساتھ تعلق بیعت و مریدی رکھتی ہے وہ ایک ایسی سچی مخلص اور خیر خواہ اس گورنمنٹ کی بن گئی کہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ وہ گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے۔ جن کا ظاہر وباطن گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے۔" (تحفہ قیصریہ ص ۱۲، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۴)

حسن طلب؟

"اور میں نہ اپنے نفس سے اور نہ اپنے خیال سے بلکہ خدا سے مامور ہوں کہ جس گورنمنٹ کے سایہ عطوفت کے نیچے میں امن کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اس کے لئے دعا میں مشغول رہوں۔" (تحفہ قیصریہ ص ۱۳، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۵)

مسلمانوں پر قابو پانے کے لئے بعض مشورے

"اور میری رائے میں مسلمانوں کے لئے مذہبی خیالات کے اظہار میں قانونی حد تک وسیع اختیارات ہونے بڑی پر خیر مصلحت ہے کیونکہ وہ اس طور سے اپنی اصل غرض کو پا کر جنگجوئی کی عادات کو بھلا دیں گے۔ وجہ یہ کہ جیسا کہ ایک نشی چیز کا استعمال کرنا دوسری نشی چیز سے فارغ کر دیتا ہے۔ ایسا ہی جب ایک مقصد ایک پہلو سے نکلتا ہے۔ تو دوسرا پہلو خودست ہو جاتا ہے۔"

(تحفہ قیصریہ ص ۱۲، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۴)

مسلمان لوگوں کو جہاد سے ہٹانے کے لئے مذہبی مباحثات

"انہی اغراض سے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مذہبی مباحثات کے بارے میں انگریزی آزادی سے فائدہ اٹھاؤں اور نیز اسلامی جوش کے لوگوں کو اس جائز امر کی طرف توجہ دے کر ناجائز خیالات اور جوشوں سے ان کے جذبات کو روک دوں۔ مسلمان لوگ ایک خونی مسیح کے منتظر تھے اور نیز ایک خونی مہدی کا بھی انتظار کرتے تھے اور یہ عقیدے اس قدر خطرناک ہیں کہ ایک مفتری کاذب مہدی موعود کا دعویٰ کر کے ایک دنیا میں غرق کر سکتا ہے کیونکہ مسلمانوں میں اب تک یہ خاصیت ہے کہ جیسا کہ وہ ایک جہاد کی رغبت دلانے والے کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ شاید وہ ایسی تابعداری بادشاہ کی بھی نہیں کر سکتے۔ پس خدا نے چاہا کہ یہ غلط خیالات دور ہوں۔ اس نے مجھے مسیح موعود اور مہدی موعود کا خطاب دے کر۔" (تحفہ قیصریہ ص ۱۲، ۱۳، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۴، ۲۶۵)

برطانوی امپیریلزم کی برکات

"یہ ایک بڑی قابل قدر بات ہے کہ اکثر لوگ عرفانی روشنی کی تلاش میں لگ گئے ہیں۔......... پس اس میں کیا شک ہے کہ یہ بھی بادشاہ وقت کا ایک پرتو ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہ گورنمنٹ ہندوستان میں داخل ہوتے ہی ایک روحانی سرگرمی اور حق کی تلاش کا اثر ساتھ لائی ہے۔ اور بلاشبہ یہ اس ہمدردی کا نتیجہ ہوتا ہے جو ہماری ملکہ معظمہ قیصرۂ کے دل میں برٹش انڈیا کی رعیت کی نسبت مرکوز ہے۔" (تحفہ قیصریہ ص ۱۷، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۹)

سامراجی لوٹ کی تحسین

"میرے خیال میں یہ بھی گزرتا ہے کہ اس سے پہلے اس ملک جس کی فارغ البالی اور دولت مندی اس کے روحانی ترقی کی بہت مانع تھی۔ اگر ہندوستان کی وہی صورتحال رہتی تو آج شاید اس ملک کے رہنے والے وحشیوں سے بھی بدتر ہوتے۔ یہ اچھا ہوا کہ بہ سبب احسن تدبیر گورنمنٹ برطانیہ کے اس ملک کے اسباب تنعم و آرام طلبی کچھ مختصر کئے گئے تا کہ لوگ فنون اور علوم کی طرف متوجہ ہوں۔ اور روحانی ترقیات کا بھی دروازہ کھلے۔"

(تحفہ قیصریہ ص ۱۷، ۱۸، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۹، ۲۷۰)

برطانوی امپیریلزم کے زیر سایہ مقاصد کی تکمیل

"اور پھر دوسرا شکر یہ ہے کہ وہ خدا جو کبھی اپنے وجود کو بے دلیل نہیں چھوڑتا وہ جیسا کہ

تمام نبیوں پر ظاہر ہوا اور ابتداء سے زمین کو تاریکی میں پا کر روشن کرتا آیا ہے۔ اس نے اس زمانہ کو بھی اپنے فیض سے محروم نہیں رکھا۔ بلکہ جب دنیا کو آسمانی روشنی سے دور پایا تو اس نے چاہا کہ زمین کی سطح کو ایک نئی معرفت سے منور کرے اور نئے نشان دکھائے اور زمین کو روشن کرے۔ سو اس نے مجھے بھیجا اور میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے زیر سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام، نصیحت اور وعظ کا ادا کر رہا ہوں۔ اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر رعایا میں سے شکر واجب ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے۔ کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصرۂ ہند کی حکومت کے زیر سایہ کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں۔ ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ کسی اور گورنمنٹ کے زیر سایہ انجام پذیر ہو سکتے۔" (تحفہ قیصریہ ص ۳۱، ۳۲، خزائن ج ۱۲ ص ۲۸۳، ۲۸۴)

برطانوی حکومت کے سامنے الحاح وزاری

"اور نیز وہ باتیں جو میں نے یسوع مسیح کی زبان سے سنیں اور وہ پیغام جو اس نے مجھے دیا۔ ان تمام امور نے مجھے تحریک کی کہ میں جناب ملکہ معظمہ کے حضور میں یسوع کی طرف سے ایلچی ہو کر بادب التماس کروں۔" (تحفہ قیصریہ ص ۲۳، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۵)

"لیکن اے ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند ہم عاجزانہ ادب کے ساتھ تیرے حضور میں کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں کہ تو اس خوشی کے وقت میں جو شصت سالہ جوبلی کا وقت ہے یسوع کے چھوڑنے کے لئے کوشش کر۔" (تحفہ قیصریہ ص ۲۵، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۷)

"اگر حضور ملکہ معظمہ میرے تصدیق دعویٰ کے لئے مجھ سے نشان دیکھنا چاہیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو کہ وہ نشان ظاہر ہو جائے اور نہ صرف یہ بلکہ دعا کر سکتا ہوں کہ یہ تمام زمانہ عافیت اور صحت سے بسر ہو۔ لیکن اگر کوئی ظاہر نہ ہو اور میں جھوٹا نکلوں تو میں اس سزا میں راضی ہوں کہ حضور ملکہ معظمہ کے پایۂ تخت کے آگے پھانسی دیا جاؤں یہ سب الحاح اس لئے ہے کہ کاش ہماری محسنہ ملکہ معظمہ کو اس آسمان کے خدا کی طرف خیال آ جائے جس سے اس زمانہ میں عیسائی مذہب بے خبر ہے۔" (تحفہ قیصریہ ص ۲۴، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۶ حاشیہ)

"اور یسوع کی طرف سے رسول کی طرح ہو کر جس طرح کشفی عالم میں اس کی زبان سے سنا حضور قیصرہ ہند میں پہنچا دیتے ہیں۔" (تحفہ قیصریہ ص ۲۲، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۴)

"اور خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں ایک یہ بھی ہے جو میں نے عین بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے۔ یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے..... قیصرہ ہند میری

توجہ سے مسیح کو دیکھ سکتی ہیں...... کیونکہ میں وہ شخص ہوں جس کی روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسا تحفہ ہے جو حضرت ملکہ معظمہ قیصرۂ انگلستان و ہند کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لائق ہے۔" (تحفہ قیصریہ ص۲۱، خزائن ج۱۲ ص۲۷۳)

"ان واقعات پر نظر ڈالنے سے نہایت آرزو سے دل چاہتا ہے کہ ہماری قیصر ہند دام اقبالہا بھی قیصر روم کی طرح ایسا مذہبی جلسہ پایہ تخت میں انعقاد فرمادیں کہ یہ روحانی طور پر یہ یادگار ہوگی۔ مگر یہ جلسہ قیصر روم کی نسبت زیادہ توسیع کے ساتھ ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہماری ملکہ معظمہ بھی اس قیصر کی نسبت زیادہ وسعت اقبال رکھتی ہیں۔ اور اس التماس کا ایک یہ بھی سبب ہے کہ جب سے اس ملک کے لوگوں نے امریکہ کے جلسہ مذاہب سے اطلاع پائی ہے۔ طبعاً دلوں میں یہ جوش پیدا ہوگیا ہے کہ ہماری ملکہ معظمہ بھی خاص لندن میں ایسا جلسہ منعقد فرمائیں تا کہ اس تقریب سے اس ملک کی خیر خواہ رعایا اور ان کے رئیسوں اور عالموں کے گروہ وہ خاص لندن پایہ تخت میں شرف لقاء حضور حاصل کر سکیں۔" (تحفہ قیصریہ ص۲۷، خزائن ج۱۲ ص۲۷۹)

"سو! اے ہماری عالم پناہ ملکہ خدا تجھے بے شمار فضلوں سے معمور کرے۔ اس مقدمہ کو اپنی قدیم منصفانہ عادت کے ساتھ فیصلہ کر۔" (تحفہ قیصریہ ص۲۶، خزائن ج۱۲ ص۲۷۸)

خاتمہ کتاب

"اب میں حضور ملکہ معظمہ میں زیادہ مصداع اوقات ہونا نہیں چاہتا اور اس دعا پر یہ عریضہ ختم کرتا ہوں کہ:

اے قادر کریم اپنے فضل و کرم سے ہماری ملکہ معظمہ کو خوش رکھ جیسا کہ ہم اس کے سایہ عاطفت کے نیچے خوش ہیں۔ اور اس سے نیکی کر جیسا کہ ہم اس کی نیکیوں اور احسانوں کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان معروضات پر کریمانہ توجہ کرنے کے لئے اس کے دل میں آپ الہام کر ہر ایک قدرت اور طاقت تجھی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔"

الملتمس: خاکسار مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداس پور پنجاب

قادیانی تحریک قانون کی عدالت میں

مرتب: محمد سعید الرحمٰن علوی!

۱...... فیصلہ مقدمہ بہاول پور ۱۹۳۵ء بعدالت جناب شیخ محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج بہاول پور۔	"یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے سوائے مرزا قادیانی کو کافر قرار دینے کے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوسکتا۔"

۲...... فیصلہ مقدمہ راولپنڈی ۱۹۵۵ء بعدالت شیخ محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی	”مرزائی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔“
۳...... فیصلہ جیمس آباد ۱۹۶۹ء بعدالت شیخ محمد رفیق گوریجہ جج سول اور فیملی کورٹ	”مرزائی خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری، غیر مسلم ہیں۔“
۴...... فیصلہ رحیم یار خان ۱۹۷۲ء بعدالت چودھری محمد نسیم سول جج	”مسلمان آبادیوں میں قادیانیوں کو تبلیغ کرنے یا عبادت گاہ بنانے کی اجازت نہیں۔“
۵...... فیصلہ بہاولپور ۱۹۷۲ء بعدالت ملک احمد خان، کمشنر بہاول پور	”مرزائی، مسلم امت سے بالکل الگ گروہ ہے۔“
۶...... آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد ۱۹۷۳ء محرک میجر محمد ایوب	”قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔“
۷...... رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کی قرارداد اپریل ۱۹۷۴ء	حزب اختلاف کی اور سرکاری قراردادیں۔
۸...... آئینی ترمیم، پاکستان کے دستور میں ستمبر ۱۹۷۴ء	”مولانا ہزاروی کی قرارداد، خصوصی کمیٹی کی متفقہ قرارداد، سفارشات اور ترمیم شدہ دفعات کی تفصیلات۔“

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔

اس عقیدہ سے متعلق قرآن کریم اور حضور علیہ السلام کے ۳سو کے قریب ارشادات موجود ہیں۔ پھر جناب نبی کریم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے جس مسئلہ پر اجماع ہوا وہ یہی مسئلہ ہے اور چودہ سو سال میں امت مسلمہ اس عقیدہ میں متفق اللسان ہے۔

لیکن انگریز سرکار نے اپنی ظالمانہ حکومت کے لئے جب ربانی سند مہیا کرنے کا اہتمام کیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کو اس مقصد کے لئے منتخب کیا۔ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کر کے انگریز سرکار کی خوشامد شروع کی اور اس کی خوشنودی کے لئے جہاد کو حرام قرار دیا بلکہ اس بنیادی عقیدہ کے خلاف بھی بغاوت کی۔ چنانچہ علماء، صلحاء اور عام مسلمان شروع دن سے اس کھلی گمراہی کے خلاف برسر پیکار ہیں۔

اس کے علاوہ ۱۹۰۲ء اور ۱۹۲۴ء میں افغانستان میں جانے والے مرزائی مبلغوں کو وہاں کی حکومت نے ارتداد کے جرم میں سنگسار کرا دیا۔

مختلف مواقع پر دنیا کی مختلف عدالتیں ان کے خلاف فیصلے صادر کرتی رہیں۔ مثلاً ۱۹/نومبر ۱۹۲۷ء کا فیصلہ جو چیف جسٹس ماریش نے صادر کیا۔ ۱۹۳۵ء میں حکومت ترکیہ کا فیصلہ اور ۱۹۵۵ء میں حکومت مصر، شام اور عراق کے فیصلے اپنی مثال آپ ہیں۔

برصغیر کی تاریخ میں اس موضوع پر جو عدالتی کاروائی ہوئی یا آئین وقانون کی رو سے جو فیصلے ہوئے ان کی تلخیص پیش ہے۔ (مرتب)

ڈسٹرکٹ جج بہاولپور جناب محمد اکبر خان کا فیصلہ ۱۹۳۵ء: چند اقتباسات

''معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی جب اس میدان میں گامزن ہوئے اور ان پر مکاشفات کا سلسلہ جاری ہونے لگا تو وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور صوفیائے کرام کی کتابوں میں وحی اور نبوت کے الفاظ موجود پا کر انہوں نے اولیاء اللہ سے اپنا مرتبہ بلند دکھانے کی خاطر اپنے لئے نبوت کی ایک اصطلاح تجویز فرمائی۔ جب لوگ یہ سن کر چونکنے لگے تو انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کرنا چاہا کہ تم گھبراتے کیوں ہو۔ آنحضرت ﷺ کے اتباع سے جس مکالمہ اور مخاطبہ کے تم لوگ قائل ہو۔ میں ان کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ یہ صرف لفظی نزاع ہے سو ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ کوئی اصطلاح مقرر کرے۔ گویا انہوں نے نبی کے لفظ کو برعکس اس کی اصل اور عام فہم مراد کے یہاں اصطلاحی طور کثرت مکالمہ اور مخاطبہ پر حاوی کیا۔ اور یہ اصطلاح بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم کی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس لفظ کا استعمال کثرت سے اپنے متعلق کرنے لگے تو لوگ پھر چونکے اس پر انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کیا کہ میں کوئی اصلی نبی تو نہیں۔ بلکہ اس معنی میں کہ میں نے تمام کمال آنحضرت ﷺ کے اتباع اور فیض سے حاصل کیا ہے۔ ظلی اور بروزی نبی ہوں۔ اور اس کے انہوں نے ان آیات قرآنی کی جو ''شاید کسی اچھے وقت میں ان پر نازل ہوئی تھیں۔'' اپنے اوپر چسپاں کرنا شروع کر دیا اور شدہ شدہ تشریعی نبوت کے دعوے کا اظہار کر دیا لیکن صریح آیات قرآنی اور احادیث اور اقوال بزرگان سے جب انہیں اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو انہوں نے اس دعویٰ کو ترک کر کے اپنا مقر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث میں جا تلاش کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو بذریعہ وحی ثابت کر کے یہ دکھلایا کہ ان احادیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں کسی شخص کو نبوت کا درجہ عطا کیا جائے گا۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے پھر آخیر عمر میں جا کر اپنے دعویٰ کی غلطی کو محسوس کیا

اور پھر اصطلاحی نبوت کو ہی جا کر قائم کیا جس سے انہوں نے اپنے دعویٰ کی ابتداء شروع کی تھی۔ جیسا کہ ان کے خط سے جو انہوں نے وفات سے دو تین یوم قبل اخبار عام کے ایڈیٹر کے نام لکھا تھا ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں درج ہے کہ ”سو میں اس درجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیش گوئی کرنے والا۔“ ان تمام واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے بجا طور پر کہا ہے کہ مرزا قادیانی کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہوتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چندی مسائل کا تکرار اور دور ہے۔ ایک ہی مسئلہ ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے اور پھر سب اقوال میں اس قدر تہافت اور تعارض پایا جاتا ہے اور خود مرزا قادیانی کی ایسی پریشان خیالی ہے اور بالقصد ایسی روش اختیار کی ہے کہ وہ نتیجہ گڑبڑ رہے اور ان کو بوقت ضرورت مخلص اور مفر باقی رہے۔ چنانچہ کہیں ختم نبوت کے عنوان کو اپنے مشہور اور اجماعی معنے کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں ایسا عقیدے بتلانے والے مذہب کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو امت محمدیہ ﷺ کے عقیدہ کے موافق مواترات دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں ایسے عقیدہ کو مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔“

”ختم نبوت کا عقیدہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے اور خاتم النبیین کے جو معنی مدعا علیہ کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث صحیح سے اس کی تائید نہیں ہوسکتی۔ اس کے صحیح معنی وہی ہیں جو کہ گواہان نے مدعیہ نے بیان کئے ہیں۔

”اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آیت خاتم النبیین قطعی الدلالت ہے اور اس کے بطن کے معنے ایسے نہیں ہوسکتے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین بمعنے آخری نبی سمجھنے کے منافی ہوں اور چونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس لئے عقیدہ مذکورہ بالا سے انکار کفر ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا اور جن مسائل کی بناء پر اس نے ایسا کہا ہے وہ اس قبیل کے نہیں۔ جیسا کہ مسئلہ ختم نبوت۔ لہٰذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کے جو معنے مدعیہ کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ اور اس معنی کے تحت جو عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے اس عقیدہ انحراف ارتداد کی حد تک پہنچا ہے اور یہ کہ آنحضرت کے بعد عہدہ نبوت اور وحی نبوت منقطع ہوچکے ہیں۔ مرزا قادیانی صحیح اسلامی عقائد کی رو سے نبی نہیں ہوسکتے۔ انہوں نے آیات

قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ جیسا کہ ایک آیت ’’ھو الذی ارسل رسوله......الخ‘‘ کے متعلق انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس میں میرا ذکر ہے اور دوسرے الہام بالفاظ محمد رسول اللہ بیان کر کے یہ کہا کہ اس میں میرا نام رکھا گیا اور رسول بھی۔ اس طرح کئی ایسی تصریحسیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے اور اس سے بھی رسول ﷺ کی توہین ہوتی ہے۔‘‘

’’اور حضرت مریم کی شان میں مرزا قادیانی نے جو کچھ کہا ہے اور جس کا حوالہ شیخ الجامعہ صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے اور جس کا مدعا علیہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس سے قرآن شریف کی صریح آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے سوائے مرزا قادیانی کو کافر قرار دینے کے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔‘‘

’’مدعا علیہ کی طرف سے مرزا قادیانی کے بعض کتب کے حوالوں کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے جواب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایک جگہ کلمات توہین ثابت ہو گئے تو اگر ہزار جگہ کلمات مدحیہ لکھے ہوں اور ثناء خوانی بھی کی ہو تو وہ کفر سے نجات نہیں دلا سکتے جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلمہ اس پر شاہد ہیں کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کا اتباع اور اطاعت گزاری کرے اور مدح وثناء کرتا رہے لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کر دے تو کوئی شخص اس کو مطیع اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔‘‘

عدالتی فیصلہ جناب شیخ محمد رفیق گوریجہ سول جج جیمس آباد سندھ

۲۲؍مارچ ۱۹۶۹ء

’’مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے۔ کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے۔ اس طرح جو غیر مسلم قرار پایا غیر مؤثر ہے۔ اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ چنانچہ مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعا علیہ کی بیوی نہیں ہے۔‘‘

فیصلہ کمشنر بہاول پور ڈویژن

بعدالت ملک احمد خاں (پی سی ایل......۸؍نومبر ۱۹۷۲ء)

’’آج فریقین ہمراہ وکلاء حاضر ہیں۔ ہم نے ان کے عذرات کی سماعت کر لی ہے۔

فیض محمد اپیلانٹ کا حق تسلیم کیا جائے کیونکہ:

کلکٹر نے اس بات پر غور ہی نہیں کیا کہ فضل احمد رسپانڈنٹ احمدی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جو مسلم امت سے بالکل الگ تھلگ گروہ ہے۔ اس فرقہ کا مسلم امت سے سوشل کمرشل اور مذہبی کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ اس پتی میں رسپانڈنٹ واحد پتی دار ہے جو احمدی ہے جبکہ دیگر تمام پتی دار مسلمان اہل سنت والجماعت ہیں۔ لہٰذا ریونیو بورڈ ۱۹۶۸ء کے رول نمبر ۱۷ (ایف) میں تقرر نمبردار کے لئے کیمونٹی (Community) کی اہمیت اور طاقت کو زیر غور رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ان دونوں فریقوں میں بہت فرق ہے۔ مذہبی اور معاشرتی دونوں حیثیتوں سے ان کے درمیان کوئی اتحاد و اتفاق نہیں ہے۔ احمدی گروہ کے مذہبی رہنما مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتابوں میں احمدی گروہ کے درج ذیل قسم کے متعدد ہدایات دی ہیں۔

۱...... غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔
۲...... غیر احمدی کے پیچھے احمدی کا جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔
۳...... غیر احمدی کے نکاح میں احمدی لڑکی دینا ناجائز ہے۔
۴...... ہمارا حج مسلمانوں کے حج سے الگ ہے۔

سر ظفر اللہ وزیر خارجہ پاکستان نے قائداعظمؒ کا جنازہ نہیں پڑھا۔

ریکارڈ ملاحظہ کرنے اور فاضل وکیل کے دلائل کافی وزن دار ہیں۔

مدعی اور مدعا علیہ دونوں اگرچہ ایک ہی قوم جٹ کے افراد ہیں۔

مگر ان کے مذہبی، سماجی، معاشرتی اختلاف نے ان کو ایک دوسرے سے بالکل جدا کر دیا ہے۔ اس لئے فضل محمد کو اس پر ترجیح دیتے ہوئے ہم فضل احمد کی اپیل نامنظور کرتے ہیں اور فضل محمد کی اپیل منظور کرتے ہیں۔"

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد

۲۸ راپریل ۱۹۷۴ء آزاد کشمیر اسمبلی کے معزز رکن جناب میجر محمد ایوب صاحب نے درج ذیل قرارداد پیش کی جو اتفاق رائے سے اسمبلی نے منظور کر لی۔

"قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ ریاست میں جو قادیانی رہائش پذیر ہیں ان کی باقاعدہ رجسٹریشن کی جائے اور انہیں اقلیت قرار دینے کے بعد ان کی تعداد کے مطابق مختلف شعبوں میں ان کی نمائندگی کا تعین کرایا جائے۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ریاست میں قادیانیت کی تبلیغ ممنوع ہوگی۔"

میجر صاحب نے اپنی قرارداد پر دلائل دیتے ہوئے دوسری چیزوں کے علاوہ آئین پاکستان کے ص ۱۱۴ پر درج شدہ صدر مملکت اور وزیراعظم کے مجوزہ حلف نامے بھی پڑھ کر سنائے اور کہا کہ: "آئین میں ان دونوں سربراہوں کے لئے مسلمان ہونا لازم قرار دیا گیا اور ان حلف ناموں کے ضمن میں مسلمان کی جامع تعریف بھی شامل کر دی گئی ہے۔ جس میں یہ بات واضح طور پر شامل ہے کہ حلف اٹھانے والا یہ اقرار کرتا ہے کہ اس کا ایمان ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

میجر صاحب نے واضح کیا کہ چونکہ احمدی حضور علیہ السلام کو آخری نبی نہیں مانتے بلکہ آپ ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرتے ہیں اس لئے وہ آئین کی رو سے غیر مسلم قرار پاتے ہیں۔"

۸/اپریل ۱۹۷۴ء کو رابطہ عالم اسلام مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام ایک سو سے زائد اسلامی انجمنوں کی

قرارداد

قادیانیت وہ باطل مذہب ہے جو اپنے ناپاک اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ اس کی اسلام دشمنی ان چیزوں سے واضح ہے۔

الف...... اس کے بانی کا دعویٰ نبوت کرنا۔

ب...... قرآنی نصوص میں تحریف کرنا۔

ج...... جہاد کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا۔

قادیانیت برطانوی استعمار کی پروردہ ہے اور اس کے زیر سایہ سرگرم عمل ہے۔ قادیانیوں نے امت مسلمہ کے مفادات سے ہمیشہ غداری کی ہے اور استعمار اور صیہونیت سے مل کر اسلام دشمن طاقتوں سے تعاون کیا اور یہ طاقتیں بنیادی اسلامی عقائد میں تحریف وتغیر اور ان کی بیخ کنی میں مختلف طریقوں سے مصروف عمل ہیں۔

الف...... معابد کی تعمیر جن کی کفالت اسلام دشمن طاقتیں کرتی ہیں۔

ب...... اسکولوں، تعلیمی اداروں اور یتیم خانوں کا کھولنا جن میں قادیانی اسلام دشمن طاقتوں کے

سرمائے سے تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور قادیانی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تحریف شدہ تراجم شائع کررہے ہیں۔ ان خطرات کے پیش نظر کانفرنس نے مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی ہے۔

۱…… تمام اسلامی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے تمام مقامات میں جہاں وہ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہیں ان کا محاسبہ کریں اور ان کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کے لئے عالم اسلام کے سامنے ان کو پوری طرح بے نقاب کیا جائے۔

۲…… اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کیا جائے۔

۳…… احمدیوں سے مکمل عدم تعاون اور اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ہر میدان میں مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ ان کے کفر کے پیش نظر ان سے شادی بیاہ کرنے سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔

۴…… کانفرنس اور تمام اسلامی ملکوں سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ نیز ان کے لئے اہم سرکاری عہدوں کی ملازمتیں ممنوع قرار دی جائیں۔

۵…… قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان تراجم قرآن کا شمار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے اور ان تراجم کی ترویج کا سدباب کیا جائے۔

۶…… دیگر تمام باطل فرقوں سے قادیانیوں جیسا سلوک کیا جائے۔"

بل محرک مولانا غلام غوث ہزاروی

ہرگاہ کہ

۱…… مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور لکھا ہے کہ: "سرور عالم ﷺ کے اتباع سے یہ مقام پایا ہے اور وحی نے مجھے صریح نبی کا لقب دیا ہے۔"

(حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴)

۲…… مرزا غلام احمد قادیانی حضرت مسیح موعود بن بیٹھا ہے اور حیات مسیح کا اس لئے انکار کیا ہے جبکہ براہین احمدیہ لکھنے تک اس کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ (حقیقت الوحی ص۱۴۸، ۱۴۹، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲، ۱۵۳)

۳…… مرزا قادیانی نے سرور عالم ﷺ کی معراج جسمانی کا انکار کیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶ حاشیہ) حالانکہ قرآن وحدیث اور امت کا فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ کو جاگتے ہوئے

جسم مبارک کے ساتھ معراج ہوئی۔

۴…… مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد کا انکار کیا ہے اور انگریز کی اطاعت فرض قرار دی ہے۔ اس کا اپنا شعر ہے۔

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور جدال

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۶، خزائن ج۱۷ ص۷۷)

۵…… مرزا قادیانی نے وحی اور مکالمات الٰہیہ کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی وحی کو قرآن پاک کی طرح کہا ہے۔

آنچه من بشنوم زوحی خدا
بخدا پاك دانمش زخطا
همچو قرآن منزه اش دانم
از خطا ها همین ایمانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

اور اس سلسلہ میں امام ربانی مجدد الف ثانی پر جھوٹ بولا اور بہتان باندھا ہے کہ ”جب مکالمات الٰہیہ کی کثرت ہو جائے تو اس آدمی کو نبی کہتے ہیں۔“ (حقیقت الوحی ص۳۹۰، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶) حالانکہ انہوں نے محدث لکھا ہے نبی قطعاً نہیں لکھا۔

۶…… مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دیا ہے۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

اینك منم که حسب بشارت آمدم
عیسیٰ کجا است تابنهد پا بمنبرم

(درثمین فارسی ص۷۹)

۷…… مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی لکھا ہے۔

(کشتی نوح ص۶۶، خزائن ج۱۹ ص۷۱ حاشیہ)

اور پیغمبروں کی بھی توہین کی ہے۔ اس کے اشعار ہیں۔

انبیاء گرچه بود اند بسے
من به عرفان نه کمترم زکسے

آنکہ داد است ھر نبی را جام
داد آں جام رامر ابتمام

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

۸...... مرزا قادیانی نے کافر کے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کا انکار اور آخر کار ان کے نکلنے کا قول کیا ہے۔ جو قرآن پاک کے نصوص کے قطعاً خلاف ہے اور ہرگاہ کہ یہ تمام امور کفریہ ہیں ان کے کہنے اور ماننے سے آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۹...... مرزا قادیانی نے اپنے کو مسیح موعود نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو اسی طرح کافر کہا ہے جیسے قرآن اور حدیث کا انکار کرنے والوں کو اور عام مسلمانوں سے شادی کرنے اور ان کا جنازہ پڑھنے سے روکا ہے۔ (انوار خلافت ص۹۳،۹۴ ملخص)

۹...... اور ہرگاہ کہ دنیا بھر کی تمام نمائندہ جماعتوں نے مکہ معظمہ میں جمع ہوکر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے اور اس مسئلہ میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو چاہے اس کو نبی مانیں یا مجدد اور یا مسیح موعود، اسلام سے خارج ہیں۔ اور ہرگاہ کہ پاکستان کے عوام تمام مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ان کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کا مطالبہ کررہے ہیں۔

بنابریں پاکستان قومی اسمبلی کے اجلاس میں، ہم یہ بل پیش کرتے ہیں۔

۱...... کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرووں کو چاہئے کہ وہ مرزا کو نبی مانیں یا مجدد و مسیح موعود چاہے وہ قادیانی کہلائیں یا لاہوری احمدی...... سب کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

۲...... ان سب کو کلیدی آسامیوں سے علیحدہ کر دیا جائے اور آئندہ ان کو ان آسامیوں پر متعین نہ کیا جائے۔

۳...... اور ان کا کوئی مخصوص شہر نہ ہو جہاں بیٹھ کر وہ ملک کے خلاف ہر طرح کی سازش کر سکیں۔

یہ بل پاس ہوتے ہی سارے پاکستان میں نافذ ہوگا اور اس بل کا نام ’’غیر مسلم اقلیت بل‘‘ ہوگا۔

(مولانا) غلام غوث ہزاروی، (مولانا) عبدالحکیم، (مولانا) عبدالحق (بلوچستان) اراکین قومی اسمبلی

حزب اختلاف کی قرارداد مورخہ ۳۰؍جون ۱۹۷۴ء کا متن

۱...... چونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت محمد ﷺ کے بعد جو

اللہ کے آخری نبی ہیں، نبوت کا دعویٰ کیا۔

۲...... اور چونکہ اس کا جھوٹا دعویٰ نبوت، قرآن کریم کی بعض آیات میں تحریف کی سازش اور جہاد کو ساقط کر دینے کی کوشش، اسلام کے مسلمات سے بغاوت کے مترادف ہے۔

۳...... اور چونکہ وہ سامراج کی پیداوار ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے۔

۴...... چونکہ پوری امت مسلمہ کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، خواہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہوں یا اسے کسی اور شکل میں اپنا مذہبی پیشوا یا مصلح مانتے ہوں۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

۵...... چونکہ اس کے پیروکار خواہ انہیں کسی نام سے پکارا جاتا ہو، وہ دھوکہ دہی سے مسلمانوں ہی کا فرقہ بن کر اور اس طرح گھل مل کر اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی کاروائیوں میں مصروف ہیں۔

۶...... چونکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو ۶ تا ۱۰/اپریل ۱۹۷۴ء مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی جس میں دنیا بھر کی ۱۴۰/مسلم تنظیموں اور انجمنوں نے شرکت کی۔ اس میں کامل اتفاق رائے سے یہ فیصلہ صادر کر دیا گیا کہ قادیانیت جس کے پیروکار دھوکہ دہی سے اپنے آپ کو اسلام کا ایک فرقہ کہتے ہیں۔ دراصل اس فرقہ کا مقصد اسلام اور مسلم دنیا کے خلاف تخریبی کاروائیاں کرنا ہے۔ اس لئے اب یہ اسمبلی اعلان کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ انہیں کسی نام سے پکارا جاتا ہو مسلمان نہیں ہیں اور یہ کہ اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو دستور میں ضروری ترامیم کے ذریعے عملی جامہ پہنایا جاسکے اور یہ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے ان کے جائز حقوق کا تحفظ کیا جاسکے۔

سرکاری تحریک (مورخہ ۳۰/جون ۱۹۷۴ء) کا متن

یہ ایوان سارے ایوان پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی قائم کرتا ہے جس میں تقریریں کرنے کا حق رکھنے والے اور دوسرے ارکان بھی شامل ہیں اور جن کے چیئرمین اس ایوان کے سپیکر ہوں گے اور یہ خصوصی کمیٹی حسب ذیل فرائض سرانجام دے گی۔

۱...... ان لوگوں کی حیثیت متعین کی جائے جو آنحضورﷺ کی ختم نبوت کے مسئلے پر ایمان نہیں رکھتے۔

۲...... اس سلسلے میں کمیٹی کی پیش کردہ تجاویز، مشوروں اور قراردادوں پر اس معینہ مدت کے

اندر غور وخوض مکمل کرلیا جائے جس کا تعین کمیٹی کرے گی۔

۳…… اس غور وخوض کے نتیجہ میں شہادتیں قلمبند کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے کے بعد کمیٹی اپنی سفارشات ایوان میں پیش کرے گی۔

متفقہ (تاریخی) قرارداد کا متن

جسے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے منظور کیا۔

قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی مدد سے اس کے سامنے پیش یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے:

۱…… کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔

الف…… دفعہ ۱۰۶(۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

ب…… دفعہ ۱۰۶ میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔

مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودۂ قانون منسلک ہے۔

۲…… کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵الف میں حسب ذیل تشریح کی جائے۔

تشریح

کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق نمبر۳ کی تشریحات کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل کرے یا تبلیغ کرے۔ وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

۳…… کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد مجریہ ۱۹۷۴ء میں منتخبہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

۴…… کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان

ومال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے۔

۱......عبدالحفیظ پیرزادہ ۲......مولانا مفتی محمود ۳......مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی
۴......پروفیسر غفور احمد ۵......غلام فاروق ۶......چودھری ظہور الٰہی
۷......سردار مولا بخش سومرو

آئین پاکستان کی متعلقہ (ترمیم شدہ) دفعات

آرٹیکل نمبر ۲۶۰

جو شخص خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل ایمان نہیں لاتا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی بھی انداز میں نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی نبوت یا مذہبی مصلح پر ایمان لاتا ہے۔ وہ از روئے آئین و قانون مسلمان نہیں ہے۔

آرٹیکل نمبر ۱۰۶ کلاز نمبر ۳

میں طبقوں کے لفظ کے بعد قادیانی یا لاہوری گروپ کے اشخاص جو ''احمدی'' کہلاتے ہیں کے جملے کا اضافہ کردیا گیا ہے اب کلاز نمبر ۳ کی صورت یہ ہوگی: ''صوبائی اسمبلیوں میں بلوچستان، پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور سندھ کی کلاز نمبر ۱ میں دی گئی نشستوں کے علاوہ ان اسمبلیوں میں عیسائی، ہندوؤں، سکھوں، بدھوؤں، پارسیوں اور قادیانیوں یا شیڈول کاسٹس کے لئے اضافی نشستیں ہوں گی۔''

آئین میں دوسری ترمیم کے بل کا متن

یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔ لہٰذا بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

۱...... یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔
۲...... یہ ایکٹ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا۔ دفعہ ۱۰۶

کی شق نمبر۳ میں لفظ اشخاص کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت اشخاص جو اپنے آپ کو ''احمدی'' کہتے ہیں، درج کئے جائیں گے۔

آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم

دفعہ ۲۶۰ کی شق نمبر۲ کے بعد حسب ذیل نئی شقیں درج کی جائیں گی۔

۳...... جو شخص حضرت محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔

بیان واغراض

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارشات کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے کہ اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے۔ اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ وزیر انچارج

شیخ اکبرؒ اور ختم نبوت

علامہ رحمت اللہ ارشد مدظلہ، قائد حزب اختلاف پنجاب اسمبلی!

نبوت قادیانیہ سے وابستگان اپنے سراب نما دعوے کی تائید میں بہت سے بزرگان دین وائمہ مجتہدین کے اقوال پیش کر کے خود ساختہ مطالب پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ عالم اسلام سے تعلق رکھنے والے ارباب بصیرت سمجھ چکے ہیں کہ اسلاف کے اقوال وآثار پیش کرنے سے ان کی فقید المثال شخصیت پر داغ لگ جانے کا احتمال تو ہے لیکن اسلامیان عالم کے لئے طمانیت وسکون کا سامان موجود نہیں ہوسکتا۔ چونکہ سیزدہ صد سال میں نبوت کی یہ موشگافیاں ایک جدت پسندانہ تعبیر تھیں۔ اس لئے مرزا قادیانی کے لئے ایک ضروری اور لابدی امر تھا کہ وہ اپنے جرم کی اہمیت کو معدوم یا کم از کم کرنے کے لئے بہت سے سلف صالحین کے اقوال اپنی تائید میں

پیش کر کے حلقہ بگوشان آقائے مدنی کے لئے کسی قسم کا اطمینان پیدا کریں۔ ہر چند ایسی تاویلیں اور عبارات کی غلط تعبیریں قرآن کو حدیث، تفسیر وفقہ اور ادب وعربیت سے نابلد کو مطمئن کر سکتی ہے۔ لیکن میکدۂ حجاز کے سرشاروں اور سرمستوں کے لئے کوئی تسکین بہم نہیں پہنچتی۔

سرزمین ہند کی عربیت ناشناسی اور علوم دینیہ کی لاعلمی نے ان دجل وتلبیس کے علمبرداروں کے حوصلے اور بھی بلند کر دیئے۔ ایک لاعلم کی بے چارگی اور بے کسی کے لئے لاعلیت ہی بلائے بے درمان ہے۔ اس کو مزید غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کے لئے زیادہ محنت ومشقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ شخصیت سے مرعوب ہونے والی قوم صرف شخصیت کے نام سے مطمئن ہو جاتی ہے۔ خواہ اس بزرگ کی سلیس عبارت ہی جھوٹے مدعی کی ایستادہ بٹیا کو دھڑام سے کیوں نہ گرا دے۔

اسی سلسلہ میں حضرت شیخ الشیوخ محی الدین ابن عربیؒ کا نام پیش کر کے یہ دھوکہ دینے کی سعی کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اجرائے نبوت کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک ختم نبوت کے وہی معنی ہیں جو مرزا قادیانی نے بیان کئے ہیں۔

جہاں تک ہمارا تجربہ ہے اس مسئلہ میں نہ صرف عوام الجھے ہیں بلکہ خواص کا بھی ایک بہت بڑا گروہ اس کی پیچیدگی کو نہیں سلجھا سکا۔ چونکہ شیخ ممدوح سے عقیدت کا تعلق نہ صرف علمائے دین کو ہے بلکہ سالکان طریقت اور جادہ پیمایان معرفت بھی ایک خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس مسئلہ میں شیخ کی صاف وصریح عبارات پیش کر کے امت مرحومہ کو ان دینی ڈاکوؤں سے بچنے کی تلقین کریں۔

فتوحات مکیہ

شیخ کی مؤلفہ کتاب ہے۔ حقیقت میں شیخ کا یہی علمی شاہکار ان کی بلند پایہ علیت کی بین دلیل ہے اور یہی وہ کتاب ہے کہ جس کو سبقاً سبقاً پڑھنا سالک حضرات اپنے لئے فخر ومباہات سمجھتے ہیں۔ شیخ اپنی اسی مشہور تصنیف میں لکھتے ہیں:

’’اور جان لو ہمیں (یعنی اولیاء اللہ) اللہ تعالیٰ سے صرف الہام ہوتا ہے۔ وحی قطعاً نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وحی کا دروازہ آں حضرتﷺ کی وفات سے بند ہو گیا۔ آنحضرتﷺ سے پہلے تو وحی موجود تھی۔ البتہ کسی خبر الٰہی نے ہمیں یہ نہیں بتلایا کہ آپﷺ کے بعد بھی وحی کا اجراء باقی رہے گا۔ جیسے قرآن میں فرمایا کہ: ’’یقیناً آپؐ کی طرف وحی کی گئی اور آپﷺ سے پہلے نبیوں کی طرف بھی۔‘‘ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد وحی کے متعلق نہیں فرمایا۔‘‘

عبارت مذکور میں حضرت شیخ نے نہ صرف اپنا عقیدہ بتایا بلکہ اپنے اس عقیدے پر قرآن کی ایک آیت بھی بطور دلیل پیش کی۔ اور نہایت وضاحت سے بیان فرمایا کہ اولیاء اللہ کے قلوب نہ صرف الہام سے نوازے جاتے ہیں مگر وحی محض نبیوں اور رسولوں پر ہوتی ہے اور نبوت ورسالت کا دروازہ رسول خدا کی ذات گرامی پر بند ہو چکا۔ اب وحی ورسالت کا مدعی کذاب ہے۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”پس آج کے دن نبوت کے بند ہو جانے کے بعد سوائے عرفان الٰہی اور کچھ باقی نہیں۔“ (فتوحات مکتبہ ج۳ ص۳۹)

ایک اور جگہ انسداد نبوت کے متعلق ایک واضح طریق پر فرماتے ہیں:

”اور چونکہ نبوت بکلی مسدود تھی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے انقطاع رسالت پر ہی اکتفاء نہیں کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امت میں نبوت کے باقی رہنے کا وہم گزر جائے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو گئیں۔ اب میرے (آنحضرت ﷺ کے) بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول“ (فتوحات ج۳ ص۳۸)

اس عبارت میں شیخ ممدوح نے حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ رسالت ونبوت دونوں ختم ہو گئیں۔ اب نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے اور نہ رسول اور ساتھ ہی مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر نہایت ہی واضح الفاظ میں فرمایا کہ نبوت کے باقی رہنے کا وہم کرنا بھی ایک بہت بڑے شرعی جرم کے ارتکاب کے مترادف ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کا منشاء بھی یہی بتلایا تا کہ امت مسلمہ کی آئندہ کے لئے نبوت کی بقاء واجرات کے وہم میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اگر صرف یہی کہا جاتا کہ ”قد انقطع الرسالة“ تو پھر وہم کا امکان موجود تھا کہ شاید نبوت باقی ہو مگر حضور کے اس ارشاد نے کہ ”ان الرسالة والنّبوة قد انقطعت فلا نبی ولا رسول“ کی نص صریح نے اس وہم کا امکان بھی رفع کر دیا۔ شیخ نے ایک اور مقام پر اختصار مگر نہایت صراحت سے فرمایا کہ نبوت کا دروازہ بالکل بند ہے۔ (فتوحات ج۲ ص۲۶۲)

اولیاء اللہ کی رفعت مرتبت وعلو منزلت کو بیان کرتے ہوئے مسئلہ ختم نبوت کی تشریح یوں فرمائی کہ:

”پس اولیاء کرام، انبیائے عظام کے ساتھ خلافت خاصہ نبویہ میں تو لاحق ہوتے ہیں مگر وہ رسالت ونبوت میں لاحق نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ نبوت ورسالت کا دروازہ مسدود ہے۔“
(فتوحات مکیہ ج۲ ص۳۰۸)

حضرت شیخ کی اس تشریح نے صاف صاف بتلایا کہ اولیاء کرام صرف خلافت خاصہ نبویہ کے مستحق ہوتے ہیں مگر یہ ممکن نہیں کہ نبوت ورسالت میں لاحق ہوسکیں۔ اس لئے کہ نبوت ورسالت کا دروازہ اب بند ہو چکا ہے۔ اب الحاق کا امکان کہاں؟ ان تمام تصریحات نے ہر جھوٹے مدعی کا منہ بند کردیا اور اپنی نبوت کے ڈھونگ رچانے کے لئے شیخ جیسی اولوالعزم شخصیت کو بدنام کرنا اپنی صداقت ودیانت کا دیوالیہ نکالنا نہیں تو اور کیا ہے۔

مشتے نمونہ از خروار کے طریق پر مسئلہ ختم نبوت میں شیخ کی پوزیشن کو واضح کیا گیا ہے۔ ورنہ اس عقیدہ میں اسلاف کو قطعاً انکار نہیں۔ بلکہ ان کی تمام تر زندگی اس عقیدہ کی اشاعت میں بسر ہوئی۔ انہی حقائق کے پیش نظر شیخ ممدوح صوفیائے کرام کی باقی ماندہ جماعت کا عقیدہ بھی تشریحاً توضیحاً بیان فرماتے ہیں۔

اور ہمارے شیخ العباس ابن العریف الصناجی اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تو نے نبوت ورسالت کے دروازے کو ہم پر بند کردیا لیکن ولایت کے دروازہ کو بند نہیں فرمایا۔

”اے اللہ ولایت کے ہر اس بلند رتبہ کو جو تو نے اپنے بلند درجہ ولی کے لئے متعین اور مقرر فرمایا ہے تو پھر مجھے وہی ولی بنا دے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ یہ وہ حق پسند لوگ ہیں جو ممکن چیز کی استدعا کرتے ہیں۔“

شیخ العباس کی شخصیت اور مقام ظاہر کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ حضرت شیخ ابن عربی انہیں شیخنا (ہمارے شیخ) کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ختم نبوت کا عقیدہ ایک اساسی اور اصولی عقیدہ ہے۔ اس پر عوام سے لے کر خواص تک سب کا اجماع ہے۔ صوفیائے کرام خصوصیت سے اس عقیدہ پر نہ صرف زور دیتے ہیں بلکہ اپنی خلوت وجلوت میں اس پر ایمان وایقان رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی دعاؤں میں بھی اس عقیدہ کا ورد کیا کرتے ہیں اور شیخ ابن عربی نے یہ بھی فرمایا کہ یہ دعا حق پسندی پر مبنی ہے اور یہ بھی تصریحاً فرمادیا کہ ولایت کی استدعا ممکن کی تلاش ہے۔ مگر نبوت غیر ممکن اور محال ہے۔

فسانہ خم گیسو دراز تر گفتم
ولم گله همیں دارد که مختصر گفتم

* …… ☆ …… *

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

[illegible]

رپورٹ شعبہ تبلیغ

مجلس احرار اسلام

ہند امرتسر

(از جنوری ۱۹۳۹ء تا یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء)

حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

۱...... ہمارا ارادہ تھا کہ شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند کی مکمل رپورٹ شائع کی جائے۔ جس میں تمام معطی حضرات کے اسماء گرامی معہ نمبر رسید وغیرہ درج کئے جائیں۔ مگر کاغذ کی موجودہ گرانی ہمیں اس درجہ مفصل رپورٹ شائع کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

۲...... شعبہ تبلیغ کا اہم ترین مقصد دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان کی سرپرستی ہے۔ بالفاظ دیگر ہمارا مقابلہ اس گروہ سے ہے جو محض باطل کی اشاعت کے لئے لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ کرتا ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ شعبہ تبلیغ کو اس حد تک کامیاب ہونا چاہئے کہ اس کی رپورٹ کے اعداد وشمار اس امر کا یقین دلائیں کہ ہمارا ادارہ قادیانی مفاسد کے انسداد کی طاقت رکھتا ہے۔ اس خواہش کی تکمیل کے انتظار میں اب تک رپورٹ شائع نہ کی گئی۔ مگر اب دوست واحباب کو مزید توجہ دلانے کے لئے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ہمدردان تحریک رپورٹ مطالعہ فرما کر نہ صرف خود توجہ فرمائیں گے۔ بلکہ اپنے حلقہ احباب میں معاونین کی تعداد بڑھائیں گے۔

۳...... ایک شہر میں دفتر کو پانچ روپیہ کی وصولی کے لئے جو خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ وہی خرچ پندرہ یا بیس روپیہ کی وصولی پر ہوگا۔ اس لئے آمدنی کو زیادہ اور خرچ میں کفایت کی صرف یہی صورت ہے کہ احباب کرام ممبران میں اضافہ فرمانے کی کوشش فرمائیں۔

مجلس احرار اسلام کی عظیم الشان مذہبی خدمت

مجلس احرار اسلام ہند کی سیاسی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مذہبی میدان میں بھی مجلس احرار اسلام نے شعبہ تبلیغ کی بنیاد قائم کر کے چند سالوں میں دلائل وبراہین کے ذریعہ دشمن کو وہ شکست دی ہے جس کی نظیر گذشتہ نصف صدی میں نہیں مل سکتی۔

قادیانی گروہ نے ابتداءً مناظرہ ومباحثہ کا میدان گرم کر کے بعض سادہ لوح لوگوں کو اپنے جال کا شکار بنایا۔ آہستہ آہستہ ان کو قادیان میں ہجرت کرنے کی ترغیب دی۔ جہاں ان کی تربیت کچھ ایسی اسکیم کے ماتحت کی گئی کہ ان لوگوں نے قانون شکنی اور دہشت انگیزی کو اپنا مذہبی فرض قرار دے لیا۔

باوجودیکہ یہ گروہ ابتداءً اسلام کے مقدس نام پر جمع کیا گیا۔ مگر چند سال بعد ان میں اسلام سے اس قدر دوری پیدا کر دی گئی کہ انہیں کلمہ گو مسلمانوں کا بائیکاٹ، ان کو زدوکوب، ان کی جائیداد واملاک چھیننا، دن رات مقدمہ بازی، انتہاء یہ کہ ان کا قتل بھی کار ثواب نظر آنے لگا۔

مسلمانوں کی حقیقی غم خوار جماعت احرار نے اس فتنہ کو بھانپا اور شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند کے ماتحت قادیان میں اپنا ایک دفتر قائم کر کے وہ کارنمایاں سرانجام دیا، جس پر آج بجا طور پر ہر مسلمان فخر کر سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قادیانی جو مناظرہ ومباحثہ کے انتہائی شوقین نظر آیا کرتے تھے آج منہ چھپانے کے لئے جگہ تلاش کرتے ہیں۔ صرف اسی ایک عظیم الشان خدمت کا نتیجہ ہے کہ مجلس احرار اسلام کے وقار کو ختم کرنے کے لئے نہ صرف قادیانی بلکہ بعض نادان دوست بھی مجلس احرار کی مخالفت کر کے دانستہ طور پر مسلمانوں سے دشمنی کرتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی سچی خدمت کے لئے اس جماعت کو سلامت رکھے۔

اغراض ومقاصد

شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند

۱...... ہندوستان اور بیرون ہند میں اسلام کے مقدس اصولوں کی اشاعت کرنا۔

۲...... مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا جذبہ صادق پیدا کرنا اور مبلغین اسلام کی ایک سرگرم کارکن جماعت تیار کرنا۔

۳...... فتنہ قادیان کے تباہ کن اثرات سے تعلیم اسلام کو محفوظ رکھنا اور مسلمانوں کو ان کے دجل سے بچانا۔

توضیح...... شعبہ تبلیغ مجلس مرکزیہ احرار اسلام کو سیاسیات کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بلکہ ایک خالص تبلیغی اور مذہبی ادارہ ہوگا۔

مندرجہ بالا مقاصد کی تکمیل کے لئے ملک کے طول وعرض میں سینکڑوں مقامات پر مبلغین شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند نے تبلیغی دورہ کیا اور اپنے مواعظ حسنہ سے لاکھوں اشخاص کو مستفید کیا۔ جن مقامات پر دفتر کی معرفت تبلیغی دورہ یا کانفرنس کا انتظام کیا گیا وہاں کے احباب دفتر شعبہ تبلیغ کی خدمات اور اپنی سہولت سے واقف ہیں۔ تبلیغ واشاعت اسلام کے لئے عرصۂ زیر رپورٹ میں مبلغین شعبہ تبلیغ کی مساعی جمیلہ نہایت حوصلہ افزا ہیں۔

مبلغین شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند

جن اصحاب نے عرصہ زیر رپورٹ میں مستقل یا غیر مستقل طور پر بحیثیت مبلغ کام کیا۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی (۲) خواجہ عبدالرحیم صاحب عاجز (۳) مولانا لال حسین صاحب اختر (۴) حکیم غوث محمد صاحب جام پوری (۵) مولوی محمد امین صاحب (۶) مولانا محمد حیات صاحب (۷) حافظ الہ یار صاحب (۸) مولوی محمد اسماعیل صاحب (۹) حکیم عبدالرحیم صاحب (۱۰) محمد جان صاحب قسیم بی۔اے۔

اسماء گرامی محصلین

(۱) حافظ عبدالرحیم صاحب حیدر (۲) شیخ علی بخش صاحب (۳) حاجی محمد حسن صاحب (۴) میاں محمد صاحب (۵) مولوی عبدالمجید صاحب (۶) مولوی عبدالحمید صاحب (۷) مولوی عبدالصمد صاحب (۸) سید طیب شاہ صاحب (۹) حاجی مظفر علی صاحب (۱۰) مولوی محمد اسمعیل صاحب مکھیانوی (۱۱) چوہدری اللہ دتہ صاحب۔

دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان

محترم مولانا عنایت اللہ صاحب چشتی انچارج دفتر قادیان کا خلوص وایثار اپنی مثال آپ ہے۔ آپ عرصہ ۷ سال سے جس تندہی، محنت ومشقت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اس کے لئے آپ مستحق مبارک باد ہیں۔ مظلوموں کی امداد، قادیانی مظالم کا انسداد، مقدمات کی پیروی، قادیانی سیاست کا مقابلہ آپ کو دن رات فرصت نہیں دیتا۔ اگر اس کام سے کبھی فرصت مل جائے تو آپ اپنے علاقہ میں تبلیغی دورہ فرماتے ہیں۔

آپ کا ماتحت عملہ بھی آپ کے نقش قدم پر ہے۔ مدرسہ نہایت کامیابی سے جاری ہے۔

گوشوارہ آمد وخرچ

ازجنوری ۱۹۳۹ء تا یکم/اکتوبر ۱۹۴۱ء

خرچ	روپیہ	آنہ	پائی
دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان	۲۵۵۶	۱۳	۹
تبلیغی لٹریچر وطباعت رسید وفارم بلز	۳۸۸	۱	۰
شعبہ تبلیغ احرار اسلام بٹالہ	۲۹	۱۳	۰
تنخواہ مبلغین ومحصلین	۲۵۷۳	۱۳	۱۰
سفرخرچ مبلغین ومحصلین	۲۲۵۳	۱۳	۰
بنام امرت بینک امرتسر	۱	۰	۰
بنام عبدالحمید صاحب لوہ گڑھ	۱	۰	۰
امداد مستحقین	۶	۱۱	۰
ڈاک خرچ، سٹیشنری، بلاک، منادی، وٹہ ومتفرق	۲۳۶	۹	۳
کرایہ دفتر ومتعلقہ دفتر بابت سال ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۰ء یکم/جنوری ۱۹۴۱ء سے کرایہ دفتر تخفیف میں لایا گیا	۳۵۱	۱۵	۰

بنام چوہدری اللہ دتہ صاحب محصل پیشگی	۴	۱۲	۰
مہمان کھاتہ مشمولہ مہمانان کانفرنس ستمبر ۱۹۴۰ء	۹۶	۱۳	۰
میزان خرچ	۸۵۰۰	۸	۱۰
آمد	روپیہ	آنہ	پائی
آمد از مستقل وغیر مستقل معاونین بابت ۱۹۳۹ء	۹۳۷	۶	۶
آمد از مستقل وغیر مستقل معاونین بابت ۱۹۴۰ء	۴۸۲۸	۸	۳
آمد از مستقل وغیر مستقل معاونین بابت ۱۹۴۱ء	۲۵۰۲	۱۳	۶
قرض از مختلف اصحاب	۲۳۳	۱	۱
کل میزان آمد	۸۵۰۱	۱۳	۴
کل خرچ	۸۵۰۰	۸	۱۰
موجود	۱	۴	۶

برادران اسلام سے اپیل

ہمارے کام سے پوری ہمدردی تو ان اصحاب کو ہو سکتی ہے جن کو کبھی قادیان تشریف لانے کا اتفاق ہوا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مظالم کو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ جو صاحب ایک مرتبہ قادیان میں قادیانی مظالم کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمالیں۔ وہ کبھی اپنی امداد سے دریغ نہیں کریں گے۔ ہمارے دوستوں کو ماہوار مستقل اعانت کی عادت نہیں۔ مگر مستقل ادارے بغیر مستقل اعانت کبھی جاری نہیں رہ سکتے۔

معاونین کا شکریہ

عرصہ زیر رپورٹ تقریباً تین سال میں جن اصحاب نے شعبہ تبلیغ کی مستقل یا غیر مستقل امداد فرمائی، وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اموال میں برکت عطاء فرمائیں۔ امید ہے کہ ہمارے مستقل معاونین مزید ممبر پیدا کر کے اور غیر مستقل معاونین اپنی امداد کو مستقل فرما کر ثواب دارین حاصل کریں گے۔

نیازمند: عبدالکریم مباہلہ!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

[illegible]

شعبہ تبلیغ مرکزیہ احرار اسلام ہند قادیان گورداسپور کی

سالانہ روئیداد و گوشوارہ آمد و صرف

(یکم/اپریل ۱۹۴۵ء، لغایت ۳۱/مارچ ۱۹۴۶ء)

◎

الحاج میاں قمر الدین اچھروی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توضیح

شعبہ تبلیغ، مجلس احرار اسلام کا ملکی سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خالص تبلیغی ادارہ ہے۔ اس کے مبلغین ہر مذہبی جماعت کی سٹیج پر وعظ فرماتے ہیں۔ احباب جلسہ وغیرہ کرتے وقت خاص خیال رکھیں۔

اغراض و مقاصد

سرکار دو عالم ﷺ کے تاج ختم نبوت کو نقصان پہنچانے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے مصنوعی نبوت کا ڈھونگ رچا کر اسلام کی توہین اور شعائر اسلام کی بے حرمتی کی اور ہر مسلمان کلمہ گو کو مرتد قرار دیا۔ اس فتنہ عظیم کا انسداد انفرادی طور پر ہوتا رہا۔ لیکن مرزائیت کے انسداد اور تبلیغ اسلام کے لئے ایک مستقل تبلیغی نظام کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے برسوں سے مجلس احرار اسلام ہند نے شعبہ تبلیغ قائم کیا ہے۔ جس کے ماتحت مبلغین رد مرزائیت اور تبلیغ اسلام کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ روئیداد ہذا کو مکمل طور پر مطالعہ کرنے کے بعد ناظرین کرام پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ شعبہ تبلیغ نے کس ماحول میں کام کی ابتداء کی ہے۔ اور آج کس منزل پر پہنچ گیا ہے۔ شعبہ ہذا کے اغراض و مقاصد حسب ذیل قرار دیئے گئے ہیں۔

۱...... ہندوستان اور بیرون ہند میں اسلام کے مقدس اصولوں کی اشاعت کرنا۔

۲...... مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا جذبہ صادق پیدا کرنا اور مبلغین کی ایک سرگرم عمل اور کارکن جماعت تیار کرنا۔

۳...... فتنہ قادیان (مرزائی تحریک) کے تباہ کن اثرات سے تعلیم اسلامی کو محفوظ رکھنا اور مسلمانوں کو ان کے دجل و فریب سے بچانا۔

نوٹ...... مبلغین شعبہ ہذا جماعتی پروگرام کے علاوہ مختلف تبلیغی انجمنوں کے اجلاس میں بھی شمولیت کر کے تعلیمات اسلامی اور تردید مرزائیت کے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔

معذرت

چونکہ جنگی حالات میں کاغذ کی کمیابی بلکہ نایابی زبردست رکاوٹ رہی اور انہی مجبوریوں

کی وجہ سے پچھلی روئیداد شائع نہ کی جا سکی۔ اس لئے کارکنان شعبہ تبلیغ احرار اسلام جملہ دوست واحباب اور حضرات معاونین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔

نیز اب تک حسب ضرورت کاغذ دستیاب نہ ہو سکنے کی وجہ سے معاونین کرام کے اسمائے گرامی بمعہ نمبرات رسید وغیرہ مفصل طور پر شائع کرنے سے ہم قاصر رہے۔ امید ہے کہ آئندہ کے لئے کاغذ ملنے کی صورت میں مفصل سہ ماہی رپورٹ شائع کی جائے گی جس میں تمام معاونین کرام کے اسمائے گرامی بمعہ نمبرات رسید ورقومات وغیرہ بالتفصیل درج ہوں گے۔

عرض حال

جیسا کہ اغراض ومقاصد میں عرض کیا گیا ہے۔ شعبہ تبلیغ کا اہم ترین مقصد شعبۂ تبلیغ احرار اسلام قادیان کی سرپرستی اور استیصال مرزائیت ہے۔ کیونکہ ہمارا مقابلہ ایک ایسے گروہ سے ہے جو محض باطل کی اشاعت اور اسلامی لباس میں فتنہ ارتداد پھیلانے کے لئے لاکھوں روپے سالانہ خرچ کرتا ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ شعبہ تبلیغ ہذا کو اس حد تک کامیاب بنایا جائے کہ اس کی رپورٹ کے اعداد وشمار اس امر کا یقین دلائیں کہ ہمارا ادارہ قادیانی مفاسد کے انسداد کی پوری طاقت رکھتا ہے۔ اسی خواہش کی تکمیل کے لئے دوست واحباب اور جملہ مذہب پرور مسلمانوں کی توجہ اس طرف مرکوز کرانے کے لئے یہ چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں۔ امید ہے کہ ہمدردان اسلام یہ روئیداد مطالعہ فرما کر نہ صرف خود توجہ فرمائیں گے بلکہ اپنے حلقۂ احباب میں بھی معاونین کی تعداد بڑھائیں گے۔

قادیان میں فرعونی بربریت کا دور دورہ اور مجاہدین اسلام کی استقامت کا نتیجہ

یوں تو ارباب بصیرت سے مخفی نہیں کہ اس کفر والحاد کے پرفتن دور میں جبکہ حق وباطل کی کشمکش الحاد وارتداد۔ بے دینی اور لامذہبیت کی آندھیوں نے ہر طرف سے نور اسلام کو مدھم کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ خصوصاً قصبہ قادیان عرصۂ دراز سے کفر وارتداد کا پورا اڈا بن گیا ہے۔ جس جگہ پر نبی کریم ﷺ کی پیشینگوئی کے عین مطابق مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی پیغمبری کا دعویٰ کر کے تاج ختم نبوت پر ناپاک حملہ کیا۔ چنانچہ اپنی تصنیفات کفریہ میں اپنی روحانیت کو آنحضرت ﷺ کی روحانیت سے (العیاذ باللہ) بڑھ کر بتایا۔ مسجد اقصیٰ کے مقابل میں مسجد اقصیٰ بنائی۔ اپنے مریدوں کو صحابۂ کرام کا خطاب دیا۔ قادیان کو رسول کی تخت گاہ قرار دیا۔ اور اپنی بیوی کو ام المومنین کہلوایا وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ تمام خصوصیات نبوی ﷺ پر ڈاکہ مارا۔

ناظرین کرام کو یہ سن کر حیرانگی ہوگی کہ یہ جھوٹا مدعی نبوت دراصل ایک دیہاتی زمیندار کا لڑکا تھا جو ابتداءً کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازمت کرتا تھا۔ پیٹ کی دوزخ کو بھرنے کے لئے امتحان مختاری میں بیٹھا۔ مگر بدقسمتی سے فیل ہوکر تلاش روزگار میں بھٹکتا ہوا ادھر ادھر دوستوں اور یاروں سے صلاح ومشورہ کرتا رہا۔ آخرکار مسلمانوں کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تبلیغ کے نام پر چندہ جمع کرنا شروع کیا اور ترقی کرتا ہوا تجدید دین (مجدد ہونے) کا دعویٰ دار بن بیٹھا۔ چونکہ تازیانہ بے روزگاری کے مارے ہوئے اسی قماش کے چند اور ساتھی بھی اسے مل گئے۔ لہٰذا رفتہ رفتہ دین اسلام میں رخنہ اندازی کرتا ہوا رحمت للعالمین، خاتم النبیین ﷺ کے قصر ختم نبوت پر گولہ باری شروع کی۔ اور طرح طرح کے باطل عقائد تحریر وتقریر کے ذریعے خود بھی اور اپنے ایجنٹوں کے بالواسطہ بھی ناسمجھ مسلمانوں میں پھیلانے لگا۔

بدقسمتی سے یہ گاؤں شہری آبادی سے دور تھا جب کچھ تسلط بیٹھ گیا تو قتل کے الہام، طاعون کے خواب، زلزلوں کی پیشینگوئیاں کر کے اپنے معترضین کو دھمکیاں دینے لگا اور لوگوں پر اپنا سکہ قتل وغارت، لوٹ مار کے ذریعے منوانا چاہا۔ مگر خدا تعالیٰ بھلا کرے مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر کا جس نے زیر دفعہ ۱۰۷/ضابطہ فوجداری اس کا منہ بند کیا۔ مگر اس کے جانشین نے جب اس گاؤں میں غلبہ حاصل کیا۔ اور اپنے مریدوں کو ہجرت کے نام پر جمع کر کے قادیان میں اکثریت بنائی اور دیگر اثر ورسوخ سے ممتاز حیثیت حاصل کر کے غریب مسلمانوں کا بائیکاٹ، آتشزدگی، قتل وغارت سے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمانوں کی غریب جماعت (احرار) اپنا تبلیغی مشن لے کر اس ظلم گاہ میں گئی۔ اور اس گاؤں کے مسلمانوں کی آواز کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔

جب سے قادیان میں شعبہ تبلیغ احرار اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس شعبہ کی نگرانی میں آج تک نبی کریم ﷺ کے تاج ختم نبوت کی حفاظت کے لئے مبلغین کا عملہ بفضلہ تعالیٰ کام کر رہا ہے۔ مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے اسلامی مدرسہ اور باہر سے آنے والے مسلمان مہمانوں کے لئے لنگر خانہ اور جائے رہائش وغیرہ کے ضروری انتظامات بھی کئے گئے۔ اگرچہ مرزائیوں نے ابتداء میں اس اسلامی ادارے کو اپنے مضبوط مرکز میں برداشت نہ کرتے ہوئے شدید مزاحمت شروع کی۔ شعبہ تبلیغ احرار اسلام کی راہ میں گوناگوں رکاوٹیں ڈالیں۔ مقدمات میں ہمیں الجھایا گیا۔ متشددانہ حملے ہوئے۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ شعبہ تبلیغ کے کارکنان ان تمام مصائب کے لئے سینہ سپر رہے اور ان کے استقلال میں ذرہ بھر جنبش بھی نہ آئی۔

ابتداء میں شعبہ تبلیغ کا کاروبار چلانے کے لئے جرأت نہ ہوسکتی تھی۔ لیکن کس کو معلوم تھا کہ یہ چند بوریا نشین مالی مشکلات کے باوجود تبلیغ وتدریس لنگر وغیرہ اخراجات کو پورا کرنے کے علاوہ شعبہ ہذا کے لئے مستقل ملکیتی مکان اور زمین کا انتظام بھی کرسکیں گے۔

خوشخبری

معاونین کرام اور جملہ غیور مسلمانوں کو یہ معلوم کر کے انتہائی خوشی ہوگی کہ اس وقت تک شعبہ تبلیغ ایک پختہ مکان، نیز ایک قطعہ زمین سفید اور ایک کچا مکان قصبہ قادیان کے اندر مرزائی مرکز کے متصل خرید کر چکا ہے جو تبلیغ وتدریس اور مہمان خانہ وغیرہ کے لئے وقف ہے۔ علاوہ ازیں ایک قطعہ زرعی زمین جناب سید پیر شاہ چراغ صاحب ساکن قادیان نے شعبہ تبلیغ کو وقف کی ہے۔ جس کی آبپاشی کے لئے پختہ کنواں بھی تیار کیا گیا ہے۔ وقف شدہ زمین میں تین عدد پختہ کمرے بھی بنائے گئے ہیں اور ایک عالیشان مسجد کی بنیاد بھی عرصہ دراز سے رکھی جا چکی ہے جو کہ جنگی حالات کے باعث خاطر خواہ سامان تعمیر نہ مل سکنے کی وجہ سے تاحال مکمل نہ ہوسکی۔ اس وقف شدہ زمین کا ٹرسٹ بھی قائم ہے۔

قادیان میں مدرسۂ دارالمبلغین کا قیام!

ناظرین کرام! قادیانی امت اپنے باطل عقائد کو پھیلانے میں کس قدر ایثار وقربانی اور تن دہی سے کام لیتی ہے؟ لاکھوں روپے سالانہ خرچ کر رہی ہے۔ زر کثیر کو پانی کی طرح بہاتے ہوئے تبلیغ اسلام کی آڑ میں دور دراز ممالک تک دجل وفریب کا جال پھیلا رہی ہے۔ اور اس ناپاک جدوجہد کے لئے ایک طرف جائیدادیں مکانات اور زندگیاں وقف کی جارہی ہیں تو دوسری طرف متعدد اخبارات، رسالے، چھاپہ خانے بھی اس غلط پروپیگنڈے میں رات دن مصروف کار نظر آتے ہیں۔ باوجودیکہ دنیا بھر میں ان کی تعداد ہزاروں سے زیادہ نہ ہوگی۔ لیکن حسرت وافسوس کا مقام ہے کہ ہندوستان میں مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی شایان شان تبلیغی مقابلہ کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ بلکہ اکثر مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا عملی جذبہ ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شعبہ تبلیغ موجودہ رفتار کار سے پوری طرح مطمئن نہیں۔

شعبہ تبلیغ کی خواہش ہے کہ قادیان میں ایک عظیم الشان مدرسہ دارالتبلیغ ہو جس میں بڑے بڑے فارغ التحصیل طلباء کو تبلیغ ومناظرہ کی تعلیم دی جائے۔ اور جو طلباء یہاں سے فارغ ہوجائیں۔ ان کو تنخواہیں مقرر کر کے دور دور علاقوں میں تبلیغ کے لئے بھیجے جائیں۔ لیکن اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کافی سرمایہ کی ضرورت ہے۔ نیز ایسے جان نثار اور فدائے اسلام

مسلمانوں کی ضرورت ہے کہ اس سکیم کو کامیاب بنانے میں ہماری ہر طرح سے امداد کریں۔ جس قدر مدارس عربیہ ہندوستان کے مشہور مقامات میں ہیں۔ ان کے مہتمین حضرات کا بھی فرض ہے کہ ہر سال اپنے مدارس کے فارغ التحصیل طلباء میں سے کوئی نہ کوئی طالب علم، فن تبلیغ ومناظرہ سیکھنے کے لئے اس دارالتبلیغ میں بھیج دیا کریں۔

شعبہ تبلیغ کا پختہ ارادہ ہے کہ آئندہ ماہ شوال سے اس دارالتبلیغ کا افتتاح کیا جائے۔ چنانچہ مدرسین کا انتظام کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ توکلاً علی اللہ دس شوال المکرم ۱۳۶۵ھ سے کام شروع کیا جائے گا۔ تبلیغ ومناظرہ سیکھنے کے شوقین طلباء یکم شوال تک اپنی اپنی درخواستیں بھیج دیں اور دس شوال المکرم تک قادیان پہنچ جائیں۔

تبلیغی پروگرام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی شعبہ تبلیغ کے زیر اہتمام قادیان اور گردونواح میں میلاد النبی، معراج النبی، جمعۃ الوداع، عیدین وغیرہ اسلامی تقاریب پر عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے۔ جن میں لاؤڈ سپیکر، مہمانوں کی خوراک، جائے رہائش وغیرہ کی جملہ ضروریات کا انتظام شعبہ تبلیغ ہی کرتا رہا۔ جو حضرات متذکرہ تقاریب اور جلسوں میں شمولیت کر کے تقاریر فرما چکے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی، مولانا محمد علی صاحب جالندھری، مولانا محمد بشیر صاحب فاضل دیوبند پسروری، مولانا صدر الدین صاحب خطیب گول مسجد شریف پورہ امرت سر، مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ، مولانا عطاء محمد صاحب حافظ آباد، مولانا محمد عبداللہ صاحب معمار، مولانا محمد ادریس صاحب، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی، مولانا چودھری عبدالعزیز صاحب گورداسپوری، مولانا فضل کریم صاحب سیالکوٹی، حاجی عبدالرحمٰن صاحب بٹالوی، مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر بٹالوی، مولانا محمد حسین صاحب سرحدی، مولانا محمد حیات صاحب مبلغ ومناظر، چودھری غلام فرید صاحب ساکن گھوکلہ، خواجہ عبدالحمید صاحب (بٹ)، مولانا عتیق الرحمٰن صاحب چنیوٹی (سابق مرزائی مبلغ) جناب مولانا غلام محمد صاحب وغیرہم!

اس کے علاوہ قادیان کے گردونواح دیہات مثلاً ست کوہا، دیال گڑھ، مہرائے بھینی میلواں، گھوکلہ، بھٹیاں گہوت، چھینا بھٹیاں، سری گوبند پور، ڈیری والا، فیض اللہ چک، کوٹ، دھرم کوٹ، شاہ پور، کوٹلی بارے خاں، شکار ماچھیاں، بھینی بسوال، دارا پور، تکہ پور، گھمان، لدھا منڈا وغیرہ وغیرہ مقامات میں بھی تبلیغی پیغام پہنچایا۔

نیز ضلع گوجرانوالہ، لاہور، لائلپور، ملتان، ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، لودھیانہ، جالندھر، سیالکوٹ، گورداسپور، شیخوپورہ، جہلم، جھنگ، امرتسر، فیروزپور، میانوالی وغیرہ پنجاب کے مختلف اضلاع اور دہلی، آگرہ وغیرہ میں بھی مبلغین شعبۂ ہذا نے نہایت کامیاب دورے کئے۔ تبلیغی جلسے اور مناظرے کئے۔ جن کے نتیجے کے طور پر بہت سے مرزائیوں نے مختلف مقامات میں مرزائیت سے توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گئے۔ جن کا اخبار ورسائل میں وقتاً فوقتاً اعلان کیا گیا ہے۔

مقتدر حضرات کی آراء

(انتخاب ازرائے بک دفتر شعبۂ تبلیغ اسلام قادیان)

ذیل میں بعض ان حضرات کی رائیں ملخص طور پر نقل کی جاتی ہیں۔ جنہوں نے وقتاً فوقتاً قادیان آ کر یہاں کے انتظامات شعبۂ تبلیغ کا چشم دید نظارہ کر کے رائے بک میں اظہار خیال فرمایا ہے۔

۱...... مفتی ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب دہلوی کی رائے

”قادیان جو نبوت کاذبہ اور دجالیت کا مرکز ہے۔ اس میں شعبۂ تبلیغ ابطال باطل و تبلیغ حقانیت کا فریضہ نہایت مستعدی سے انجام دے رہا ہے۔ اس کے مخلص کارکن ہر وقت سربکف خدمت اسلام میں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے مسلمانوں کو راہ حق دکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کی مخلصانہ مساعی کو قبول کرے۔ وہ تمام مسلمانوں کی اعانت و تعاون کے مستحق ہیں۔ اہل دل واصحاب و دولت کو دامے درمے جانے قدمے ان کی امداد کرنی لازم ہے۔“

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

۲...... امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی رائے

”مجلس احرار ہند کی طرف سے برطانوی نبوت کے مرکز قادیان میں ایک غیر سیاسی شعبۂ تبلیغ اسلام قائم ہے۔ شعبۂ تبلیغ کے مبلغ اعلیٰ مولوی محمد حیات صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور فقیر اس شعبہ کا ایک ادنیٰ خادم ہے۔ سر ظفر اللہ اگر حکومت برطانیہ کی ناک کا بال ہوتے ہوئے مسجدوں میں جا کر اور پبلک جلسوں میں کھڑا ہو کر مرزا غلام احمد کی برطانوی نبوت کی تبلیغ کر سکتا ہے اور ہندوستان و دیگر ممالک کے لوگوں سے لاکھوں روپے بٹور کر تبلیغ اسلام کے بہانے تخریب اسلام کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ تو مسلمانان ہند کو خواہ وہ ملازم حکومت ہی کیوں نہ ہو۔ اس شعبہ

میں شامل ہو کر اس کے خوشگوار بوجھ کو سر پر اٹھالینا چاہئے۔ شعبہ ہذا کو قادیان میں کافی زمین مل چکی ہے۔ جو مسئلہ ختم نبوت کی تبلیغ واشاعت اور درس وتدریس کے لئے وقف ہو چکی ہے۔ مسجد کی بنیادیں پڑ چکی ہیں۔ کنواں بن کر جاری ہے جس سے کاشت ہو رہی ہے۔ یہاں کے مسلمان بچوں کے لئے پرائمری اور دینیات کا مدرسہ کھلا ہوا ہے۔ جنگ کی وجہ سے بہت سا کام رکا پڑا ہے۔ ورنہ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام اپنی دینی خدمات کو نمایاں طور پر مسلمانوں کے سامنے رکھ سکتا۔ مسلمانان ہند سے فقیر کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس طرح توجہ کریں۔ اور اس نیک کام میں شریک ہو کر دامے، درمے، جامے، مالے، خیالے، قدمے امداد کر کے دربار رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں اپنے کو سرخرو کریں اور اس کام کو مسلمانوں کے لئے وسیلہ نجات بنائیں۔

چونکہ قادیان میں مسلمان مسافروں کے لئے کھانے پینے کی کوئی دکان نہیں ہے۔ اس لئے شعبہ تبلیغ کی طرف سے ایک لنگر خانہ بھی جاری ہے۔ جس میں خاص کر ورغلائے ہوئے مسلمانوں کو کھانا دیا جاتا ہے۔ اور دوسرے مسافروں کو بھی کھانا دیا جاتا ہے۔“

دستخط...... فقیر سید عطاء اللہ بخاری

۳...... مجاہد سرحد حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی کی رائے

”۱۹۳۵ء کی احرار تبلیغ کانفرنس قادیان کے بعد پہلی بار میں برائے ادائیگی نماز جمعہ اس عجیب وغریب بستی میں حاضر ہوا۔ مجلس احرار اسلام ہند کے شعبہ تبلیغ نے کفر وارتداد وظلم وطغیان، زنا وگناہ کی روک تھام کے لئے شاندار کام جاری کر رکھا ہے۔ فی الحال یہاں ”جامعہ محمدیہ“ کے نام پر ایک مدرسہ جاری ہے۔ جس میں اس وقت نوے کے قریب مسلمان بچے تعلیم پا رہے ہیں۔

اس عجیب بستی میں پہلے اصل مردم شماری صرف دو ہزار تھی۔ مگر مرزائی فتنہ کے بعد مرزائی تارکین وطن نے آ کر یہاں کی آبادی میں سات ہزار کا اضافہ کیا۔ یہی سب سے بڑی کمائی ہے جو مرزا آنجہانی نے آیات قرآنیہ کی تحریف کے مقابلہ میں حاصل کی۔ اس غلبہ آبادی کی وجہ سے اصلی باشندے جو مسلمان تھے، ظلم وستم قتل وغارت کی تاب نہ لا کر یہاں سے ہجرت کر گئے۔ جو تھوڑے سے رہے وہ ضعیف الایمانی کی وجہ سے اسلام کا اظہار نہ کر سکتے تھے۔ مجلس احرار کے تبلیغی مرکز کے قیام کے بعد اس قصبہ اور ماحول کے مسلمان اب علی الاعلان اپنے کو مسلمان ظاہر کر سکتے ہیں۔

اس طرح ہزاروں مسلمانوں کا ایمان محفوظ ہو گیا ہے۔ یہاں مسلمانوں کی دو مسجدیں ہیں۔ جس کا انتظام شعبہ تبلیغ احرار اسلام کے ماتحت ہے۔ تیسری جامع مسجد مجلس احرار بنوا رہی ہے۔ ایک بڑی زمین ختم نبوت کے لئے وقف ہے۔ اس کا انتظام بھی شعبہ تبلیغ ہی کے ماتحت ہے۔ جس کے لئے ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے۔ مولانا محمد حیات صاحب اور مولانا فضل عظیم صاحب تمام علاقہ میں فتنہ ارتداد کے خلاف کامیاب تبلیغ فرما رہے ہیں۔ جس امر سے مجھے خاص مسرت ہے۔ وہ یہ ہے کہ شعبہ تبلیغ نے لاؤڈ سپیکر حاصل کر لیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے مرزائیوں کے سالانہ میلے کے موقع پر لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ شعبہ ہذا بھی تبلیغ اسلام کا حق ادا کر رہا ہے۔ یہ امر نہایت ہی موجب اطمینان ہے کہ حساب کتاب کے رجسٹر بہت صاف ہیں۔ آمد و خرچ کی پڑتال تک کی اجازت ہر مسلمان کو ہے۔ چاہے وہ چندہ دے یا نہ۔

مولانا محمد حیات صاحب کے حسن انتظام سے سابقہ بہت سے قرضے ادا ہو گئے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر کی مرمت پر تین سو روپیہ خرچ کیا گیا۔ جامع مسجد زیر تعمیر کے لئے کنواں تیار ہو گیا ہے۔ ایک اور نئی بات کا اضافہ ہوا ہے کہ بیرونجات کا کوئی مسلمان مہمان آئے تو اس کے لئے دفتر احرار میں باقاعدہ لنگر جاری رہتا ہے۔ اس طرح اب قادیان آنے والے مسلمانوں کو جو مرزائیوں کا ذبیحہ نہیں کھاتے اور نہ ہی ان کو خورد و نوش کی کوئی سہولت تھی۔ بلکہ مرزائی لنگر کی وجہ سے برا اثر بھی علاقہ پر پڑ رہا تھا۔ اب یہ مشکل رفع ہو گئی۔ میں مقامی دفتر شعبہ تبلیغ احرار کو موجودہ بہترین نظم و نسق اور کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

دستخط...... غلام غوث ممبر آل انڈیا ورکنگ کمیٹی مجلس احرار اسلام

۴...... حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری کی رائے

"میں ۲۹ر دسمبر ۱۹۴۴ء کو مرزائیوں کے سالانہ جلسہ پر قادیان دفتر احرار اسلام کی درخواست پر مجلس احرار اسلام کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی غرض سے یہاں حاضر ہوا۔ دفتر احرار کے کارکنان کے مساعی قابل تحسین ہیں۔ قادیان جیسے شہر میں عملہ دفتر اور مولانا محمد حیات صاحب کی ہر دلعزیزی ان کے اخلاق حسنہ کی ترجمانی کرتی ہے۔ مدرسہ محمدیہ قادیان اور جدید تعمیر کی سکیم اور زرعی زمین کی آبادی قابل مبارکباد ہے۔ اگر جملہ کارکنان نے موجودہ اتحاد کو قائم رکھا تو دفتر احرار اور جامعہ محمدیہ قادیان ایک کامیاب ادارہ ہوگا۔ مرزائیوں کے سالانہ جلسے پر تبلیغ حق کا طریق بہت پسندیدہ ہے۔ جملہ ماتحت جماعتوں کو شعبہ ہذا کی ہر طرح سے امداد کرنی چاہئے۔"

عبدہ المذنب، محمد علی جالندھری عفا اللہ عنہ

۵...... حضرت مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی امرتسری کی رائے

’’مولانا محمد حیات صاحب مبلغ شعبۂ تبلیغ کے اخلاص اور سرگرمیوں کا میں پہلے سے معترف ہوں اور باقاعدہ حساب وکتاب وغیرہ چیزوں کو دیکھ کر مولانا موصوف کو ایک اچھا اور بہترین منتظم بھی پایا۔ اگر اسی نہج پر کام ہوتا رہا، تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بہت عمدہ نتائج وثمرات ظہور پذیر ہوں گے۔‘‘ محمد بہاء الحق قاسمی امرتسری عفااللہ عنہ

۶...... مولانا عبدالحق صاحب بٹالوی بھاگووال کی رائے

’’مولانا محمد حیات صاحب کے حسن انتظام کو دیکھ کر طبیعت نہایت خوش ہوئی۔ ہر مسلمان کا حق ہے کہ شعبہ تبلیغ کی ہر ممکن طریق سے امداد واعانت کرے۔ فتنہ ارتداد کی بیخ کنی ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔‘‘ المفتقر الی اللہ الحق، عبدالحق بٹالوی بھاگووال

۷...... جناب عبدالرشید خان صاحب پٹیالہ تحریر فرماتے ہیں

’’میں پہلی مرتبہ ایک مرزائی دوست کے ساتھ قادیان پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ مرزائیوں کے سالانہ جلسے کی حقیقت ایک میلہ اور عیاشی کے اڈے سے زیادہ نہیں۔ میں نے کئی ایک مردوں کو عورتوں سے بدمعاشی کی باتیں کرتے ہوئے خود دیکھا ہے۔ دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام میں انتظام نہایت اعلیٰ اور قابل تحسین پایا۔ حسابات کو بالکل درست اور مکمل پایا۔ مجھے دفتر ہذا میں پہنچ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ کہ قادیان میں بہت ہی ضرورت ہے کہ قادیان کے رہنے والوں کی تکالیف میں کمی واقع ہو۔ اور مسلمانوں کے ایمان محفوظ رہیں۔ تبلیغ کا انتظام بھی بہترین ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ دفتر قادیان کی ہر طرح سے امداد کی جائے۔ دفتر میں باہر سے آنے والوں کے لئے قیام وطعام کا بھی بہترین انتظام ہے۔‘‘

عبدالرشید خاں پٹیالہ محلہ کھیر سوڑھیاں، ۶؍دسمبر ۱۹۴۲ء

۸......جناب مولانا نبی بخش صاحب مدرس عربی گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور کی رائے

’’جملہ بزرگان نے جو کچھ اوپر فرمایا ہے من کل الوجوہ صحیح ودرست ہے۔ شعبہ تبلیغ ہر طرح کی امداد ومعاونت کا مستحق ہے۔‘‘ ۲۶/۱۲/۱۹۴۳ء ننگ اسلاف نبی بخش مدرس عربی گورداسپور

۹...... ’’آج مورخہ ۲۳/۱۲/۱۹۴۳ کو میں نے موضع قادیان میں بمعہ سات آٹھ نفر ہمرائیوں کے شعبہ تبلیغ احرار اسلام کا جلسہ سنا۔ تبلیغ اسلام کا یہ طریقہ عمدہ پایا۔ مرزائیت کی تردید سن کر میرے تمام ساتھی جو مرزائی ہونے کے واسطے آئے تھے۔ مرزائی مذہب سے نفرت کر کے بدستور مسلمان

ہونے کی حالت میں واپس گاؤں کو چلے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم جھوٹے نبی کے پھندے سے بچ گئے۔ حساب کتاب اور لنگر کا انتظام معائنہ سے بڑا عمدہ پایا۔“

مختار احمد ماڑی لوئیاں تحصیل بٹالہ

۱۰...... جناب محمد رفیق خاں نیازی منٹگمری تحریر فرماتے ہیں

”آج مورخہ ۴۳۔۱۲۔۲۹ کو دفتر شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام قادیان کا معائنہ کیا۔ اور عوام سے پوچھ گچھ کی۔ شعبہ تبلیغ کا جلسہ مرزائی جماعت کے مقابلے میں کامیاب رہا۔ اور تمام لوگ مولوی محمد حیات صاحب کے حسن اخلاق کی تعریف کرتے ہیں۔ حساب کتاب نہایت تسلی بخش ہے۔“ محمد رفیق نیازی ساکن منٹگمری ۲۹/۱۲/۱۹۴۳

۱۱...... جناب مولانا عبدالمجید صاحب خطیب مسجد چینیاں لاہور تحریر فرماتے ہیں

”آج مورخہ ۱۳/۵/۱۹۴۳ کو مولوی محمد حیات صاحب سے سرسری ملاقات دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان میں ہوئی۔ دفتری کاغذات حساب آمد وخرچ صاف پایا۔ کام بہت عمدہ ہے۔ موصوف سرگرم کارکن ہیں۔ تمام اہل اسلام کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مولانا اور ان کے جملہ معاونین کو ہمت واستقلال عطا فرمائے۔“ عبدالمجید خطیب مسجد چینیاں لاہور

۱۲...... جناب سید افتخار احمد صاحب رضا سجادہ نشین آستانہ مکان شریف ضلع گورداسپور کی رائے

آج مورخہ ۲۰/۳/۱۹۴۳ کو عید میلاد النبی ﷺ کے جلسے کے سلسلہ میں دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ حضرت مولانا محمد حیات صاحب، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، حافظ محمد خان صاحب دفتر میں موجود تھے۔ ان تمام علماء کو شعبہ تبلیغ نے تبلیغ کے سلسلے میں اس کفر کی بستی میں مقرر کر رکھا ہے۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب علاقہ میں تبلیغ کا کام فرماتے ہیں۔ حافظ محمد خان صاحب مقامی طور پر تبلیغ کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد حیات صاحب علاوہ تبلیغ کے علاقہ دور دراز سے شعبہ تبلیغ کے لئے امداد حاصل کرتے ہیں۔ اور تمام مقامی شعبہ کا

انتظام والصرام حضرت مولانا صاحب موصوف کے ہاتھ میں ہے۔

مولانا نے مجھے آمد و خرچ کے رجسٹر دکھائے۔ آمدنی کا حساب با قاعدہ درج ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی رقم بھی اندراج میں لائی گئی ہے۔ میں نے کیش بک کا رجسٹر کھاتہ سے موازنہ کیا۔ چند ایک رقومات مختلف مہینوں کی آمد کے نکال کر دیکھے۔ جن کا بالکل درست اندراج پایا۔ آمدنی کی ایک آنہ کی رقم تک بھی لکھی ہوئی پائی۔ اور آمدن کو مولانا موصوف کے حسن انتظام سے بتدریج ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ اور ان کی حسن تدبیر سے شعبہ کا ماہوار خرچ جو تین صد روپے سے متجاوز ہے۔ باقاعدگی سے چل رہا ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ شعبہ تبلیغ نے ایک لنگر قائم کر رکھا ہے۔ تمام مسلمان اصحاب جنہیں کسی غرض کے لئے اس کفر کی بستی میں آنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ انہیں بلا لحاظ کھانا مفت دیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر رات ٹھہرنے کا موقع آجائے تو ان کی رہائش کا مکمل انتظام دفتر میں موجود رکھا ہوا ہے۔ مجھے ایک رجسٹر دکھایا گیا جس میں تمام آنے والے مہمانوں کا باقاعدہ اندراج تھا۔ یہ حسن انتظام کی بہترین علامت ہے۔ مولانا محمد حیات صاحب آمد و خرچ کے رجسٹر ماہوار مہتمم صاحب سے چیک کرواتے ہیں۔ ہر مہینہ کے اخیر میں مہتمم صاحب کے دستخط موجود تھے۔ بلکہ سالانہ حساب مکمل ایڈٹ کرایا گیا ہے۔ ہر مسلمان کو ہر وقت اجازت ہے کہ وہ شعبہ کے رجسٹروں کا معائنہ کر سکتا ہے۔ اس انتظام کی پرزور الفاظ میں تعریف کرتا ہوں۔"

۲۰/۳/۱۹۴۳

نوٹ...... مندرجہ بالا آراء کے علاوہ اور بہت سے حضرات کی رائیں رائے بک میں درج ہیں۔ جو عدم گنجائش کی وجہ سے نقل کرنا مناسب نہ سمجھا گیا۔

گوشوارہ ملازمین مرکزیہ شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان

اس وقت شعبہ تبلیغ کے سٹاف (عملہ) کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	اسمائے ملازمین	عہدہ موجودہ
۱	مولانا محمد حیات صاحب	مبلغ
۲	مولانا فضل کریم صاحب	مبلغ
۳	مولانا عطاء محمد صاحب	مبلغ بلا تنخواہ
۴	جناب مولانا حافظ غلام محمد صاحب	مدرس خطیب علوم عربیہ
۵	جناب حافظ محمد خان صاحب	عربی مدرس پرائمری مدرسہ

۶	جناب مولوی قطب الدین صاحب	اول مدرس پرائمری مدرسہ
۷	جناب مولوی عبدالغفور صاحب	مدرس پرائمری مدرسہ
۸	مولوی محمد عمر صاحب	محصل
۹	قاضی عبدالودود	محرر دفتر
۱۰	محمد شریف	ماشکی
۱۱	سنتو	خاکروب

(نوٹ: گواشوارہ آمد وخرچ یہاں پر درج تھا عدم ضرورت کی بناء پر اسے خارج کر دیا۔ مرتب!)

تعمیر مکانات

گزشتہ صفحات میں خوشخبری کے طور پر تحریر کیا جاچکا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ شعبہ تبلیغ اب تک معاونین کرام کی امداد واعانت کی بدولت قادیان میں مرزائیوں کی فرضی مسجد اقصیٰ اور منارۃ المسیح کے قریب تر ایک پختہ مکان نمبر ۱؍ اور زمین سفید نمبر ۲؍ اور ایک کچا مکان نمبر ۳؍ خرید کر چکا ہے۔ لیکن موجودہ مکانات تمام ضروریات شعبہ پورا کرنے کے لئے کافی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب تک مدرسہ ''جامعہ محمدیہ'' کرایہ کے مکان میں چل رہا ہے۔ اس لئے ضرورت لاحق ہوئی کہ مکانات مذکورہ میں تعمیر کی ایزادی کی جائے۔ نیز زمین سفید کو بھی آباد کیا جائے۔ تاکہ مہمان خانہ، لنگر خانہ، قیام گاہ طلباء، مکان مدرسہ وغیرہ تمام ضروریات پوری ہوں۔ اور جو تکلیف اس وقت شعبہ کو درپیش ہے۔ اس سے نجات ہو جائے۔ چنانچہ نقشہ بنوا کر برائے حصول اجازت ومنظوری دفتر میونسپلٹی قادیان میں دیا گیا ہے۔ جس کی نقل روئیداد ہذا میں شائع کی گئی ہے۔ (وہ بھی حذف کر دیا۔ مرتب!) مکانات قابل تعمیر پر تخمیناً اڑھائی تین ہزار روپے کم از کم خرچ ہونے کا اندازہ ہے۔

معاونین کرام اور جملہ اہل خیر مسلمانوں کی فیاضی، دریا دلی اور اسلام پروری سے قوی امید ہے کہ تعمیر کے اس اہم کام میں شعبہ تبلیغ کی بیش از بیش امداد واعانت فرمائیں گے۔ غیرت اسلامی رکھنے والے حضرت سے اس اپیل پر ہمدردانہ غور فرمانے کی ہمیں پوری پوری توقع ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروؤں کے کفریہ عقائد

تبلیغی فرائض کی ادائیگی کرتے کرتے ضروری ہے کہ مرزائیوں کے گندے عقائد بھی کچھ نہ کچھ بیان کئے جائیں۔ اگر ان کے تمام کفریہ عقائد اور گندے اقوال تفصیلاً لکھے جائیں تو

برسوں میں ختم نہیں ہوتے۔ کیونکہ مرزا غلام احمد اور اس کے خلیفہ اور مریدوں کے بے انتہا کتابیں کفریات، توہینات وغیرہ سے بھری ہیں۔ مگر ہم صرف مشتے نمونہ از خروارے چند عبارات مرزائیوں کی کتابیوں سے نقل کر کے ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کفریہ

مرزا قادیانی اپنی کتاب (آئینہ کمالات کے ص۵۶۴، ۵۶۵، خزائن ج۵ ص ایضاً) پر لکھتے ہیں کہ: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ کا عین ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں اور خدائی والوہیت میرے رگ وریشہ میں گھس گئی۔ اور میں نے اس حالت میں دیکھا کہ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں۔ نئی زمین نیا آسمان۔ پس پہلے میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی تفریق وترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے ان کو مرتب کیا۔ اور میں اپنے دل سے جانتا تھا کہ میں ان کے پیدا کرنے قدرت رکھتا ہوں۔ پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا۔ پھر میں نے کہا کہ ''انا زینا السماء الدنیا بمصابیح '' پھر میں نے کہا کہ ہم انسانوں کو بھی پیدا کریں گے۔''

(حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹) میں لکھا ہے۔ ''انت منی بمنزلۃ ولدی '' یعنی خدا نے مجھ سے کہا کہ ''تو میرے بیٹے کی مانند ہے۔'' (العیاذ باللہ)

(حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸) میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''خدا نے مجھے کہا کہ اب تیرا یہ مرتبہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے صرف اس قدر کہہ۔ ہو جا پس وہ ہو جائے گی۔''

(حقیقت الوحی ص۱۰۶) میں لکھا ہے کہ: ''میں نے خدا کو مجسم دیکھا اور اس کے دستخط پیشینگوئیوں پر کرائے اور سرخی کے چھینٹے میرے کرتے پر پڑے۔''

(ازالۃ الاوہام ص۷۴۸، ۷۹۰، ۷۵۲) میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔''

مرزا محمود خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد

(انوار خلافت ص۹۰) میں لکھتا ہے کہ: ''ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں (مسلمانوں) کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔''

(برکات خلافت ص۷۵) میں لکھتا ہے: ''کوئی احمدی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے۔ اس کی تعمیل کرنا بھی ہر احمدی کا فرض ہے۔''

(برکات خلافت ص ۷۳) میں لکھتا ہے: ''غیر احمدی کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اس کے وہ نکاح جائز نہیں ہے۔''

(انوار خلافت ص ۹۳) میں لکھتا ہے: ''غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔''

(انوار خلافت ۴۳) میں تحریر کرتا ہے: ''کوئی ایسا شخص جو حضرت صاحب (مرزا غلام احمد کو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی۔ یا احمدیت کے متعلق غور کر رہا ہے۔ اور اسی حالت میں مر گیا۔ اس کو ممکن ہے۔ خدا تعالیٰ کوئی سزا نہ دے لیکن شریعت کا فتویٰ ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے متعلق بھی یہی کرنا چاہئے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔''

باقی عقائد انشاء اللہ تعالیٰ کسی آئندہ روئیداد میں نقل کئے جائیں گے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اسلام کے ان دشمنوں سے عقائد محفوظ رکھیں اور حتی الوسع میں اس فتنہ کفریہ کے انسداد میں کوشاں رہیں۔

آپ کا فرض متذکرہ الصدر صفحات میں آپ نے شعبہ تبلیغ احرار اسلام کے علماء مبلغین اور اراکین کی مساعی جمیلہ کا ایک خاکہ ملاحظہ فرمایا ہے۔ کیا۔

آپ کے نزدیک اتنا کام کافی ہے؟ آپ اس آمدنی کو کافی سمجھتے ہیں؟ جماعت مرزائیہ کے مقابلہ مختصر نظام پر اکتفا کرتے ہیں؟...... ارتداد و زندقہ کے اس طوفان میں مزید تبلیغ اسلام کی ضرورت نہیں۔

اور کیا تردید مرزائیت کے لئے مبلغین کی ضرورت نہیں؟ یقیناً آپ کو اس سے اتفاق نہیں۔ آپ کا دل گواہی دیتا ہے کہ اس وقت ان امور پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے تو پھر آپ کا فرض ہے کہ آج سے ہی حلقہ اثر میں شعبہ تبلیغ کی امداد کے لئے کوشش فرمائیں۔ اگر جلسہ میں مبلغین کی ضرورت ہو تو فوراً دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان پنجاب کو تحریر فرمائیں۔

دردمندانہ اپیل

میری اپیل حاملان درد دل اور نفس تبلیغ کا احساس رکھنے والے احباب سے ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم بلغ و بلغوا سے رسالت مآب ﷺ کے زمانہ میں چاردانگ عالم

پر اسلامی پرچم لہرایا۔ لیکن اس زمانہ میں مسلمانوں کی بے بسی اور بے دینی نے اس فریضہ کو ادھورا چھوڑ دیا۔ جس کے نتیجہ میں قادیانی اور بہائی وغیرہ مذاہب پیدا ہوگئے اور اسلام میں ارتداد و زندقہ کا زہر پھیلانا شروع کیا۔ دہریت کا دور دورہ ہے۔ ۸۰/فیصدی مساجد ویران ہوگئیں اور جہالت نے گھر کرلیا۔

کیا اس وقت ضرورت نہیں کہ اس ماحول کو تبدیل کر کے قرون اولیٰ کی پرہیزگاری، دینداری، خداترسی اور اخلاق پیدا کئے جائیں۔ خاص طور پر اسلام کے خلاف ہم رنگ زمین جال بچھانے والوں کا سد باب کیا جائے۔ چنانچہ انہی ضروریات کے پیش نظر شعبہ تبلیغ احرار اسلام نے قادیان میں مرکز قائم کیا اور ہزار مصائب (مقدمات، سوشل بائیکاٹ جھگڑے وغیرہ) پر لاکھوں روپیہ صرف کر کے بھی اپنے ارادہ کو متزلزل نہ ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تیرہ چودہ سال کی محنت شاقہ کے بعد ہم ایک ٹھوس پروگرام کو چلانے کے لئے وسیع میدان میں قدم رکھ چکے ہیں۔ اور کثیر اخراجات سے تعلیمی مدرسہ مبلغین کا طائفہ اور قابل معلم وعلماء رکھے گئے ہیں۔ جو مقامی طور پر اور مضافات قادیان بلکہ پنجاب بھر کے دور دور مقامات میں مرزائیت کے زہر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے میں سرگرم عمل ہیں۔

مدرسہ، مہمان خانہ، لنگر خانہ، کتب خانہ، قیام گاہ طلباء وغیرہ ضروریات کے لئے مکانات کا انتظام بھی کیا گیا ہے اور جن کی مزید تعمیر کے لئے مالی امداد کی ضرورت ہے۔ زمرہ مبلغین میں اضافہ کرنے کی بھی ضرورت لاحق ہے۔ غرضیکہ شعبہ تبلیغ کو اس وقت کئی قسم کے وسیع اخراجات کا سامنا ہے۔ اس وقت جو ماہوار آمد کا اوسط اندازہ ہے وہ بمشکل ماہانہ اخراجات موجودہ کو پورا کرلیتا ہے۔

میں ملک کے تمام سجادہ نشین حضرات صوفیائے عظام، علمائے کرام اور جملہ ہمدردان اسلام کے احساسات اسلامی، ختم نبوت کی حفاظت اور محبت رسول اکرم ﷺ کے جذبہ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی خیرات، زکوٰۃ اور صدقات میں اس تبلیغی مرکز کو خصوصیت سے یاد رکھیں۔ نیز کتب خانہ کے لئے درسی وغیر درسی کتب وقف کرنے میں بھی دریغ نہ فرمائیں۔ فقط

والسلام! قمرالدین مہتمم شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان، صدر دفتر اچھرہ لاہور!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

قادیانی سیاست

○

حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران اسلام کا فرض

صیغہ اشاعت صدر انجمن مباہلہ امرتسر نے عرصہ سے بغرض افادہ پبلک ماہواری ٹریکٹوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ جو بلا قیمت صرف محصول ڈاک آنے پر ارسال خدمت ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کا ماہواری نمبر آپ کے سامنے ہے۔ اسلام کا درد اور قوم کی خیر خواہی رکھنے والے اصحاب خود اس ٹریکٹ کو پڑھیں اور دوسروں کو سنائیں۔ اس ٹریکٹ کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ قادیانی فرقہ کوئی مذہبی گروہ نہیں۔ بلکہ ایک تجارتی کمپنی ہے۔ جس نے مذہب کی اوڑھنی اوڑھ کر اپنی تجارتی اغراض کو پورا کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

قادیانی سیاست

عنوان بالا پر ہمیں اظہار خیال کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ ان دنوں قادیانی کمپنی نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے جو طرز عمل اختیار کر رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر سیاسی معاملہ میں دخل دینا ان کا فرض اولین ہے۔ اور اس دنیا میں بسنے والے انسانوں کا کوئی معاملہ بغیر ان کے مشورہ کے طے نہیں ہوسکتا۔ مثلاً خطہ کشمیر کے سیاسی معاملات میں دخل دینے اور کشمیر کمیٹی کا ڈھونگ رچانے کی ''ان تھک کوششوں'' کو ہی دیکھئے کہ قادیانی کمپنی نے اس کام کے لئے کیونکر اپنی نیند کو بھی حرام کر رکھا ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ خود قادیانی کمپنی کے اقوال سے اس کمپنی کی حقیقت کو بے نقاب کریں۔ قادیانیوں کا بڑا حربہ روحانیت کا دعویٰ، تقدس آمیز وعظ اور ہمدردی مخلوق کا اظہار ہوتا ہے۔ جن احباب کو کبھی کسی قادیانی تصنیف کے مطالعہ کا موقع ملا ہے۔ وہ اس چیز سے بے خبر نہیں کہ یہ لوگ اپنی تحریروں میں کیسی شان جلالی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انکا طرز خطاب ایسا ہوتا ہے۔ گویا خدا اپنی مخلوق کو مخاطب کر رہا ہے۔ دنیا کی زبوں حالی اور بندگان خدا کی ہمدردی میں جس درد و کرب سے آنسو بہانے کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

ہمیں اس روحانی گروہ کے اقوال و افعال کو واقعات کی کسوٹی پر پرکھنے کا اس وقت تک

حق حاصل ہے۔ جب تک یہ اپنے مذہب کی اشاعت اور دوسروں کو اس مذہب کے قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس نقطہ نگاہ سے یہ ٹریکٹ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

قادیانی کمپنی نے اپنے ابتدائی ایام میں خصوصاً خود کو خالص مذہبی گروہ ظاہر کیا۔ یہ حکومت کی نظروں سے بچنے کے لئے تھا۔ یا دنیا پر تقدس کے اظہار کے لئے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں۔ ہمارا مقصود اس جگہ اس کمپنی کی دورنگی بتانا ہے۔ اس ٹریکٹ کے مطالعہ سے یہ چیز عیاں ہو جائے گی کہ اس کمپنی کی دورنگی اس امر کی بیّن دلیل ہے۔ کہ یہ کوئی مذہبی جماعت نہیں۔ بلکہ ایک تجارتی کمپنی ہے جس کا کام وقت وقت کا راگ الاپنا ہے۔ ذیل کے حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ قادیانی جماعت کا لیڈر اپنی جماعت کو سیاست سے علیحدہ رہنے کی تاکید کرتا ہوا کس قدر تقدس دینداری اور پرہیز گاری کا اظہار کرتا ہے۔ خلیفہ قادیان اپنی جماعت کے ایک اعتراض کو یوں بیان کرتا ہے:

’’ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ سٹرائکوں سے فائدہ ہوتا ہے اور حقوق مل جاتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ جائز ایجی ٹیشن کو گورنمنٹ بھی ناپسند نہیں کرتی تو پھر کیا وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو سیاست سے روکا جاتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود نے کیوں روکا ہے۔‘‘ (برکات خلافت ص۵۴)

اس سوال کا جواب خلیفہ قادیان نے ۱۸؍صفحات پر دیا ہے۔ اور پورے زور سے اپنے مریدوں کو سیاست میں دخل دینے سے روکا ہے۔ ہم اس طویل جواب کے چند اقتباسات اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ قادیانی خلیفہ کے نزدیک سیاست میں دخل ایک زہر ہے۔ اور اس میں قادیانی جماعت کی ہلاکت ہے۔ حتیٰ کہ جائز حقوق کے مطالبہ کو بھی ناجائز بتایا ہے۔ مذکورہ بالا کتاب برکات خلافت کے حسب ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمایئے: ’’حضرت مسیح موعود (مراد مرزا قادیانی) فرماتے ہیں کہ گورنمنٹ ایک حد تک سیاسی امور کی طرف توجہ رکھنے کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس کام کا انجام خراب ہوگا۔ اس لئے میں اپنی جماعت کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔‘‘ (برکات خلافت ص۵۶)

’’غرضیکہ گو صوبہ کے ایک بڑے اور ذمہ دار حاکم نے اس بات پر زور بھی دیا کہ مسلم لیگ سے نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن حضرت صاحب (مرزا قادیانی) نے یہی جواب دیا کہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔‘‘ (برکات خلافت ص۵۷)

’’اس طرح سیاست کا خون جس کسی کے منہ لگ جاتا ہے۔ پھر وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ اور اس کے اندر ہی گھسا جاتا ہے۔‘‘ (برکات خلافت ص۵۹)

’’آج کل اسلام پر جو نازک وقت آیا ہوا ہے۔ اس سے پہلے اس پر کبھی نہیں آیا۔ اس لئے اس وقت اسلام کو جتنے بھی ہاتھ کام کے لئے مل جائیں اور جس قدر بھی سپاہی اسلام کی حفاظت کے لئے مل جائیں۔ اتنے ہی کم ہیں۔ اس لئے آج مسلمانوں کے لئے سیاست کی طرف متوجہ ہونا ایک ایسا زہر ہے جسے کھا کر ان کا بچنا محال بلکہ ناممکن ہے۔‘‘ (برکات خلافت ص۵۶)

’’حضرت مسیح موعود نے یہ پسند نہ کیا جو تھوڑے سے آدمی ان کے ساتھ شامل ہیں۔ ان کو بھی آپ سیاست میں دخل دینے کی اجازت دے کر اپنے ہاتھ سے کھو دیں۔‘‘

(برکات خلافت ص۹۰)

’’سیاست میں پڑ کر چھوٹی قوم بڑی میں جذب ہو جاتی ہے۔‘‘ (برکات خلافت ص۶۲)

’’سیاست کا کوئی مذہب نہیں۔‘‘ (برکات خلافت ص۶۳)

خلیفہ قادیان سیاست سے علیحدہ رہنے کی ایک وجہ یہ بھی فرماتے ہیں: ’’احسان کا بدلہ ہونا چاہئے۔ احسان بھی تو دنیا میں کوئی چیز ہے۔ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ وہ تلخی اور مرارت جو سکھوں کے عہد میں ہم نے اٹھائی تھی۔ گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ آ کر ہم سب بھول گئے۔‘‘

(برکات خلافت ص۶۴)

گویا اصل وجہ کا یوں اظہار کیا ہے کہ حکومت نے ہم کو آرام پہنچایا ہے۔ اس لئے ہم خوش ہیں اور اپنے حقوق طلب کرنا بھی گناہ ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ حکومت کی ذرہ بھر ناراضگی لے کر اپنی کمپنی کا خاتمہ ہونے کا خوف دامن گیر ہے۔ بہرحال سیاست سے بچنے کا وعظ سنتے جایئے: ’’نادان ہے وہ انسان جو اس وقت سیاست کی کشمکش کو دیکھ کر اور پھر اسلام کی حالت کو معلوم کر کے سیاست کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔‘‘ (برکات خلافت ص۶۰، ۶۱)

’’اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں سیاست کے چھوڑنے کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ ہم تحصیل دار، ڈپٹی اور دیگر سرکاری عہدے حاصل نہیں کر سکے تو وہ سمجھ لے کہ اس کے چھوڑنے سے خدا ملتا ہے اور نہ چھوڑنے سے دنیا۔ پس اگر تمہیں خدا پیارا ہے تو سیاست کو چھوڑ دو۔ ہماری اپنی تو یہ حالت ہے کہ کوئی دشمن ہمیں تنگ کرتا ہے۔ تکلیفیں دیتا ہے۔ دکھ پہنچاتا ہے تو ہم کو گورنمنٹ کے سپاہی ہی اس سے بچاتے ہیں۔ تو سیاست کی وجہ سے ہمیشہ وہی قوم کامیاب ہوتی ہے۔ جس کا جتھا ہو۔‘‘ (برکات خلافت ص۶۱)

دلی خیالات کا بھی اظہار ہو گیا۔ اسلام کا درد محض بہانہ ہے۔ اصلی چیز یہی ہے اور سنئے!

''اگر ہم یہ تھوڑے سے آدمی بھی سیاست میں لگ جائیں تو اور کون ہوگا جو اسلام کی خدمت کرے گا۔ ان لوگوں کو جانے دو جو سیاست میں پڑتے ہیں۔ اور تم دین اسلام کی خدمت میں لگے رہو۔'' (برکات خلافت ص۶۹)

''اسلام کی موجودہ ضروریات چاہتی ہیں کہ ہماری جماعت سیاسی معاملات سے ایسی الگ رہے کہ جس حد تک گورنمنٹ اپنی رعایا کو سیاسی معاملات میں دلچسپی رکھنے کی اجازت بھی دیتی ہے۔ وہ سیاست میں اس قدر بھی دخل نہ دے۔'' (برکات خلافت ص۷۱)

حضرات! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام کی خدمت کا رونا روتے ہوئے قادیانی خلیفہ (جس نے اپنے باپ کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔) نے کیونکر جماعت کو سیاست میں کسی قسم کا دخل دینے سے منع کیا ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمایئے۔ اور یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ سیاست اچھی چیز ہے یا بری۔ اس میں دخل دینا تباہی و بربادی ہے یا فائدہ بخش۔ بلکہ ہمارا مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ یہ جماعت قطعاً قطعاً مذہبی جماعت نہیں۔ اس گروہ کی بنیاد تجارتی اغراض پر ہے۔ جن کے حصول کے لئے مذہب کو آڑ بنایا گیا ہے۔ ان کی دورنگی اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

جس کتاب سے یہ اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔ وہ ۱۹۱۴ء کی ہے۔ اس وقت ضرورت تھی کہ اس قسم کا وعظ کر کے اپنے تقدس کا اظہار کیا جائے۔ مگر اس کے چند ہی سال بعد کیا ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ واقعات سے فرمایئے۔

دنیا کا کوئی معاملہ ہو۔ جاپان سے متعلق ہو یا چین سے۔ امریکہ کا معاملہ ہو یا افریقہ کا، افغانستان کا ہو یا ترکستان کا یہ گروہ اس میں دخل دینا ضروری سمجھتا ہے۔

ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ کیا اب اسلام کو سپاہیوں کی ضرورت نہیں رہی؟ کیا اسلام کی ضرورت ختم ہوگئی؟ آخر آج کونسے وجوہ ہیں جن کی بناء پر تم سیاسیات میں دخل دے رہے ہو۔ کیا اس کا باعث صرف یہ نہیں کہ تم ہر جگہ تفرقہ انگریزی کے ذریعہ اپنا فرض سرانجام دے رہے ہو؟ مثلاً شاہ افغانستان کا معاملہ لیجئے۔ امان اللہ خان سابق شاہ کابل کے خلاف اس کے ملک میں بغاوت ہوئی۔ بغاوت کرانے میں قادیانیوں کا دخل تھا یا نہیں۔ اس وقت یہ بحث نہیں۔ صرف یہ دیکھئے کہ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

''جس بات کا خطرہ تھا وہ ہو کر رہی۔ یعنی کابل کے ملاں فتنہ وفساد پھیلانے سے باز نہ آئے۔ اور انہوں نے ایک حصہ ملک میں بدامنی و بغاوت کرا ہی دی۔ سمجھ میں نہیں آتا وہ لوگ جو دینی علوم کے ماہر اور مسلمانوں کے مذہبی رہنما ہونے کے مدعی بنتے ہیں۔ وہ اپنی ملکی حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانا کیونکر جائز قرار دے لیتے ہیں؟ ان کی یہ حرکت کسی بھی عقل مند انسان کے نزدیک قابل معافی نہیں ہو سکتی۔ اور حکومت کابل نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے۔ اس میں کوئی انہیں قابل ہمدردی نہیں قرار دے سکتا۔'' (الفضل ۱۱ر دسمبر ۱۹۲۸ء)

''ہز میجسٹی شاہ کابل کو اپنے ملک میں اصلاحات جاری کرنے پر سب سے بڑی مشکلات اور رکاوٹیں ان لوگوں کی طرف سے پیش آ رہی ہیں جو پیر و ملاں کہلاتے اور بلاوجہ عوام کو اپنے پھندے میں پھنسائے ہوئے ہیں۔''

''خدا تعالیٰ شاہ کابل کو جھوٹے اور بناوٹی پیروں کے رسوخ کو پورے طور پر مٹانے کی توفیق دے۔''

''ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کے علماء کا وہ طبقہ جن کے دماغوں میں بوسیدہ خیالات بھرے ہوئے ہیں شاہ کابل کی اصلاحی تجاویز کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔'' (الفضل ۶ر نومبر ۱۹۲۸ء)

آپ نے امان اللہ خاں کی تائید میں زوردار الفاظ سن لئے۔ اب بچہ سقہ کی تعریف بھی سنئے۔ جونہی اس گروہ نے دیکھا۔ کہ بچہ سقہ غالب نظر آ رہا ہے تو یہ ارشاد ہوا:

''سابق شاہ کابل امان اللہ خاں یورپ کی سیاحت سے کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ انہوں نے نہ صرف خود یورپ کی ہر بات میں تقلید کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ بلکہ اپنی ملکہ کو بھی مغربی رنگ میں رنگ دیا۔ ملکہ نے نقاب تو جہاز پر سوار ہوتے ہی اتار دیا تھا۔ لیکن یورپ پہنچ کر وہاں ایسے ایسے زنانہ فیشن اختیار کئے جو مغربی شرفاء کی خواتین میں سے بھی شاید ہی کوئی پسند کرتی ہوں۔ آخر امان اللہ خاں جب سیاحت ختم کر کے اپنے ملک میں پہنچے تو مغربی تہذیب وتمدن سے اس درجہ مسحور ہو چکے تھے کہ انہوں نے اپنے ملک میں مغربی معاشرت جاری کرنے کے لئے جبر سے کام لینا شروع کر دیا۔'' (یہی وہ مغربی تہذیب تھی جس کو چند روز پہلے آسمانی گزٹ اصلاحی تجاویز قرار دے کر علماء کو کوس رہا تھا)

''ہمارے حضرت امام ایدہ اللہ تعالیٰ (موسیو بشیر) نے پہلے ہی (بطور پیشینگوئی) بتا دیا

تھا کہ افغانستان کا اختیار کردہ راستہ ترقی کا نہیں۔ بلکہ ترقی کے لئے اسلام کی ضرورت ہے۔"

(الفضل ۲۵؍ جولائی ۱۹۲۸ء)

"اب جب کہ دست قدرت نے امان اللہ خاں کو ہر لحاظ سے تہی دست کر دیا۔ مناسب یہی ہے کہ ان کا ذکر اگر عبرت کے طور پر کرنا پڑے۔ تو انہی الفاظ میں کیا جائے۔ جو ان کی حالت کے مطابق ہوں۔ ورنہ ایک سقہ کے بچہ کے خوف سے بھاگ آنے والے کو اگر غازی اور شہریار غازی کہا جائے۔ تو یہ اس کی توقیر نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے ساتھ تمسخر ہوگا لیکن سرزمین ہند جہاں لوگ بیٹھے بٹھائے غازی بن جاتے ہیں۔ وہاں جنگ سے بھاگا ہوا کیوں غازی نہ کہلائے۔ "غازی" امان اللہ خاں کا وجود جس قدر افغانستان کے لئے مفید سمجھا گیا تھا۔ خدا کی شان اتنا ہی نقصان رساں اور تباہی خیز ثابت ہوا ہے۔" (الفضل ۵؍ جولائی ۱۹۲۹ء)

ہر دو قسم کے اقوال آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ اب غور فرمایئے۔ کہ اسلام کی خدمت کی اب ضرورت ختم ہوگئی تھی جو انہوں نے سیاست میں دخل دیا اور سنئے۔ کانگرس کا زور ہوا تو خلیفہ قادیان اس حکومت کے خلاف جس کے بے شمار احسانات بقول خلیفہ قادیان مرزا کے خاندان پر ہیں۔ یوں ارشاد فرماتے ہیں: "حضرت مرزا قادیانی نے وہ کام تو کر دیا ہے جو آنے والے مسیح کے لئے مقرر تھا۔ اب آنے والے کے لئے کوئی اور کام باقی نہیں۔ اور اس لئے کسی اور کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ بات بالکل عقل کے خلاف ہے کہ کسی کے لئے خدا تعالیٰ نے کوئی کام مقرر کیا ہوا۔ اور اسے دوسرا آ کر کر جائے۔ عیسائیت میں بھی تنزل کے آثار شروع ہو چکے ہیں۔ اور عیسائیوں کا غلبہ مٹ رہا ہے۔ آج سے پچاس سال قبل کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ انگریز کبھی ہندوستان کو..... حقوق دے دیں گے۔ لیکن اب وہ آہستہ آہستہ دے رہے ہیں۔ پھر ان کی تجارتی طاقت بھی ٹوٹ رہی ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ انگریز کہتے تھے۔ ہم یورپ کی دو بڑی سے بڑی طاقتوں سے دوگنا بحری بیڑا رکھیں گے۔ اس زمانہ میں حضرت مرزا قادیانی نے پیش گوئی فرمائی ہے۔

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں آثار ضعف واختلال

اس کے کچھ عرصہ بعد جب ملکہ وکٹوریہ فوت ہوئیں تو اس سلطنت میں آثار ضعف شروع ہو گئے۔ ہندوستان میں جو رورو آج نظر آ رہی ہے یہ دراصل جنگ ٹرانسوال کے زمانہ میں

ہی شروع ہوگئی تھی۔ اس وقت ہندوستانیوں نے خیال کیا کہ اگر یہ تیس لاکھ انسان انگریزوں کو تنگ کرسکتے ہیں۔ تو ہم کیوں نہیں کرسکتے۔ چنانچہ اسی وقت سے یہ کشمکش شروع ہوئی۔ اور پھر روز بروز ضعف زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اب عیسائیت کھڑی رہ ہی نہیں سکتی۔ حضرت مرزا قادیانی نے مسیح کو مار دیا اور اس طرح اسلام کو عیسائیت کے غلبہ سے بچالیا۔ بلکہ اناجیل سے وفات مسیح ثابت کرے۔ باقی دنیا کو بھی عیسائیت کے غلبہ سے محفوظ کردیا ہے۔" (الفضل ۷؍مارچ ۱۹۳۰ء ص ۱۴)

"ہندوستانی غیر محدود زمانہ تک غیر ملکی حکومت گوارا نہیں کرسکتا۔ اب ہندوستان خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔" (الفضل ۲۶،۲۹؍جون ۱۹۳۰ء)

"سائمن کمیشن اس غرض کے لئے مقرر کیا گیا تھا کہ دیکھا جائے۔ مزید اختیارات کس حد تک دئے جاسکتے ہیں۔ ادھر ہندوستان میں اس حد تک بیداری تعلیم آزادی کا احساس پیدا ہوچکا ہے۔ اور دوسرے ممالک اس طرح آزاد ہورہے ہیں کہ اب ہندوستانی خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔ اور یہ ممکن ہی نہیں کہ دنیا کی آبادی کا ۱/۴ حصہ غیر محدود اور غیر معین عرصہ تک ایک غیر ملکی حکومت کی اطاعت گوارا کرسکے۔ اگر یہ مطالبہ منظور نہ کیا گیا۔ تو آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ملک عقل مندی، مصلحت اور دور اندیشی کے تمام قوانین توڑنے کے لئے کھڑا ہوجائے گا۔ اور خواہ اسے خودکشی کہا جائے اور خواہ اس کا نام تباہی وبربادی رکھا جائے۔ خواہ اسے ہلاکت اور خونریزی قرار دیا جائے۔ ملک اس کے لئے آمادہ ہوجائے گا۔" (الفضل ۹؍مئی ۱۹۳۰ء)

"میں نے پہلے ہی لکھا تھا کہ جس وقت سے ملک میں حکومت خود اختیاری کا سوال پیدا ہوا ہے۔ حکومت ہمیشہ زبردست کا ساتھ دینے کی کوشش کرتی ہے۔ کیونکہ کوئی خواہ کتنا ہی دیانت دار ہو۔ اگر اس میں دینداری اور روحانیت نہیں۔ تو وہ قومی مفاد کے مقابلہ میں دیانت داری کی کوئی زیادہ پرواہ نہیں کرتا۔ (انگریزوں کی طرف اشارہ ہے) جس کے اخلاق کیسی ہوں۔ وہ جہاں بھی قومی سوال پیدا ہوگا۔ انہیں خیرآباد کہہ دے گا۔ اس لئے میں نے پہلے بھی کئی بار کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ جوں جوں ہندوستان میں حکومت خود اختیاری کا سوال زور پکڑتا جائے گا۔ انگریز زبردست کی طرف جھکتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ زبردست کی حمایت کے بغیر ہم یہاں نہیں رہ سکتے۔ آئرلینڈ میں دیکھ لو کیا ہوا۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر حکومت کا ساتھ دیا حکومت نے جب دیکھا کہ ملک میں مخالفت بڑھ گئی ہے۔ تو اس نے ان جانبازوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ایسے ایسے قوانین پاس کردیئے جنہیں ان بہادروں نے اپنی حق تلفی سمجھا۔ وہ

لوگ ان کے ہم مذہب ہم قوم اور وفادار تھے۔ لیکن ان تعلقات کے ہوتے ہوئے جب زبردست کے مقابلہ میں پرواہ نہ کی گئی۔ تو صرف وفاداروں کو جو نہ ان کے ہم مذہب ہیں۔ اور نہ ہم قوم، ساتھ چھوڑ دینا کونسی اچنبے کی بات ہے۔" (خلیفہ محمود) (الفضل ۱۱/ اکتوبر ۱۹۲۹ء ص ۶)

مذکورہ بالا اقوال تو اس وقت کے ہیں۔ جب کانگریس زوروں پر تھی۔ مگر جونہی چند دن بعد کانگریس قادیانیوں کے خیال میں ہی ناکام دکھائی دی تو خلیفہ قادیان ارشاد فرماتے ہیں: "ہندوستان کے سے غریب ملک میں اسی قسم کی دوسری تحریکیں جو لاکھوں آدمیوں کو قوت لایموت مہیا کرنے سے باز رکھ رہی۔ جس قدر تباہی اور بدامنی پیدا کر سکتی ہیں وہ ظاہر ہے، اور حالات جس حد تک نازک ہو چکے ہیں۔ وہ خود کانگریسیوں سے بھی پوشیدہ نہیں۔ لیکن باوجود اس کے وہ اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے نظر نہیں آتے۔ حالانکہ عقل مندی اور دور اندیشی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان کوئی ایسی راہ اختیار نہ کرے جو حریف کے علاوہ اپنے آپ کو بھی ہلاکت کے گڑھے میں گرا دے مگر ان لوگوں کو جو ہندوستان کے نجات دہندہ بننا چاہتے ہیں۔ اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے افعال حکومت کی نسبت خود ان کے لئے ان کے ملک کے لئے اور ان کے ہم وطنوں کے لئے زیادہ نقصان رساں اور ہلاکت آفرین ثابت ہو رہے ہیں۔

مگر ان سے باز نہیں آتے کسی نہ کسی مرحلہ پر پہنچ کر انہیں باز تو آنا پڑے گا۔ کیونکہ جوں جوں ان کی غلط کاریوں اور نقصان رسانیوں سے عام لوگ آگاہ ہوتے جائیں گے۔ ان کا وہ جوش سرد ہوتا جائے گا۔ جس کی وجہ سے اندھا دھند کانگریسی لیڈروں کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور جوں جوں اس کے زخم ٹھنڈے ہوتے جائیں گے۔ تھک اور ہار کر ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہوتے جائیں گے۔ اس کے آثار ابھی سے نظر آ رہے ہیں۔ چنانچہ مختلف صوبوں میں وہ لوگ جنہوں نے بڑے جوش و خروش سے قانون شکنی کی تھی۔ گورنمنٹ سے معافی مانگ کر اور آئندہ اس قسم کی حرکات نہ کرنے کا عہد کر کے رہائی حاصل کر رہے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔" (الفضل ۶/ ستمبر ۱۹۳۰ء ص ۳)

اور سنئے کانگریس پر نکتہ چینی کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں: "پس میں جماعت کو پورے زور سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ خلاف امن تحریکات کی خبر گیری کریں۔ اور وقتاً فوقتاً مجھے اطلاعات بھیجتے رہیں۔" (تاکہ یہی اطلاعات حکومت کو بھیج کر اپنا احسان جتایا جائے کہ دیکھو ہم سی آئی ڈی کا کام سرانجام دیتے ہیں)

آگے لکھتے ہیں: ’’میں نے ایک سکیم بھی تیار کی ہے۔ جس کے ماتحت پچیس سال تک کے تمام نوجوانوں کو منظم کیا جائے گا۔ لیکن علاوہ اس تنظیم کے ہمارے جماعت کے ہر فرد کو حکومت کے اس معاملہ میں مدد کرنی چاہئے۔‘‘ (حکومت کی مدد کرو گے تو حکومت مضبوط ہوگی۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے مرزا کی پیش گوئی جو حکومت کی تباہی کے لئے کی گئی ہے۔ کیونکر پوری ہوگی۔ پس کیا یہ باتیں تم دل سے کہہ رہے ہو) (خطبہ خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل ۷؍ جولائی ۳۲ء)

سوال یہ ہے کہ اب اپنی جماعت کے نوجوانوں کو حکومت کی امداد کے لئے تیار کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا ہندوستان مسلمان ہوگیا؟ خاص قادیان کی کہو کہ وہاں ہند، سکھ، عیسائی باقی نہیں رہے۔ کیا اسلام کو آج سپاہیوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اسلام کا وہ درد جو ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوا تھا کہاں گیا۔ کیا اسلام کی خدمت کا کام ختم ہو چکا۔ جواب اس سے فارغ ہو کر خدا کو ملنے کے بجائے اب دنیا یعنی سیاست کے پیچھے پڑے ہو۔

ہمیں اس وقت اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ قادیانی فوج تیار ہوئی تو کیا کرے گی؟ ۱…… جو لوگ قادیان میں مذبح کو نہ بچا سکے وہ کیا کریں گے۔ ۲…… یہ صرف لفظی طور پر حکومت کے خوش کرنے کے لئے فوج کی تیاری کا اعلان کیا ہے۔ ۳…… یہ سمجھا ہے کہ حکومت کو امداد کی ضرورت تو ہوگی نہیں۔ لفظی ہمدردی میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ ہمارا مقصود تو اس وقت قادیانی خلیفہ کے اقوال سے ان کی دورنگی ظاہر کر کے یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ یہ کمپنی کوئی مذہبی جماعت نہیں بلکہ ایک تجارتی کمپنی ہے۔ جس نے مذہب کی اوڑھنی اوڑھ رکھی ہے۔

قادیانی کمپنی کا موجودہ طرز عمل ملاحظہ فرمایئے۔ کشمیر میں فتنہ انگیزی، معاملات کشمیر میں دخل در معقولات، کشمیر کمیٹی کا ڈھونگ، مسلم لیگ کی صدارت، ایک قادیانی کا گول میز کانفرنس میں جانے کے لئے انتہائی کوشش کرنا وغیرہ ذالک۔

قادیانی ان معاملات میں کیوں منہمک ہیں۔ یا مسلمانوں کے معاملات میں دخل دے کر قادیانیوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ اس وقت اس چیز پر ہماری بحث نہیں۔ ہمارا سوال تو صرف یہ ہے کہ کیا اسلام کی خدمت کا کام سرانجام پا چکا۔ جواب سیاست میں دخل دے رہے ہو۔ اور تمہارا یہ اعلان کہاں گیا؟ ’’اگر ہم تھوڑے سے آدمی بھی سیاست میں لگ جائیں تو اور کون ہوگا جو اسلام کی خدمت کرے گا۔ اگر تمہیں خدا پیارا ہے تو سیاست کو چھوڑ دو۔‘‘

پس یا تو مانو کہ اب خدا پیارا نہیں یا اس بات کا اقرار کرو کہ بقول خود ’’سیاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔‘‘ تم دراصل ہو ہی سیاسی گروہ۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

خطبہ عیدالاضحیٰ ۱۳۵۳ھ

ترکان احرار کا پیغام

◯

ترکی کے نامہ نگار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدق خلیل کی سالگرہ

خطبہ عید الاضحیٰ ۱۳۵۳ھ

برادران اسلام! آج اس عظیم الشان قربانی کی سالگرہ منائی جارہی ہے۔ جس میں سرورکائنات ﷺ کے جد پاک حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے صدق اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے صبر کی آزمائش ہوئی۔ ضرورت ہے کہ ہم اس سنت کی سالگرہ مناتے ہوئے غور کریں کہ اس قربانی کا مقصد کیا تھا اور ہر سال ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور اسلام کی بین الاقوامی کانفرنس یعنی حج کے دوسرے روز عید الاضحیٰ کے نام سے اس قربانی کی یاد کیوں تازہ کی جاتی ہے۔ جس میں لاکھوں کروڑوں حلال جانداروں کا خون اللہ کی فوج کے سپاہی یعنی مسلمان اپنے ہاتھوں سے بہانے کی مشق کرتے ہیں؟

اگر صدق خلیل علیہ السلام اور صبر اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ اور اس کے بعد کے اسلامی واقعات پر نگاہ دوڑائی جائے۔ تو ہمیں اس کا جواب خود بخود مل جائے گا۔ اور ماننا پڑے گا کہ اس مشق...... کروانے کا منشاء صرف یہ ہے کہ اللہ کی فوج دنیا بھر میں حکومت الٰہی قائم کرنے کی عادت حاصل کرتی رہے۔ تاکہ...... اسلام کا نصب العین پورا ہو۔

اسلام کا نصب العین کیا ہے؟

اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کی حکومت قائم کی جائے۔ تاکہ نوع انسانی اسی دنیا میں اجتماعی مصیبتوں سے نجات پاکر دنیا اور آخرت میں اللہ کی نعمتوں کا لطف اٹھا سکے۔ اسی لئے بانی اسلام محمد ﷺ (ابی وامی فداہ) نے شرف نبوت یعنی چالیس سال کی عمر سے اس کام کو شروع کر کے متواتر اکیس برس تک بے شمار قربانیوں کے بعد ۸ھ میں مرکز عرب اور اپنے وطن مکہ بلکہ معلوم دنیا کے تقریباً وسط میں ہونے کی وجہ سے مرکز عالم میں حکومت الٰہی قائم کردی۔ اور تقریباً دو سال تک اس نظام حکومت کو چلانے کے بعد ۶۳ رسال کی عمر میں ۱۱ھ میں وفات پائی۔ حجۃ الوداع (آخری حج) کے موقع پر مکہ کی ایک پہاڑی کے اوپر اونٹنی پر سوار ہوکر حضور نے تقریباً ایک لاکھ اور کئی ہزار کے مجمع میں خطبہ دیا۔ جس میں آپ نے اعلان کیا۔ قیام حکومت الٰہی کے لئے جو کام اللہ کی طرف سے میرے سپرد ہوا۔ اس کی تکمیل ہوگئی اور اس حکومت کا نظام نامہ اور دستور

العمل (کانٹی ٹیوشن) قرآن ہے۔ اور کہ آئندہ مسلمانوں کی پالیسی یہ ہوگی۔ کہ دنیا بھر میں یہی نظام حکومت الٰہی (دستور العمل) نافذ کیا جائے۔ چنانچہ حضورﷺ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے عہد تک وہی نظام حکومت الٰہی قائم رہا۔ اور جمہوریت اسلامیہ شام، مصر، ایران اور عراق وغیرہ تک پھیل گئی۔

عہد معاویہؓ میں نظام حکومت الٰہی کے بجائے شخصی حکومت کا قیام

لیکن اس کے بعد شہادت عثمانؓ سے پیدا شدہ اموی ہاشمی سوال نے بنو اُمیہ کی زبردست اکثریت اور کچھ وقتی حالات کی وجہ سے معاویہؓ کے لئے سیاست اسلامیہ پر قابض ہوجانے کا موقع پیدا کردیا۔ اور جناب امیر کرم اللہ وجہہ کا عہد خلافت ختم ہوتے ہی جمہوریت الہیہ اسلامیہ شخصی حکومت میں تبدیل ہوگئی۔ اور اسی بدعت کو قائم رکھنے کے باعث صبر حسینؓ کی آزمائش ہوئی۔ یہ اس لئے کہ معاویہؓ نے خلافت اسلامیہ الٰہیہ کو شخصی حکومت بنا دینے کے بعد اس بدعت کو نسلی وراثت بنا دیا اور اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو وارث تخت قرار دیا۔ لیکن سید الشہداؑ نے اس بدعت کو تسلیم کرنے کے بجائے تاج شہادت قبول کیا۔ اور رہتی دنیا تک مثال قائم کردی کہ مرد مومن حکومت الٰہی میں ردوبدل برداشت کرنے کے بجائے اپنی جانوں پر کھیل جانے کی سنت تازہ رکھنا پسند کرتے ہیں۔ خلیل اللہ کی قربانی کے بعد اسلام کی اس سب سے بڑی قربانی کا لطف اقبال نے اپنی تازہ تصنیف "بال جبریل" میں اس طرح پھیلایا ہے کہ۔

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

آج اس بنیادی سبق کو بھول کر ہم مسلمان کہلاتے ہوئے بھی ذلت وخواری میں مبتلا ہیں اور ملکوں کے ملک کھودینے کے ساتھ ہی ایمان لٹا بیٹھنے کے بعد بھی اپنی اسلامیت پر مطمئن ہیں۔ خدا کے لئے غور کرو کہ مقصد اسلام سے منہ پھیر کر.......... بنیادی سنت کی پیروی کے بغیر ہمارا اسلام محمدﷺ کی منافقانہ وفاداری کے دھوکہ باز اعلان کے سوائے اور کیا ہے؟

اب ہمارے سامنے سوال صرف یہ ہے کہ آیا ساڑھے تیرہ صدیاں گزر جانے کے بعد اس وقت تک چالیس پچاس کروڑ مسلمانوں کی موجودگی کے باوجود دنیا بھر میں حکومت الٰہی قائم ہوگئی یا کہ نہیں؟ جس کا جواب صاف ہے کہ دنیا بھر میں حکومت الٰہی قائم ہونے کے بجائے عہد معاویہؓ سے لے کر اب تک حکومت الٰہی کا صحیح تصور بھی ہمارے ذہن سے دور رہا۔ اور بنو اُمیہ و بنو

عباس اور دوسرے مسلمان حکمرانوں کی غیر اسلامی شخصی حکومتوں کو ہم الٰہی حکومتیں سمجھتے رہے۔ زیادہ تر ملت اسلامیہ کی اس ایک غلط فہمی کی وجہ سے دنیا کا بڑا حصہ اسلام یعنی حکومت الٰہی سے اب تک محروم ہے۔

اسی لئے امام احمد بن حنبلؒ کو سچ کہنے کے بدلہ میں کوڑوں سے اپنا جسم لہولہان کروانا پڑا۔ اور قید و بند کا مزا چکھنا پڑا۔ امام ابو حنیفہؒ کو راست گوئی کی خاطر جیل جا کر یوسف علیہ السلام کی سنت تازہ کرنی پڑی۔ امام ابن تیمیہؒ نے بھی جیل خانہ کی ہوا کھا کر سچائی کی سند حاصل کی۔ قیام حکومت کے سلسلہ ہی میں مولانا اسماعیل شہیدؒ کی شہادت کو ابھی ایک صدی ہی کا عرصہ گزرا ہے۔ اور دور کیوں جاتے ہو۔ اس زمانے کے حامیان حکومت الٰہی شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حکیم محمد اجمل خاں صاحب مرحوم اور رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحبؒ کے تو ابھی کفن بھی میلے نہیں ہوئے۔

موجودہ زمانہ میں حکومت الٰہی کے قیام کی آسانیاں

ساڑھے تیرہ صدیوں میں جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ لیکن ہمارا سفر ابھی بہت زیادہ باقی ہے۔ لیکن ہمارا کام بہت آسان ہو گیا ہے۔ کیونکہ موجودہ دنیا کی علمی تحقیقات اور سائنس کی ایجادات نے قرآن کی ظاہر و پوشیدہ سچائیوں کو عقلی کسوٹیوں پر لگا کر اقرار کرنا شروع کر دیا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہی تعلیم فطرت ہے۔ اس لئے اسی تعلیم میں دنیا کی نجات ہے۔ اسی لئے دنیا خود بخود حکومت الٰہی کی متلاشی اور حمایت پر آمادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور مختلف ناموں سے قیام نظام حکومت الٰہی کے لئے کوشاں ہے۔ مسلمانو! سمجھو کہ نظام حکومت الٰہی کیا ہے۔ تاکہ اسے سمجھ کر ہم اپنی منزل کا راستہ آسان بنائیں۔

نظام حکومت الٰہی

نظام حکومت الٰہی کی تفصیل و تشریح قرآن و حدیث اور ان دونوں کی زندہ تفسیر یعنی آخری نبی کے نمونۂ عمل میں موجود ہے۔ جس کا اختصار یہ ہے کہ دنیا کا حکمران یعنی اللہ ایک ہے۔ محمد ﷺ اس کے آخری رسول ہیں۔ جن کے ذریعہ سے دنیا کو آخری مکمل آئین (کانسٹی ٹیوشن) دیا گیا ہے۔ اور انہیں کے ہاتھ سے حکومت الٰہی کا نمونہ مکہ میں قائم ہوا۔ جس کے بعد اعلان کیا گیا کہ سب اولاد آدم ایک ہی کنبہ ہے۔ اور آدم مٹی سے بنا تھا۔ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں۔ نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے۔ کسی نسل کو کسی نسل پر کوئی امتیاز نہیں۔ صرف فضیلت کے قابل وہی انسان ہے۔ جو پاکباز اور نیک عمل کرتا ہے۔ حکومت الٰہی میں ساری دنیا کی دولت دنیا والوں کی

مشترکہ ہے۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ وہ سود یا دوسرے ناجائز ذرائع سے خلق خدا کی روزی چھینے۔ بلکہ حکومت الٰہی کا فرض ہے۔ ہر فرد رعایا کو حسب ضرورت روٹی دے۔ اور قرآن کے اصولوں کے مطابق ضرورت سے زیادہ دولت اکٹھی کر کے رکھنے والوں سے وقتاً فوقتاً دولت حاصل کر کے مستحقین اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرتی رہے۔ جس کا نام اسلام نے زکوٰۃ، حقوق ہمسایہ، حقوق یتیم، حقوق بیوگان، حقوق مسافر، حقوق اپاہج، حقوق مساکین، حقوق اخراجات نظام حکومت وتقسیم جائیداد وبذریعہ وراثت رکھا ہے۔ عورتوں کو وراثت ملکیت کا حق ہوگا۔ رضامندی سے نکاح اور ناچاقی کی صورت میں شوہر سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ اور خاوند کی ہٹ دھری کی صورت میں بذریعہ قاضی خلع کا حق رکھتی ہے۔

فسق وفجور اور فضول رسومات کا رواج قانوناً بند ہوگا۔ سود کے بغیر مقررہ پابندیوں سے تجارت کرنے کا اور محنت ومزدوری یا زراعت کے لئے ہر شخص کو حق حاصل ہوگا۔ حکومت الٰہی کی فوج یعنی مسلمانوں پر روزانہ پانچ دفعہ جماعت بند ہونا اور ان کے نمائندوں کے لئے ہر سال مرکز اسلام میں ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کرنا فرض ہوگا۔

مسلمانو! حکومت الٰہی کے قیام کے لئے اٹھو!

نام کے مسلمانو! سوچو کہ اس دنیا میں بہشت کے نمونہ سے لطف اٹھانے اور دوسری زندگی میں بہشتی زندگی کی عادت حاصل کرنے کے لئے حکومت الٰہی کے قیام سے زیادہ نیک عمل اور کونسا ہو سکتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ریلوں، ہوائی جہازوں، چھاپہ خانوں اور دوسری ایجادات سے تمہارا کام کس قدر آسان ہو گیا ہے۔ اللہ کا نام لے کر حکومت الٰہی کے قیام کے لئے اٹھو۔ زمانہ پکار پکار کر تمہیں کہہ رہا ہے۔ کہ۔

معمار حرم باز به تعمیر جهاں خیز
از خواب گراں، خواب گراں خواب گراں خیز

ترکان احرار کا پیغام

ترکان احرار صدیوں سے حکومت الٰہی سنبھالنے کے دعویدار چلے آتے ہیں۔ گو حکومت عثمانیہ بھی کلیۃً نظام حکومت الٰہی کے مطابق نہ تھی۔ لیکن ترکوں نے اپنے علماء دین پر بھروسہ کر کے اپنی عقل کے مطابق حکومت عثمانیہ کو ہی حکومت خلافت اسلامیہ سمجھ کر قائم رکھا۔ لیکن آخر کار مسلمانان عالم کے اعمال کی سزا اس رہی سہی خلافت اسلامیہ کو بھی اٹھانی پڑی۔ اور حکومت عثمانیہ

ہماری غفلتوں اور دینی بے حسی کی نذر ہوگئی۔ جسے اسلام کے مجاہد اعظم انور پاشا نے اپنے سر کی بازی لگا کر بچانے کی کوششوں کے بعد آخر وسط ایشیا میں غریب الوطنی کی حالت میں اپنی کروڑوں جانوں سے قیمتی جان میدان جنگ میں قربان کردی۔ لیکن یہ سعادت غازی مصطفیٰ کمال اتاترک (ترک اعظم) کی تلوار کو حاصل ہوئی۔ اس مرد مجاہد نے غازی عصمت پاشا، غازی رؤف پاشا اور غازیہ خالدہ ادیب خانم کی امداد واعانت سے دوبارہ جمہوریہ ترکیہ کی بنیاد رکھی۔ آج اسی مصطفیٰ کمال کے وطن ترکیہ کے شہر استنبول کی جامع مسجد کے امام حافظ نور اللہ آفندی اور خود مصطفیٰ کمال کی زبان سے پیغام آیا ہے کہ حکومت الٰہی کے قیام میں رکاوٹ پیدا کرنے والے اور بغاوت پھیلانے والے فتنوں کے استیصال کے لئے کمال اعظم اور ملت ترکی ہمہ تن تیار ہے۔ اس پیغام کے پہنچانے والے روزنامہ اخبار ''احسان'' لاہور کو اللہ زندہ رکھے۔

آثار بتا رہے ہیں کہ یہی پیغام انشاء اللہ مسلمانوں کی پھوٹ اور انتشار ختم کرنے کا باعث ہوگا۔ اور ایک دن آئے گا کہ۔

آملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک
موج مضطر ہی انہیں زنجیر پا ہوجائے گی

حکومت الٰہی کی حمایت کے لئے ترکان احرار کا تازہ اقدام

اخبار ''احسان'' لکھتا ہے کہ مورخہ ۲۰ر جنوری ۱۹۳۵ء کو جامع مسجد استنبول میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ملت ترکیہ کے ۷۰ر ہزار فرزندوں کے علاوہ ۵۰ر قائدین ملت نے بھی شمولیت کی۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد رئیس العلماء حافظ نور اللہ نے آلہ جہیر الصوت پر ایک بصیرت۔ افروز تقریر کی اور کہا کہ اس وقت دشمنان اسلام میں تشتت وافتراق کا بیج بونے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہیں اور اس بات کے درپے ہیں۔ کہ بھائیوں بھائیوں میں پھوٹ ڈال کر مسلمانوں کی قوت کا شیرازہ منتشر کردیں اور اسلام کے مقدس اصولوں کو پائمال کر کے ملت اسلام کی یکجہتی کے رشتہ کو منقطع کردیں۔

اکثر اسلامی ممالک میں آئے دن ایسے آدمی پیدا ہوتے رہتے ہیں جو اپنی خرافات سے حضور سید البشر والکائنات ﷺ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوکر ہمارے محکوم مسلمان بھائیوں کے جذبات کو مجروح کرتے رہتے ہیں۔

ترکوں کے جذبہ اسلامی سے اپیل

اے ترک مجاہدو! تمہارے آباؤ اجداد تحفظ ناموس رسالت اور رفعت وشوکت اسلام

کے لئے آٹھ سو سال تک شمشیر بکف پھرتے رہے اور پھر چار وانگ عالم میں خدمت اسلام کے لئے اپنا خون بہا کر حضور رسالت مآب ﷺ کی روح مبارک کی خوشنودی سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اس لئے تمہیں بھی چاہئے، کہ اسلام کی عزت کو برقرار رکھنے کے لئے تم بھی اپنے اباؤاجداد کے نقش قدم پر گامزن رہو اور ملت اسلام کی ناموس کی حفاظت کو فرض جانتے ہوئے اس فرض کی بجا آوری میں بالکل کوتاہی نہ کرو اور اسلام کے خلاف خرافات بکنے والوں کو عبرتناک سزا دے کر برادران اسلام کو اس روحانی عذاب سے نجات دو۔ جس میں وہ مدت سے مبتلا چلے آتے ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ تم اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کرو اور غیر مسلم اقوام کے مقابلہ میں انہیں سربلند کر کے دنیا پر عیاں کر دو کہ تمام مسلمان ایک عالمگیر اخوت کے رشتے میں منسلک ہیں۔

میں تمہارا مذہبی رہنما ہونے کی حیثیت سے درخواست کرتا ہوں کہ تم قرآن پاک کی تعلیمات کے مطابق اپنے محکوم لیکن مسلمان بھائیوں کے متعلق دل میں کوئی ایسا خیال نہ لاؤ۔ جو بغض وعداوت پر مبنی ہو۔ پرانے واقعات کو بھول جاؤ۔ اور ان لوگوں کو جو توحید باری تعالیٰ، رسالت محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ بلا تخصیص رنگ ونسب اپنے بھائی سمجھو۔ ان کے غم کو اپنا غم اور ان کی مسرت کو اپنی مسرت سمجھو۔ اس میں شک نہیں کہ تمہارے محکوم بھائیوں نے محکومیت کی مجبوریوں کے ماتحت ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔ لیکن یقین جانو کہ وہ اپنی اس حرکت سے نادم ہیں۔ تمہیں خدا نے روئے زمین کے مسلمانوں پر فوقیت دی ہے۔ اور یہ سب خدائے تعالیٰ کا فضل ہے۔

قادیانی دجل کی حقیقت

میرے غیور بھائیو! آج میں تمہارے ساتھ فرقہ مرزائیہ کے دجال کا تار پود بکھیرنا چاہتا ہوں۔ اس فرقہ کی ابتداء ہندوستان کے ایک قصبہ قادیان سے ہوئی تھی۔

آج سے چند سال قبل مرزا غلام احمد نامی ایک آدمی نے اپنے نبی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اپنی فریب کاریوں سے اس نے ایسا اثر پیدا کیا کہ معدودے چند احمقوں نے اس کی بیعت کر لی۔ اور اس کی نبوت کا اقرار کر لیا۔ (اس وقت حاضرین میں سے کسی نے مرزا غلام احمد کی لیاقت اور اس کی اقتدار کے متعلق سوال کیا۔) مقرر نے جواب دیا کہ مرزا مذکور سرکاری دفتر میں معمولی اہلکار تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اپنی شاطرانہ چالوں اور فوق العادت غباوت فطری کی وجہ سے ''نبی'' کے رتبہ تک جا پہنچا۔ اس نے اپنی گرد وپیش کاسہ لیسوں کا ایک حلقہ جمع کر لیا تھا۔ جو اس کی تائید وحمایت میں مضامین لکھتا۔ اور اس کی تالیفات کی تعریف میں رطب اللسان رہتا۔ اس نے

ہندوستان کی موجودہ حکومت کی تائید واعانت کے بل بوتے پر وہاں کے مسلمانوں کو پریشان کرنا شروع کردیا۔

اور انہوں نے کفر والحاد کے فتوے چسپاں کرنے شروع کردیئے۔ میں اور میرے چند رفقاء، مرزائیہ کی ایمان سوز سرگرمیوں کا دلچسپی سے مطالعہ کررہے ہیں۔ افسوس ہے کہ ترکی مدتوں تک شخصی حکومت کی زنجیروں میں جکڑا رہا اور جب ملوکیت کی نحوست دور ہوئی تو غیر مسلم اقوام نے اسے تباہ کرنے کے لئے اس پر یورش کردی۔ اور ہمیں آج تک کوئی موقع نہیں مل سکا کہ ہم عوام کو باقاعدہ اس نئے فرقے کے حالات سے مطلع کرسکیں اور انہیں بتاسکیں کہ اس فرقہ نے اغیار کی مدد سے شعائر اسلامی میں رخنہ اندازی کرکے اسلام کو نقصان پہنچانے کی کس قدر کوشش کی ہے۔

قرآنی آیات میں تحریف

میرے عزیزو! مرزا نے قرآنی آیات کی ترجمانی میں بہت تحریف سے کام لیا ہے۔ اور قرآنی آیات میں اپنے نام کو داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے جہاد کو منسوخ کردیا اور مکہ معظمہ کے بجائے حجاج کی عقیدت کا مرکز قادیان کو قرار دیا۔ وہ کلیم اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ اور عوام میں ہمیشہ یہ مشہور کرتا تھا کہ رات کو مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ مجھ میں مسیح موعود کی تمام نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے مجھ پر ایمان لے آؤ۔

مرزا کے جانشین

مرزا کے مرنے کے بعد اس کے جانشین بدستور اسی غلط راہ پر کاربند رہے جو مرزا قادیانی نے ان کے لئے تجویز کیا تھا۔ وہ لوگ ذلیل سے ذلیل حرکات کے ارتکاب سے نہیں ہچکچاتے اور پچھلے دنوں تو انہوں نے مسلمانوں کی تحقیر اور حقوق شکنی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ان کا دعویٰ کہ ان کے سوا روئے زمین کے مسلمان کافر ہیں۔ مرزا قادیانی کا جانشین بشیر الدین محمود اپنے آپ کو دنیا کا روحانی حکمران تصور کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔ کہ میں اپنی بددعاؤں سے تمام پر بیماریاں اور عذاب نازل کردوں گا۔

’’احسان‘‘ اور ’’زمیندار‘‘ کی تحریروں کا اثر

پچھلے دنوں حاجی محمد زکریا صاحب نے جو آج کل ہندوستان مقیم ہیں۔ مجھے ایک خط اور اس کے ساتھ ’’زمیندار‘‘ اور ’’احسان‘‘ کے چند پرچے بھیجے۔ جن کا ترجمہ سن کر میں نے محسوس

کیا کہ واقعی اس فرقہ ضالہ نے ہندوستان کے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ خود حاجی محمد زکریا صاحب نے اپنے مکتوب میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ قادیانیوں نے مسلمانوں کے خلاف ذلیل پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔ اور اس ضمن میں انہوں نے ترکی علماء پر بھی کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی خرافات کو پڑھ کر میرا دل خون ہو گیا ہے۔

یہ فرقہ ضالہ مرزائیہ اس وقت ملت اسلامیہ کی تخریب کے درپے ہے۔ ان کی ناپاک کوششوں کا منتہا یہ ہے کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہر ممکن طریق سے تکلیف پہنچائیں۔ اور انہیں تخویف وتہدید سے مرعوب کریں۔

شدید احتجاج

میں اور ترکی کے دوسرے تمام علماء مرزا کی تعلیمات کو قرآن پاک کی تعلیم کے منافی خیال کرتے ہیں۔ اور ہر مسلمان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس فتنہ آخر زمان کے خلاف شدید احتجاج کریں۔ اور اگر ضرورت پڑے تو اس فتنہ کے استیصال کے لئے مالی اور جانی جہاد کرنے میں دریغ نہ کریں۔

میرے دوستو! یہ وہی ذلیل گروہ ہے۔ جس نے جنگ عظیم میں ترکی کی شکست پر خوشی کے شادیانے بجائے۔ اور سقوط بغداد اور عربستان سے ترکوں کے اخراج کے موقع پر حکومت ہند کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ میں ترکوں سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی قوت کے مطابق اس فتنہ کے انسداد کے لئے کوشاں ہوں۔

ہمیں چاہئے کہ مجلس ملی کی وساطت سے حکومت ہند کے پاس اس کی مرزائیت نوازی کے خلاف احتجاجی مکتوب ارسال کریں۔ اور اس سے درخواست کریں کہ اگر حکومت ہند مرزائیوں کا قلع قمع کرنے سے قاصر ہے تو ترک مجاہدوں کو اجازت دے کہ وہ اپنے محکوم بھائیوں کی امداد کر سکیں۔ میرے بھائیو تم دنیا پر ثابت کر دو کہ ترک ابھی تک اسلام پر قائم ہیں۔ اور تاحشر بدستور قائم رہیں گے۔ نیز وقت پڑنے پر وہ دشمنان اسلام کو دندان شکن جواب دے سکنے پر قادر ہیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی تقریر

اس تقریر کے بعد آلہ جہیر الصوت پر انگورہ سے جواب دیتے ہوئے غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے کہا کہ میں نے رئیس العلماء حافظ نور اللہ آفندی کی تقریر کو سنا ہے۔ اور مجھے سخت رنج ہوا ہے۔ واقعی اغیار نے اسلام کو کھلونا سمجھ رکھا ہے اور وہ ذلیل اور ناپاک طریقوں سے آئے دن ملت اسلام پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اغیار اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ترکوں نے

اسلامی تعلیمات کو ترک کر دیا ہے۔ اور اس لئے ان کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ وہ ہمارے فلاکت زدہ اور محکوم بھائیوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ مخالفین اسلام نے اسلامی تعلیمات کو تضحیک واستہزاء کا موضوع سمجھ رکھا ہے۔ اس وقت ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم دنیا پر ظاہر کر دیں کہ شوکت اسلامی کے احیاء کے لئے ہم آج بھی آمادہ عمل ہیں۔

مسلمانوں کی غلامی پر اظہار افسوس

عزیز بھائیو! جب میں کروڑوں مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھتا ہوں تو میرے دل میں ایک درد اٹھتا ہے۔

کاش مسلمان یہ سمجھتے کہ غلامی ان کے مذہبی احکام کے خلاف ہے۔ ترکوں کو ملک گیری کی ہوس بالکل نہیں۔ لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان غلامی کی قید سے نجات پائیں۔ اور اسلامی مقدسات پر کسی قسم کی آنچ نہ آئے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ دنیا کے مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔ کیونکہ خداتعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں شمشیر دی ہے۔

اسلام اور جغرافیائی حدود

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اتفاق امتی حجة قاطع “ تم یہ خیال نہ کرو کہ ہندوستان کہاں اور ہم کہاں۔ بلکہ اس حدیث شریف پر عمل کرو۔ کیونکہ مرد مجاہد کے لئے جغرافیائی حدود کی کوئی حقیقت نہیں۔ تمہارے اجداد کبھی دریاؤں، پہاڑوں اور دشوار گزار راستوں سے خوف زدہ نہیں ہوئے۔ میرے دوستو اگر کوئی موقع آیا تو تم دیکھو گے کہ تحفظ ناموس اسلام کی راہ میں سر کٹانے کے لئے میں مجاہدین کی صف اول میں شامل ہوں گا۔ تمہیں اجازت ہے کہ تم فرقہ ضالہ قادیانیہ کے استیصال کے لئے ہر ممکن اور جائز ذریعہ اختیار کرو۔ اور میں تمہیں کامیابی کی نوید دیتا ہوں۔ ”وکانت حقاًق علینا نصر المومنین“

جلسہ کا اختتام

غازی اعظم اتاترک کی تقریر کے اختتام کے بعد حافظ نور اللہ صاحب آفندی نے قوم کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ اور قادیانیت اور دوسرے فتنوں کے استیصال کے لئے انجمن مدافعہ حقوق مقدسہ اسلامی کے قیام کا اعلان کیا گیا۔

اس انجمن کی تشکیل کے لئے یکم فروری بروز جمعہ مسجد سلطان محمد فاتح میں مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ (ترک نامہ نگار)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

لا نبی بعدی

○

قاری عبد الحئ عابد مرحوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مرزائی مبلغ جب کسی سیدھے سادھے مسلمان کو اپنے دام فریب میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ تو اس انداز سے بات کرتے ہیں۔ جیسے وہ بھی کسی مسلمان فرقہ ہی کے مبلغ ہیں اور ختم نبوت کا مسئلہ بھی ایک ایسا ہی مسئلہ ہے۔ جیسے فروعی مسائل میں مسلمانوں کا باہم اختلاف رائے ہے۔ جس طرح آمین خفی اور جہری کفر واسلام کا معیار نہیں۔ اسی طرح ختم نبوت و اجرائے نبوت بھی کفر واسلام کا فاصلہ نہیں بن جاتے۔ یعنی یہ فریب کار اس وقت اس مسئلہ کو اتنا ہلکا اور معمولی ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ سادہ لوح مسلمان اسے معمولی تبدیلی رائے سمجھ کر ہمارے جال میں پھنس جائے۔ پھر اسے ایسا جکڑیں گے کہ ہمارے جہنم کے غار سے کبھی نہ نکل سکے گا۔ جب کوئی سادہ لوح عقیدہ ختم نبوت کو واقعی معمولی اور فروعی بات سمجھ کر ان کے حلقہ میں پھنس جاتا ہے تو پھر رفتہ رفتہ اسے ان تمام عقائد کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ جو اس گمراہ فرقہ کے لازمی اور مسلمہ عقائد باطلہ ہیں پھر یہی معمولی اور فروعی مسئلہ ایک سنگین اور بنیادی مسئلہ بن جاتا ہے۔ پھر یہی مسئلہ کفر اور اسلام کا معیار بن جاتا ہے۔ پھر نہ تو ختم نبوت کا عقیدہ رکھنے والوں سے نکاح ہوسکتا ہے۔ نہ ان کا جنازہ پڑھا جاسکتا ہے۔ نہ ان کے پیچھے نماز ادا ہوسکتی ہے۔ غرض بقول مرزا غلام احمد قادیانی جو اس پر ایمان نہ لائے۔ وہ مرد خنزیر اور ان کی عورتیں کنجریاں ہیں۔ معاذ اللہ!

سادہ لوح مسلمان اور وہ حضرات جو علوم جدیدہ سے تو کما حقہ واقف ہیں۔ مگر مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلام کے بنیادی مسائل پر بالغانہ نگاہ نہیں رکھتے۔ اشد ضرورت ہے کہ ان کو یہ سمجھا دیا جائے کہ عقیدہ ختم نبوت کوئی فروعی اور معمولی مسئلہ نہیں۔ بلکہ یہ مسئلہ ابدی جنت یا ابدی دوزخ حاصل کرنے کا مسئلہ ہے۔

یہ مسئلہ کفر واسلام کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ایک یہودی عیسائی ہوجائے تو وہ یہودی نہیں رہتا اور ایک عیسائی مسلمان ہوجائے تو وہ عیسائی نہیں رہتا۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان مرزائی ہوجائے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔ یہ مسئلہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ جو شخص ختم نبوت کے عقیدہ کی دیوار کو پھلانگ گیا گویا وہ کفر وارتداد کی گہری اور اندھی کھائی میں جا پڑا۔

برادر عزیز مولانا قاری عبدالحئی صاحب عابد نے یہ کتابچہ اسی ضرورت کے تحت لکھا

ہے۔ تا کہ ہر مسلمان یہ یقین کرے کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ انہوں نے نہایت سلیس اور سادہ انداز میں وہ آیات قرآن پاک اور احادیث مقدسہ جو اس عقیدہ کی حقیقت اور اہمیت کو بیان کرتی ہیں۔ تحریر کردی ہیں۔ اور جہاں ضرورت محسوس کی مختصر تشریح و وضاحت کردی ہے۔ تا کہ ہر قاری مسئلہ کی اہمیت اور حقیقت سے آگاہ ہوجائے۔ جس مسئلہ کو قرآن وحدیث اس طرح پکار پکار واضح کریں۔ وہ مسئلہ معمولی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اور چودہ سو سالوں سے تمام مسلمان اس پر متفق ومتحد رہے ہیں۔ اور قیامت تک اس کی اہمیت واصلیت میں فرق نہیں آسکتا۔ جس شخص نے بھی عقیدہ ختم نبوت کے خلاف لب کشائی کی۔ وہ قرآن وحدیث کی رو سے اور اجماع امت کے فیصلہ کے مطابق کافر ومرتد ہے۔ اس رسالہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ عابد صاحب کو جزائے خیر سے نوازیں اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ آمین۔ سید امین گیلانی شیخوپورہ!

۱۰؍ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے

جس طرح توحید باری تعالیٰ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالانبیاء، ایمان بالکتاب اقرار بالبعث اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ اس طرح حضرت نبی کریم ﷺ کو آخری نبی یقین کرنا بھی اصل اسلام ہے۔

انکار ختم نبوت کفر وارتداد ہے

اگر کوئی شخص نسلاً مسلمان ہو۔ نماز پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہو۔ زکوٰۃ بھی دیتا ہو۔ حج بھی کیا ہو۔ مگر وہ یہ کہے کہ ملائکہ کے وجود کو میں نہیں مانتا یا یہ کہے کہ قیامت کا میں قائل نہیں۔ یا کسی پہلی کتاب کا انکار کردے تو بالاتفاق وہ کافر ومرتد ہے۔ اس کی ساری عبادتیں اور ریاضتیں اکارت ہیں۔ وہ لاکھ اپنے آپ کو مسلمان کہے۔ مگر وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں! بعینہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان تصور کرتے ہوئے آنحضور ﷺ کے بعد نبوت کے جاری ہونے کا قائل ہو تو وہ شخص بھی مسلمان نہ رہا۔ بلکہ کافر اور مرتد ہوا۔ کیونکہ اس نے اسلام کے جو بنیادی اصول ہیں۔ ان میں سے ایک اصل کا انکار کردیا۔ اب احقر پہلے قرآن پاک کی آیات سے اس کے بعد احادیث مقدسہ سے نبی کریم ﷺ پر نبوت ختم ہوجانے کے ثبوت پیش کرے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین ثم آمین!

یاد رہے کہ بندہ نے صرف قرآن وسنت سے ہی **لا نبی بعدی** کے دلائل حاصل کئے ہیں۔
مخلص: عبدالحئی عابد قادری راشدی، ذی الحجہ ۱۳۸۸ء

کنزالعمال کی روایت ہے **اوّل الانبیاء آدم وآخرھم محمد** اس روایت کے پیش نظر نبوت ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نبوت جاری رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”**قلنا اهبطوا منها جميعاً فاما ياتينكم منى هدى فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولاهم يحزنون** (بقرہ۳۸)“ ﴿کہا ہم نے اترو اس سے سب پس جو آوے گی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت، پس جو پیروی کرے میری ہدایت کی نہیں ڈر ان پر اور نہ وہ غم کھائیں گے۔﴾

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت سیدنا آدم علیہ السلام پر بند نہیں ہوئی بلکہ یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ ہدایت یعنی نبوت سیدنا نوح تک پہنچی۔ تو پھر سوال پیدا ہوا کہ نبوت ختم ہوگئی یا آئندہ بھی نبی آئیں گے؟

تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ ہاں نبوت ابھی جاری ہے: ”**ولقد ارسلنا نوحاً وابراهيم وجعلنا فى ذريتهما النّبوة والكتاب فمنهم مهتد** (الحدید۲۶)“ ﴿اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی۔ پس بعض ان میں سے راہ پانے والے ہیں۔﴾

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سلسلہ نبوت جاری رہے گا۔ دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ نبوت کا ظرف اور محل آل ابراہیم ہی ہے۔ جس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں دو شعبے قرار دیئے۔ ایک بنی اسحاق جس میں نبوت کا سلسلہ حضرت عیسیٰ پر ختم نبوت ہوا۔ دوسرا بنی اسماعیل جن میں حضور اکرم ﷺ تک کوئی نبی نہیں آیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف نگاہ کی جائے تو قرآن سے یہ معلوم ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔

”**ولقد اتينا موسى الكتاب وقفينا من بعده بالرسل** (بقرہ۸۷)“ ﴿اور ہم نے اے بنی اسرائیل! تمہاری ہدایت کے لئے ہمیشہ سے بڑے بڑے سامان کے لئے سب سے اول موسیٰ کو کتاب توراۃ دی اور ان کے درمیان میں یکے بعد دیگرے برابر مختلف پیغمبروں کو بھیجتے رہے۔﴾

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی سلسلہ نبوت جاری ہے۔ کیونکہ لفظ الرسل ہے۔ یعنی کئی ایک رسولوں کے آنے کا وعدہ کیا ہے۔

اور یہ سلسلہ نبوت جاری رہا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا کہ میری طرف سے اب یہ اعلان کر دیجئے ”**واذقال عیسیٰ ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** (الصف۔۶)“ ﴿جس وقت عیسیٰ بن مریم نے فرمایا: اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ کہ مجھ سے پہلے جو تورات ہے۔ میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور میرے بعد جو ایک رسول ﷺ آنے والے ہیں۔ جن کا نام احمد ہوگا۔ ان کی بشارت دینے والا ہوں۔﴾

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے جو اعلان کرایا۔ اس کی نوعیت ہی بدل گئی۔ کیونکہ حضرت مسیح سے قبل انبیاء الرسل کی خبر دیتے رہے۔ اب حضرت مسیح علیہ السلام ایک خاص رسول کی خبر دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس ایک خاص رسول کے نام کا بھی اظہار کر دیا کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ **اسمہ احمد!**

اور پھر جب حضرت مسیح کی بشارت کے مطابق وہ خاص رسول آ گیا۔ جس کی بشارت ”اسمہ احمد“ کے ساتھ دی گئی تھی۔ پھر آخری کتاب قرآن مجید میں یوں اعلان فرمایا۔

”**ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین** (احزاب۔۴۰)“ ﴿محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں (اور مہر سب نبیوں پر۔ شاہ عبدالقادرؒ)﴾

حضرات قارئین کرام! یہاں غور فرمائیں کہ خداوند تعالیٰ نے مختلف انبیاء کے زمانہ میں سلسلہ نبوت جاری رہنے اور رسل کے آنے کی اطلاع دی اور آنحضرت ﷺ پر آ کر اس اطلاع کے برخلاف ”**ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین**“ کا اعلان کر دیا۔ نہ تو یہاں قبل مسیح آنے والے انبیاء کی طرح ”**الرسل**“ کا اعلان ہوا۔ اور نہ ہی حضرت مسیح کی طرح ”**برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد**“ کی طرح کسی واحد نبی کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ بلکہ خاتم النّبیین کی خبر دے کر دنیا کو بتلا دیا کہ اب کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

”**والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک** (بقرہ)“ ﴿اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں۔ اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے۔ اور ان

کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جاچکی ہیں۔ ﴾ ’’قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنّبییون من ربھم۔ لا نفرق بین احد منھم ونحن له مسلمون (بقرہ:۱۳۶)‘‘ ﴿ آپ فرمادیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ پر اور اس پر جو ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اور اس پر بھی جو موسیٰ، عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا۔ ان کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت پر کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے۔ اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں۔ ﴾

ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جتنے انبیاء پر وحی نازل کی گئی ہے۔ وہ زمانہ ماضی میں کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں انہی انبیاء پر ایمان لانے کی تاکید کی جو آنحضرت ﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں۔ ان آیات میں کسی ایسے نبی پر ایمان لانے کی تاکید نہیں فرمائی۔ جو آپ ﷺ کے بعد آنے والا ہو اور اگر کوئی آپ ﷺ کے بعد آنے والا ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ایمان لانے کی تاکید فرماتے۔ آنحضور ﷺ سے قبل انبیاء کی وحی پر ایمان لانے والوں کو ان آیات قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے مفلحون کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

’’قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ن الذی له ملك السموت والارض (اعراف:۱۵۸)‘‘ ﴿ آپ فرمادیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے ﴾ ’’وما ارسلنك الاکافة للناس بشیراً ونذیراً ولکن اکثر الناس لا یعلمون‘‘ اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ ’’وما ارسلنك الا رحمة للعالمین‘‘ ﴿ اور ہم نے آپ کو کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا۔ مگر دنیا جہان کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے۔ ﴾ ’’تبرك الذی نزل الفرقان علیٰ عبده لیکون للعٰلمین نذیرا‘‘ ﴿ بڑی عالی شان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ خاص پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام دنیا جہان والوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ ﴾

ان تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرات جملہ بنی آدم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور تمام آیات ختم نبوت کے لئے ایک صاف اور صریح دلالت کرنے والی ہیں۔ ’’انما انت منذر ولکل قوم ھاد (رعد:۷)‘‘ ﴿ آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔ اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔ ﴾

جیسے کہ امم ماضیہ میں ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی اس دور کے لئے ہادی ہیں۔ یعنی تمام قوموں کے لئے ہادی ہیں۔ جو قیامت تک آنے والے ہیں۔

”واذ اخذ الله ميثاق النّبيين لما اتيتكم من كتب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه (ال عمران:۸۰)“ ﴿اور جب اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصداق ہو۔ اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر ایمان بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے ایک ایسے رسول کے متعلق عہد لیا ہے۔ جو سب کا مصدق رسول ہو۔ وہ جناب محمد رسول اللہ ہیں۔ (ابن کثیر)

”یاایها الذین اٰمنو اطیعو الله واطیعو الرسول واولی الامر منكم ج فان تنازعتم فی شئی فردوه الیٰ الله والرسول. ان كنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر (النساء:۵۹)“ ﴿اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ حاکم ہوں۔ ان کا بھی پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹایا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔﴾

اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ اے لوگو! جو محمد ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک ہونے والے ہو! تم تین چیزوں کی اطاعت کرو۔ اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ (یعنی محمد ﷺ) اور اولی الامر کی اور اگر تمہارا حکام سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ میں خدا اور رسول ہی کی رضا کی طرف لوٹنا لازم ہے۔ یہاں بھی اسی طرف کوئی اشارہ نہیں کہ کسی آنے والے رسول سے فیصلہ طلب کر لیا کرنا۔

”ربنا وابعث فیهم رسولاً منهم یتلوا علیهم اٰیتك ویعلمهم الكتاب والحكمة ویزكیهم (بقرہ:۱۲۹)“ ﴿اے ہمارے پروردگار! اور اس جماعت کے اندر، ان ہی میں سے ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو کتاب فہم و دانائی اور پاکیزگی کی تعلیم دیں۔﴾

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک رسول کے لئے دعا کی ہے جو انہی عربی قوم سے پیدا ہو اور اس دعا کے مصداق جناب نبی کریم ﷺ ہی ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں حضرت عیسیٰ کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم کی دعا ہوں۔ ”ھو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین كله ولو كره المشركون (الفتح:۲۸)“ ﴿وہ

اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرک کتنے ہی ناخوش ہوں۔﴾ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دین محمدی تمام ادیان کے لئے ناسخ ہے۔ اور یہ آیت نبوۃ و شریعت کے اختتام کی صریح دلیل ہے۔

”**وعد الله الذین اٰمنو منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم** (النور۵۵)“ ﴿تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے لوگوں کی حکومت دی تھی۔﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر ایک خاص انعام کا ذکر کیا ہے۔ وہ انعام نبوت کی خلافت اور نیابت کا ہے۔ جس کا ظہور خلفاء راشدین سے ہوا ہے اور خلافت کے معنی قائم مقامی کے ہیں۔ اس آیت میں امت سے نبوت کا وعدہ نہیں ہے۔ بلکہ نبوت کی خلافت اور نیابت کا وعدہ ہے۔ یہ کسی آیت اور حدیث میں نہیں ہے کہ ہم کسی کو نبوت عطا کریں گے۔ تو معلوم ہوا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ صرف خلافت باقی ہے۔

”**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** (مائدہ۳)“ ﴿آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا۔ اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔﴾

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دین کامل ہو گیا ہے۔ اس لئے اب نہ کسی دوسرے دین کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہے اور اگر آپ ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی مانا جائے تو قرآن کریم کی تکذیب لازم آئے گی۔

”**یاایها النبی انا ارسلنك شاهداً ومبشراً ونذیرا۔ وداعیا الی الله باذنه وسراجاً منیرا** (احزاب:۴۵)“ ﴿اے نبی! ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں۔ اور ڈرانے والے ہیں۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سراج کہا ہے۔ اس سے ظاہر کرنا یہ منظور ہے کہ جس طرح سورج کے طلوع کے بعد کسی ستارے کی ضروت نہیں رہتی۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ایسی ہے کہ اس کے بعد اور کسی نبی یا ہادی کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ رات بھر تمام ستارے اور سیارے سورج ہی کے پرتو سے چمکتے ہیں۔ اور اہل زمین پر اپنی اپنی

حیثیت کے مطابق روشنی ڈالتے ہیں۔ مگر جب خورشید جہاں تاب بہ نفس نفیس طلوع ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس کی تابانیوں اور درخشانیوں کے آگے کوئی ستارہ یا سیارہ نہیں ٹھہرتا اور نہ ہی ان کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ پس اس لئے سرور دو عالم ﷺ کو ”سراج منیر“ کہا گیا تا کہ زمین جان لے کہ یہ تمام روشنیاں اسی ایک آفتاب جہاں تاب کے پرتو سے تھیں۔ جب اس نے خود طلوع کیا تو اب کسی اور کی حاجت نہیں رہی۔

”**فلا وربك لا يؤمنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليما** (النساء:۶۵)“ ﴿پھر قسم ہے آپ ﷺ کے رب کی۔ یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے۔ جب تک ان کی یہ کیفیت نہ ہو کہ یہ باہمی تنازعات میں آپ کو اپنا حکم مانیں۔ پھر آپ ﷺ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورا پورا تسلیم کریں۔﴾

جب ختم نبوت اور اجرائے نبوت کا تنازعہ سامنے آ گیا ہے۔ تو آیئے بمصداق ”**یحکموك فیما شجر بینهم**“ ہم اپنا تنازعہ سردار دو جہاں ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کریں۔ اگر ہم پورے ایمان دار ہیں تو ان کے فیصلہ وارشاد کو بغیر کسی تنگی اور عذر کے قبول کر کے سر تسلیم خم کر دیں گے۔ اگر کوئی اس فیصلہ کو مسترد کرے گا تو وہ بے ایمان ہوگا۔ جیسا کہ امام جعفر صادقؒ کا قول ہے کہ کوئی قوم یا جماعت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نیز اسلام کے تمام کام کرے۔ مگر آپ ﷺ کے کسی فعل پر حرف گیری کرے تو وہ مشرک ہے۔ (کتاب روح المعانی ص۶۵ ج۵)

اس لئے حضور اکرم ﷺ کی احادیث پر عمل بھی ضروری ہے۔ جو ان کا انکار کرے گا وہ مومن نہیں ہوگا۔ متواتر احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ آخری نبی ورسول ہیں۔ ان کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمانوں پر زندہ ہیں۔ وہ ضرور تشریف لائیں گے۔ لیکن شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے اور شریعت عیسوی ”**لیظهره علی الدین کله**“ کے ماتحت منسوخ ہو چکی ہے۔ انشاءاللہ العزیز ”حیات عیسیٰ“ پر بھی بحث کروں گا اور قرآن وحدیث سے ثابت کروں گا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں اور قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے اور دین کی خدمت کریں گے۔ اور دجال کو قتل کریں گے اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روضہ اقدس میں دفن ہوں گے۔“

مرزا غلام احمد قادیانی جو کچھ کہتا ہے۔ وہ لغو وکذب ہے۔ اور قرآن وحدیث کے صریحاً خلاف ہے۔ لیجئے وہ احادیث پیش خدمت ہیں جو نبی کریم، جناب محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی ختم

نبوت پر دال ہیں۔ اور جن سے مسئلہ ختم نبوت، آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ دیکھئے آقائے کونین، سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

احادیث نبوی

ارشادات رسول اللہ ﷺ

’’عن عرباض بن سارية عن النبی ﷺ قال انی عند اللّٰه مكتوب خاتم النّبيين وان آدم لمنجدل فی طينته (رواہ فی شرح السنہ احمد فی مسندہ کمافی المشکوٰۃ ص۵۱۳، باب فضائل سید المرسلین)‘‘ ﴿عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں خدا کے نزدیک اس وقت خاتم النّبیین مقرر ہو چکا تھا۔ جب کہ آدم علیہ السلام ابھی گارے کی شکل میں تھے (یعنی ان کے جسم وروح میں تعلق پیدا نہ ہوا تھا۔)﴾

کنز العمال میں بحوالہ ابن سعد اس حدیث میں بجائے عند اللہ کے ام الکتاب کا لفظ ہے۔ پس اس ارشاد سے یہ واضح ہوا کہ میں لوح محفوظ میں خاتم النّبیین لکھا جا چکا تھا۔

’’عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ لما خلق اللّٰه عزوجل آدم عليه السلام اخبر بنيه فجعل يرى فضائل بعضهم علىٰ بعض فراى نوراً ساطعاً فی اسفلهم قال يا رب من هذا قال هذا ابنك احمد هو الاول وهوالآخر وهو شافع واول مشفع (رواہ ابن عساکر کمافی الکنز ج۱۱ ص۴۳۷)‘‘

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو انہیں ان کی اولاد کی خبر دی۔ آدم نے دیکھا کہ بعض بعض پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان سب کے آخر میں ایک بلند نور دیکھا تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا یہ تمہارے فرزند احمد ﷺ ہیں۔ یہی سب سے پہلے نبی ہیں۔ اور یہی سب سے آخر ہیں۔ یہی قیامت میں سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور انہی کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی۔

’’عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ لما نزل آدم باالهند واستوحش فنزل جبريل فنادىٰ باذان اللّٰه اكبر، اللّٰه اكبر مرتين اشهد ان لا اله الا اللّٰه مرتين اشهد ان محمداً رسول اللّٰه ﷺ مرتين قال آدم لجبريل من محمد قال اخر ولدك من الانبياء (کنز العمال ج۱۱ ص۴۵۵، والخصائص ج۱ ص۸)‘‘ ﴿ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام جب ہندوستان میں نازل

ہوئے اور تنہائی کی وجہ سے گھبرائے تو جبرائیل تشریف لائے اور آذان کہی۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ دو مرتبہ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ دو مرتبہ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ دو مرتبہ جب آدم نے محمد ﷺ کا اسم گرامی سنا تو فرمایا کہ یہ محمد کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا کہ انبیاء میں آپ کے سب سے آخری بیٹے ہیں۔ ﴾

”عن سلمان فی حدیث طویل قال قال جبرئیل للنبی اصطفیت آدم فقد ختمت بك الانبیاء وما خلقت خلقاً اکرم منك علی (خصائص ج ۲ ص ۱۹۴)“ ﴿ سلمانؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ جبرائیل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا آپ ﷺ کا پروردگار کہتا ہے اگر میں نے آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کا خطاب دیا ہے تو آپ ﷺ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے خاتم النّبیین کا خطاب دیا ہے اور میں نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو مجھے آپ ﷺ سے زیادہ عزیز ہو۔ ﴾

”عن جابرؓ قال بین کتفی آدم مکتوب محمد رسول اللہ خاتم النّبیین۔ (رواہ ابن عساکر خصائص ج ۱ ص ۷)“ ﴿ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان یہ لکھا ہوا تھا۔ محمد اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔ ﴾

”عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً وارسلت الی الخلق کآفة وختم بی النبیون (رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۹۹، مشکوٰۃ ص ۵۱۲)“ ﴿ حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے انبیاء پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں۔ مجھے مختصر کلمات جو معانی کثیرہ کے حامل ہیں، عطاء کئے گئے ہیں، دشمن پر میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی ہے۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ تمام زمین میرے لئے مسجد اور پاک کرنے کا سبب بنا دی گئی ہے۔ تمام مخلوق کی طرف مجھے بھیجا گیا ہے۔ انبیاء کا سلسلہ میری ذات پر ختم کر دیا گیا ہے۔ ﴾

”عن علیؓ قال بین کتفیه خاتم النبوۃ وھو خاتم النّبیین (رواہ ترمذی فی شمائلہ ص ۳ باب خاتم النبوۃ)“ ﴿ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ ﴾

”عن عرباض ابن ساریۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ انی عبداللہ وخاتم النّبیین (رواہ البیہقی والحاکم کذا فی الدر المنثور، مشکوٰۃ ص ۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین ﷺ)“

﴿حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور میں خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہوں۔﴾

"عن ابن عمرؓ یقول خرج علینا رسول اللہ ﷺ یوماً کالمودّع فقال انا النبی الامی ثلاثا ولا نبی بعدی (رواہ احمد فی تفسیر ابن کثیر ج۸ ص۹۱)" ﴿ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور اس طرح تقریر فرمائی۔ جیسے کوئی رخصت ہونے والا تقریر کیا کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبی امی جن کی آمد کی خبر تھی وہ میں ہی ہوں۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔﴾

"عن ابی ہریرةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنیٰ بیتاً فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ہلّا وضعت ہذہ اللبنة وانا خاتم النّبیین (بخاری ج۱ ص۵۰۱، مسلم ج۲ ص۲۴۸)" ﴿ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اسے خوب آراستہ پیراستہ کیا۔ مگر اس کے ایک گوشے میں صرف ایک اینٹ چھوڑ دی۔ لوگ آکر اس کے اردگرد گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے یہ اینٹ کیوں نہ رکھ دی گئی۔ تاکہ یہ عیب بھی نہ رہتا اور میں آخری نبی ہوں (بعض الفاظ میں یہ ہے کہ میں نے آکر اس اینٹ کی جگہ کو پر کر دیا۔ اور اب قصر نبوت میری آمد سے مکمل ہوگیا ہے اور مجھ پر تمام رسول ختم کر دیئے گئے)﴾

"عن سعد بن ابی وقاصؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لعلیؓ انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ الّا انہ لا نبی بعدی (بخاری ج۲ ص۶۳۳، مسلم ج۲ ص۲۷۸)" ﴿سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ سے کہ تمہیں مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔﴾

"عن ام کرزؓ قالت سمعت النبی ﷺ ذہبت النبوة وبقیت المبشرت (احمد، بن ماجہ)" ﴿ام کرزؓ روایت فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم سے خود سنا ہے کہ نبوت تو ختم ہوئی ہاں صرف مبشرات باقی ہیں۔﴾

"عن عقبة ابن عامرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (رواہ ترمذی ج۲ ص۲۰۹)" ﴿عقبہ بن عامرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔﴾

"عن عبداللّٰہ بن ابراھیم ابن قارظ ا شھدانی سمعت اباھریرۃؓ قال رسول اللّٰہ ﷺ فانی آخر الانبیاء وانّ مسجدی آخر المساجد (رواہ مسلم ج۱ ص۴۴۶)" ﴿ابن قارظؒ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابوہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سب انبیاء کے آخر میں ہوں۔ اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔ (یعنی اب کوئی مسجد ایسی نہ ہوگی جسے کوئی نبی تعمیر کرے)﴾

"عن ثوبانؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلّھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی (ابوداؤد ج۲ ص۱۲۸، ترمذی ج۲ ص۴۵)" ﴿ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ میری امت میں تیس سخت جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ان میں ہر ایک اپنے متعلق گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ایک روایت میں دجالوں کا بھی تذکرہ ہے۔﴾

"کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلّما ھلك نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا مأتا مرنا قال فوا بیعۃ الاول فـالاول (صحیح بخاری ج۱ ص۴۹۱، مسلم ج۲ ص۱۲۶)" ﴿بنی اسرائیل کی قیادت خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہوجاتی تو اللّٰہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے پاس بھیج دیتے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔﴾ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ خلیفہ اول سے وفا کرو اور یکے بعد دیگرے ہر خلیفہ سے۔

"عن قتادۃؓ انہ اخذ اللّٰہ میثاقھم بتصدیق بعضھم بعضاً واعلان بان محمداً رسول اللّٰہ واعلان رسول اللّٰہ بلن لا نبی بعدہ (درمنثور)" ﴿حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے تمام انبیاء سے اس بات کا عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور اپنے اپنے زمانہ میں اس کا اعلان کریں کہ محمد اللّٰہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ اس بات کا اعلان کریں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

"عن الشعبی فی مجلۃ ابراھیم علیہ السلام انہ کائن من ولدك شعوب حتی یأتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیاء (خصائص کبریٰ للسیوطی ج۱

ص۹)'' ﴿امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے صحیفہ میں ہے کہ اے ابراہیم! تیری اولاد میں بہت سے گروہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ نبی امی ظاہر ہو کہ جو خاتم الانبیاء یعنی آخری نبی ہوگا۔﴾

''عن ابی هريرةؓ فی حديث الاسراء قالوا يا جبريل من هذا معك قال هذا محمد رسول الله خاتم النّبيين (رواہ البزار، کذا فی مجمع الزوائد ص۲۷۔۲۹ بحوالہ ختم نبوت کامل)'' ﴿ابو ہریرہؓ معراج کی حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے جبرائیل سے دریافت کیا، تمہارے ساتھ کون ہے۔ وہ بولے محمد ہیں جو اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔﴾

''عن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ لما اسرى بى الى السماء قربنى ربى تعالىٰ حتىٰ كان بينى وبينه كقاب قوسين او ادنىٰ قال يا حبيبى يا محمد! قلت لبيك يا رب قال هل غمك ان جعلتك آخر النّبيين قلت لا يا رب قال حبيبى هل غم امتك ان جعلتهم آخر الامم قلت يا رب لا قال ابلغ عنى السلام وأخبرهم انى جعلتهم آخر الامم (رواہ خطیب و دیلمی، کذا فی الکنز ج۶، ص۱۱۲)'' ﴿حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جب شب معراج میں مجھے آسمان پر لے گئے تو میرے پروردگار نے مجھے قریب بلایا اور بہت قریب بلایا اور کہا اے میرے حبیب! اے محمد! میں نے کہا حاضر ہوں اے میرے پروردگار! ارشاد ہوا اگر ہم آپ کو آخری نبی بنادیں تو تم ناخوش تو نہ ہوں گے؟ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! نہیں۔ پھر ارشاد ہوا: اگر تمہاری امت کو آخری امت بنادیں تو وہ ناخوش تو نہ ہوگی۔ میں نے عرض کیا: نہیں۔ اے میرے پروردگار! ارشاد ہوا: اچھا تو اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتلا دینا کہ میں نے انہیں آخری امت بنادیا ہے۔﴾

حضرت قارئین! آقائے کونین ﷺ کے ارشادات گرامی آپ نے ملاحظہ فرمائے اور پورے یقین و ایمان کے ساتھ ان ارشادات گرامی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اعلان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔ نبوت کا دروازہ قیامت تک کے لئے بند ہو چکا ہے۔

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ جو شخص حضور ﷺ کے فیصلہ و ارشاد کو تسلیم کرنے میں عذر و تاویل یا انکار یا روگردانی کرے۔ وہ مسلمان ہے یا کافر؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور ان کی آمد ناقض ختم نبوت نہیں۔

مرزائی گروہ عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے حیات و رفع مسیح علیہ السلام اور آمد مسیح

کی بحث چھیڑ کر مختلف حیلوں اور بے جا تاویلوں سے بزعم خویش یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور جس مسیح کے آنے کا ذکر ہے وہ مثل مسیح ہے جو مرزا غلام کی صورت میں آ گیا اور جو مسیح آئے گا چونکہ وہ نبی ہوگا۔ اس لئے نبوت ختم نہ ہوئی بلکہ جاری رہی۔ لہٰذا قرآن میں حدیث میں جہاں جہاں ختم نبوت کا ذکر ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ آئندہ جو بھی نبی آئے گا۔ آنحضورﷺ کے مہر تصدیق سے آئے گا۔ (استغفر اللہ)

اب میں اس مغالطہ کو دور کرنے کے لئے قارئین کرام کی خدمت میں پہلے قرآن پاک پھر احادیث مقدسہ پیش کرتا ہوں۔ تاکہ ثابت ہو جائے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ اٹھائے گئے۔ وہ قرب قیامت نزول فرمائیں گے۔ اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ شریعت محمدی پر عمل پیرا ہوں گے اور حضور اکرمﷺ کے امتی کہلائیں گے۔ جتنے امور ان کے ذمہ ہوں گے۔ وہ سرانجام دے کر فوت ہو جائیں گے۔ اور روضہ اطہر میں حضورﷺ، شیخین کے پاس دفن ہوں گے۔ نیز ان کی موجودہ حیات اور قرب قیامت تشریف آوری۔ حضور کی ختم نبوت کے قطعاً خلاف نہ ہوگی۔

اب دیکھئے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن پاک کیا ارشاد فرماتا ہے؟

حیات عیسیٰ علیہ السلام

ارشادات قرآن مجید

’’ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر المکرین (ال عمران ۵۴)‘‘ ﴿یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ (حضرت تھانویؒ)﴾

’’وقولهم انا قتلنا المسيح عيسىٰ ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم۔ وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه۔ مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا۔ بل رفعه الله اليه۔ وكان الله عزيزاً حكيماً (نساء ۱۵۸)‘‘ ﴿اور اس کہنے پر کہ ہم نے مارا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا، نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں تو وہ اس جگہ شبہ میں پڑے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر مگر اٹکل پر چلنا اور اس کو مارا نہیں بے شک بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا ہے۔ (شاہ عبدالقادر)﴾

”اذ قال اللّٰه یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من اللّذین کفروا (ال عمران ۵۵)“ ﴿جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تم کو وفات دینے والا اور میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم لوگوں کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں۔ (حضرت تھانویؒ)﴾

”وانه لعلم للساعة فلا تمترنّ بها واتبعون (الزخرف۔۶۱)“ ﴿اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول علامات قیامت میں سے ہے۔ تم لوگ اس میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو۔ (حضرت تھانویؒ)﴾

”وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیمة یکون علیهم شهیدا (نساء۱۵۹)“ ﴿اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سو اس پر (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) یقین لائیں گے۔ اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا۔ ان کو بتانے والا (شاہ عبدالقادرؒ)﴾

”وکنت علیهم شهیداً مادمت فیهم فلما توفینی کنت انت الرقیب علیهم وانت علیٰ کل شئی شهید (المائدہ۱۱۷)“ ﴿اور میں ان کی حالت پر مطلع رہا۔ جب تک ان میں موجود رہا سو اس وقت تک کا حال تو میں نے مشاہدہ کیا ہے۔ اس کے متعلق بیان کرسکتا ہوں۔ پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا۔ (یعنی اول بار میں تو زندہ آسمان کی طرف اور دوسری بار میں وفات کے طور پر) تو اس وقت صرف آپ ان کے احوال پر مطلع رہے۔ اس وقت کی مجھ کو خبر نہیں کہ ان کی گمراہی کا سبب کیا ہوا اور کیونکر ہوا۔ اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔﴾

حضرات قارئین کرام! آپ نے حیات عیسیٰ کے متعلق قرآن پاک کے ارشادات گرامی سے جس میں آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر نہیں چڑھائے گئے۔ بلکہ زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے۔ قرب قیامت ان کا ظہور ہوگا اور وہ اپنے فرائض سرانجام دے کر فوت ہوجائیں گے۔ اور روضۂ اطہر میں دفن ہوجائیں گے۔ اب دیکھئے احادیث نبوی ﷺ حیات عیسیٰ کے متعلق کیا بتاتی ہیں۔

ارشادات رسول اللہ ﷺ

”اخرج ابویعلی مرفوعاً والذی بیده لینزلن عیسیٰ ابن مریم، ثم لئن قام علی قبره وقال یا محمد لا جیبنه (روح المعانی)“ ﴿آپ ﷺ نے اس

ذات کی قسم کھا کر فرمایا جس کے قبضہ میں آپ کی جان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم ضرور اتر کر رہیں گے۔ اور اگر وہ میری قبر پر آ کر کھڑے ہوں گے اور مجھ کو یا محمد کہہ کر آواز دیں گے تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ ﴾

”عن ابی هریرةؓ مرفوعاً انی لا رجوا ان طالت بی حیاة ان ادرك عیسیٰ بن مریم فان عجل بی موت فمن ادرکه فلیقرئه منی السلام (مسند احمد)“ ﴿ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر میری زندگی دراز ہوگئی تو مجھ کو امید ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے میری ملاقات ہو جائے گی اور اگر اس سے پہلے میری موت آ جائے تو جو شخص ان کا زمانہ پائے وہ میری جانب سے ان کی خدمت میں سلام عرض کر دے۔ ﴾

”عن الحسن مرفوعاً ومرقوفاً قال قال رسول اللهﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم یوم القیامة (ابن کثیر ج۱ ص۳۶۶)“ ﴿حضرت حسنؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے یہود سے ارشاد فرمایا عیسیٰ ابھی مرے نہیں ہیں۔ اور قیامت سے پہلے ان کو لوٹ کر تمہارے پاس آنا ہے۔ ﴾

”عن ابی هریرةؓ عن النبیﷺ قال الانبیاء اخوة العلات ابوهم واحد وامّهاتهم شتی وانا اولیٰ الناس بعیسیٰ بن مریم لانه لم یکن بینی وبینه نبی وانه نازل فاذا رایتموه فاعرفوه فانه رجل مربوع الیٰ الحمرة والبیاض سبط کانّ راسه یقطُروان لم یصبه بلل ممصرتین فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویعطل الملل حتیٰ یهلك الله فی زمانه المسیح الدجال الکذاب وتقع الامنة فی الارض حتیٰ ترتع الابل مع الاسد جمیعاً والنمور مع البقر الذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان والغلمان بالحیات لا یضر بعضهم بعضاً فیمکث ماشاء الله ان یمکث ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون ویدفنونه (مسند احمد ج۲ ص۴۳۷، تفسیر ابن جریر ج۶ ص۲۲)“ ﴿ابو ہریرہؓ رسول اللہﷺ سے روایت کہتے ہیں کہ جتنے انبیاء ہیں سب باپ شریک بھائیوں کی طرح ہیں۔ والد ایک اور مائیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام سے سب سے زیادہ نزدیک میں ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ دیکھو وہ ضرور اتریں گے۔ اور جب تم ان کو دیکھو گے تو فوراً پہچان

لینا کیونکہ ان کا قد میانہ ہوگا۔ رنگ سرخ و سفید۔ کنگھی کیے ہوئے سیدھے سادھے۔ بال یوں معلوم ہوگا کہ سر سے پانی ٹپکنے والا ہے۔ اگر چہ اس پر کہیں تری کا نام نہ ہوگا۔ دو گیرو کے رنگ کی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ وہ اتر کر صلیب کو توڑیں گے، سور کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے اور تمام مذاہب ان کے زمانہ میں ختم ہو کر صرف ایک مذہب اسلام باقی رہ جائے گا۔ اور ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ جھوٹے مسیح دجال کو ہلاک کرے گا اور زمین پر امن و امان کا وہ نقشہ قائم ہوگا کہ اونٹ شیروں کے ساتھ، چیتے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور لڑکے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور ایک دوسرے کو ذرا کوئی تکلیف نہ دے گا۔ اسی حالت پر جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہ رہیں گے۔ پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان پر نماز جنازہ ادا کریں گے۔ اور ان کو دفن کردیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ روضہ اطہر میں دفن کیے جائیں گے۔ ﴾

”عن عبداللہ بن عمرؓ مرفوعاً ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد (مشکوٰۃ ص ۴۸۰)“ ﴿عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے اور نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔ ﴾

”عن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعاً (درمنثور ج ۲ ص ۲۴۶)“ ﴿عبداللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آ کر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دو جانثاروں یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کے پاس دفن ہوں گے اور اس لحاظ سے ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ ﴾

قارئین کرام! آپ نے تمام دلائل پڑھ لئے ہیں۔ جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نہ مسیح بن مریم ہے نہ مثیل مسیح۔ کیونکہ اس میں کوئی ایسی علامت نہیں پائی جاتی جو احادیث میں بتائی گئی ہیں۔ بلکہ یہ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) ثلاثون کذابون میں سے ایک ہے اور چودہ سو سال سے ختم نبوت کے معنی یہی سمجھے گئے کہ حضور اکرم ﷺ سب نبیوں کے آخر میں ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کو خاتم النبیین ثابت کرنے کے لئے انبیاء سابقین میں سے ایک نبی کو اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا اور قیامت کے نزدیک نازل فرمائیں گے۔ تاکہ وہ منکرین کو بتلائے کہ جس آخری نبی ”اسمه احمد“ کی میں نے بشارت دی تھی، وہ یہی آخر الزمان ہیں اس طرح حجت تمام ہو جائے گی۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

قادیانیوں کے
کلمہ کی حقیقت

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانی ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بڑے زور سے یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ وہ بھی محمد عربی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت ومسیحیت کی طرح ان کا یہ دعویٰ بھی سوفیصد جھوٹ اور ابلہ فریبی ہے۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ مندرجہ ذیل نکات کو سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ معمولی عقل وفہم کا آدمی بھی کرسکتا ہے۔

۱…… قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ دودفعہ دنیا میں تشریف لائے۔ پہلی بار مکہ میں اور دوسری بار مرزا قادیانی کے بروزی روپ میں۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے: ’’آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت ﷺ کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود (مرزا قادیانی) کے ظہور سے پورا ہوا۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۹۴ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۲۴۹)

۲…… چونکہ قادیانیوں کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ مرزا قادیانی کی شکل میں دوبارہ آگئے ہیں۔ اس لئے اب مرزا قادیانی خود محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے: ’’محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۱، خزائن ج۱۸ ص۲۰۷)

۳…… اور اب محمد رسول اللہ ﷺ کے تمام کمالات مرزا قادیانی کی طرف منتقل ہوگئے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو: ’’جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو کونسا الگ انسان ہوا۔ جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

۴…… چونکہ مرزا قادیانی بعینہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس لئے وہ آنحضرت ﷺ کے مقام ومرتبہ پر فائز ہے (نعوذ باللہ) چنانچہ ملاحظہ ہو: ’’خدا تعالیٰ کے نزدیک حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا وجود آنحضرت ﷺ کا ہی وجود ہے۔ یعنی خدا کے دفتر میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور آنحضرت ﷺ آپس میں کوئی دوئی یا مغایرت نہیں رکھتے۔ بلکہ ایک ہی شان، ایک ہی مرتبہ، ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں۔ گویا لفظوں میں باوجود دو ہونے کے ایک ہی ہیں۔‘‘ (الفضل قادیان ۱۶؍ستمبر ۱۹۱۵ء بحوالہ قادیانی مذہب ص۳۰۷ طبع نہم لاہور)

۵…… بلکہ قادیانی عقیدے کے مطابق مرزا قادیانی پہلے محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر ہے اور اس کے زمانے کی روحانیت محمد عربی ﷺ کے زمانے سے اقویٰ اکمل اور اشد ہے۔ (معاذ اللہ) چنانچہ ملاحظہ ہو: ''اور جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی۔ پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کی طرح ہے۔''

(خطبہ الہامیہ ص۱۸۱، خزائن ج۱۶ ص۲۷۱ تا۲۷۶)

اسی مضمون کو مرزا قادیانی کے ایک مرید قاضی ظہور الدین اکمل نے ایک قصیدہ نعتیہ کی شکل میں نظم کر کے مرزا قادیانی کو پیش کیا۔ اور مرزا قادیانی سے خراج تحسین وصول کیا۔

امام اپنا عزیزو اس جہاں میں　　غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر　　مکاں اس کا ہے گویا لا مکاں میں
غلام احمد رسول اللہ ہے برحق　　شرف پایا ہے نوع انس وجاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں　　اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

(اخبار بدر قادیان ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۶ء، الفضل قادیان ۲۲؍اگست ۱۹۴۴ء ص۴)

۶…… اسلام، محمد عربی کے زمانہ میں پہلی رات کے چاند کی طرح تھا۔ اور مرزا قادیانی کے زمانے میں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگیا۔ (خطبہ الہامیہ ص۱۸۴، خزائن ج۱۶ ص۲۷۵)

۷…… مرزا قادیانی کی فتح مبین آنحضرت ﷺ کی فتح مبین سے بڑھ کر ہے۔

(خطبہ الہامیہ ص۱۹۳، خزائن ج۱۶ ص۲۸۸)

۸…… آنحضرت ﷺ کا زمانہ روحانی ترقیات کے لئے پہلا قدم تھا۔ اور مرزا قادیانی کا زمانہ روحانی کمالات کی معراج ہے۔ (خطبہ الہامیہ ص۱۷۷، خزائن ج۱۶ ص۲۶۶)

۹…… مرزا قادیانی کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔

(ریویو آف ریلیجنز مئی ۱۹۲۹ء بحوالہ قادیانی مذہب ص۲۶۶)

۱۰…… قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کے بغیر محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ باطل اور منسوخ ہے۔ کوئی شخص یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو: ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا

قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

(آئینہ صداقت ص ۳۵ از مرزا محمود احمد قادیانی)

۱۱...... قادیانیوں کے نزدیک کلمہ طیبہ کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں مرزا قادیانی داخل ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو: "ہاں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے آنے سے (کلمہ کے مفہوم میں) ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے۔ مگر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کے بعد (محمد رسول اللہ ﷺ) کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی۔"

(کلمۃ الفصل ص ۱۵۸ طبع اول ۱۹۱۵ء)

۱۲...... قادیانیوں نے کلمہ طیبہ کا مفہوم یوں تبدیل کیا کہ چونکہ محمد رسول اللہ نے بعینہ مرزا قادیانی کی شکل میں دوبارہ ظہور کیا ہے۔ اس لئے قادیانی عقیدہ کے مطابق:

کلمہ طیبہ: لا اله الا الله محمد رسول الله

کلمہ خبیثہ: لا الہ الا اللہ مرزا قادیانی رسول اللہ

دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔ یعنی کلمہ میں محمد رسول اللہ سے بعینہ مرزا قادیانی مراد ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

"مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: "صار وجودی (میرا وجود بعینہ محمد رسول اللہ کا وجود ہے) جودہ نیز من فرق بینی وبین المصطفی فما عرفنی ومارای (جس نے میرے اور مصطفیٰ کے درمیان فرق کیا۔ اس نے مجھے نہیں پہچانا) اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا۔ جیسا کہ آیت "آخرین منهم" سے ظاہر ہے۔ بس مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی ہے۔ فتدبروا!" (کلمۃ الفصل ص ۱۵۸)

مندرجہ بالا حوالوں سے واضح ہے کہ قادیانی اس لئے کلمہ پڑھتے ہیں کہ ان کے نزدیک مرزا قادیانی محمد رسول اللہ ﷺ ہے اور محمد رسول اللہ مرزا قادیانی ہے۔

۱۳...... مرزا قادیانی کے بغیر ان کے نزدیک دین اسلام "لعنتی، شیطانی، مردہ اور قابل نفرت ہے۔" (ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۸۳، ملفوظات ص ۱۲۷ ج ۱۰)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

تحریک ختم نبوت

حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

رفیق محترم جانباز مرزا کے فرزند گرامی عزیز خالد جانباز اور ان کے دوست شیخ پرویز صاحب سیکرٹری مجلس طلبائے اسلام پاکستان (چنیوٹ) یہ فرمائش لے کر تشریف لائے کہ میں شیخ الفاضل محترم عبدالستار خان نیازی ایم اے، ایل ایل بی کے شہدائے ختم نبوت کانفرنس (۱۰ مارچ ۱۹۵۷ء) میں خطاب کا افتتاحیہ لکھوں اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ان عزیزان گرامی نے اس بار امانت کا قرعہ فال مجھ دیوانے پر کیوں دے مارا ہے؟...... کہاں محترم نیازی صاحب کی بلند و بالا شخصیت اور کہاں یہ کوتاہ قامت شیرازی...... یعنی چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ لیکن یہ سوچ کر کہ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اس فرمائش کی تعمیل کر رہا ہوں کہ شاید یہ چند سطور مجھ گناہگار پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہانہ بن جائیں۔ اور قیامت کے روز خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کا دامان شفاعت میسر آ جائے۔

محترم شیخ الفاضل عبدالستار خان نیازی، آغا شورش کاشمیری اور جناب ابوسعید انور سے راقم الحروف کی یاد اللہ بہت پرانی ہے۔ اور یہ باتیں ہیں جب کی کہ آتش جواں تھا۔ نیازی صاحب ہندوستان میں خلافت اسلامی قائم کرتے کرتے تحریک حصول پاکستان کے سیاسی مجاہدین کی صف یعنی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ آغا شورش مجلس اتحاد ملت سے ہوتے ہوئے مجلس احرار اسلام کی سٹیج پر جلوہ فرما ہوئے۔ ابوسعید انور ہم وطنوں کو فارسی اور انگریزوں کو اردو پڑھاتے پڑھاتے مسلم لیگی بن گئے اور راقم الحروف نے غلبہ اسلام کی منزل تک پہنچنے کے لئے اس قافلے کی گرد راہ یعنی خاکسار بننا قبول کر لیا۔

ما ومجنوں هم سبق بودیم در دیوان عشق
او بصحرا رفت وما در کوچه ها رسوا شدیم

لیکن جب ہم سب لوگ منزل تک پہنچے تو ہم نے یہ عجیب تماشا دیکھا۔

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

اور ہمارے احساسات کی کیفیت اب تک یہ ہے کہ۔

ڈھونڈھتا پھرتا ہوں اپنے آپ کو اقبال میں
آپ ہی گویا مسافر آپ ہی منزل ہوں میں

ہمارے یہی احساسات جب صورت پذیر ہوتے ہیں تو ان لوگوں سے جو پاکستان کے خطہ ارضی کے حصول کی خاطر اپنے گھر بار چھوڑے۔ اپنے معصوم بچوں کے سروں کو نیزوں کی انی پر رقص بپا کرتے دیکھا۔ اپنی بہنوں اور بچیوں کی عصمتیں لٹتے دیکھیں۔ اپنی باؤں کی مامتا کو بلکتے دیکھا۔ اپنی بیویوں کے سہاگ اجڑنے کا تماشا دیکھا۔ اگر اس سوال کا جواب آسودگان منزل اثبات میں دیتے ہیں تو پھر مجھے یہ کہنے میں ہرگز باک نہیں کہ دنیا کے تختے پر ان ہندوستانی مسلمانوں سے زیادہ احمق، بے وقوف اور اندھی قوم ہرگز موجود نہیں اور پاکستان کے عوام اور رہنماؤں کو اپنے ملک کا نام فوراً تبدیل کر لینا چاہئے۔ ورنہ مستقبل کا مورخ اس ملک کا تعارف احمقستان کے نام سے کرانے پر مجبور ہوگا......!

لیکن اگر پاکستان سے عبارت ایک ایسا خطہ ارضی ہے جہاں اسلام کی حکمرانی، خدائے بزرگ و برتر کی حکومت اور خاتم الانبیاء سرور کائنات، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت کا قانون نافذ ہوگا اور جو ملک لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرہ توحید و رسالت کے نتیجے میں مملکت خداداد پاکستان کہلاتا ہے تو اس ملک میں حکومت کی باگ ڈور صرف انہی لوگوں کے ہاتھ میں رہنا ضروری ہے۔ جن کی گردنوں میں محمد اور صرف محمد کی غلامی کا نقش ثبت ہے۔ ورنہ قانونی اور اخلاقی لحاظ سے ہرگز اس ملک کی کلیدی اسامیوں پر فائز نہیں رہ سکتا۔

اسلام بدھ مت کی طرح انفرادی فعل اور افراد کا ذاتی معاملہ نہیں۔ دین اسلام مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ جس سے مسلمان قوم ہر شعبہ زندگی میں رشد و ہدایت حاصل کرتی ہے۔

اس واضح امر کی موجودگی میں جو لوگ دین اور سیاست کو الگ الگ کر کے ''ختم نبوت'' کے نعرے کو مذہبی جنون کا نام دیتے ہیں۔ وہ یا تو جنت الحمقاء میں بستے ہیں یا دیوانہ بکار خویش ہشیار کے مصداق ہیں۔ ختم نبوت ہی تو وہ مہر ہے، وہ نقش ہے، محمد کی غلامی کا وہ طوق ہے جس کی

بنیاد پر پاکستان کی بلند و بالا عمارت تعمیر اور قائم ہے۔ اس بنیادی پتھر کو نکالنے کی کوشش کرنے والے پاکستان کی عمارت اور اسلام کے ستون کو تباہ و برباد کر دینا چاہتے ہیں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ تحریک تحفظ ختم نبوت سے کم و بیش چار برس پیشتر علامہ عنایت اللہ خان المشرقیؒ نے پاکستان کو پیش آنے والے جن تین بڑے خطروں کی نشاندہی کی تھی۔ ان میں سب سے بڑا خطرہ قادیانیت کا تھا۔ اس خطرے سے پاکستان کے مستقبل کو محفوظ رکھنا آج بھی انتہائی ضروری ہے۔ بابائے صحافت کہاں یاد آئے۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں جب حکومت نے نیازی صاحب کو تختہ دار پر چڑھانے کا حکم صادر کیا۔ راقم الحروف نے روزنامہ "سعادت" لائل پور میں اندھیر نگری چوپٹ راج کے عنوان سے ایک اداریہ سپرد قلم کیا تھا۔ جس میں اس وقت کے اندھے راجاؤں کو توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ قادیانیت کی گردن میں ڈالنے والا پھانسی کا پھندا نیازی صاحب کی گردن میں صرف اس لئے ڈال رہے ہیں کہ نیازی صاحب کی گردان انہیں اس پھندے کے مطابق دکھائی دے رہی ہے۔

وقت نے ان اندھے راجاؤں کی بساط سلطنت یوں اٹھا پھینکی کہ اب ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں۔ اور نیازی صاحب کی فراخ پیشانی پر ختم نبوت کا نور بدستور چمک رہا ہے اور حشر تک چمکتا رہے گا۔ (انشاء اللہ)

حضرت شیخ الفاضل عبدالستار خان نیازی صاحب نے اپنی اس جامع و مانع تقریر میں تحفظ ختم نبوت کے سیاسی پہلوؤں پر خصوصی توجہ دلا کر عامۃ المسلمین اور ارباب اقتدار کو اس پر غور و فکر کی جو دعوت دی ہے۔ فی الحقیقت اس دعوت پر عمل کرنے میں نہ صرف پاکستان کے قیام و بقاء اور تحفظ استحکام کا راز مضمر ہے۔ بلکہ خود ارباب اقتدار کی فلاح و بہبود، دنیاوی اور اخروی نجات اور حسنات اسی میں پوشیدہ ہے۔ مجلس طلبائے اسلام کے نوجوان کارکن یقیناً لائق تبریک

وتحسین ہیں کہ وہ اس نایاب تقریر کی اشاعت کا بیڑا اٹھا کر سعادت دارین حاصل کر رہے ہیں۔

دفتر ماہنامہ ''تذکرہ'' لاہور، خاکپائے شہیدان ختم نبوت
(حکیم) آزاد شیرازی

نحمده ونستعینه ونستغفره ونومن به……الخ

بسم الله الرحمن الرحیم

الذین قالو الا خوانهم وقعدو الو اطاعونا ما قتلوا۔ قل فادرء وا عن انفسکم الموت ان کنتم صدقین۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا۔ بل احیاء عند ربهم یرزقون۔ فرحین بما اتهم الله من فضله ویستبشرون بالذین لم یلحقوابهم من خلفهم الآخوف علیهم ولاهم یحزنون۔ یستبشرون بنعمة من الله وفضل وان الله لایضیع اجرا لمؤمنین۔ الذین استجابو الله والرسول من بعدما اصابهم القرح۔ للذین احسنوا منهم واتقوا اجر عظیم۔ الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوالکم فاخشوهم فزادهم ایمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوکیل۔ فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم یمسسهم سوء واتبعوا رضوان الله۔ والله ذوفضل عظیم۔

(ال عمران:۱۶۸تا۱۷۴)

یہ کانفرنس اس لئے منعقد ہو رہی ہے کہ آج سے چار سال قبل کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے شہداء کی یادگار منائی جائے۔ چونکہ یہ ایک کانفرنس ہے۔ محض ایک جلسہ نہیں۔ اس لئے میں خلاف معمول اپنی معروضات تقریر کے بجائے تحریر کی شکل میں پیش کر رہا ہوں تاکہ جو شرکاء کار یہاں موجود نہیں۔ وہ بھی بیرون جات میں ان مسائل پر غور کر سکیں اور جو احباب یہاں موجود ہیں وہ اس نشست سے اٹھ کر جب واپس جائیں تو زیادہ غور سے ان معروضات کی نسبت سوچ سکیں۔ تحریر کی شکل میں یہ معروضات پیش کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تحریک ختم نبوت کے جو مخالفین تحریک کے مؤقف کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور یوں اس کے متعلق غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں۔ وہ آسانی سے ایسا نہ کر سکیں۔

یادگار منانے کا مقصد

یادگار منانے سے مفہوم یہ ہے کہ جس واقعہ یا جس شخصیت یا جس پیغام کی ہم یاد مناتا

چاہتے ہیں۔ جو ہمیں پسند ہے اور جس کی ہمارے دل میں قدر ہے۔ اس کی تفصیلات وقت گزرنے سے ہمیں بھول نہ جائیں۔ اس لئے کہ جن کو وہ تفصیلات یاد ہیں۔ وہ انہیں دہرائیں۔ ہم ایک مرتبہ پھر یہ دیکھیں کہ جس شے کی ہم یادگار منا رہے ہیں۔ وہ ہمیں کیوں محبوب تھی؟ اس کا کون سا پہلو ہمیں عزیز تھا؟ مدت گزر جانے کے بعد بھی ہم کیوں اسے بھولنے پر آمادہ نہیں؟ اس یاد کو تازہ کرنے سے کیا فائدہ ہے اور جس مقصد کی خاطر وہ شے ہمیں عزیز تھی۔ بدلے ہوئے حالات میں وہ مقصد کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟

تحریک کیوں شروع ہوئی؟

فروری ۱۹۵۳ء کے آخر میں کراچی اور لاہور سے تحریک تحفظ ختم نبوت نے تین مطالبات کو خواجہ ناظم الدین کی مسلم لیگی وزارت سے منوانے کی خاطر راست اقدام کی تحریک کا آغاز کیا تھا۔ تحریک کی ابتداء ایک مجلس عمل نے کی تھی۔ جس نے یہ پہلے سے بتا دیا تھا کہ تحریک کا مقصد تشدد یا قانون شکنی نہیں۔ بلکہ اس وزارت کو استعفیٰ دینے پر مجبور کرنا ہے۔ جو رائے عامہ کے مطالبات کو تسلیم نہیں کرتی۔ خود اپنی جماعت کے فیصلے پر بھی عمل نہیں کرتی اور جس نے سوائے راست اقدام کے اور کوئی راستہ باقی نہیں چھوڑا۔ جس کے ذریعے یہ تین مطالبات منوائے جا سکیں۔ نہ ہی یہ وزارت ملک کا آئین مکمل کرنے پر آمادہ تھی۔ آئین کی تکمیل کی صورت میں عام انتخابات کا بھی امکان نہ تھا۔ جہاں رائے عامہ آئینی طریقے سے اپنے مطالبات پورے کروا سکتی۔

وہ تین مطالبات یہ تھے:

اوّل...... سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹا دیا جائے۔ کیونکہ وہ اپنے اس مذہبی عقیدے کا خود اقرار کر چکے ہیں کہ برطانوی حکومت سے وفاداری ان کے دین و ایمان میں داخل ہے اور جو شخص کسی غیر مملکت کی حکومت سے شرعی وفاداری اپنے ایمان میں داخل سمجھتا ہو وہ پاکستان کی آزاد مملکت میں وزارت خارجہ جیسے اہم عہدے پر متمکن رہنے کا ہرگز اہل نہیں۔

دوسرا...... مطالبہ یہ تھا کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ ہر مسئلہ میں جناب خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم نہ کرے اور حضور سرور کائنات ؐ کی تعلیمات میں سے کسی کی تفسیر، تعبیر یا تاویل کا سوال پیدا ہو تو مسلمانوں کی کثرت رائے کے فیصلے کی پابندی کو اپنے لئے ضروری نہ سمجھے۔ پاکستان اس لئے حاصل کیا گیا ہے کہ یہاں اسلام کی

تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی خاطر ایک وطن قائم کیا جائے۔

لہٰذا جو لوگ پاکستان میں رہنا چاہیں۔ لیکن خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو کسی مسئلہ میں آخری حجت تسلیم نہ کریں۔ یا حضور ﷺ کی کسی تعلیم کی تاویل میں مسلمانوں کی کثرت رائے کی پابندی قبول نہ کریں۔ انہیں آئین پاکستان کے ماتحت اقلیت قرار دینا چاہیے۔

تیسرا...... مطالبہ یہ تھا کہ پاکستان بن جانے کے بعد یہاں سب سے بڑا مسئلہ حکومت کو اسلامی تعلیمات کے ماتحت لانے کا ہے۔ حکومت صرف وزارت کا نام نہیں بلکہ اس میں سرکاری ملازمین کو بھی بڑا دخل ہے۔ لہٰذا جب تک پاکستان میں سرکاری محکموں کی کلیدی آسامیوں پر صرف ایسے سرکاری ملازمین کو مقرر نہیں کیا جاتا جو ہر مسئلہ میں خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم کریں اور حضور ﷺ کی تعلیم کی تاویل میں مسلمانوں کی کثرت رائے کے فیصلے کی پابندی اپنا ایمان اور منصبی فرض سمجھیں۔ تب تک پاکستان کو اسلامی مملکت نہیں بنایا جا سکتا۔

اس کانفرنس میں تاخیر کیوں ہوئی؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مطالبات تو آج سے پانچ سال قبل پیش کئے گئے تھے۔ ان کے متعلق راست اقدام کی تحریک چار سال پہلے شروع ہوئی تھی۔ اس وقت کی وزارت نے اس تحریک کو کچلنے کے لئے جب مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔ اس واقعہ کو بھی اتنی ہی مدت گزر چکی ہے۔ لیکن آج تک ان شہداء کی یاد منانے کے لئے اس پیمانے پر کانفرنس اس سے پہلے کیوں نہ منعقد ہو سکی۔

مختصر طور پر اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب یہ تحریک شروع ہوئی تو اس وقت ایک ایسی وزارت مرکز میں اور صوبے میں برسر اقتدار تھی جو پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت منانے کے وہ وعدے بھول چکی تھی کہ۔

پاکستان کا مطلب کیا   لا الہ الا اللہ

یہ وزارت جس ایوان کے سامنے جواب دہ تھی (جیسا کہ بعد میں ایک عدالتی مقدمے کے دوران میں ثابت ہوا) وہ ایوان اپنے آپ کو مختار مطلق اور سلطان مطلق سمجھتا تھا۔ اور جب تک ان کو عدالتی پروانے کے ذریعے ان کی کرسیوں سے برطرف نہ کر دیا گیا۔ تب تک انہوں نے اپنے منصب سے کسی صورت بے پرآمادگی ظاہر نہ کی۔

نماند ستمگار بدروزگار

یہ وزارت اور یہ ایوان بعض سرکاری افسروں کے ساتھ مل جل کر من مانی رنگ رلیاں مناتے تھے۔ لہٰذا جب تحریک تحفظ ختم نبوت نے ”راست اقدام“ کا آغاز کیا تو ان ارباب اقتدار نے نہ عوام کے مطالبات مانے، نہ ”راست اقدام“ کرنے والوں کی پر امن عوامی گرفتاریاں قبول کیں۔ بلکہ پہلے ان پر لاٹھی چلائی۔ پھر گولی چلائی اور آخر میں فوج کو دھاوا بولنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد ملک میں ارباب غرض نے ایک ایسی صورت پیدا کر دی کہ ختم نبوت کا نام لینا قانون شکنی کے ہم معنی قرار پایا۔ عام مجرموں کو ارتکاب جرم سے پہلے ارادہ جرم کی سزا نہیں دی جاتی۔ لیکن ختم نبوت کا عقیدہ بیان کرنا بھی کچھ مدت تک جرم قرار پا گیا تھا۔ جب ملک کے قانون نے پورا ساتھ نہ دیا تو سیفٹی ایکٹ سے کام لیا گیا۔ جو غداران وطن کے خلاف استعمال کرنے کی خاطر بنایا گیا تھا۔ جب سیفٹی ایکٹ سے بھی تسلی نہ ہوئی تو بنگال ریگولیشن سے کام لیا گیا۔ جب اس سے بھی دل ٹھنڈا نہ ہوا تو مجلس دستور ساز سات سال میں ملک کا دستور نہ بنا سکی تھی۔ اس نے سات گھنٹے کے اندر ایک انڈمنٹی ایکٹ منظور کر دیا۔ جس کا سادے الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ حاکم وقت جس کو چاہے ختم نبوت کا نام لینے کے جرم مین جیل کے اندر ڈال دے۔ پھانسی کے تختے پر لٹکا دے۔ جائیداد قرق قرق کر لے، جو فریاد کرے اس کو بھی شریک جرم قرار دے کر جو چاہے سزا دے۔

ظاہر ہے کہ اس سختی اور جبر سے دہشت پھیلی۔ جن کے دل میں دہشت نے اثر نہ کیا، ان کے سامنے یہ سوال تھا کہ جب ارباب اقتدار فوج کشی پر آمادہ ہو گئے ہیں تو ان کا مقابلہ کرنے سے ملک کے اندر خانہ جنگی پیدا نہ ہو جائے۔ جو پاکستان ہم نے لاکھوں قربانیوں سے حاصل کیا ہے۔ اس کا استحکام اور سالمیت خطرے میں نہ پڑ جائے۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ رقبے اور آبادی کے لحاظ سے پاکستان دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہے۔ وہ گہوارہ ہے جس میں پرورش پانے والے انشاء اللہ العزیز ایک دن دنیا کے اندر اسلامی نظام قائم کر کے ہی دم لیں گے۔ اس لئے عارضی طور پر یہاں ختم نبوت کی تحریک کو کچلنے والے ارباب اختیار سے بھی کھلا تصادم ہمارے مقاصد کے لئے مفید نہ تھا۔

جس قانون کو ہم نے غلط سمجھا اس کا مقابلہ بھی ہم نے قانون کی حد سے آگے بڑھ کر نہ کیا۔ کیونکہ ہم اپنی تلواریں ان دشمنوں کے لئے بچا رکھنا چاہتے ہیں جو صرف ہماری گردنیں ہی

نہیں کاٹنا چاہتے۔ بلکہ ہمارے وطن کو ختم کر دینے کے عزائم رکھتے ہیں۔

قربانی دینے والوں کا صبر کام آیا۔ پہلے صوبے کی وہ وزارت ختم ہوئی جس نے تحریک ختم نبوت کو مکر اور تشدد سے ختم کرنا چاہا تھا۔ پھر وہ مرکزی وزارت ختم ہوئی، جس نے اقتدار کے زعم میں ختم نبوت سے سرکشی کی تھی۔ پھر وہ مجلس دستور ساز ختم ہوئی جس نے انڈمنٹی ایکٹ جیسے قانون بنا کر تحریک ختم نبوت کو خلاف قانون بنانا چاہا تھا۔ تب وہ آئین بھی ختم ہو گیا جس نے اس قسم کی مجلس دستور ساز کو آٹھ سال تک ہمارے سروں پر مسلط کر دیا تھا۔ ’’**لولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع ومساجد يذكر فيها اسم الله……الخ**‘‘ ﴿اللہ تعالیٰ اگر بعض ظالموں کو دوسرے ظالموں سے ٹکرا کر ان کا فتنہ دور نہ کر دیتا تو خدا کا نام لینے والے درویشوں کی خانقاہیں اور معابد اور مسجدیں ویران ہو جاتیں اور کوئی خدا کا نام لینے والا باقی نہ رہتا۔﴾

نئے دستور کی سہولتیں

اس کے بعد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک نیا دستور پچھلے سال نافذ ہوا۔ ہم اس دستور کو اسلامی لحاظ سے بے نقص نہیں سمجھتے۔ لیکن اس دستور کے بن جانے کا یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ اب ملک میں ایسا کوئی گورنر جنرل باقی نہیں رہا جو ملکہ برطانیہ کا نمائندہ ہونے کی حیثیت میں عوام کے مطالبات کو ہمیشہ قانون کے دائرے کے اندر رہ کر دبا سکے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مرکزی اور صوبائی ایوان کے اراکین ابھی رائے عامہ کے نمائندے نہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ عام الیکشن کی تاریخ ہر سال اگلے برس پر ملتوی کر دی جاتی ہے۔ لیکن یہ کھیل زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ اب ملک کے اندر آئینی جدوجہد کی ایک ایسی راہ کھل چکی ہے کہ ملک کے باشندوں کی اکثریت اگر کسی بات پر تل جائے تو اس کے ارادے پورے ہونے میں تاخیر تو ڈالی جا سکتی ہے۔ لیکن ان ارادوں کو مٹایا نہیں جا سکتا اور بالآخر ان کی کامیابی سے مفر نہیں اور جو لوگ رائے عامہ کی مخالفت کریں یا اطاعت نہ کریں۔ ان کے زیادہ دیر تک برسر اقتدار رہنے کا بھی امکان نہیں۔

جب میں کہتا ہوں کہ نیا آئین بن جانے کے بعد رائے عامہ کے فیصلوں کو پاکستان میں زیادہ دیر تک نافذ ہونے سے باز نہیں رکھا جا سکتا تو میرا اشارہ صرف عام الیکشن کی جانب نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ عام الیکشن میں بھی بدعنوانیاں اور بے قاعدگیاں کی جا سکتی ہیں۔ میں عام الیکشن کی تیاری اور اس کے نتائج سے زیادہ اہم ملک کی جمہوری رائے عامہ کی تربیت کو خیال کرتا ہوں۔

نئے آئین کے ماتحت عوام کو جو بنیادی حقوق حاصل ہو چکے ہیں اوران بنیادی حقوق کے نفاذ کے لئے عدالتی پروانہ حاصل کرنے کا جو آسان طریقہ رائج ہو چکا ہے۔ اوراس طریقے کو استعمال کرتے ہوئے ارباب اقتدار کی متعدد بدعنوانیوں کو روکنے میں جو کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ وہ ختم نبوت پر حتمی عقیدہ رکھنے والوں کے لئے یہ راہ کھول دیتے ہیں کہ وہ ملک کی رائے عامہ پر اپنے مقاصد کی اہمیت واضح کریں۔ انہیں اپنا ہم نوا بنائیں اور مخالفین نے سچائی کے سورج کو چھپانے کے لئے جھوٹ کے جو بادل پھیلا رکھے ہیں۔ ان کو چاک کر دیں۔ اگر یہ کام سلیقے اور صبر سے انجام دیا جائے۔ تو ان مٹھی بھر مفاد پرستوں کی سازشوں کو ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ جو تحریک کو بدنام کر کے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔

کانفرنس اب منعقد ہونے کی وجہ

یہ وجہ تھی کہ شہداء ختم نبوت کانفرنس چار سال تک اس پیمانے پر منعقد نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے تازہ حالات میں نہ راست اقدام کی ضرورت باقی ہے۔ نہ تحریک کے عزائم کو آئین اور قانون کی حدود کے اندر پروان چڑھنے سے دشمنوں کی کوئی سازش رک سکتی ہے اور نہ آج کوئی ایسی طاقت ملک کے اندر موجود ہے۔ جو تشدد اور جبر سے اس تحریک کو کچل سکے۔

جب قدرت نے یوں ہمیں چار سال پہلے شمع نبوت پر قربان جانے والے ان پروانوں کی یادگار منانے کا موقع دیا ہے تو آیئے ہم ذرا غور کریں کہ شہادت کیا ہے؟ شہادت کا منصب کیا ہے؟ اسلامی شہید کی وہ کیا خصوصیت ہے جو اسے دنیا کے دوسرے نامور سورماؤں سے ممتاز کرتی ہے۔ جو کسی قومی یا دنیاوی مقصد کی خاطر اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔

موت سے بڑی قربانی کوئی نہیں

اس دنیا کی تمام تکالیف اور مصیبتوں کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ موت کے ایک جزو سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اس لئے اگر کافر بھی کسی مقصد کی خاطر اپنی جان قربان کرتا ہے تو ہمیشہ احترام کی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ مسلمان جب کسی دنیا کے جھگڑے میں اپنی جان پر کھیل جاتا ہے تو چاہے اس میں دین کے کسی حکم کی خلاف ورزی بھی کی گئی ہو تب بھی مرنے والے سے ایک عجیب قسم کی ہمدردی محسوس کی جاتی ہے۔

دیکھئے چند سال پہلے ڈھاکہ میں بعض بنگالی نوجوانوں نے اس مقصد کی خاطر بلوہ کر دیا کہ سرکاری زبان بنگالی ہونی چاہئے۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح بنگالیوں کو سرکاری نوکریاں زیادہ

ملیں۔ بلوہ میں چند نوجوان مارے گئے۔ اس وقت انہیں مجرم، قوم کے دشمن وغیرہ القاب دیئے گئے۔ وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ کچھ مدت بعد ایک ایسی پارٹی برسراقتدار آ گئی جو ان مرنے والوں کو شہید کے نام سے یاد کرتی تھی۔ پھر مرکز میں ایک ایسی حکومت بن گئی جو اس بنگالی پارٹی کے ووٹوں کے بغیر حکومت کی گدی پر نہیں بیٹھ سکتی۔ مرکزی اسمبلی کا حالیہ اجلاس جاری تھا کہ کسی نے ان بنگالی زبان کے شہیدوں کی یاد میں اسمبلی کا اجلاس ۵/منٹ تک ملتوی کرنے کی تجویز پیش کردی۔ ایوان کی ہر قابل ذکر پارٹی نے اس تجویز کی تائید کی۔

اسی طرح ۱۹۳۰ء میں جب انگریز کے خلاف کانگریس کی تحریک زوروں پر تھی اور صوبہ سرحد کی سرخ پوش تحریک نے کانگریس کے ساتھ شرکت اختیار کرلی تھی۔ تو قصہ خوانی بازار پشاور میں کچھ پٹھان انگریزی فوج سے الجھتے ہوئے مارے گئے۔ بعد میں ان کو بھی شہید کا لقب دے دیا گیا۔ ان کی یاد بھی اب ہر سال دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔

مغربی ممالک میں یہ عام دستور ہے کہ جنگ میں کام آنے والے کسی ایک گمنام سپاہی کی قبر ملک کے دارالحکومت میں بنا دیتے ہیں اور باہر سے آنے والے ہر معزز مہمان اس قبر پر اسی طرح پھول چڑھاتا ہے۔ جیسے پاکستان میں قائداعظمؒ اور شہید ملتؒ کے مزارات پر گلدستے چڑھائے جاتے ہیں۔

مسلمان شہید کی خصوصیت

بلاشبہ وہ تمام لوگ جنہوں نے اپنی قوم کی کوئی خدمت انجام دیتے ہوئے اپنی جان قربان کردی۔ وہ اور ان کی یاد ایک احترام کی مستحق ہے۔ لیکن ہم مسلمان جو اپنے آپ کو اسوۂ ملت ابراہیمی کا نام لیوا سمجھتے ہیں۔ ہمارے ہاں شہید کے معنی، اس کا مقام اور اس کی یاد منانے کے معنی کچھ مختلف ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں قوم کا مفہوم بھی دوسری قوموں سے بالکل مختلف ہے۔ ہماری قوم کے قومی مفاد بھی ان معنوں میں قومی نہیں جس طرح دنیا کی دوسری قوموں کے ہاں اجتماعی مفاد کی نگہداشت ہوئی ہے۔

”ملة ابيكم ابراهيم۔ هو سمّٰكم السلمين۔ من قبل وفي هذا ليكون الرسول شهيدا عليكم وتكونوا شهداء على الناس (الحج:۷۸)“ ﴿تمہاری ملت کا انتساب تمہارے بزرگ ابراہیم علیہ السلام سے ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی تمہیں مسلمان کے نام سے پکارا۔ قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے بھی تمہیں اسی وجہ سے مسلمان کہا جاتا تھا۔

قرآن مجید میں بھی تمہیں مسلمان ہی کا نام دیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ خاتم النبیین ﷺ تمہارے منصب پر شہادت دیں اور تم انسانیت کے مرتبے کی شہادت دو۔ ﴾

دوسرے مقامات پر ملت ابراہیمی کو دوسری قوموں سے ممتاز کرنے والے اوصاف کی یوں تشریح کی گئی ہے کہ: ”قدکانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین معه اذ قالوا لقومهم انا برآء ومنكم ومما تعبدون منْ دون الله كفرنا بكم وبدا بيننا وبينكم العداوة والبغضاء ابداً حتىٰ تؤمنوا بالله وحده......الخ (الممتحنہ۴)“ ﴿ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی سنت کی پیروی مسلمانوں کے لئے بہترین دستور ہے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: اے کافرو! تم اللہ کے سوا جن کی پرستش کرتے ہو ہم ان سے اور تم سے بے تعلقی کا اعلان کرتے ہیں۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے مابین ہمیشہ عداوت اور بغض رہے گا۔ جب تک کہ تم ایک خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ ﴾

کافر خدا کے سوا جن کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کی وضاحت کرتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام نے جس رائے کا اظہار کیا وہ قرآن مجید میں ایک مقام پر یوں بیان کی گئی ہے:

”وقال انما اتخذتم من دون الله اوثاناً مودة بينكم فى الحيوٰة الدنيا ثم يوم القيمة يكفر بعضكم ببعض ويلعن بعضكم بعضا ومأوٰكم النار ومالكم من ناصرين (العنکبوت۲۵)“

ابراہیم علیہ السلام نے کافروں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگ خدا سے جدا جن بتوں کی پرستش کرتے ہو تمہاری اس پرستش کی بنیاد بتوں سے بھی کسی مخلصانہ وابستگی پر نہیں۔ بلکہ دراصل تم کو دنیا کی زندگی کا لالچ ہے اور دنیا سے یہ مشترکہ لالچ رکھنے کے باعث تمہارے اندر ایک باہمی لگاؤ پیدا ہو گیا ہے اور اس لگاؤ کی مجسم شکل تم نے بتوں کو بنا لیا ہے۔ لیکن تمہاری اس وابستگی کا پول قیامت کے دن کھل جائے گا۔ (جب دنیاوی تعلقات کے رشتے کٹ چکے ہوں گے۔) تب تم ایک دوسرے سے ان تعلقات کا انکار کرو گے اور باہم لعنتیں بھیجو گے۔......الخ

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ

غرض مسلمان اس لئے ایک ملت ہے کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا دین قبول کر لیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کائنات کے حقائق پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ ستارے چاند نکلنے پر مدھم پڑ جاتے ہیں۔ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے زائل ہو جاتی ہے۔ اور خود سورج بھی

ایک وقت غروب ہو جاتا ہے۔ اس لئے دنیا کے محسوس حقائق جو کہ بدلتے رہتے ہیں۔ کوئی اصلیت نہیں رکھتے۔ اصلیت اس پائیدار طاقت کو حاصل ہے جو ان سب حقائق کو پیدا کرتی ہے۔ مسلمان اس مٹ جانے والے واقعات سے توجہ ہٹا کر خدا کی ہمیشہ رہنے والی قدرت کے سامنے اپنا رشتہ جوڑنے کا خواہشمند ہے۔ وہ دنیا کی قدر صرف اسی حد تک کرتا ہے۔ جس سے آخرت کی فصل کاٹی جاسکے۔ مسلمان مل کر جب تک قوم کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ تو اس قومیت کے نظام سے بھی ان کا مقصد ایک ایسا طریقہ زندگی رائج کرنا ہے۔ جو انہیں دنیا کے رشتوں سے پاک کر کے اور اونچا اٹھا کر آخرت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کا موقع دے۔

دنیا کی دوسری قومیں قومیت کے نظام اس لئے قائم کرتی ہیں کہ کوئی اپنی نسل کو دنیا کی دوسری نسلوں کے حصے کی زمین چھین کر دینا چاہتا ہے۔ کوئی دوسروں کو غلام بنانا چاہتا ہے۔ کوئی تجارت یا دولت کی ترقی چاہتا ہے۔ لیکن مسلمان اپنی شخصیت کی اس نشو ونما کا خواہش مند ہے۔ جس کے لئے زمین، نسل اور دولت وسائل سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔

موت حقیقی زندگی کا آغاز ہے

مولانا رومؒ نے حضرت امیر حمزہؓ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جوانی میں زرہ پہن کر جنگ کرتے تھے۔ لیکن مسلمان ہوئے تو زرہ اتار کر جہاد میں شامل ہوئے۔ کسی نے پوچھا: آپ جوان تھے تو زرہ پہنتے تھے۔ اب بڑھاپے میں بغیر زرہ کے لڑنا کہاں مناسب ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ جوانی میں طبعی شجاعت کے بل پر جنگ کرتا تھا۔ جیسے پروانہ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر آگ کی طرف جاتا ہے۔ تب مقصد موت نہ تھا۔ بلکہ طبیعت کی تسکین کی خاطر موت کے کھیل میں حصہ لیتا تھا۔ بہرصورت خواہش یہی ہوتی تھی کہ موت سے بچ کر دنیاوی کامیابی حاصل کرلوں۔ لیکن اب ایمان لانے کے بعد یہ راز کھلا ہے کہ وہ ناموری جس کی خاطر جنگ میں حصہ لیتے تھے۔ اصل حقیقت نہیں بلکہ اصل حقیقت اس سے ایک قدم آگے ہے۔ طبیعت کو جو سکون خطرات برداشت کرنے سے ملتا تھا۔ اس طبیعت کو تسکین دینا ہی اصل مقصد نہیں بلکہ اصلیت اس سے آگے ہے۔ اس لئے اب ایمان لانے کے بعد میں جنگ میں جاتا ہوں تو طبعی جوش کی تسکین یا ناموری حاصل کرنے نہیں جاتا۔ بلکہ ایک برتر زندگی کی تلاش میں جاتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اب مجھے نہ موت سے بچنے کی خواہش ہے اور نہ ناموری کی آرزو میں زندہ رہنے کی خاطر زرہ پہننے کی حاجت۔

لیك از نور محمدؐ من كنوں
نیستم من شهر خاكی رازبوں

(رومیؒ)

میں نے اس تقریر کے آغاز میں جن آیات کریمہ کی تلاوت کی تھی۔ ان میں بھی اس نکتہ کی وضاحت ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ کہتے ہیں۔ وہ خود زندگی اور موت کی حقیقت سے جاہل ہیں۔ اگر یہ دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے تو پھر اعتراض کرنے والو! تم خود کیوں آخر کار اپنے آپ کو موت سے نہیں بچا لیتے۔ موت یہ ہے جس میں تم دنیا کے قیام کے دوران گرفتار ہوئے اور زندگی وہ ہمیشہ رہنے والی حالت ہے۔ جو اس دنیاوی موت سے چھٹکارا پانے کے بعد تمہیں حاصل ہوگی۔ اللہ کی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے پاس زندگی حاصل کرلی۔ وہاں وہ کھاتے پیتے بھی ہیں اور اللہ کا فضل پانے کی خوشی سے بھی مسرور ہیں۔ اپنے سے پیچھے رہ جانے والوں کو بھی اپنے جیسی زندگی کی بشارت دیتے ہیں۔ ان کی زندگی میں نہ خوف ہے نہ غم۔

وہ یہ بشارت دیتے ہیں کہ اللہ مومنوں کا اجراء ضائع نہیں کرتا۔ اللہ کا فضل اور اس کی نعمتیں حاصل کرنے کی راہ کھلی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو چوٹ کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں۔ جن کو انہیں دشمنوں کے غلبے سے بددل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کی قوت ایمانی میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہ بہترین مددگار اور بہترین کارساز ہے۔ یہ لوگ اللہ کے فضل سے لدے پھدے واپس آتے ہیں۔ بے شک اللہ بڑا صاحب فضل ہے۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

شہید کے مقام کے متعلق مسلمانوں کا مسلّمہ عقیدہ وہی ہے جو میں نے آیات قرآنی کے حوالے سے ابھی بیان کیا ہے۔ ممکن ہے جو لوگ دنیاوی زندگی کی لذتوں کو حاصل زندگی سمجھتے ہیں۔ شاید وہ شہداء کی اس روحانی عظمت کو پوری طرح نہ سمجھ سکیں۔ ایسے لوگوں کو سمجھانے کی خاطر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس دنیاوی کامیابی اور ترقی کو انہوں نے اپنا معیار بنالیا ہے۔ علاوہ شہداء کی روحانی اور اخروی عظمت کے۔ یہ دنیاوی کامیابی بھی شہداء کے کارناموں ہی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہوتی ہے۔

آج ہم فخر سے سر اونچا کر کے کہتے ہیں کہ روسی اور امریکی بلاک کے مقابلے میں انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک اسلامی بلاک بننے کا امکان موجود ہے۔ ذرا غور کرو اگر بدر و حنین اور احد و احزاب کے وہ شہداء اپنی جانیں نچھاور نہ کرتے جن کی تعداد شاید انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے تو آج ہمارا یہ اسلامی بلاک کدھر ہوتا؟ صرف یہی نہیں۔ اس تیرہ سو سال کی مدت میں کیا کیا سلطنتیں بنیں اور بگڑیں، چشم فلک نے کیا کیا عظمتیں ابھرتی ہوئی دیکھیں۔ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون نے دہلی، کابل، بغداد، قاہرہ اور قرطبہ میں میں کیا کیا بلندیاں حاصل کیں۔ نہ معلوم روز قیامت تک اسلامی تمدن ابھی مزید کیا کیا عروج حاصل کرتا ہے۔

کیا یہ سب کارنامے، یہ سب فضیلتیں، اگر ہم محض ان کے مادی پہلو پر ہی توجہ دیں اور تھوڑی دیر کے لئے ان شہداء کی ان روحانی عظمتوں سے قطع نظر بھی کر لیں جو میرے اور آپ کے ایمان کے مطابق ان تمام دنیاوی دولتوں سے زیادہ پرشکوہ ہیں۔ تو کیا یہ تاریخ کے تمام درخشندہ صفحات ان چند شہداء کی ذات میں اسی طرح مضمر نہ تھے۔ جس طرح شاہ بلوط کا ایک تناور اور عظیم درخت ایک رائی کے برابر بیج میں چھپا ہوتا ہے۔ صدیوں تک لوگ اس کے سائے میں بیٹھتے ہیں۔ اس کی ایک ایک شاخ سے شاندار محلات کی چھتیں تعمیر ہوتی ہیں۔ فرنیچر بنتے ہیں۔ لیکن کیا یہ سب کچھ اس ننھے بیج کی قربانی کے بغیر ہو سکتا تھا؟ جس نے اپنی جان نچھاور کر دی تا کہ ان عظمتوں کو جنم دے سکے۔

پاکستان کے اصل معمار شہداء تھے

خود پاکستان کی گزشتہ تاریخ پر ایک نگاہ ڈالئے۔ ابھی ۲۸ سال ہی تو گزرے ہیں کہ اسی شہر میں ایک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی تھی کہ ایک گستاخ ہندو نے رنگیلا رسول نامی کتاب شائع کر کے خاتم النبیین ﷺ کے ناموس پر ہاتھ بڑھانے کی جرأت کی تھی۔ ملک کا قانون ملت اسلامیہ کے اس مرکز کو اور خود کو بچانے سے انکار کر چکا تھا۔ ایک غریب بڑھئی کا نحیف لڑکا اٹھا اور اس نے وہ کارنامہ سرانجام دیا جو بڑی بڑی علم دین رکھنے والی شخصیتوں اور بارسوخ سیاسی لیڈروں کے بس کا روگ نہ رہا تھا۔ اس ایک شہید کی کوشش سے یہ نتائج برآمد ہوئے کہ قانون بھی بدل گیا۔ عدالت عالیہ کے فیصلے بھی بدل گئے اور جو مسلمان اقلیت کی پوزیشن میں اپنے رسول ﷺ کے ناموس کے تحفظ کے لئے مطالبات کیا کرتے تھے۔ انہیں ایک جداگانہ قوم کی حیثیت میں ایک مستقل وطن کے مدعی ہونے کا حوصلہ مل گیا۔

مؤرخ کہتا ہے کہ پاکستان کا مطالبہ علامہ اقبالؒ کے الٰہ آباد کے خطبے سے شروع ہوا۔ میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ فلسفی کا خواب شہید کے جہاد کا محض ایک عکس تھا۔ جو ہم اور آپ دیکھ سکتے ہیں۔ خبر نہیں اس کے اور کتنے عکس لوح سے لے کر عرش تک ابھی تک ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں اور آنے والی نسلیں ان کے آثار سے کیا کیا برکتیں حاصل کریں گی۔

یہ غازی علم الدین شہید کا دکھایا ہوا راستہ تھا۔ جس پر چل کر شہید گنج کی مسجد کو غلط قانون کے پنجے سے چھڑانے کی کوشش کی گئی۔ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ وہ کوشش ناکام رہی۔ لیکن چشم بصیرت دیکھ سکتی ہے کہ غیر مسلموں کو شہید گنج سے نکالنے کی جو کوشش شروع ہوئی تھی۔ اسی نے تمام مغربی پاکستان کو غیر مسلموں کے غلبے سے نجات دلانے کی مہم کی صورت اختیار کر لی۔

قیام پاکستان کی تحریک میں جن شہداء نے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کر دیں۔ اگر آج ہمیں اپنے گناہوں کے باعث یہ نظر حاصل نہیں کہ ہم عالم اخروی میں ان کی روحانی بلندیوں کو دیکھ سکیں۔ تو کم از کم ان کا یہ اثر ہماری یہ گنہگار آنکھیں بھی دیکھ سکتی ہیں۔ جن کو آخرت کی پرواہ تھی۔ ان کو اللہ نے آخرت کے انعامات سے نوازا اور ان کے جن بھائیوں کو فقط دنیا کی ہوس تھی۔ انہیں شہداء کی قربانیوں کے طفیل ملت کے ان دنیا پرست عناصر کو دنیاوی انعامات سے یوں سیراب کیا کہ جن کو قلم پکڑنا نہ آتا تھا۔ ان کے قلم دفتروں پر حاوی ہو گئے اور جن کو کلرکی میں ترقی کی آرزو رہتی تھی۔ وہ دنیا کے بادشاہوں کی صفوں میں ہم نشین ہونے لگے۔

تحریک ختم نبوت ایک سیاسی انقلاب کا پیش خیمہ تھی

شہداء ختم نبوت کی ابھی تک تعداد معین نہیں ہو سکی۔ مغربی پاکستان کے مختلف شہروں قریوں اور دیہات میں جو دور ابتلا آیا۔ اس کی تفصیل بھی یک جا قلم بند نہیں ہوئی۔ لیکن میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۵۲ء تک اسلام کے نام پر جس طرح چند پیشہ ور سیاست دانوں نے ایک پولیٹکل پارٹی کے سوا تمام سیاسی جماعتوں کے گلے گھونٹ دیئے تھے۔ اور بقول پاکستان کی عدالت عالیہ کے جس طرح مجلس دستور ساز نے یہ پوزیشن حاصل کر لی تھی کہ اگر وہ ابدالآباد تک ملک کا آئین تیار نہ کرتی تو انہی گنے چنے سیاسی بازی گروں نے پاکستان کے سیاسی اقتدار پر اجارہ داری قائم رکھی تھی۔

کیا وجہ ہے کہ تحریک ختم نبوت سے پہلے ملک میں اس جور و استبداد سے نجات دلانے کے لئے کوئی عمومی تحریک نہ اٹھی؟ یہ ٹھیک ہے کہ بظاہر گورنر جنرل نے اس دستوریہ سے نجات دلائی۔ لیکن گورنر جنرل کے اس اقدام کے لئے سازگار صورت حال کس تحریک نے پیدا کی۔ اگر گورنر

جنرل ہی اس اصلاحی قدم کے محرک اولیٰ تھے۔ تو وہ کیا قوت تھی جس نے گورنر جنرل کی مطلق العنانی کے دور کو استقامت حاصل نہ کرنے دی۔ شاید کہا جائے کہ یہ ملک کی رائے عامہ تھی۔ یا دانشور طبقہ کا جمہوری شعور تھا جس نے یہ کارنامے انجام دیئے۔ لیکن میں اس صورت حال میں یہ دوسرا سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا مضراب تھی جس نے ملکی رائے عامہ اور دانشور طبقہ کی رگوں میں چھ سال سے منجمد خون کو پھر زندگی کی گردش سے حرارت عطا کی۔ بلاشبہ یہ شہداء ختم نبوت کے گرم خون کی تپش تھی۔ جس نے اس جمود و تعطل کو دور کیا۔

دنیا کی ہر نعمت شہداء کی قربانی کے طفیل حاصل ہے

اگر خدانخواستہ اس تمام مجمع میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جسے شہداء کی اخروی عظمتوں کے باور کرنے میں ذرا شک ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ایسے شخص کی توجہ اس کھلی حقیقت کی طرف مبذول کروادے کہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی اسلامی تحریک جس طرح وطن پرستی کی آڑ میں جلب منفعت اور استبدادی حکومت کے استقلال کے راستے پر چل نکلی تھی۔ اس کی باگیں موڑ کر اسے جمہوریت، آئین اور اسلامی اقدار کے راستے پر لانے والی واحد قوت ان شہداء کی قربانی تھی۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ایسے شخص کے سینے کو اس سیاسی کارنامے کی قدر و قیمت سمجھا کر اس کی بلند تر روحانی عظمتوں کا اندازہ کرنے کی جانب متوجہ کر دے۔

اے حاضرین جلسہ! اگر ہم اپنی روزمرہ کی زندگی پر نگاہ ڈالیں۔ اگر ہم صرف ان چیزوں کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ جن سے ہمیں مادی فائدے اور جسمانی لذتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ ہمارے مکانات اور زمینیں جو باپ دادا سے ورثے میں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ باپ، بیٹے اور بہن بھائی کے رشتے جن سے آنکھوں کو سرور اور دلوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ یہ لذیذ کھانے جو کھائے جاتے ہیں اور پینے کی چیزیں جنہیں پیا جاتا ہے۔ یہ دوستوں کی محفلیں اور یہ برادریوں کی رسمیں جس سے میل جول اور دنیا کے ملاپ قائم ہیں۔ غرض دنیا کی ہر شے اور ہر وہ رشتہ جس سے یہاں آرام ملتا ہے۔ یا دنیا کی زندگی بامعنی بنتی ہے۔ کیا یہ سب چیزیں اس بات پر قائم نہیں کہ ہمارے معاشرے کے اندر ایک اپنایت کا رشتہ قائم ہے اور ہم میں کم از کم کچھ لوگ بعض اقدار پر متفق ہیں؟ خدانخواستہ اگر ہمارے اندر سے حرام اور حلال، جائز اور ناجائز، برے اور بھلے کی تمیز مٹ جائے تو کون کس کا رہے گا؟ نہ کوئی کسی کا باپ ہوگا اور نہ کوئی کسی کا بیٹا۔ کوئی کسی جائیداد کا مالک ہوگا اور نہ کوئی کسی کا وارث۔ نہ کوئی اپنا ہوگا اور نہ کوئی بے گانہ وغیرہ۔

ہماری قومیت کی بنیاد عشق ناموس رسول ﷺ ہے

اب ذرا ایک لمحہ کے لئے غور کرو کہ یہ سارے رشتے اور یہ سارے بندھن کس کے واسطے سے قائم ہیں۔ کیا یہ ہمارا پیارا اور آخری نبی ﷺ ہی نہیں جس نے ہمیں سکھایا ہے کہ اس کائنات کا ایک رب بھی ہے۔ اور کیا اسی نے ہمیں آگاہ نہیں کیا کہ قرآن اس برتر اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔ اور یہ قرآن نہیں جس کے بتائے ہوئے دستور سے خاندان قائم رہتے ہیں۔ ان نکات کو فلسفیانہ موشگافیاں نہ سمجھو۔ ذرا سوچو اگر نبی ﷺ کا نام بیچ سے اٹھ جائے تو وہ کیا حد ہوگی۔ وہ کون سی دیوار ہوگی جو تمہیں پٹیل، تارا سنگھ یا نہرو سے جدا رکھے گی اور اگر تم نہ ہوگے تو پاکستان کہاں ہوگا؟ اور اگر پاکستان نہ ہوگا تو یہ حکومت کہاں ہوگی اور قومی غیرت کس شے کا نام ہوگا۔ پھر اگر یہ موٹی بات ہے کہ ان سب رشتوں اور ان تمام وابستگیوں کی جڑ خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ تو جو طاقت تمہیں اس نبی سے جدا کرتی ہے۔ وہ کیا تمہارے ماں، باپ، بھائی، بہن، تمہاری جائیداد اور تمہاری زندگی کی ہر اس خوشی سے تمہیں محروم نہیں کرنا چاہتی۔ جس سے تمہاری دنیاوی زندگی کے یہ سہارے بھی قائم ہیں۔

ایسی شیطانی قوت سے جو تمہیں تمہارے نبی ﷺ سے بیگانہ کرنے کے لئے کوشاں تھی۔ بچانے کی خاطر جن نوجوانوں نے اپنا شباب قربان کر دیا جن بوڑھوں نے بڑھاپے میں جواں ہمتی دکھائی اور جن بچوں نے لڑکپن میں پیرانہ سالی کی دور اندیشی کا ثبوت دیا گیا۔ ان تمام شہداء کے متعلق یہ کہنا کسی قسم کا مبالغہ ہوگا کہ ان کی ہمت کے بغیر تم دنیا کی ہر نعمت سے بھی محروم ہو جاتے؟

دنیا کی سرسبزی خون شہیداں کی سرخی سے سیراب ہے

موسم آئیں گے اور رتیں بدل جائیں گی۔ باران رحمت ہوگی اور شہداء کی قبروں کو دھو کر بہہ جائے گی۔ خزاں کے پتے ہوا سے اڑیں گے۔ اور قبرستانوں میں بکھر جائیں گے۔ موسم بہار میں شبنم اپنے ٹھنڈے آنسو ان مزارات پر ٹپکائے گی جن کو شاید کبھی لوح مزار بھی نصیب نہ ہو۔ لیکن کیا ہم اور ہماری آئندہ نسلیں ان شہداء کا دنیاوی احسان بھی کبھی فراموش کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی جانیں دیں۔ تا کہ تم زندہ رہو۔ جنہوں نے موت کی تلخی چکھی تا کہ تم نشوونما کی مٹھاس سے بہرہ ور ہو سکو۔ جنہوں نے اس دنیا میں اپنا سب کچھ تج دیا۔ تا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ بھی محفوظ رہے اور آئندہ تم مزید بھی حاصل کر سکو۔ خدانخواستہ اگر ہمارے اندر کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے جو مرنے کے بعد ان شہداء کی شفاعت سے رحمتیں حاصل کرنے کی توقع سے محروم

ہو چکا ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں وہ کون بد بخت ہوگا۔ جو اس جہاں کی برکتوں سے محرومیت قبول کرنے کے بعد اس جہان کی ایک ایک گھڑی کو بامعنی بنانیوالے عالی حوصلہ عاشقان پاک طینت کی عظمت کا بھی انکار کرے۔

تحریک صرف مذہبی نہیں تھی

اے دوستو! جب ہم ان پاکیزہ روحوں کو فاتحہ کا ثواب پہنچانے سے فارغ ہوں۔ تو آؤ چند منٹ اس پر بھی غور کریں کہ ان جان پر کھیل جانیوالے دلیروں کے روحانی اور مذہبی عزائم پر جہاں ہم نے نگاہ ڈالی ہے۔ وہاں اس عالم اسباب میں وہ کیا حالات تھے۔ جنہوں نے خاص مارچ ۱۹۵۳ء میں انہیں اس تحریک کا علم بردار بننے کی رغبت دی۔

یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ مسلمان کا دین اس کی دنیا سے جدا نہیں۔ مسلمان کی سیاست اس کی عبادت سے منقطع نہیں۔ باوجود اس کے تحریک تحفظ ختم نبوت کے متعلق یہ ایک افسوسناک سانحہ ہے کہ اس تحریک کو ان معنوں میں بار بار مذہبی تحریک کہا گیا ہے۔ گویا یہ ایک سیاسی، اقتصادی اور عالم گیر تحریک نہ تھی۔ جب مذہبی کا لفظ ان معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کی وہی گت بن جاتی ہے۔ جس طرح ’’مذہبی سکھوں‘‘ کی ترکیب لفظی ہیں۔

مذہب کا اسلامی مفہوم مسخ ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ تحریک تحفظ ختم نبوت ان معنوں میں ایک مذہبی تحریک تھی جن معنوں میں تحریک حصول کشمیر ایک مذہبی تحریک ہے اور جن معنوں میں سود کی ممانعت سے پاکستان کی اقتصادیات کو مغربی بنکاری کے انسانیت کش اثرات سے نجات دلانے کی تحریک ایک مذہبی تحریک ہوگی۔ اس غلط فہمی اور غلط بیانی کی ابتداء اس ماحول میں ہوئی جب کہ راست اقدام کو بغاوت کے مترادف قرار دینے کی ناجائز کوشش جاری تھی۔

تحریک کا مقصد سیاسی بھی تھا

جس شخص نے تحریک تحفظ ختم نبوت کی ابتداء اور ارتقاء کے مراحل کا مطالعہ کیا ہے اور اس وقت کی تقاریر اور جلسوں کی کارروائی اور کارکنوں کی جدوجہد اور تنظیم کی سرگرمیوں پر اس کی نگاہ ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس تحریک کے چلانے والوں کو صرف یہ خیال دامن گیر نہ تھا کہ وہ الٰہیات، فقہ یا علم عقائد کا کوئی اصولی مسئلہ بجائے مدرسہ میں طے کرنے کے مسند حکومت پر بیٹھ کر سلجھانے کے خواہشمند تھے۔

بات یہ تھی کہ الٰہیات، فقہ اور علم عقائد کے ایک مسلمہ مسئلہ کو بعض سیاسی، اقتصادی اور عملی سازشوں کی مصلحت نے یوں الجھا دیا تھا کہ بغیر اس مسئلہ کو مسند حکومت پر بیٹھ کر طے کئے نہ ان

سیاسی غداروں کا علاج کیا جا سکتا تھا، جو نبوت کا نور ملکہ وکٹوریہ کے نور سے اخذ کرنا چاہتے تھے۔ نہ ان اقتصادی رخنہ اندازوں کا قلع قمع ہو سکتا تھا جو امریکہ میں پیدا ہونے والے وافر غلے کی منڈی پاکستان میں مہیا کرنے کی خاطر ایک طرف پاکستان کے دریاؤں کا رخ بدلے جانے پر کسی عملی مداخلت کے بجائے یو این او میں ساڑھے بارہ گھنٹے تقریر کرنا کافی سمجھتے تھے۔ اور دوسری طرف ملکی غلے کو بھارت میں سمگل ہونے کا موقع دے کر یہاں مصنوعی قحط کی صورت پیدا کر رہے ہیں۔ نہ ہی ان عالم گیر سازشوں کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا جو روس اور امریکہ کی لڑائی میں اسلام کے نام پر پاکستانی سپاہیوں سے وہی کام لینا چاہتے تھے جو پہلی اور دوسری عالم گیر جنگوں کے دوران میں راولپنڈی اور جہلم کے رنگروٹوں نے بغداد اور مصر میں حکومت انگلشیہ کی زریں خدمات بجالا کر انجام دیا تھا۔

تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ کے دینی پہلو کو یکسر علیحدہ رکھتے ہوئے تین سراسر دنیاوی مسائل ایسے تھے جو پاکستان کو درپیش تھے۔ اور درپیش ہیں اور جن کا حل سوائے ختم نبوت کے اصول کو پاکستان کی سیاست، پاکستان کی اقتصادیات اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کا محور اور مرکز بنائے بغیر ممکن نہ تھا۔

پاکستان کی سالمیت ختم نبوت کے اعتقادات سے وابستہ ہے

ا...... پہلا مسئلہ پاکستان کی سیاسی ہیئت تشکیل قائم رکھنے اور نشوونما دینے کا تھا۔ میں منصب شہادت کے متعلق قرآنی آیات نقل کرتے وقت آپ کو توجہ دلا چکا ہوں کہ ملت ابراہیمی دنیا میں ایک انوکھی قومیت کی ابتداء تھی۔ امت محمدیہ اسی ملت ابراہیمی کے احیاء کا نام ہے۔ اس ملت کی خصوصیت یہ ہے کہ برخلاف دنیا کی دوسری تمام قوموں کے یہ ملت محض ان افراد کی حفاظت اور بہبودی کی خاطر قائم نہیں جو اس کے اندر شامل ہیں۔ بلکہ یہ ملت اپنے آپ کو کائنات کی تمام مخلوقات اور دنیا کی تمام دیگر اقوام کی صحیح رہبری کے لئے بھی جواب دہ تصور کرتی ہے۔ اس ملت کی اپنی کوئی نسل نہیں۔ اس میں ہر دوسری نسل کے افراد کے لئے شامل ہونے کا راستہ ہمیشہ کھلا ہے۔ لیکن یہ ملت دنیا میں انسانیت کی ایک نئی نسل پیدا کرنا چاہتی ہے۔ جس کی نسلی خصوصیات سنت ابراہیمی کی تقلید ہے۔

بیسویں صدی میں پاکستان کا قیام ایک عجوبہ تسلیم کیا گیا۔ اس لئے کہ پاکستان کے دو منطقوں میں نہ جغرافیائی ہمسائیگت ہے نہ زبان مشترک ہے۔ نہ پٹ سن اور روئی کی کاشت اور فروخت یکساں اقتصادی، صوبوں کی پابند ہے۔ صرف دین کا رشتہ ہے جس کی بناء پر ملک قائم ہوا

اور قائم رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے وضاحت کر چکا ہوں۔ دین کے عام فہم معنی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آخری نبی ﷺ کی تعلیمات کو زندگی کے ہر مسئلے میں آخری حجت مانا جائے۔ اور ہر زمانے میں جن لوگوں نے اس نبی کی تعلیمات کو زندگی کے ہر مسئلے میں آخری حجت تسلیم کیا ہے۔ ان کی کارگزاری کی روشنی میں نبی ﷺ کی تعلیمات کا مفہوم سمجھا جائے۔ جسے فقہاء کی اصطلاح میں سنت سلف صالحین کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں بھی قرآن وسنت کو سارے آئین کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ ان حالات میں پاکستان کی سالمیت برقرار رکھنے کی خاطر پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی نبی پر نازل ہونے والی کتاب اور کسی نبی کی سنت آئین کا سرچشمہ ہے۔

ختم نبوت کے بغیر دوقوم کا نظریہ باقی رہے گا نہ ایک پاکستانی قوم

گویا ختم نبوت صرف فقہ اور عقائد کا مسئلہ نہیں۔ یہ پاکستان کے آئین اور ناموس کا مسئلہ ہے۔ یہ مشرقی پاکستان، کشمیر، سرحد، بلوچستان، پنجاب اور سندھ کو ایک دوسرے سے پیوست کرنے یا ایک دوسرے سے اکھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دینے کا مسئلہ ہے۔ صرف یہی نہیں یہ پاکستان کو بھارت سے جدا کرنے یا بھارت کے ساتھ واپس ملحق کر دینے کا مسئلہ ہے۔ صرف یہی نہیں یہ ہر پاکستانی خاندان کے اندر نسب اور صلہ رحمی کے رشتے قائم رکھنے یا منقطع کر دینے کا مسئلہ ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بحیثیت ایک مسلمان کے کسی مسلمان کی شخصیت کو قائم رکھنے یا ایک دیوانے کے خواب کی طرح اس کی شخصیت کے مختلف اجزاء کو ایک دوسرے سے برسرپیکار کر کے۔ اس کی اخلاقی اور ذہنی موت وارد کر دینے یا توحید سے اس کو بامعنی بنا دینے کا مسئلہ ہے۔

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ کسی شاعری کی مبالغہ آرائی یا کسی واعظ کی محفل آرائی نہیں۔ تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ جس دن سے تحریک تحفظ ختم نبوت کو کچلا گیا ہے۔ اس دن سے مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین مساوات نمائندگی اور مساوات تقسیم کے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ جس پختونستان کو ہم جاہلانہ عصبیت کا نام دیا کرتے تھے۔ وہ ہمارے صدر مملکت اور ایک بیرونی بادشاہ کے مابین موضوع گفت وشنید بن چکا ہے۔ ملک کی ایک کے بجائے دو زبانیں مقرر ہو چکی ہیں۔ جس پنجاب نے پاکستان بنانے کے لئے سب سے زیادہ قربانی دی۔ جس نے سب سے زیادہ مہاجرین کو آباد کیا۔

آج اس کو ساٹھ فی صدی کے بجائے چالیس فی صدی نیابت ملتی ہے۔ اور ادنیٰ ملازمتوں میں یہ تناسب بیس سے لے کر تیس فی صدی تک گر چکا ہے۔ مجھ سے زیادہ صوبائی

عصبیتوں کا مخالف کوئی نہ ہوگا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایک مسلمان بھائی کا حق دوسرے مسلمان بھائی کو منتقل کر دینا ظلم ہے۔ ظلم سے تعصب مٹا نہیں کرتے بلکہ ہر تعصب کی پرورش کسی ظلم سے ہوتی ہے۔ کل پنجاب کے نام پر بنگال کو اس کثرت آبادی کے حق نیابت سے محروم کیا گیا تھا۔ بعض نادان پنجابی اس پر خوش ہوئے کہ بنگالی بڑے متعصب ہیں۔ اچھا ہے ان کی نیابت کم ہوگئی۔ اس کا صلہ یہ ملا کہ آج خود پنجاب ساٹھ فیصد کے بجائے چالیس فیصد نیابت پاتا ہے اور قبائلی نمائندگی کے نام پر پولیٹیکل ایجنٹوں کے بنائے ہوئے جرگے اسمبلیوں میں نمائندے بھیجتے ہیں۔ غرض ظلم کی جڑ سے ہمیشہ ظلم کا پھل پیدا ہوتا ہے۔ ظلم اور انصاف کے مابین حد سوائے نبی ﷺ کی شریعت کے اور کسی پیمانے سے کھینچی نہیں جا سکتی۔

نبی ﷺ کی شخصیت کو ملک کی سیاست سے خارج کرنے کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خود ملک کی سیاست مجہول اور معدوم ہو کر رہ گئی ہے۔ جن بوالعجبیوں پر کبھی مسلم لیگ کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ آج ملک کی ہر سیاسی پارٹی ان بوالعجبیوں کا عجائب گھر بن کر رہ گئی ہے۔ اور خود مسلم لیگ جو پاکستان کے مخالفین کے مسند اقتدار پر قابض ہو جانے کے شکوے کیا کرتی تھی۔ وہ ملک کی وحدت کی جڑ پر کلہاڑے چلانے والوں کے ساتھ سودا بازی پر مجبور ہے۔

اقتصادی مشکلات کا حل بھی ختم ہے

۲...... دوسرا مسئلہ پاکستان کی اقتصادیات کو کوئی واضح شکل دینے اور اقتصادی مشکلات کو حل کرنے کا تھا۔ یہ مسئلہ آگے میں ضمنی مسائل پر منقسم ہے۔ ایک یہ کہ خوراک کی کمی کس طرح دور ہو۔ اگر ہر سال یہی چلن رہا کہ قرض لے کر ادھار کھاتے رہے تو ایک دن اپنے ساتھ اولاد اور باپ دادا کے ورثے کو بھی خاکم بدہن رہن رکھنے کی نوبت آ جائے گی۔ دوسرا ضمنی مسئلہ صنعت کو ترقی دینے اور صنعت کو زراعت کے مابین توازن قائم رکھنے اور بین الاقوامی تجارت کا کوئی منصوبہ بنانے پر مشتمل ہے۔ تیسرا ضمنی مسئلہ یہ ہے کہ ملک کے اندر جو دولت یا جائیداد فراہم ہو۔ اس کی تقسیم کسی منصفانہ بنیاد پر ہونی چاہئے۔ تا کہ خواہ مخواہ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر نہ ہوتے چلے جائیں۔ کسی باہنر کے کمانے کا راستہ بند نہ ہو اور کسی بے ہنر پر دوسروں کی کمائی ہتھیا لینے کے راستے کھلے نہ رہیں۔

یہ موقع ان مسائل پر تفصیلی بحث کا نہیں۔ مختصر یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک ضمنی مسئلے کے مختلف حل ہیں۔ مثلاً خوراک کے متعلق کوئی کہتا ہے کہ پہلے کاشتکاروں کے حقوق ملکیت ملنے چاہئیں۔ کوئی کہتا ہے۔ بڑے زمینداروں کو ملکیت سے محروم کرنا چاہئے۔ کوئی کہتا ہے

کہ قومی ملکیت مسئلے کا اصل حل ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ جس حکومت سے گندم اور چینی کی تقسیم منصفانہ نہیں ہوسکتی، زرعی اراضی بھی اس کے ڈپٹی کمشنروں کی قومی ملکیت بن گئی تو زعفران کی طرح پنساری کی پڑیوں میں تلاش کرنی پڑے گی۔ علیٰ ہذاالقیاس صنعت کے متعلق کسی کا خیال ہے کہ ملکی صنعت کاروں پر بے جا قیود عائد ہیں اور کسی کا خیال ہے کہ ان کو ناجائز نفع کمانے کے مواقع مہیا ہیں۔ دولت اور جائیداد کی مساوی اور منصفانہ تقسیم کے متعلق بھی کیمونزم سے لے کر سرمایہ داری تک مختلف نظریات ہیں۔

میں یہاں ان میں سے کسی نظریہ کی مخالفت یا موافقت بے موقع سمجھتا ہوں۔ لیکن ایک سوال پوچھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیا ان میں سے کوئی حل بھی اس وقت تک قابل عمل ہوسکتا ہے۔ یا اس سے کوئی مفید نتائج حاصل ہوسکتے ہیں۔ جب تک ملک میں کوئی ایسی قوت پیدا نہ ہو جو اس حل پر واقعی کچھ عرصہ تک استقلال اور ہمت سے عمل کروا سکے۔

یہ تو نہ ہو کہ چار سال میں ایک پنج سالہ منصوبہ بنے اور چار ہفتوں میں اس کو نئی وزارت نامنظور کردے۔ مزید برآں کوئی حل اسی وقت مفید ہوسکتا ہے۔ جب ملک کے وسیع رقبوں میں اس پر عمل درآمد ہوسکے اور ملک کے مختلف طبقات کے معتدبہ عناصر دل جمعی اور حسن نیت سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے پر آمادہ ہوں۔

زرعی اصلاحات بھی ختم نبوت کے سہارے ہی ممکن ہیں

یہ دونوں باتیں یعنی کسی حل پر عمل کرانے کے لئے کسی زبردست قوت کا مہیا ہونا اور ملک کے وسیع رقبوں میں غالب اکثریت کا اس حل کو خوش دلی سے قبول کرنا اس وقت تک ناممکن ہے۔ جب تک ملک کی آبادی میں کوئی مشترکہ معیار ایسا نہ ہو۔ جس کے مطابق مختلف خیالات اور مختلف دلائل کو جانچا نہ جاسکے۔

میں پوچھتا ہوں کہ پاکستان میں سوائے آخری نبی ﷺ کی تعلیمات کے وہ کون سا معیار ہے جسے ملک کے ہر حصے میں ہر شخص بغیر چون وچرا کے قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ ہمارا ملک ایک دیہاتی ملک ہے۔ جس کی اکثر آبادی ناخواندہ ہے۔ سوائے اسلام کی اصطلاحات کے یہ لوگ نہ کوئی زبان جانتے ہیں۔ نہ کسی علم سے واقف ہیں۔ جس کی وساطت سے مسائل ان کو سمجھائے جاسکیں۔ اکنامکس، فزکس، بیالوجی، سائیکالوجی اور سوشیالوجی کے فارمولے اور باتوں سے قطع نظر محض اس لئے بے کار ہیں کہ خود نسخہ لکھنے والوں کو بھی اکثر اجزاء کا کچھ حال سوائے اس کے معلوم نہیں کہ کسی نے کچھ اس کے متعلق

کہیں کسی زمانے میں بیان کیا تھا اور اس نسخہ کی عطاری کے لئے تو سوائے لندن یا نیویارک کے غیر ملکی ماہرین کے اور کوئی کارآمد ہی نہیں ہوسکتا۔ کسی گاؤں میں جایئے، کسی شخص کو یہ سمجھایئے کہ بھئی فلاں فعل نہ کرو۔ یہ بڑا اینٹی سوشل ایکٹ ہے یا فلاں منصوبے کی تائید کرو۔ اس سے جمہوریت کو نشوونما ہوگی۔

کیا سو میں سے ننانوے آدمیوں کی سمجھ میں خاک بھی پلے پڑے گی۔ برعکس اس کے خیبر سے لے کر چٹاگانگ تک کسی شخص کو یہ کہئے کہ بھئی یہ فعل مسلمان کو زیب نہیں دیتا اور فلاں تجویز کی اس لئے تائید کرو کہ کالی کملی والےﷺ نے ایسا ہی کیا تھا تو یہ دوسری بات ہے کہ وہ آپ کی رائے سے متفق ہو یا نہ ہو۔ لیکن ایسا کون ہوگا جو اس بات کو سمجھ نہ جائے۔ عورتیں اور بچے بھی اس زبان کو بخوبی سمجھتے ہیں۔

خارجہ پالیسی بھی ختم نبوت کے اصول کی محتاج ہے

۳...... تیسرا مسئلہ عالمگیر حکمت عملی اختیار کرنے کا تھا۔ جدید ایجادات نے دنیا کی ایسی کایا پلٹ دی ہے کہ دور دراز کے ملک ایک رشتے میں بندھ گئے ہیں۔ بوڈاپسٹ میں بغاوت ہوتی ہے تو کراچی کی سیاست پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ واشنگٹن میں صدر منتخب ہوتا ہے تو بھائی پھیرو کی میونسپلٹی کے عہدے داروں میں تغیر وتبدل کے امکانات پیدا ہوسکتے ہیں۔ جمہوری سرمایہ داری سویز اور الجزائر کے زخموں پر پھایہ رکھنے میں قاصر ثابت ہو رہی ہے اور ”دنیا بھر کے مزدور متحد ہو جاؤ“ کا نعرہ لگانے والے ہنگری کے مزدوروں پر گولی چلانے سے باز نہیں رہ سکتے۔ اس کیفیت میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کا محور سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اسلامی ملکوں سے رشتے مضبوط کئے جائیں۔

لیکن اسلامی ملکوں سے رشتے مضبوط کرنے کا مطلب کچھ عرصے سے یہی سمجھا گیا ہے کہ دو مسلمان ملکوں کے انگریزی بولنے والے اور پتلون پہننے والے لیڈر کسی سینما میں اکٹھے بیٹھ کر کوئی اطالوی فلم دیکھ لیں۔ یا ایک دوسرے کی صحت کے جام نوش کرلیں۔ چاہے از روئے تقویٰ قلقل و مینا میں سوائے سادہ پانی کے اور کچھ نہ بھرا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی ملاقات کا انتظام واہتمام جس فرنگی لارڈ یا امریکی تھنکر کی مدد سے ہوگا۔ اس کے پڑھائے ہوئے میاں مٹھو اپنے استاد کی سکھائی ہوئی ڈرایں چہ شک) سے زیادہ اور کیا بات کرسکیں گے۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ ملک فیروز خاں نون صاحب کو اسرائیل کی یہودی حکومت کے قیام کی ابدیت میں کوئی شک باقی نہ رہے گا اور وہ پکار اٹھیں گے۔ کہ پندرہ لاکھ یہودیوں کو سمندر میں تو نہیں دھکیلا جاسکتا۔ وہ یہ بھول جائیں گے کہ

ان یہودیوں سے زیادہ تعداد رکھنے والے فلسطینی عربوں کو ان کے وطن سے دھکیلا جا چکا ہے۔

یا زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ پاکستان، کنیڈا اور فلپائن کی مدد سے کشمیر حاصل کرانے کی امید سے مست ہو کر مصر اور شام کے ساتھ تعلقات بگاڑ لے گا۔ غرض نہرو بڑا بھائی قرار پائے گا اور افغانستان سے سرحد کا جھگڑا نمٹنے میں نہ آئے گا۔

اتحاد عالم اسلام بھی مسئلہ ختم نبوت کے تصفیہ کا منتظر ہے

کیا اس الجھن کا حل سوائے اس کے ہو سکتا ہے کہ مسلمان ممالک سے پاکستان کے تعلقات صرف بادشاہوں، رئیسوں اور رقاصوں کے تبادلے تک محدود نہ رہیں۔ بلکہ مسلمان عوام ایک دوسرے کے حالات اور مسائل سے آگاہ ہوں۔ لیکن جب ہمارے خارجہ تعلقات کی بنیاد یہ ہو تو کیا خاتم النبیین ﷺ سے وابستگی کے سوا کوئی اور وسیلہ بھی ایسا ہے جو نعت کی موسیقی، مسجد کی عبادات اور قرآن کی زبان کی مانند مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے مسلمانوں کو ایک کر سکے۔

یہ تین مسائل ایسے تھے جو سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹائے بغیر حل نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ وہ بیرونی ممالک میں آخری نبی ﷺ سے زیادہ پرچار قادیان کے نبی کی تعلیمات کا کیا کرتے تھے۔ نہ ہی ملک میں اس وقت تک سیاسی استحکام پیدا ہو سکتا تھا۔ جب تک حکومت کے اندر ایک دوسری حکومت قائم کرنے والے نظام کا خاتمہ نہ کر دیا جاتا۔ جس کی جداگانہ پولیس، جداگانہ عدالتیں، جداگانہ خزانہ اور جداگانہ بیرونی سفارتیں قائم ہو چکی تھیں۔ غضب یہ ہے کہ اس خانہ ساز حکومت کا پاکستان کی حکومت کے محکموں سے براہ راست ربط قائم ہو چکا تھا۔ خود فوج بھی اس مداخلت کا نشانہ بنائے جانے سے محفوظ نہ تھی۔ جو کام ملکی حکام کے اشارے سے نہ ہو سکتا تھا۔ وہ خلیفہ ربوہ (چناب نگر) کی سفارش سے ہو سکتا تھا۔

راست اقدام کے متعلق غلط فہمیاں

یہ سیاسی، اقتصادی اور بین الاقوامی وجوہات تھیں جن کی بناء پر تحریک تحفظ ختم نبوت نے ۱۹۵۳ء میں راست اقدام کا آغاز کیا۔ راست اقدام کے مفہوم کے متعلق غلط فہمی پھیلانے کی ایسی منظم کوشش کی گئی کہ خود تحریک کے سادہ لوح بھی اس کا مفہوم بھول چکے ہیں۔ یا کم از کم اس کے متعلق الجھاؤ محسوس کرتے ہیں۔ ہم جن شہداء کی یادگار منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کا جذبہ قربانی ان روحانی اور دینی مقاصد سے متعلق تھا۔ جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن ان کی اس قربانی کے سیاسی، اقتصادی اور بین الاقوامی نتائج بھی اس قدر اہم ہیں کہ ان کی جدوجہد کے مادی اسباب کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ راست اقدام کے مفہوم کو سمجھنا اس لئے بھی ضروری ہے

کہ تحریک کو آئندہ چلانے کے لئے اس کی گزشتہ تاریخ سے واقف ہونا ازبس ضروری ہے۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ بحالات موجودہ راست اقدام کی ضرورت نہیں۔ لیکن ۱۹۵۳ء میں جو راست اقدام کیا گیا تھا اس کے متعلق غلط فہمیاں دور کرنا اور حقیقت حال کو معلوم کرنا تحریک تحفظ ختم نبوت کے آئندہ پروگرام کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

راست اقدام کی تاریخ

راست اقدام کی تاریخ سمجھنے کے لئے ہمیں ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے پرآشوب دور کی جانب رجوع کرنا ہوگا۔ مولانا محمد علی جوہر وہ مرد مجاہد تھے جنہوں نے اس برصغیر کے دور غلامی کے حالات پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ انگریزی استبداد کو ملک کے اندر تشدد وبغاوت سے ختم کرنا ممکن نہ تھا۔ فقہ اسلامی کا بھی یہ مسئلہ ہے کہ جب نہ قدرت ہو اور نہ امکان قدرت بلکہ جہاد کے آغاز میں ہی ہلاکت یقینی ہو تو امیر کو حتی الوسع قتال شروع کرنے میں توقف کرنا چاہئے۔ مولانا محمد علی جوہرؒ مرحوم نے اس وقت کے تمام سرکردہ علماء سے مشورہ کیا کہ اسلام دین فطرت ہے۔ وہ ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت جب کہ ملک میں فرنگی کا غلبہ ہے۔ غدار طاقتوں نے انگریز کا ساتھ دینے کا تہیہ کرلیا ہے۔ اس وقت مسلمان جنگ آزادی کے لئے کیا حربہ استعمال کریں۔ ان لوگوں نے بین الاقوامی حالات پر نگاہ کی۔ برصغیر میں مسلمانوں کی قوت کا جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ جب کفر کا مقابلہ مادی لحاظ سے ناممکن ہو جائے تب بھی یہ امکان تو ہمیشہ باقی رہتا ہے کہ کفر کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے۔ کفر کو ظلم کرنے میں بھی ایسے مجبور کیا جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ظلم کرنے پر مجبور ہوتا جائے۔ حتیٰ کہ ظلم وشدت کی اس انتہا کو پہنچ جائے۔ جہاں سے اس کا جاری رکھنا ظالم کے لئے ناممکن ہو جائے۔

اس نئے حربہ جنگ کو اور نئے اصول جنگ کو تحریک عدم تعاون اور ترک موالات کا نام دیا گیا۔ غالباً اس اصول اور حربے کا سرچشمہ آیت قرآنی تھی کہ ”**تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**“ نیکی اور بھلائی کے کام میں تعاون کرو۔ لیکن گناہ اور سرکشی سے تعاون نہ کرو۔ خود جواہر لال نہرو کی اپنی خودنوشتہ سرگزشت میں یہ اقرار ہے کہ برصغیر میں پہلی سول نافرمانی مولانا محمد علی جوہر نے جمعیت العلماء کے تعاون سے شروع کی۔ گاندھی اور انڈین نیشنل کانگریس نے کہیں ایک مہینہ بعد جا کر مسلمانوں کی پیروی میں اس سول نافرمانی میں حصہ لینا شروع کیا۔ لیکن مسلمانوں کو یہ دقت تھی کہ ان کے اخبارات بہت تھوڑے تھے۔ انگریزی زبان میں تو مسلمان کے اخبارات بہت ہی کم تھے۔ اور پھر ان اخبارات میں سے

بھی کئی حکومت وقت کا ساتھ دیتے تھے۔

برعکس اس کے ہندوؤں کے کارخانے اور اخبارات ملک کے اکثر حصوں میں قائم ہو چکے تھے۔ اس لئے گو گاندھی ایک ماہ بعد تحریک آزادی میں مولانا محمد علی جوہرؔ کا پیرو بنا تھا۔ لیکن ہندو پریس نے اس کو یوں اچھالا اور اس کا اتنا چرچا کیا۔ دوسری طرف ہندو مالدار طبقہ اور وکلاء نے اس کثرت سے اور اس گرمجوشی سے گاندھی کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کے اس طبقے نے کہ جس کی حکومت میں رسائی تھی، مولانا محمد علی جوہرؔ سے ایسی کنارہ کشی رکھی کہ تحریک عدم تعاون گاندھی سے منسوب ہو گئی۔ گاندھی نے اس تحریک پر اپنا ہندو روغن پھیرنے کی خاطر ایک تو اہنسا کے اصول کا زیادہ چرچا شروع کیا۔ جس کا مطلب عدم تشدد تھا۔ دوسرا اس نے ستیہ گرہ یعنی سچائی پر زیادہ زور دیا۔ انگریزی اخبارات نے اس تحریک کو نان کو آپریشن اور سول ڈس اوبی ڈینس (Non Co-operation & Civil Disobedience) کا نام دیا۔ ۱۹۳۰-۳۲ء میں جب کانگریس نے دوبارہ اسی طریقے پر حکومت چلائی تو برصغیر میں یہ سیاسی طریقہ کار ایک مسلمہ سیاسی اسلوب فکر و عمل کی شکل اختیار کر گیا۔

اس زمانے میں جب کانگریس کے عہدے دار انگریزی حکومت کو یہ تحریک شروع کرنے کی دھمکیاں دیتے تھے تو اس وقت عدم تعاون کے مقابلے میں سول نافرمانی کی تحریک کو ڈائریکٹ ایکشن کا نام دیا گیا۔

مسلم لیگ کا ڈائریکٹ ایکشن

۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے پاکستان کی قرارداد منظور کی۔ ۱۹۴۷ء میں جب پنجاب کے اندر مسلم لیگ نیشنل گارڈز پر پابندی عائد کرنے کی کوشش کی گئی تو مسلم لیگ نے بھی سول نافرمانی کی۔ کچھ عرصہ بعد صوبہ سرحد میں بھی مسلم لیگ نے ایسی ہی سول نافرمانی کی۔ قائداعظم جب کانگریس اور انگریزوں پر قیام پاکستان کے مطالبے کو منوانے کے لئے زور دے رہے تھے۔ تو انہوں نے سارے ہندوستان میں ۲۶ رجولائی ۱۹۴۶ء کو ڈائریکٹ ایکشن ڈے بھی منوایا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ کلکتے کے اندر سچ مچ ہی ہندو اور مسلمانوں میں کچھ مدت کھلی جنگ شروع ہو گئی تھی۔

برصغیر کی سیاسی تاریخ کا یہ پس منظر تھا جس میں ''راست اقدام'' کی اصطلاح نے یہ خاص مفہوم اختیار کر لیا تھا کہ جب حکومت وقت عوام کے مطالبات کو تسلیم نہ کرے اور کوئی ایسا آئینی راستہ بھی نہ چھوڑے۔ جس کے ذریعے عوام حکومت کو اپنے مطالبات منوانے پر مجبور

کر سکیں۔ اور عوام کسی مصلحت کی بناء پر حکومت کے ساتھ کھلی جنگ پر آمادہ نہ ہوں اور تشدد و تصادم بھی شروع نہ کرنا چاہیں تو ایسی صورت حال میں عوام یہ چارۂ کار بھی اختیار کر سکتے ہیں کہ کسی ایک قانون کی پرامن اور اصطلاحی نافرمانی سے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کریں۔ حکومت جو ووٹ بیلٹ میں ڈال کر فیصلہ نہیں کرنے دیتی۔ ووٹر جیل میں داخل ہو کر انہی ووٹوں کا شمار دنیا کی رائے عامہ پر ظاہر کر دیں اور اس اخلاقی دباؤ سے حکومت کو اپنے مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور کر دیں۔

پرامن سول نافرمانی مسلمہ جمہوری سیاسی طریقہ کار ہے

پرامن سول نافرمانی کا یہ طریقہ کار برصغیر ہندو پاکستان میں ایک ایسے مسلمہ سیاسی طریقہ کار کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ غالباً دونوں ڈومینیون میں لکھے ہوئے آئین کا کوئی اصول اتنا پرانا اور ایسا مسلم نہیں جیسا کہ پرامن سول نافرمانی کا اصول۔ کیونکہ پاکستان اور بھارت دونوں کے آئین خود اسی سول نافرمانی سے حاصل کی ہوئی، آزادی کے مرہون منت ہیں۔ تاریخ کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ حصول آزادی کے بعد بھارت اور پاکستان دونوں ملکوں میں جن سیاسی لیڈروں نے پرامن سول نافرمانی کے نام پر انگریز سے آزادی کے اختیارات حاصل کئے تھے۔ جب خود انہوں نے اپنے عوام کے بعض حقوق کو دبانا چاہا اور عوام نے اپنے مطالبات ان لیڈروں سے منوانے کی خاطر پرامن سول نافرمانی کا راستہ اختیار کیا۔ تو ان لیڈروں نے ایک الٹی زقند لگائی اور یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ سول نافرمانی تو ہمارے لئے انگریز کے خلاف جائز تھی۔ اب جب ہم حاکم بن چکے ہیں تو عوام کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ خود ہمارے خلاف بھی یہی ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیں۔ انگریز بیرونی حاکم تھا۔ ہم ملکی حاکم ہیں۔ لٰہذا انگریز کے خلاف سول نافرمانی آزادی کے مترادف تھی۔ ہمارے خلاف سول نافرمانی وطن سے غداری اور بغاوت کے مترادف ہے۔

آئین کے تحت وزارت بدلنا عوام کا جمہوری حق ہے

یہ منطق اس قابل نہیں کہ اس کا کوئی جواب دیا جائے لیکن یہ نامناسب نہ ہوگا کہ امریکہ کے ۴ر جولائی ۱۷۷۶ء کے تاریخی اعلان آزادی سے ایک پیراگراف ان لوگوں کی شرح صدر کے لئے نقل کرایا جائے۔ جن پر آیات قرآنی اور فطری عدل وانصاف کے تقاضوں سے زیادہ اثر مہذب ممالک کی آئینی روایات کا ہوا کرتا ہے۔

"We hold these truth to be self-evident. that all men are created equal. That they are endowed by their creature with certain un-alienable rights, that among their rights are life, liberty and the persuit of hapiness. That to secver these rights governments are instituted among men. hariving their just powers from the concend of the government that when wer only form of government becomes destructive of there ends. it is the right of the people to altar or abolish the govenment, and to institute a new government laying its foundation an such principles and orgnising its powers in such form, as to them shall seem most likly to effect their safety and happiness."

”حسب ذیل اصول ہمارے ایک ایسے حق کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی سچائی از خود ظاہر ہے۔ یہ کہ سب انسان برابر ہیں۔ یہ کہ انسان کے خالق نے ہر فرد کو چند ایسے حقوق عطا کئے ہیں جو کوئی اس سے چھین نہیں سکتا۔ ان حقوق میں زندہ رہنے کا حق، آزاد رہنے کا حق اور اپنی خوشی اپنی مرضی سے تلاش کرنے کا حق شامل ہیں۔

انسانوں پر حکومت کرنے کے لئے جو نظام کھڑا کیا جاتا ہے اس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان حقوق کو حق دار تک پہنچا دیا جائے۔ ہر حکومت کا اقتدار رعایا کی رضامندی سے اخذ کیا جاتا ہے۔ جب کوئی حکومت اس اصل مقصد سے منحرف ہو جائے تو رعایا کا حق ہے کہ ایسی حکومت کو موقوف کر دے۔ یا اسے بدل ڈالے۔ پہلی حکومت کی جگہ ایک نئی حکومت قائم کر لے۔ نئی حکومت کی بنیاد ایسے اصولوں پر رکھی جائے اور اس کو صرف وہ اختیارات سونپے جائیں جو رعایا کے نزدیک رعایا کے تحفظ اور خوش حالی کے لئے مفید مطلب ہوں۔“

۱۹۵۳ء میں کئی دوسری اسلامی جمہوری تحریکیں بھی کچلی گئی تھیں

امریکیوں نے یہ تاریخی اعلان آزادی تب شائع کیا تھا جب آج سے قریباً پونے تین

سوسال پہلے انگریز انہیں کہتے تھے کہ تمہارا ملک ہم نے آباد کیا ہے۔ تم شاہ برطانیہ کی رعایا ہو۔ لہٰذا ہم تم سے پوچھے بغیر تم پر ٹیکس لگا سکتے ہیں اور امریکی باشندے احتجاج کرتے تھے کہ:

"No taxation without representation"

یعنی جس سیاست میں ہمیں نیابت حاصل نہیں۔ اس سیاست کو ہم سے ٹیکس وصول کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟ لیکن تاریخ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جو اہل امریکہ اس اعلان آزادی کے نام پر ایک قوم بنے۔ ۱۹۵۳ء میں اسی امریکہ کے اثر و رسوخ نے مصر کے اندر کرنل ناصر سے ''اخوان المسلمین'' کا معصوم خون بہایا۔ ایران میں مصدق جیسے بطل جلیل اور محب وطن کو پابند سلاسل اور قید تنہائی کا اسیر کر دیا گیا۔ فاطمی کو گولی مار دی گئی۔ اور فدایان اسلام کا وہ نواب صفوی جو قرآن مجید بغل میں لے کر شب و روز اسلامی حکومت کے قیام کی تبلیغ کرتا تھا۔ مارشل لاء کے ماتحت شہید کر دیا گیا۔

کم و بیش یہ وہی ایام تھے جب پاکستان میں شہداء ختم نبوت اپنی جانیں جان آفریں کو سپرد کر رہے تھے۔ شاید قدرت جب اپنے بندوں کا امتحان لیتی ہے تو ایک ہی وقت میں مختلف ممالک کے اندر یکساں عقیدے رکھنے والوں کو ایک ہی قسم کے امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے۔

سابقہ معروضات کا لب لباب

ہم شہداء ختم نبوت کی یادگار منانے کے لئے اس کانفرنس میں جمع ہوئے ہیں۔ اس وقت تک میں نے آپ کو بتایا ہے کہ یادگار آج سے چار برس پہلے اس پیمانے پر کیوں نہ منائی جا سکی۔ وہ کیا مطالبات تھے جن کی خاطر ان شہیدوں نے جانیں دیں۔ وہ مطالبات کیوں پیش کئے گئے تھے۔ جنہوں نے ان مطالبات کو نامنظور کیا اور بزعم خود شہداء کو نیست و نابود کر دیا۔ آج وہ خود اور ان کی سیاسی جماعتیں اور ان کا اقتدار اور وہ تمام ادارے جن کی بناء پر وہ ظلم و ستم کرتے تھے۔ سب نیست و نابود ہو چکے ہیں۔

اس مرحلے پر میں اپنی گزارشات ختم کرنے سے پہلے دو مزید موضوعات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں:

اوّل...... یہ کہ کیا ہم صرف شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کرنے پر اکتفا کریں گے اور ان کے ورثاء کی دست گیری کا کوئی اہتمام نہ کریں گے۔ کیا ہماری یہ کانفرنس صرف کانفرنس تک محدود رہے گی اور ہم شہداء کی یادگار کے لئے کوئی ٹھوس آثار کھڑے نہ کریں گے؟

دوسرے...... یہ کہ یادگار تو ہم نے منالی۔ جن کی یادگار منانی تھی ان کا چرچا بھی ہم نے

کر دیا۔ لیکن کیا ہم ان قابل یادگار ہستیوں کی زندگی سے خود کوئی سبق حاصل نہ کریں گے۔ اور ان کی پیروی میں ہم دین وملت کی خدمت انجام دینے کا کوئی منصوبہ نہ بنائیں گے؟

جدید سرکاری تحقیقات کی ضرورت

جہاں تک شہداء کے ورثاء کی نگہداشت کا تعلق ہے میں حسب ذیل تجاویز پیش کرتا ہوں:

۱...... ۱۹۱۹ء میں جب برطانوی حکومت نے پنجاب میں مارشل لاء لگایا تھا تو اس کے بعد مارشل لاء کے دوران میں جن لوگوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچا یا کسی افسر نے اپنے فرائض منصبی سے تجاوز کیا۔ اس کی تحقیق کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا تھا۔ اس کمیشن کی سفارشات کے مطابق نقصان اٹھانے والوں کو معاوضہ بھی دیا گیا تھا۔ معاوضہ کی رقم کا تعین کرنے کے لئے الگ کمیشن مقرر ہوا تھا۔ جس میں عوام کے نمائندے بھی شامل تھے۔ ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء کے متعلق اگرچہ ایک عدالت انکوائری کر چکی ہے۔ لیکن اس انکوائری میں عوام کے جانی اور مالی نقصان کا اندازہ کرنا شامل نہ تھا۔ نہ ہی فرائض منصبی سے تجاوز کرنے والے افسروں کی کوئی پرسش کی گئی۔ بلکہ یہ عدالت تو اس مفروضے پر مقرر کی گئی تھی کہ مارشل لاء کا نفاذ بہر صورت ضروری تھا۔ اس کے نفاذ میں تاخیر کیوں ہوئی۔ اب جب کہ حالات بدل چکے ہیں ہیں اور Indimnity act کو منظور کرنے والی نہ وزارت باقی ہے نہ وہ پارلیمنٹ باقی ہے تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عوام اور پارلیمنٹ کے نمائندوں پر مشتمل ایک ایسا کمیشن مقرر کیا جائے جو یہ تحقیق کرے کہ عوام کو کس قدر جانی اور مالی نقصان پہنچا۔ اختیارات سے تجاوز کی کون سی مثالیں ہیں۔ علاوہ ازیں مجروحین اور شہداء کے ورثاء کو معقول مالی معاوضہ دیا جائے۔ شہر کی جن املاک کو نقصان پہنچا۔ ان کی مرمت کی جائے۔ جن جماعتوں یا افراد کا سرمایہ ضبط کر لیا گیا تھا۔ وہ انہیں واگزار کر دیا جائے۔ جن لوگوں کو ناواجب جرمانے کئے گئے، وہ واپس کئے جائیں۔ جن کو ناجائز سزائیں ملیں، ان کو ہرجانہ دیا جائے۔ اور جن افسران نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ان کو مناسب سزا دی جائے۔

۲...... شہداء ختم نبوت کے اعزاز میں چھ مارچ کو مکمل تعطیل ہوا کرے۔

۳...... تمام مغربی پاکستان کے جن جن مقامات پر شہداء پر آتش بازی کی گئی۔ وہاں یادگاری مینار نصب کئے جائیں اور ان پر ایک تختی لگا کر اس پر مختصر حالات درج کئے جائیں اور جو لوگ شہید ہوئے۔ ان کے نام ولدیت، جائے سکونت اور عمر کی بھی وضاحت کی جائے۔

۴...... شہداء کے مزارات کی جہاں نشان دہی ہو سکے۔ وہاں سرکاری خرچ پر ان کے مزارات

کی تعمیر کی جائے اور الواح مزار نصب کی جائیں۔

۵...... دہلی دروازہ لاہور کے باہر جو نیا چوک تعمیر ہو رہا ہے۔ اس کا نام چوک شہیداں ختم نبوت رکھا جائے اور چاروں جانب یہ نام مناسب حروف میں لکھے جائیں۔ ان حروف پر چراغاں کا مناسب انتظام کیا جائے۔

۶...... جہاں تک تحریک کے مطالبات کا تعلق ہے۔ ان میں سے سر ظفر اللہ کو منصب سے ہٹائے جانے کا مطالبہ پورا ہو چکا ہے۔ لیکن کلیدی آسامیوں پر تقررات اور پاکستان میں اقلیتوں کے تعین کے مسائل بدستور قائم ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس پاکستان کے اندر مذہبی یا سیاسی جماعتوں نے متوازی حکومت کے نمونے قائم کر رکھے ہیں۔ اور حکومت پاکستان کی طرح ان کی جداگانہ وزارتیں اور فوجیں ہیں۔ انہیں خلاف قانون جماعتیں قرار دے کر ان کے ناپاک عزائم کی تفتیش اور قابل اعتراض لٹریچر کی ضبطی نہایت ضروری ہے۔

ہمارا فرض

اب میں اس موضوع کی جانب رجوع کرتا ہوں کہ شہداء ختم نبوت کی یادگار منانے سے ہم خود کیا عملی سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ آج دنیا میں جو اضطراب بدامنی اور نفسانفسی کا عالم ہے۔ اس کے اثرات ہم سب کی زندگی پر پڑتے ہیں۔ اگر ہم میں کوئی ایسے افراد بھی شامل ہیں۔ جو احساس اخلاق سے عاری ہو چکے ہیں۔ اور دین کی خاطر یا اجتماعی مفاد کی خاطر کسی کوشش پر آمادہ نہیں تو ان کی انفرادی زندگی کے مفاد بھی انہیں مجبور کرتے ہیں کہ وہ اصلاح احوال کی جانب مائل ہوں۔

میں اس نکتے کے متعلق اپنی معروضات پہلے پیش کر چکا ہوں کہ تحفظ ختم نبوت کس طرح پاکستان میں انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا مرکزی نقطہ ہے۔ میں خاص طور پر تین طبقات سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ ان کے فوری مفاد کا تقاضا ہے کہ وہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے پروگرام کی روشنی میں اپنی روزمرہ کی زندگی کا جائزہ لیں۔

نوجوانوں کو دعوت عمل

۱...... میرا پہلا خطاب نوجوانوں اور طالب علموں سے ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے زندگی کے امکانات ختم نہیں ہوئے۔ نہ ان کی عادات میں ٹھہراؤ پیدا ہو چکا ہے۔ بلکہ وہ مستقبل کے منتظر ہیں۔ دنیا کی تمام قوموں اور ملکوں میں انقلاب ہمیشہ طالب علموں نے پیدا کیا ہے۔ مصر کو

انگریز کے پنجے سے قاہرہ کے طلباء کی طول وطویل جدوجہد نے چھڑایا۔ روس میں انقلاب طالب علموں کی مدد سے آیا۔ چین میں چیانگ کائی شیک کو طالب علموں نے بھگایا اور خود اس پاکستان کی تاریخ پر غور کیجئے کہ جب قائداعظم کو یونیسٹ پنجاب میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتے تھے تو یہ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نوجوان اراکین ہی تھے جنہوں نے سیاست کا رخ اور اقتدار کا پانسہ الٹ کر رکھ دیا۔ آج ملک میں جو بیماری، بھوک، افلاس، بے حیائی، فحاشی اور انحطاط وزوال پرورش پا رہا ہے۔ بوڑھوں کو تو شاید اس کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی زندگی گزار چکے اور اب میں ان یہ سکت بھی باقی نہیں کہ وہ نامساعد حالات کا مقابلہ کر سکیں۔

وہ حالات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔ لیکن میں نوجوانوں سے پوچھتا ہوں کہ تم اپنے راستے سے وہ کوڑا کرکٹ ہٹانا نہیں چاہتے، جس کی سڑاند سے تمہارے نتھنے نفرت کرتے ہیں۔ اٹھو اور پاکستان کے دیہات کے کونے کونے میں پھیل جاؤ۔ تمہیں ہر جگہ ایسے نوجوان ملیں گے جو تمہاری طرح بدی سے نفرت اور نیکی کی آرزو رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس وہم سے بددل ہو چکے تھے کہ کوئی ان کا ساتھی نہیں۔ شاید ان کی کوششیں کوئی پھل نہیں لاسکتیں۔ ان کی تمناؤں کو آواز بازگشت سے ہرا کر دو۔ آرزوؤں کے بیج بو کر تو دیکھو ایک ہی فصل کے اندر وہ کھیتی کھڑی ہو جائے گی جس سے تمہاری جھولیاں بھرپور ہو جائیں گی۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

۲...... میرے دوسرے مخاطب علماء، ائمہ مساجد اور مشائخ ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جن سے تخت حکومت چھن جاتا ہے وہ تو اس امید پر صابر ہو کر گوشہ نشین ہو جایا کرتے ہیں کہ حجرے اور بوریے پر قناعت کر کے گزارہ کر لیں گے۔ لیکن تم سے تو مصلی اور منبر، حجرہ اور مسجد چھینا جا رہا ہے۔ یہاں سے نکل کر کہاں گزارہ کرو گے۔ بادشاہوں سے تو بیزاری اختیار کی جاسکتی ہے لیکن تحریک تحفظ ختم نبوت سے روگردانی کی، تو صرف اس دنیا میں تم پر آوازے نہ کسے جائیں گے کہ دیکھو قوم کے نونہالوں کے خون کی قربانی دے کر یہ لوگ جو رسول کے نائب ہونے کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔ اب ناموس رسول کی نسبت اپنے فرض سے بھی غافل ہو گئے ہیں۔ بلکہ جب اس روز کا سامنا ہوگا۔ جس سے کسی کو مفر نہیں تو بتاؤ شافع محشر کو جا کر کیا جواب دو گے؟

تم اس لئے بددل ہو گئے کہ تمہاری داڑھیوں کی بے حرمتی کی گئی تھی یا جیل میں تم سے وہ سلوک نہ ہوا تھا جس کے تم مستحق تھے۔ لیکن ان دین کی محبت رکھنے والوں، کو علم دین سے تمہارے

جتنا حصہ نہ پانے والوں کا بھی خیال تو کرو جنہوں نے گردنیں کٹا دیں۔ اپنے سلف سے سبق حاصل کرو۔ اپنے مقام کو پہچانو۔ آپ وہ لوگ ہو جو وقت سے منہ موڑا نہیں کرتے۔ بلکہ وقت کے دھارے کا رخ پھیر دیا کرتے ہیں۔ اگر تدبیر میں کوئی غلطی رہ گئی تھی۔ تو اس کی تصحیح کر لیجئے اور نیت میں ہی کچھ کمی تھی۔ تب بھی وقت باقی ہے۔ اس کمی کو بھی پورا کر لیجئے۔

چھوٹے سرکاری ملازم کلرک اور غریب تاجر توجہ کریں

۳...... تیسرے درجہ پر میرے مخاطب متوسط تجارتی طبقے اور ادنیٰ سرکاری ملازمت پیشہ افراد ہیں۔ ممکن ہے یہ طبقہ جیالے پن اور دلیری میں عوام سے کچھ پیچھے ہو۔ لیکن بہر صورت وہ اپنے خاندانوں میں شرافت کا کچھ معیار باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ حرام و حلال کی تمیز سے بالکل بے بہرہ نہیں۔ عاقبت کا خوف انہیں ہر وقت نہیں تو کبھی کبھار آ ہی جاتا ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جن کو خدا نے دنیا سے زاید حصہ دے دیا ہے۔ وہ تو شاید اس لئے تحفظ ختم نبوت سے غافل ہیں کہ ان کو زندگی کے دوسرے نشے میسر ہیں۔ لیکن جس نے شراب بھی نہیں پی۔ خنزیر پر بھی نہیں کھایا اور بدکاری بھی نہیں کی۔

آخر وہ ایسا کرنے والوں کو خالی دیکھ کر ذہنی تصورات میں ہی ایسا کیوں الجھ گیا ہے کہ نہ حلال میں اپنے جائز حصہ کی فکر ہے اور نہ حرام کی سزا سے اپنے آپ کو بچانے کا خیال۔ ذرا تو غور کرو کہ یہ تہذیب اور یہ تعلیم جو ہمارے اندر نفوذ کر رہی ہے۔ آخر اس کا مطلب کیا ہے۔ یہی نہ کہ کتے کی طرح حکم مانو اور دستر خوان سے بچی کھچی ہڈیاں کھا کر پیٹ موٹا کر لو۔ پھر ریچھ کی طرح رقص کرو، اور بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے کے تکے نوچو۔ فرصت ملے تو گدھ کی طرح مردار کھا کر اپنے تودۂ غلاظت پر خود ہی بیٹھے اونگھتے رہو۔

ان تمام آلودگیوں سے نجات دلا کر تمہاری جائز توقعات کو پورا کرنے۔ تمہاری خاندانی شرافت کو بچانے اور جن چیزوں کی تم قدر کرتے ہو۔ ان کو محفوظ رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس نبی ﷺ کے منصب کی ختمیت کو فراموش نہ کرو۔ جس کی تعلیم کے بغیر تمہاری اس دنیا اور اس دنیا کی زندگی کو سنوارنے کا اور کوئی راستہ نہیں۔

جمہور کی اسلامی تربیت اور بیداری

اگر یہ تینوں طبقات میری معروضات پر کان دھریں تو میں کہتا ہوں جس کے پاس

فرصت ہے۔ لیکن استطاعت نہیں وہ اپنے کچھ اوقات تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کردے۔ جس کے پاس استطاعت ہے۔ لیکن فرصت نہیں وہ اپنی استطاعت سے ان کا ہاتھ بٹائے جو اپنے اوقات فراغت کو اس نیک کام پر صرف کرنے کے خواہشمند ہیں۔ جس کے پاس اہلیت اور صلاحیت کار ہے۔ لیکن فرصت اور استطاعت دونوں نہیں وہ ان دونوں کو صحیح راستے پر چلنے کے لئے صائب مشورے دے۔

اس طرح ہر پاکستان اپنی ضروریات کو کچھ کم کر کے اپنی استطاعت کا ایک حصہ تحریک کے لئے وقف کردے۔ آخر رمضان میں روزے بھی رکھتے ہو۔ ایک دن ایک وقت کا کھانا نہ کھاؤ۔ جو سینما اور اس قسم کی دوسری لغو تفریحات میں اپنے اوقات اور اپنی استطاعت دونوں ضائع کرتے ہیں۔ وہ مہینے کے کچھ روز اپنی وافر آمدن تحریک کے لئے وقف کردیں۔ یہ پس انداز پونجی خود اپنے ہی پاس علیحدہ رکھو۔ تم ہی اس کو رسول کی منت سمجھ کر خود ہی اس کے امانت دار بن جاؤ۔ پھر ہر ہفتے میں ایک یا دو روز اس کام کے لئے وقف کردو۔ جو لاہور سے باہر نہیں جاسکتے وہ سی ایسے محلے میں جائیں۔ جہاں ان کی واقفیت ہے جو باہر جاسکتے ہیں۔ وہ کسی ایسے شہر یا قصبے میں جائیں۔ جہاں ان کی شناسائی ہے اور جو صاحب ہمت اپنے اندر یہ اہلیت محسوس کریں، وہ دور افتادہ دیہات میں پہنچیں۔ ”تحفظ ختم نبوت“ کیوں ضروری ہے اور اس کے لئے کیا عمل ہم سب پر فرض ہے۔

یہ مسئلہ خود آپ پر پوری طرح واضح نہیں تو میں نے ابھی آپ کے سامنے جو معروضات پیش کی ہیں۔ وہ آپ کو ایک پمفلٹ کی شکل میں ”تحریک تحفظ نبوت“ کے لاہور کے دفتر کی معرفت مل سکتی ہیں۔ انہیں کو پڑھ لیجئے جس حصے کو آپ پسند نہ کریں اسے قلم زن کر دیجئے۔ آپ کو جو بہتر تجویز سوجھے اسے خود لکھ لیجئے۔

بہرحال اس پیغام کو ایک ایک پاکستانی گھرانے کے ایک ایک بچے، بوڑھے اور مستورات تک پہنچا دیجئے۔ خواتین گھروں کے اندر رہ کر خود اپنے خاندان کے افراد کو تلقین کریں۔ عورتیں جب چاہتی ہیں تو رشتے داروں کے پرانے جھگڑوں کو مٹا دینے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے شوہروں اور اپنے بھائیوں کو اپنی منت سماجت سے ہمیشہ قائم کرسکتی ہیں اور جب اس کے الٹ چاہیں تو دوستوں کے اندر پھوٹ بھی ڈلوا دیتی ہیں۔ ان کے لئے بھی توشہ آخرت

یہی ہے کہ کسی مرد کو اس وقت تک کھانے، سونے اور آرام سے بیٹھنے کی مہلت نہ دیں۔ جب تک کہ وہ تحفظ ختم نبوت کے لئے کسی نہ کسی ذمہ داری کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے۔

ایک انقلاب کروٹ لے رہا ہے

جب ساری قوم اس ایک عزم سے سرشار ہو کر اٹھے گی تو حالات بدل جائیں گے۔ فضا بدل جائے گی۔ سیاست کا رخ بدل جائے گا۔ تمہاری قسمت اور تمہاری بے چارگی بھی بدل جائے گی۔ تمہیں ان لیڈروں سے نجات مل جائے گی۔ جو تحفظ ختم نبوت کی نسبت اپنی نفس پروری ضروری سمجھتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ہم ان جھوٹے رہنماؤں کو چھوڑ کر اس کی پیروی نہ کریں جو دونوں جہانوں کا بادشاہ ہونے کے باوجود ایک کالی کملی پر گزارہ کرتا تھا۔ ایک کھجور کے بورے پر سوتا تھا۔ کبھی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتا تھا۔ قوم کو یہ سبق دیتا تھا کہ میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔ غلطی سے کسی مسکین کو کوڑا لگ جائے تو اپنی پیٹھ ننگی کر کے اس کے سامنے عاجزی سے کھڑا ہو جاتا تھا کہ بھائی امتی ہو، تو کیا ہے۔ مجھ سے تمہیں تکلیف پہنچی، اپنا بدلہ لے لو۔

ختم نبوت ایک نئی دینی اور دنیاوی زندگی کا پیغام ہے

اگر تمہاری نگاہیں ان رموز و اسرار کو نہیں پہنچ سکتیں۔ جو معراج میں پوشیدہ تھے اگر تم ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اس نبی ﷺ کے مقام سے آگاہ نہیں ہو سکتے تو کم از کم اتنا تو دیکھ سکتے ہو کہ وہ کیمونزم جس کا سٹالین غریبوں کے نام پر امیریاں کرنے لگ گیا تھا اور وہ امریکہ اور برطانیہ اور فرانس کی جمہوریتیں جو الجزائر اور فلسطین کے مظلوموں کو گولیوں سے حریت کا سبق دیتی ہیں اور مسلمان ممالک میں وطن پرستی کی تحریکوں کے وہ سربراہ جو اپنے مفاد کی خاطر قومی مفاد کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ تمہیں تمہاری زندگی بہتر بنانے ترقی کرنے اور تمہارے دکھوں اور تکالیف سے نجات دلانے کی خاطر وہ مثال مہیا نہیں کر سکتے جو کہ تمہارا اپنا آقا اور مولا مہیا کر سکتا ہے۔

”وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ والتابعین وتبع التابعین وسلف الصالحین وبارک وسلم علیہم اجمعین“

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

[illegible]

سنڈیمن

میں کیا ہوا؟

◎

جناب مختار حسن صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم اہل سنڈیمن کو سلام کرتے ہیں!

قادیان کے نبی کاذب کی امت مرزائیہ کی کوشش اور خواہش کے علی الرغم جب متحدہ ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی اور مرزائیوں کو اپنے شہر ”مقدس“ قادیان سے خواہی نخواہی نکلنا پڑا تو پاکستان میں آنے کے بعد اس امت نے بیک وقت دو خطوط پر سوچنا اور عمل کرنا شروع کیا۔ ایک تو پھر سے اکھنڈ بھارت کا قیام۔ دوسرے پاکستان میں کسی صوبے یا علاقے کو خالص مرزائی بنانا۔ تاکہ اکھنڈ بھارت کی مرزائی کوششوں کی ناکامی کی صورت میں پاکستان ہی میں ایک اڈہ قائم کر کے بین الاقوامی استعمار کے عزائم و مقاصد کو پروان چڑھایا جا سکے۔

اس کے لئے پنجاب کے پہلے انگریز گورنر سر فرانسس موڈی نے ابتداءً ربوے کی سرزمین برائے نام قیمت پر۔ آنہ فی مرلہ کے حساب سے۔ اس امت کو الاٹ کر دی جہاں اس نے اپنا بیس کیمپ قائم کر دیا۔ پاکستان کے اس انگریز گورنر کی بلاشیری و آشیرباد سے اس امت کے مذموم عزائم میں اور پختگی آئی اور اس نے بلوچستان کو مرزائی صوبہ بنانے کی ٹھانی۔ چنانچہ ۲۳؍جولائی ۱۹۴۸ء کو خلیفہ مرزائے قادیان نے کوئٹہ میں خطبہ دیا۔ جس میں انہوں نے بلوچستان کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

”اسے (بلوچستان) بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں ہے۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلدی احمدی بنایا جا سکتا ہے۔...... اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔“ (قادیانی مسئلہ۔ از مولانا مودودی۔ بحوالہ الفضل ۱۳؍اگست ۱۹۴۸ء)

اس ہدایت کے مطابق مرزائیوں کی سرگرمیاں بلوچستان میں جاری ہیں۔ لیکن حال ہی میں بلوچستان کے ایک اہم علاقے کے غیور مسلمانوں نے اس امت کا جو حشر وہاں کیا اور ان کے مذموم عزائم کو جس طرح خاک میں ملایا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ انگریزی

استعمار کے پروردہ اس ٹولے کو انشاء اللہ وہاں کبھی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

سنڈیمن کے علاقے میں جو مسلمان مرزائی کشمکش ہوئی اور وہاں کے مسلمانوں نے جس عزم وہمت اور جرأت سے مرزائیوں اور ان کے سرکاری پشت پناہوں سے ٹکر لی ہے۔ وہ پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم باب اور پاکستانی مسلمانوں کے لئے جذبہ عمل، حرارت ایمانی اور دینی غیرت وحمیت کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ افسوس ہے کہ اس داستان عزم وشجاعت سے اہل ملک پوری طرف واقف نہ ہو سکے۔ دراں حالیکہ اس کی عام اشاعت اور اہل ملک کو اس سے روشناس کرانے کی سخت ضرورت ہے۔ اسی لئے ہم اس رپورٹ کو ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کر رہے ہیں جو ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور کے نمائندے نے قلم بند کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم سنڈیمن کے مجاہدین ختم نبوت کو ان کی سرفروشانہ خدمات پر سلام کرتے ہیں اور دیگر اہل ملک سے یہ سوال۔

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

ناظم...... ادارہ ضیاء الحدیث۔ مصطفیٰ آباد۔ لاہور

فورٹ سنڈیمن میں مرزائی سرگرمیوں کے خلاف مسلمانوں کی کارگزاری کی تفصیل

(از جناب مختار حسن صاحب)

ژوب، بلوچستان کے شمال مشرقی ضلع کا نام ہے جو صوبہ سرحد اور افغانستان سے متصل ہے۔ ژوب کے صدر مقام فورٹ سنڈیمن کا نام برطانوی فاتح رابرٹ سنڈیمن سے منسوب ہے جس نے سازش، انتشار اور ننگی جارحیت کے حربوں سے وہ علاقہ برطانیہ کی استعماری سلطنت میں شامل کیا۔ جسے آج صوبہ بلوچستان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ژوب پشتونوں کی سرزمین ہے۔ مسلم برصغیر کی تاریخ کے بہت سے درخشندہ ابواب کا امین ہے۔ لیکن انگریزوں کے لائے ہوئے ''پولیٹیکل ایجنسی'' نظام کی تاریکیوں میں گرفتار مقامی عوام اور پرانی دانش کی جہالتوں کا شکار پاکستانی دانشور اس کا ذہنی طور پر احاطہ نہ کر سکے۔ ژوب برصغیر کے ان مسلم خطوں میں سے ہے۔ جہاں انگریزوں کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ فورٹ سنڈیمن کا گورا قبرستان اس کا گواہ ہے کہ وہاں پر دفن کوئی انگریز اپنی موت نہ مرا۔ اسے کسی نہ کسی مرد مسلمان کی شمشیر یا گولی کا نشانہ بننا پڑا۔

غلط اور صحیح تصویریں

دہلی کے سوری اور لودھی بادشاہ کس علاقے سے تعلق رکھتے تھے؟ چنگیز خان اور ہلاکو خان کی وحشیانہ یلغاروں کا کس علاقے نے کامیابی سے مقابلہ کیا؟ کس علاقے کے لوگوں نے انگریزوں کو مسلسل پریشان کیے رکھا؟ ۱۹۱۹ء کے جہاد عام میں جسے انگریز چالاکی سے تیسری جنگ افغانستان کا نام دیتے ہیں، کونسا پورا خطہ انگریزوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور پھر تحریک پاکستان میں ژوب کے کیا جاندار انداز تھے؟ یہ سب کچھ پولیٹیکل ایجنسی نظام کی تاریکیوں اور دانشوروں کی جہالتوں کے باعث گمنامی کے دھندلکوں میں کھو رہا ہے اور جو کچھ تاریخ کے ریکارڈ پر ہے۔ وہ مسلم دشمن، متعصب انگریز کا لکھا ہوا گزیٹئر ہے۔ یا امیر عبدالرحمٰن امیر کابل کی خودنوشت سوانح میں ژوب کا مضحکہ خیز انداز میں ذکر ہے۔ (امیر عبدالرحمٰن تخت سے عارضی محرومی کے دوران دشت نوردی کرتا ہوا ژوب کے بیابانوں اور ویرانوں سے گزرا تھا)

ژوب کی اس غلط تصویر کے باعث چند برس پیشتر ہالی ووڈ کے فلمسازوں نے (Bandits of Zhob) (ژوب کے لٹیرے) نامی فلم بناڈالی جس میں ژوب کے عوام کا کردار مسخ کر کے پیش کیا گیا تھا۔ پاکستان میں یہ فلم بڑے اہتمام سے لائی گئی۔ لیکن لاہور کے چند قلندروں کی کوشش سے اس کی نمائش ممنوع قرار دی گئی۔ اس کے گم گشتہ ماضی کی داستان بالآخر لکھی جائے گی۔ لیکن حال ہی میں ژوب کے عوام نے اپنی پر امن جدوجہد اور عوامی قوت کے ذریعے ایک انتہائی قومی اہمیت کے معاملے میں جو کامیابی حاصل کی۔ اسے نہ صرف قومی تاریخ کے صفحات پر محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ کئی پہلوؤں سے ملک بھر کے عوام کو روشنی دکھاتی ہے۔

ژوب کے عوام کی یہ تحریک مرزائیوں (جو اپنے آپ کو "احمدی" کہتے ہیں) کے خلاف تھی جن کی کارگزاریوں نے انہیں احتجاج پر مجبور کردیا تھا۔ دین کے انتہائی جذباتی معاملات سے متعلق ہونے کے باوجود عوام نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک غیر مسلم بھائی کے اچانک قتل کے سوا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ عوام پر اشتعال کے کئی مرحلے آئے۔ صوبائی اور ملکی انتظامیہ نے فورٹ سنڈیمن شہر اور پورے ضلع ژوب کے عوام کو دیدہ دانستہ طور پر بھی بھڑکا دینے والی صورت حال سے دوچار کیا۔ بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر اور علاقے کے منتخب رکن اسمبلی مولانا شمس الدین غائب کردیئے گئے۔ درجنوں علماء اور نمایاں شہریوں کو حوالہ زنداں کیا

گیا۔ آٹھ روز تک فورٹ سنڈیمن شہر میں مارکیٹ، بازار اور ٹرانسپورٹ کی ایسی مکمل ہڑتال رہی جس کی نظیر قومی تاریخ میں شاید ہی ملے۔ شہر کا مکمل انتظام وانصرام شہریوں کی ''مجلس عمل'' کے ہاتھ میں تھا۔

انتظامیہ بالکل بے بس ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود فورٹ سنڈیمن میں نہ کسی اقلیتی فرقے کے فرد کو نقصان پہنچا اور نہ کوئی سرکاری یا غیر سرکاری عمارت تباہ کی گئی۔ قومی اسمبلی میں حکومت کے ہاتھوں مولانا شمس الدین کی پراسرار گمشدگی کا سوال اٹھا۔ قومی اخبارات میں فورٹ سنڈیمن کے تشویش انگیز حالات پر اداریے لکھے گئے۔ لیکن اس کے باوجود اس دور افتادہ قصبے کی اصل صورتحال سامنے نہ آ سکی۔ ۱۹ر اگست ۱۹۷۳ء کی شام جب راقم السطور فورٹ سنڈیمن پہنچا۔ تو ژوب کے عوام کی چھتیس روزہ تحریک کو کامیابی سے ہمکنار ہوئے، بیالیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ مولانا شمس الدین ڈپٹی سپیکر بلوچستان اسمبلی اور دیگر علماء اور شہری رہا ہو چکے تھے۔ شہریوں کی پندرہ روزہ بھوک ہڑتال ختم ہو چکی تھی۔

مرزائیوں کو سرکاری نگرانی میں ضلع ژوب سے نکالا جا چکا تھا اور ان کے پھیلائے ہوئے قرآنی ترجمہ وتفسیر کے غلط نسخے ضبط ہو چکے تھے۔ اس کامرانی پر عوام کے حوصلے انتہائی بلند تھے۔ لیکن انہیں شکوہ تھا کہ ان کی ۳۶ر روزہ تحریک کے دوران قومی پریس نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔ قومی اخبارات کا کوئی نمائندہ ادھر نہ آیا۔

ربوہ کے ''قرآن''

فورٹ سنڈیمن کوئٹہ سے دو سو چھ میل، ڈیرہ غازی خان سے دو سو چار میل اور ڈیرہ اسماعیل خان سے ایک سو اڑتیس میل دور پچیس ہزار آبادی کا خوابیدہ قصبہ ہے۔ ۱۹۶۱ء میں اس کی آبادی گیارہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ لیکن اب بلوچستان میں صوبائی حکومت کے قیام اور آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ (اس اضافی آبادی میں اردگرد کے علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں کے علاوہ بڑا حصہ افغانستان کے خانہ بدوشوں (پاوندوں) کے قبیلے ''ناصر'' پر مشتمل ہے۔) فورٹ سنڈیمن بلوچستان کے پشتون علاقے کا سیاسی طور پر بیدار ترین قصبہ بنتا جا رہا ہے۔ حالیہ کامیاب عوامی تحریک کے بعد تو سیاسی بیداری کی دھاک بھی بلوچستان بھر پر بیٹھ چکی ہے۔ یوں تو فورٹ سنڈیمن میں تقریباً سبھی بڑی قومی پارٹیوں کا وجود ہے۔ لیکن بااثر صرف تین پارٹیاں، جمعیت العلماء اسلام، نیپ اور نیپ پشتون خوا (اینٹی، اچکزئی گروپ) ہیں۔ بارہ جولائی کی شام مجلس

تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری صوفی محمد علی جو قصبے کے معروف تاجر بھی ہیں، کے ہاتھ قرآن کا ایک نسخہ لگا۔ جسے مرزائی کئی دنوں سے تقسیم کر رہے تھے۔ اور جس کے متعلق چہ میگوئیاں جاری تھیں۔ صوفی محمد علی نے اسے اپنے ساتھی کئی دکانداروں کو دکھایا اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر شیخ عمر خان مندوخیل کے علم میں بھی لائے۔ دریں اثناء اس مختصر سے قصبے میں یہ بات رات پڑنے تک پھیل چکی تھی کہ مرزائی خفیہ خفیہ جس ”قرآن“ کو پھیلا رہے ہیں۔ وہ مل گیا ہے۔ مشہور یہ تھا کہ مرزائیوں نے ہزاروں کی تعداد میں تحریف شدہ نسخے منگوائے ہیں اور اسے اچھی چھپائی اور طباعت کی بدولت کم فہم لوگوں میں پھیلا رہے ہیں۔ کہا جا رہا تھا۔ مرزائیوں کے مقامی سربراہ مستری اللہ یار نے ایسے تین ہزار نسخے منگوائے ہیں۔

ژوب میں مرزائیوں نے جو ”قرآنی“ ترجمے اور تفسیریں بانٹی تھیں۔ ان میں معنوی تحریف کی گئی تھی۔ یہ تحریف شدہ ”قرآنی“ ترجمے اور تفسیریں ہیڈ کوارٹرز ربوہ کی شائع کردہ تھیں۔ ان میں مرزائیوں کے ”نبی“ کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود کی ”تفسیر صغیر“ بھی شامل ہے۔ اس کا ایک نسخہ جو ضلعی حکام کے ضبط شدہ نسخوں میں سے تھا۔ مجلس عمل کے سیکرٹری حافظ عبدالغفور نے ہمیں دکھایا جس میں مرزائی عقائد کے مطابق قرآن کی معنوی تحریف میں سے بعض مقامات کو نشان زد کیا گیا تھا۔

مرزائی ترجمے کے مطابق سورہ فاتحہ کی آخری آیت کے نصف ”**غیر المغضوب علیھم ولاالضالین**“ کا ترجمہ کیا گیا تھا۔

جن پر نہ تو بعد میں تیرا غضب نازل ہوا ہے اور نہ وہ بعد میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ (ص۴)

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر۵...... ”**والذین یؤمنون بما انزل الیك ومآ انزل من قبلك وبالآخرۃ ھم یوقنون**“ کا ترجمہ یہ تھا۔

”اور جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے، یا جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا، اس پر ایمان لاتے ہیں اور آئندہ ہونے والی موعود باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں۔“ (ص۵)

(خط کشیدہ فقرے تحریف شدہ ترجمہ ہیں)

یہ صرف دو نمونے ہیں، وگرنہ ہر صفحہ اسی طرح کی معنوی تحریف سے داغدار ہے۔ یہ وہ چیز تھی جسے قرآن کا ترجمہ اور تفسیر قرار دیکر پھیلایا جا رہا تھا۔ یہاں عوام کے لئے بالعموم اور حفاظ وعلماء اسلام کے لئے بالخصوص یہ نقطہ فکر بھی ہے کہ ربوہ کے شائع کردہ ”قرانوں“ پر اس پہلو سے بھی غور کیا جائے کہ کہیں اس میں لفظی تحریف بھی موجود نہ ہو۔

تحریک کا آغاز

واقعات کی طرف پلٹتے ہوئے فورٹ سنڈیمن میں تیرہ جولائی دس بجے صبح کا منظر ابھرتا ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام کے رہنما اور ڈپٹی سپیکر بلوچستان اسمبلی مولانا شمس الدین جو فورٹ سنڈیمن سب ڈویژن اور تحصیل قلعہ سیف اللہ سے منتخب رکن صوبائی اسمبلی ہیں۔ فورٹ سنڈیمن سب ڈویژن کے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (مخفف۔ ای اے سی، پنجاب کے ایس ڈی ایم کی طرح) سے ملاقات کرتے ہیں۔ ان کے ہمراہ شہر کے معروف عالم مولانا محمد اسحاق خوشی بھی ہیں۔ مولانا شمس الدین، قاضی غلام سروران حضرات کے سامنے ضلعی انتظامیہ کے سربراہ ڈپٹی کمشنر و پولیٹیکل ایجنٹ جناب فقیر محمد بلوچ سے فون پر رابطہ قائم کرتے ہیں۔ جواب ملتا ہے۔ یہ اہم معاملہ ہے۔ اس کے لئے صوبائی ہوم سیکرٹری جناب ارشاد احمد سے مشورہ ضروری ہے۔ اتفاق سے تیرہ جولائی کو جمعہ کا روز ہے۔ نماز جمعہ تک تین ساڑھے تین گھنٹوں میں پولیٹیکل ایجنٹ (مخفف پی۔ اے) جناب فقیر محمد بلوچ بار بار استفسار کے باوجود کوئی جواب نہیں دے سکے۔ قصبے کی ہر مسجد میں تقاریر کا موضوع تحریف قرآن ہے۔

شام تک پی۔ اے ژوب ہوم سیکرٹری سے تحریف شدہ قرآن کے نسخوں کی ضبطی کا حکم حاصل نہیں کر سکے۔ لوگوں میں اضطراب بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ لوگ حیران ہیں۔ اس جائز بات کا حکم دینے میں کیا چیز مانع ہے؟ غالباً صورت یہ ہے کہ صوبائی انتظامیہ کی طرف سے التواء کے ذریعے معاملہ نمٹانے کا حکم ہے۔ شام تک عوام کا اضطراب اشتعال میں تبدیل ہونے لگتا ہے۔ وہ مرزائیوں کو ضلع سے نکال باہر کرنے کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ پشتون خوا کے جواں سال رہنما حافظ عبدالغفور اور نوجوان عالم مولوی عبدالرحمٰن لاؤڈ سپیکر پر بازاروں میں اعلان کرتے ہیں کہ کل صبح آٹھ بجے ظریف شہید پارک میں جلسۂ عام ہوگا۔ عوام کے علاوہ تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں کو بھی شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔

سیاسی اختلافات ختم

چودہ جولائی کی صبح وادیٔ ژوب پر چمکتا سورج فورٹ سنڈیمن کے مختصر سے ظریف پارک اور اردگرد کی سڑکوں پر عوام کا جم غفیر دیکھتا ہے۔ مقامی گورنمنٹ کالج اور سکول حافظ عبدالغفور اور مولوی عبدالرحمٰن کی اپیل پر بند ہیں۔ ظریف پارک سے میل بھر دور واقع کالج ہائی سکول کے طلبہ چلے آ رہے ہیں۔ اس جلسہ میں حزب اختلاف کی سب جماعتیں شرکت کر رہی ہیں۔ نیپ پشتون خواہ (اینٹی اچکزئی گروپ) جس کا نیپ اور جمعیت سے حد درجہ سیاسی اختلاف ہے۔ بھی

شریک ہے۔ حافظ عبدالغفور پشتون خوا کے رہنما ہیں۔ ان کے مرکزی صدر عبدالرحیم ایڈووکیٹ بھی جلسے میں حاضر ہیں۔ شہر کی جامع مسجد کے خطیب مولانا میرک شاہ شہر کے سب علماء سمیت موجود ہیں۔ فورٹ سنڈیمن میں مؤثر تینوں جماعتوں پشتون خوا، جمعیت اور نیپ کے کارکنوں کی اپیل پر پورا بازار بند ہو چکا ہے۔ صرف برسراقتدار پیپلز پارٹی بحیثیت جماعت کے شریک نہیں۔ البتہ اس کے اکا دکا کارکن جذبہ ایمانی سے مجبور جلسے میں حاضر ہیں۔

حافظ عبدالغفور کے قریبی رفیق جناب محمد فاروق کی بیٹھک سے چلے کارڈ اور بینرز لائے جاتے ہیں۔ جنہیں چند کارکن وہاں رات بھر تیار کرتے رہے ہیں۔ ان پر مرزائیوں کی تحریف شدہ قرآن کی فوری ضبطی، مرزائیوں کے متعلق مختلف مطالبات درج ہیں۔ پارٹیوں کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ فورٹ سنڈیمن کے تمام عوام ناموس مصطفیٰ کی خاطر یک جان و یک قالب ہو چکے ہیں۔ جلسے کے اختتام پر ایک قرارداد منظور کی جاتی ہے جس میں تین مطالبات ہیں۔

۱…… کلام اللہ کے مرزائی نسخوں کی فوری ضبطی کی جائے۔
۲…… مرزائیوں کو ۲۴ گھنٹے کے اندر ضلع ژوب سے نکال دیا جائے۔
۳…… مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

بھائی کی ہلاکت

جلسے کے بعد عوام نے جلوس کی صورت اختیار کر لی اور شہر کی شرقی جانب بلند پہاڑی پر واقع پولیٹیکل ایجنٹ کے کیسل Castle رہائشی قلعہ کو چلے۔ جلوس بازار سے نکل چکا تھا کہ پیچھے چلنے والے ایک سو کے لگ بھگ نوجوان تھانہ بازار میں مڑ گئے جہاں ایک بہائی عبدالرزاق غفوری کی دکان کھلی تھی۔ اس بازار میں کھانے پینے والی اشیاء کی دکانیں بھی کھلی تھیں۔ لیکن ہڑتال کے لئے طے شدہ اصول کے مطابق یہ دکانیں کھلی رہ سکتی تھیں۔ جبکہ ایرانی بہائی پرچون کی دکان کا مالک تھا۔ نوجوان اس دکان کو دیکھ کر مشتعل ہو گئے۔ کہا جاتا ہے جب انہوں نے اسے دکان بند کرنے کے لئے کہا تو اس نے توقف کیا اور تاویل سے انہیں ٹالنا چاہا اور یہی چیز ان کی موت کا سبب بن گئی۔

مشتعل نوجوانوں کے اس ہجوم نے دکان کے باٹ اور بوتلیں مار مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ جلوس کی قیادت کرنے والے رہنماؤں میں سے اکثر کو اس کا علم تک نہ ہوا۔ حتیٰ کہ جب جلوس ضلعی دفاتر کی پہاڑی کے دامن میں واقع ”چلڈرن پارک“ پہنچا تو پولیٹیکل ایجنٹ جناب فقیر محمد بلوچ نمودار ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ جلوس کے ایک حصے نے ایک بہائی کو مار ڈالا ہے۔

جلوس کے قائدین نے اپنے تین نکاتی مطالبہ پیش کیا۔ جناب بلوچ نے بتایا کہ ضلعی انتظامیہ مرزائی سربراہ مستری اللہ یار کے گھر پر چھاپہ مار کر قرآن کے تحریف شدہ نسخے قبضہ میں لے چکی ہے۔ دوسرے مطالبے کے لئے جناب بلوچ نے مزید مہلت مانگی جسے جلوس کے قائدین نے مشورے سے مزید چوبیس گھنٹے یعنی ۴۸ر گھنٹے کردیا۔ تیسرے مطالبے کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ مرکزی حکومت سے متعلق ہے اور وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ چنانچہ جلوس واپس ہو گیا۔

درزنداں کھلا

بہائی کی ہلاکت کے بعد حالات سنگین صورت اختیار کر سکتے تھے اور مرزائی بھی اسی قسمت سے دوچار ہو سکتے تھے۔ لیکن پولیٹیکل ایجنٹ جناب فقیر محمد بلوچ نے حکمت عملی سے حالات پر قابو رکھا مگر ایسا محسوس ہوتا ہے۔ صوبائی اور مرکزی دارالحکومت میں براجمان بعض حضرات کی طبع پر یہ سب کچھ گراں گزر رہا تھا۔ چنانچہ شام تک صورتحال بدل چکی تھی۔ ایک طرف بدنام زمانہ فیڈرل سکیورٹی فورس کے دستے فورٹ سنڈیمن روانہ ہو چکے تھے۔ تو دوسری طرف گرفتاریوں کے احکامات جاری ہو چکے تھے۔ عصر کے وقت پولیس انسپکٹر نے خطیب جامع مسجد مولانا میرک شاہ کو پیغام بھیجا کہ وہ تھانے میں آئیں۔ کیونکہ کوئٹہ سے ڈی آئی جی۔ پولیس آرہے ہیں جو ان سے صورتحال پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا میرک شاہ اور دوسرے حضرات تھانے گئے۔ انہیں گرفتاری کا یقین تھا۔ مولانا میرک شاہ نے تھانے میں پولیس انسپکٹر سے ڈی آئی جی کے بارے میں دریافت کیا تو پولیس انسپکٹر نے بتایا کہ وہ کوئٹہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ آٹھ نو بجے رات کے درمیان یہاں پہنچیں گے۔ مولانا میرک شاہ نے کہا کہ وہ بھی اسی وقت آجائیں گے۔ پولیس انسپکٹر نے انہیں جانے دیا۔ شاید اس کی یہ وجہ بھی ہو کہ تھانے پر عوام کے ہجوم کا خطرہ تھا۔ نماز عشاء کے بعد مسجد سے ملحق مدرسے کے صحن میں تمام جماعتوں کے رہنماؤں اور نمایاں شہریوں کا کھلا اجلاس منعقد ہوا۔ اس وقت تک تصدیق ہو گئی کہ حکومت نے نو افراد کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ جن میں مولانا میرک شاہ خطیب جامع مسجد و سرپرست جمعیت العلماء اسلام کے علاوہ شیخ عمر مندوخیل صدر مجلس تحفظ ختم نبوت، صوفی محمد علی سیکرٹری مجلس تحفظ ختم نبوت، مولانا رحمت اللہ، مولانا محمد اسحق خوشی، مولوی عبدالرحمٰن، مولوی احمد شاہ، جناب محمد جان (پشتون خوا کے مقامی رہنما) اور حاجی ہژمند خان مردان زئی شامل ہیں۔

اس اجلاس میں طے پایا کہ پرامن تحریک جاری رکھی جائے گی اور گرفتاریاں پیش کی

جائیں۔ چنانچہ ڈپٹی سپیکر مولانا شمس الدین اوران نو حضرات سمیت پینتیس افراد تھانے پہنچ گئے اورسب نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کردیا۔

پولیس حکام نے کچھ پس وپیش کے بعدان سب پینتیس کے پینتیس حضرات کو حوالات میں بند کردیا۔ ڈپٹی سپیکر مولانا شمس الدین کی گرفتاری ملک بھر میں محسوس کیا جانے والا معاملہ تھا جس پر پولیس حکام اور ضلعی انتظامیہ بالائی سطح پر رابطہ قائم کرنے پر مجبور تھی۔ وہاں سے یہی ہدایات آئیں کہ مولانا شمس الدین کو حوالات سے نکالنے کا منصوبہ بنایا جائے۔ کیونکہ وہ حوالات سے نکلنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ ان سے کہا گیا پولیٹیکل ایجنٹ ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا جواب تھا وہ یہاں آ کر مجھ سے بات کرلیں۔ تھوڑی دیر بعد انہیں بتایا گیا۔ پولیٹیکل ایجنٹ تھانے میں آگئے ہیں۔ ان کی درخواست ہے وہ دفتر میں آکر ان سے مل لیں۔ مولانا شمس الدین تو جانے کے لئے تیار نہیں تھے۔ لیکن دوسرے حضرات کے اصرار پر جب وہ تھانے کے دفتر میں پہنچے تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ پولیس حکام نے غلط بیانی پر معذرت کرتے ہوئے مولانا شمس الدین سے کہا کہ انہیں یہ احکامات اوپر سے ملے تھے۔

جلتی پر تیل

پندرہ جولائی ۱۹۷۳ء کی صبح تک راتوں رات ضلعی انتظامیہ نے شہر بھر کے مرزائیوں کو جو بال بچوں سمیت پچاس کے لگ بھگ تھے۔ ایک جگہ جمع کرلیا۔ اس سے پیشتر ان کے گھروں پر پولیس اور فرنٹیئر کور (ملیشیا) کے خودکار آتشیں ہتھیاروں سے مسلح دستے متعین کردیئے گئے تھے۔ حالانکہ تحریک کے رہنماؤں نے ۴۸ر گھنٹے تک ان کا بال بیکا نہ ہونے کی یقین دہانی کرائی تھی۔ پندرہ جولائی کی صبح جب مرزائیوں کو لے جانے والی بس تھانے کے سامنے کھڑی تھی۔ ایک ہجوم وہاں جمع ہوگیا اور اسی میں سے کسی نے فائر کردیا۔ جو مرزائیوں کے سربراہ مستری اللہ یار کے بازو میں لگا۔ بعد میں پولیس نے زرگر عبدالرحمٰن کوہاٹی کو فائرنگ کے الزام میں پکڑ لیا۔ فائرنگ کے اس حادثے کے بعد مرزائیوں کے انخلاء کو ملتوی کردیا گیا۔ پندرہ جولائی کو گرفتاریوں کے خلاف ایک روزہ ہڑتال پہلے ہی تھی۔ لیکن اب مرزائیوں کے انخلاء میں التواء نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ تحریک کے باقی ماندہ رہنماؤں نے فیصلہ کیا کہ اس وقت تک مکمل ہڑتال جاری رہے گی جب تک ان تین مطالبات کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔

۱...... ژوب سے مرزائیوں کا فوری انخلاء۔

۲...... تمام گرفتار شدگان کی غیر مشروط رہائی۔

۳...... مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

ہڑتال بے مثال

درحقیقت یہی وہ لمحہ تھا جب تحریک کے قائدین نے بے وقت اور بے مثل فیصلہ کیا اور اسے ناکامی سے بچالیا۔ اس فیصلے کی بدولت ایک طرف مشتعل عوام کی تمام تر قوت مکمل ہڑتال کے پرامن راستے پر صرف ہونے لگی۔ دوسری طرف بے قابو اشتعال کے بجائے ایک محسوس منزل مقصود (Goal) دے دی گئی۔ وہ منزل پہلے دو مطالبات کی صورت میں تھی۔ پرامن مکمل ہڑتال کے نتیجے میں کھانے پینے کی دکانیں یعنی ہوٹل، تندور، واشت (یہ پٹھان طرز کے تندور ہیں جو بیکریوں کی بھٹیوں سے مشابہ ہیں) اور سبزی کی دکانوں وغیرہ کے سوا پورا بازار بند تھا۔ بسیں اور دیگر سواریاں بند تھیں۔ سکول کالج بند تھے۔ حتیٰ کہ سرکاری دفتروں میں حاضری برائے نام رہ گئی تھی۔ حکومت نے اس صورتحال پر قابو پانا چاہا۔ حکومت نے جبر اور اشتعال کے سب حربوں کو آزمایا۔ چنانچہ اگلے ہفتے کی داستان عوام اور حکومت کے درمیان اسی کشمکش سے عبارت ہے جس میں حکومت زیر ہوئی اور ژوب کے عوام کا عزم بالآخر کامیاب رہا۔

ڈپٹی سپیکر کا اغواء

اسی روز رات تک فیڈرل سکیورٹی فورس فورٹ سنڈیمن پہنچ گئی۔ چنانچہ اگلے روز سولہ جولائی سے طاقت کا ننگا مظاہرہ شروع ہوا۔ عوام کی طرف تانی ہوئی مشین گنوں اور دوسرے خودکار ہتھیاروں سے لیس دستوں نے گاڑیوں پر سوار شہر کا گشت شروع کیا۔ تاکہ انہیں ہراساں کیا جاسکے۔ دفعہ ۱۴۴ار نافذ کر دی گئی۔ فورٹ سنڈیمن سب ڈویژن کے ای۔ اے۔ سی نے شہر میں ڈھنڈورا پٹوایا۔ یہاں ابھی تک اعلان کی یہ کلاسیکل روایت قائم ہے کہ دکاندار دکانیں کھول دیں۔ ورنہ جو دکان بند پائی گئی اسے سرکار سیل کر دے گی۔ گویا بحق سرکار ضبط کر لیا جائے گا۔ طلبہ کو اپنی تعلیم گاہوں میں پہنچنے کی ہدایت کی گئی اور ٹرانسپورٹ کو جاری کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ لیکن عوام منظم ہو چکے تھے۔

انہوں نے نہ دکانیں کھولیں، نہ ٹرانسپورٹ چلائی اور نہ دفعہ ۱۴۴ار کی پروا کی۔ اس روز دفعہ ۱۴۴ار توڑنے والوں میں سابق ڈپٹی وزیر مغربی پاکستان وحال صدر ضلعی نیپ جناب صالح محمد مندوخیل سبقت لے گئے۔ نماز عصر سے پیشتر جامع مسجد میں جلسہ ہو رہا تھا۔ ڈپٹی سپیکر مولانا شمس

الدین تقریر کر رہے تھے۔ تھانے کے سامنے نوجوانوں کا ایک مختصر سا ہجوم تھا جو حوالات میں بند ختم نبوت کے قیدیوں سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔ انتظامیہ نے یہ موقع غنیمت جانا اور ختم نبوت کے قیدیوں کو فورٹ سنڈیمن سے نکال کوئٹہ لے جانے کا منصوبہ بنایا۔ علماء اور دیگر قیدیوں کو بند ٹرکوں میں ڈال کر فیڈرل سکیورٹی فورس کی مدد سے نکلنا چاہا۔

تھانے کے سامنے موجود مختصر سا ہجوم آڑے آیا۔ جس پر پولیس نے بے وردی سے لاٹھی چارج کیا۔ پشتون خوا کے معروف رہنما جناب شیر جان مندوخیل اور اسلامی مدرسے کے ایک طالبعلم صدر محمد زخمی ہوئے۔ جناب شیر جان شدید چوٹیں لگنے کے باعث بے ہوش ہو گئے اور یوں مار دھاڑ کرتے ہوئے پولیس اور فورس، ختم نبوت کے قیدیوں کو لے کر کوئٹہ روانہ ہونے میں کامیاب ہو گئیں۔ اس کی اطلاع جب جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے بلوچستان کے نوجوان ۲۹ رسالہ ڈپٹی سپیکر مولانا شمس الدین تک پہنچی تو انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ہم حکومت کو کل اس کا جواب ایک اہم جوابی اقدام سے ویں گے۔ لیکن اسی رات پچھلے پہر فیڈرل سکیورٹی فورس کے تین سو مسلح افراد نے ان کے گھر کا گھیرا ڈالا اور انہیں گرفتار کر کے لے گئے۔ گرفتاریوں کے وقت قبائلی روایات کے مطابق ان کے چھوٹے بھائی اور چند دوسرے افراد نے مزاحمت کی اجازت طلب کی۔ لیکن مولانا شمس الدین نے کہا کہ وہ جمہوری سیاست کے قائل ہیں اور پھر ختم نبوت کی راہ میں یہ تکالیف ان کے لئے سعادت کا باعث ہیں۔

مولانا شمس الدین کو سورج نکلنے سے پیشتر کاکڑ خراساں کی سڑک پر واقع ایک گاؤں شغالو پہنچایا گیا۔ جہاں ژوب ملیشیا کی چوکی بھی ہے۔ مولانا شمس الدین کو اس سڑک کے ذریعے کوئٹہ لے جانے کا طویل راستہ اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ فورٹ سنڈیمن سے کوئٹہ جانے والی شاہرہ پر پچیس میل دور مینا بازار کے قریب لگ بھگ دوسو افراد سڑک کو روکے ہوئے تھے۔ اور جب ختم نبوت کے قیدی وہاں سے گزرے تو پولیس اور فورس کے حکام نے غلط بیانی سے کام لے کر ان ٹرکوں کو گزارا تھا۔ انہوں نے سڑک پر دھرنا مارے ہوئے عوام کو یہ بتایا تھا کہ ان بند ٹرکوں میں مرزائی ہیں جنہیں عوامی مطالبے کے مطابق ضلع بدر کیا جا رہا ہے۔ (ختم نبوت کے قیدیوں پر کیا گزری؟ اس کا ذکر آگے چل کر ہو گا) اب اس بات کا پورا امکان تھا کہ وہ لوگ دوبارہ دھوکے میں نہیں آئیں گے۔

غیرت کا سوال

ملیشیا کی چوکی میں چائے پلانے کے بعد مولانا شمس الدین کو شغالو سے آگے نکالا گیا۔ تو چند میل دور سڑک کے کنارے کھڑے دو قبائلی ملکوں ملک حاجی غلام حیدر مردان زئی اور ملک عبدالرحیم لون نے مولانا شمس الدین کو پہچان لیا اور یہ بھی سمجھ گئے کہ انہیں گرفتار کر کے لے جایا جارہا ہے۔ یہ حضرات اپنے ساتھیوں سمیت سائیکلوں پر شغالو پہنچے اور وہاں سے بار برداری کا ایک ٹرک لے کر تعاقب میں روانہ ہوگئے اور بالآخر اس ٹرک کو جالیا اور اسے رکنے پر مجبور کردیا۔ کہ جب حکومت کی فورسز ختم نبوت کے قیدی مولانا شمس الدین کو فورٹ سنڈیمن کوئٹہ شاہراہ عام سے نہیں لے جاسکتیں۔ تو ان کے علاقے سے بھی گزار کر نہ لے جائیں۔ کیونکہ یہ ان کی اور ان کے قبیلے کی ننگ (غیرت) کا سوال ہے اور وہ کل اپنے کسی سیال (ہم چشم) کا کوئی پیغور (طعنہ) سننے سے پیشتر آج مرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ (ننگ) پیغور اور سیال کے الفاظ پشتون بالخصوص قبائلی معاشرے میں بہت گہرے معانی رکھتے ہیں۔ قبائلی تو ہر وقت مسلح ہی رہتے ہیں۔ حضرات بھی مسلح تھے۔

تصادم کا خطرہ شدید تھا۔ بالآخر مولانا شمس الدین کے سمجھانے پر قبائلی اس بات پر آمادہ ہوئے کہ واپس شغالو چلا جائے اور وہاں پر موجود وائرلیس کے ذریعے ضلعی حکام سے رابطہ قائم کیا جائے۔

شغالو واپس پہنچے تو ۱۷رجولائی کا پورا دن ضلعی حکام نے صوبائی اور مرکزی حکمرانوں سے احکامات لینے میں گزارا۔ اگرچہ بڑی تعداد میں مسلح قبائلی عوام ملیشیا کے قلعے کا محاصرہ کر چکے تھے۔ عوام کا کہنا تھا مولانا شمس الدین کو واپس فورٹ سنڈیمن لے جائیں۔ ۱۸رجولائی کی صبح شغالو میں مولانا شمس الدین کو لینے ایک فوجی ہیلی کاپٹر آیا۔ قبائلی عوام مولانا شمس الدین کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے لے جانے کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں شک تھا یہ ہیلی کاپٹر انہیں فورٹ سنڈیمن کے بجائے کہیں اور لے جائے گا۔ مولانا شمس الدین نے قبائلی ملکوں اور عوام سے کہا کہ آپ نے بہترین ننگیالی (غیرت مندی) کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اب اگر حکومت وعدہ خلافی کرتی ہے تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنے آپ کو ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر گرفتاری کے لئے خود پیش کیا ہے۔ اب حکومت جہاں چاہے مجھے لے جائے۔ آپ لوگوں کو تعرض نہیں کرنا چاہیے۔

اس طرح مولانا شمس الدین نے حکمت سے بدترین خونی تصادم کو ٹالا۔ مولانا شمس الدین کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے شغالو سے قلعہ سیف اللہ اور مسلم باغ سے ہوتے سمنگلی (کوئٹہ) ایئرپورٹ پر لایا گیا۔ جہاں سے درہ بولان اور سبی سے ہوتے ہوئے اسی شام انہیں ضلع سبی کے مشہور مقام ماوند پہنچا دیا گیا۔ ماوند مری قبیلے کا وہی گاؤں ہے جسے مری علاقے میں فوجی کارروائیوں کے لئے بیس کیمپ بنایا گیا۔

یہ تھی ڈپٹی سپیکر بلوچستان مولانا شمس الدین کے سرکاری اغواء کی مختصر روداد...... سرکاری اغواء اس لئے کہ نہ انہیں گرفتاری کے وقت وارنٹ دکھائے گئے اور نہ بعد میں حکومت نے ان کی گرفتاری کا اعتراف کیا۔ جب ہفتوں کے اضطراب، عوامی تحریک اور حزب اختلاف کے دباؤ نے حکومت کو اصل واقعات بیان کرنے پر مجبور کیا۔ تو مرکزی وزیر داخلہ خان قیوم نے انکشاف کیا کہ مولانا شمس الدین ماوند میں آزاد ہیں۔

مجلس عمل

مولانا شمس الدین نے ۱۷راگست تک اپنی اکیس روزہ اس جبری ''آزادی'' میں سرزمین پاکستان پر ایرانی فوجیوں کے علاوہ کیا کچھ دیکھا؟ یہ سب کچھ وہ خود کراچی کے پریس کلب میں بتا چکے ہیں۔ اس لئے ہم فورٹ سنڈیمن کی طرف لوٹتے ہیں۔ جہاں ۱۶رجولائی کو رضا کار دستے ترتیب دیئے جانے لگے تھے۔ تاکہ ہڑتال کو پرامن اور منظم رکھا جاسکے۔ مولانا شمس الدین کی گرفتاری تک وہی اس تحریک کے ''فگر ہیڈ'' تھے۔ اور ان کی نمایاں شخصیت سے محرومی نے ان لوگوں کے لئے جو درحقیقت تحریک کے روح رواں تھے۔ فوری طور پر تنظیم کا مسئلہ پیدا کر دیا۔ خطرہ تھا چیدہ چیدہ علماء کی گرفتاری اور اس کے بعد مولانا شمس الدین کا اغواء تحریک کو بے سری کر دے گا اور اس طرح یہ ختم ہو کر رہ جائے گی۔ شاید حکومت کا یہی منشاء ہو۔ لیکن فورٹ سنڈیمن اور ضلع ژوب کے عوام کے احساسات جن بلندیوں پر تھے وہاں تنظیم اور نظم وضبط مشکل کام نہ تھا۔ چنانچہ ۱۷رجولائی کو باقی ماندہ سیاسی شخصیتوں اور نمایاں شہریوں پر مشتمل نورکنی مجلس عمل بنائی گئی جس کے چیئرمین مولانا عماد الدین قریشی تھے۔ اس میں سابق ڈپٹی منسٹر جناب صالح محمد مندوخیل، عبدالرحیم ایڈووکیٹ، ملک یٰسین، مولانا صبغت اللہ شیرانی، جناب شیر جان مندوخیل، حاجی عبدالواحد خان ابوزئی، حاجی محمد خان اور حافظ عبدالغفور شامل تھے۔ حافظ عبدالغفور پر مجلس عمل کی سیکرٹری شپ کے فرائض عائد کئے گئے۔ بعد میں ضرورت کے مطابق اس مجلس عمل کی توسیع جاری رہی۔

مجلس عمل نے سب سے پہلے تمام شاہراہوں کی ناکہ بندی کا انتظام کیا۔ فورٹ سنڈیمن سے چاروں طرف نکلنے والی سڑکوں پر مجلس عمل کے رضا کاروں نے ناکہ بندی کی خاطر چین (زنجیر) لگا دیئے۔ کسی سرکاری یا پرائیویٹ گاڑی کو مجلس عمل کی اجازت کے بغیر شہر سے جانے کی اجازت نہ تھی۔ سرکاری گاڑیوں میں یہ دیکھا بھالا جاتا تھا کہ کہیں اس میں کسی کو گرفتار کر کے تو نہیں لے جایا جا رہا۔ یہ کیفیت مولانا شمس الدین کے سرکاری اغواء کا رد عمل تھی۔ ہرناکے پر رضا کاروں اور عوام کی بھاری تعداد موجود ہوتی تھی۔ چنانچہ ۲۲ر جولائی تک مکمل ہڑتال کے دوران انتظامیہ کے اعلیٰ ترین افسر بھی مجلس عمل کی اجازت سے آتے جاتے تھے۔ شہر میں اگر چہ فیڈرل سکیورٹی فورس کا لاریوں پر سوار مسلح گشت جاری تھا۔ لیکن درحقیقت شہر کا انتظام مجلس عمل کے ہاتھ میں تھا۔ پولیس اپنے تھانے اور پولیس لائن میں عملاً نظر بند ہو چکی تھی۔

پولیس کے باوردی اکا دکا سپاہی صرف فیڈرل سکیورٹی فورس کی لاریوں میں رہنمائی کے لئے نظر آتے تھے۔ اس کے باوجود فورٹ سنڈیمن میں نہ تو بنکوں کو لوٹا گیا۔ نہ سرکاری عمارات تباہ کی گئیں اور نہ عوام میں سے کسی کو نقصان پہنچا۔ حکومت کی طرف سے اشتعال کے کئی مرحلے آئے۔ لیکن فورٹ سنڈیمن کے دلیر عوام نے شعور پر گرفت ڈھیلی نہ کی۔ اڑتی اڑتی اطلاع یہ بھی ہے کہ ژوب اور فورٹ سنڈیمن شہر کے عوام کی اس پرامن جدوجہد، جائز مطالبات، صبر و تنظیم اور جوش اور ولولہ سے خود فیڈرل سکیورٹی فورس کے جوان بھی اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے ایک سے زیادہ مواقع پر احکامات کے باوجود گولی چلانے سے انکار کر دیا۔

شہر کا انتظام

اب شہر کے انتظام کا حال سنئے۔ مجلس عمل کی نگرانی میں کسی ناگزیر ضرورت کے لئے دکان کھلائی جا سکتی تھی۔ ہر روز ڈیڑھ گھنٹے کے لئے اعلان کردہ میڈیکل سٹور کھولنے کی اجازت ہوتی تھی۔ تاکہ مریضوں کے لئے ادویات لی جا سکیں۔ رضا کاروں نے ہڑتال کے باوجود اشیائے خوردنی کی قیمتوں کو بڑھنے نہ دیا۔ نہ ان کی قلت پیدا ہونے دی۔ بار برداری کے ٹرکوں کو شہر سے مال لے جانے اور لانے کی اجازت تھی۔ اس طرح خوراک اور اجناس کی کمی کا خطرہ پیدا نہ ہونے دیا گیا۔ صدر مملکت (اس وقت مسٹر ذوالفقار علی بھٹو تھے) صوبائی گورنر، صوبائی وزیر اعلیٰ، مرکزی اور صوبائی وزراء، مرکزی و صوبائی ہوم سیکرٹریوں اور اخبارات کے ایڈیٹروں کو صورتحال اور مطالبات پر مبنی تاریں ارسال کی جاتی رہیں۔ اب ان تین مطالبوں میں ایک اور مطالبے کا اضافہ ہو چکا تھا۔ ختم نبوت کے قیدی مولانا شمس الدین کو رہا کرو۔

زنداں کا سفر

۱۹ ر جولائی تک حکومت مختلف حربے آزماتی رہی اور یہ بھی انتظار کرتی رہی کہ طویل ہڑتال کی وجہ سے شاید تحریک خود ہی جان دے دے۔ لیکن یہ امیدیں بر نہ آئیں۔ چنانچہ ایک طرف بعض قبائلی ملکوں کی مدد سے فورٹ سنڈیمن میں مجلس عمل سے سلسلہ جنبانی شروع کیا گیا تو دوسری طرف کوئٹہ میں گرفتار شدگان سے وزیر اعلیٰ جام غلام قادر نے خود مذاکرات شروع کئے۔ مذاکرات کی بات کرنے سے پیشتر ختم نبوت کے ان قیدیوں پر بیتے ہوئے واقعات کا قصہ بیان ہونا چاہئے۔

۱۶ ر جولائی کی شام جب ان میں سے ۳۳ ر قیدیوں کو دو ٹرکوں میں دھکیل کر ڈالا گیا۔ ٹرکوں کو تختوں اور ترپالوں سے بند کیا گیا تھا۔ شہر میں لاٹھی چارج اور تشدد کے ذریعہ راستہ صاف کر کے جب انہیں کوئٹہ لے جایا جا رہا تھا تو عوام نے مینا بازار میں ٹرک روک لئے۔ اس وقت ختم نبوت کے ان قیدیوں نے فیصلہ کیا کہ خاموش بیٹھے رہیں گے اور حکام کو جھوٹ بولنے دیں گے کہ ان ٹرکوں میں مرزائیوں کو لے جایا جا رہا ہے۔ کیونکر سڑک پر دھرنا مارے مسلح اور غیر مسلح قبائلی عوام کو اگر یہ معلوم ہوا کہ ان میں ختم نبوت کے قیدی ہیں، تو وہ جان پر کھیل جائیں گے۔ لیکن ٹرکوں کو گزرنے نہیں دیں گے۔ راستے میں ان ٹرکوں سے کہیں بھی علماء اور شہریوں کو نماز کے لئے بھی باہر نکلنے کی اجازت نہ دی گئی اور نماز کے لئے ٹرک رکوانے کی مسلسل درخواستوں کو نظر انداز کیا۔ حتیٰ کہ ان حضرات نے تیمم کر کے تین نمازیں چلتے ٹرکوں میں ادا کیں۔ ایک قیدی عبدالرحمٰن زرگر جس پر فائرنگ کا الزام تھا۔ کوئٹہ کے قریب کچلاک میں اتار کر کہیں اور لے جایا گیا۔ باقی ۳۲ ر قیدیوں میں سے سات نمایاں علماء حضرات کو کوئٹہ جیل میں رکھا گیا اور ۲۵ ر افراد مچھ بھیج دیئے گئے۔

جام صاحب کے مہمان

وزیر اعلیٰ جام غلام قادر کے حکم پر ۱۹ ر جولائی کی رات ان سات حضرات کو جن میں خطیب جامع مسجد مولانا میرک شاہ اور دوسرے علماء شامل تھے۔ ان کے بنگلے پر لایا گیا۔ نو بجے سے رات بارہ بجے تک ان ”قیدیوں“ سے وزیر اعلیٰ کی گفتگو جاری رہی۔ جام صاحب کا اصرار تھا قیدی فورٹ سنڈیمن فون کر دیں کہ انہیں رہا کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کل سے ہڑتال ختم کر دی جائے۔ مولانا میرک شاہ اور ان کے ساتھیوں کا متفقہ مؤقف تھا کہ جب تک مرزائیوں کو ضلع بدر

نہیں کیا جاتا اور ختم نبوت کے تمام گرفتار شدگان کو رہا نہیں کیا جاتا۔ وہ فورٹ سنڈیمن میں کسی سے بات کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جام صاحب ان گرفتار شدگان کو آہستہ آہستہ آٹھ دنوں میں رہا کرنا چاہتے تھے اور ضمانتیں بھی طلب کرتے تھے۔ یہ شرائط نا قابل قبول تھیں۔ بالآخر ان سات حضرات نے فیصلہ دیا کہ جب تک اس معاہدے پر عمل درآمد نہ ہو۔ وہ فورٹ سنڈیمن فون کرنے پر تیار نہیں۔ چنانچہ جام صاحب نے اپنے ان مہمانوں کو وزیراعلیٰ ہاؤس سے جیل بھجوا دیا۔

مرزائیوں کا انخلاء

بات یہ تھی کہ اگلے روز ۲۰ر جولائی کو جمعہ تھا اور صوبائی حکومت شدید ردعمل کے اندیشوں میں مبتلا تھی اور مذاکرات کا یہ سلسلہ اسی خوف کے پیش نظر تھا۔ مجلس عمل کی دانشمندی سے بیس جولائی کا جمعہ پرامن گزرا۔ ادھر فورٹ سنڈیمن میں حکومت نے معتبر ملکوں اور شہریوں کے ذریعے مجلس عمل سے رابطہ پیدا کیا۔ ان میں کلی اپوزئی کے ملک عصمت اللہ، ملک دین محمد شیرانی، حاجی سفر خان اور دوسرے سولہ افراد شامل تھے۔ ان انیس حضرات نے جامع مسجد میں عوام کے سامنے یہ اقرار کیا کہ وہ ۲۵ر جولائی سے مرزائیوں کے انخلاء اور ختم نبوت کے قیدیوں کی واپسی کے ذمہ دار ہیں اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ دس ہزار روپے فی کس یعنی ایک لاکھ نوے ہزار روپے مجلس عمل کو ادا کرنے کے پابند ہوں گے۔ حکومت نے ۲۱ر جولائی کی صبح مرزائیوں کو ایک بس کے ذریعے کوئٹہ روانہ کیا جس کی صورت یہ تھی کہ بس کی اگلی نشست پر عوام کی طرف سے حاجی سفر خان بطور یرغمال بیٹھے تھے اور بس کے آگے پیچھے بھاری اور ہلکے خودکار آتشیں ہتھیاروں سے مسلح فورسز کے ٹرکوں پر سوار دستے تھے۔

قید سے رہائی

۲۲ر جولائی کی صبح کو کوئٹہ جیل میں بند سات افراد کو رہا کر دیا گیا۔ حکومت چاہتی تھی یہ حضرات فوری طور پر روانہ ہو جائیں تا کہ کہیں کوئٹہ میں مرزائیوں کے خلاف تحریک شروع نہ ہو جائے۔ ان سات حضرات کو مچھ جیل کے قیدیوں کا انتظار تھا۔ جیسے ہی وہ پہنچے۔ حکومتی ذرائع انہیں ٹرکوں پر سوار کر کے فورٹ سنڈیمن روانہ ہو گئے۔ اب فرق صرف اتنا تھا کہ مسلح نگرانوں کی تعداد نسبتاً کم تھی اور بزرگ علماء ٹرکوں کی فرنٹ سیٹوں پر بٹھایا ہوا تھا۔

۲۴ر جولائی کی صبح فورٹ سنڈیمن رہائی کی اطلاع مل چکی تھی۔ چنانچہ بہت سے لوگ

رہاشدہ قیدیوں کے استقبال کے لئے کوئٹہ کی سڑک پر ۲۲؍ جولائی کو منتظر رہے۔ لیکن ختم نبوت کے یہ قیدی ۲۴؍ جولائی صبح دس بجے فورٹ سنڈیمن پہنچے۔ ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

فورٹ سنڈیمن پہنچنے کے بعد ان قیدیوں کو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ضمانت ناموں پر دستخط کرنا ہوں گے۔ یہ معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ کیونکہ قیدی غیر مشروط طور پر رہا ہوئے تھے۔ لیکن قبائلی ملکوں اور معتبروں نے بیچ میں پڑ کر صورتحال کو بگڑنے سے بچایا اور خود ہی ضمانتیں دے ڈالیں اور کہا گیا کہ یہ صرف مقدمے کی صورت حاضر ہونے کی ضمانت ہے۔ لیکن ابھی تک ختم نبوت کے ایک قیدی مولانا شمس الدین کا کچھ پتہ نہیں تھا اور حکومت ان کی ذمہ داری بھی قبول نہیں کر رہی تھی۔ چنانچہ ہڑتال تو ختم ہو گئی۔ لیکن جلسے جلوس ختم نہ ہوئے۔ اسی دوران مجلس عمل نے متحدہ جمہوری محاذ کے سیکرٹری جنرل پروفیسر عبدالغفور کو مولانا شمس الدین کے سرکاری اغواء اور پھر پراسرار گمشدگی کے متعلق تار دی اور التماس کی کہ متحدہ جمہوری محاذ کی طرف سے اس مسئلے کو قومی اسمبلی میں اٹھایا جائے۔ غالباً یہی تار حزب اختلاف کی طرف سے بلوچستان کے ڈپٹی سپیکر کی گمشدگی کا معاملہ قومی اسمبلی میں زیر بحث لانے کا باعث بنی۔ دو اگست تک مولانا شمس الدین کی رہائی اور ختم نبوت کے قیدیوں پر سے مقدمات کی واپسی کا معاملہ جلسے جلوسوں تک محدود رہا۔ اس دوران کوئٹہ میں ۳۰؍ جولائی کو عبدالرحمٰن زرگر کو رہا کیا گیا۔ تو ۳۱؍ جولائی کو فورٹ سنڈیمن اس کی آمد پر زبردست جلوس نکالا گیا اور شہر سے سولہ میل دور ہادن زئی سے اسے جلوس کی صورت میں لایا گیا۔ لیکن حکومت کے کان پر جوں نہ رینگی۔ حالانکہ وہ فورٹ سنڈیمن شہر اور ضلع ژوب کے عوام کی بیداری اور یکجہتی کا مظاہرہ دیکھ چکی تھی۔

بھوک ہڑتال

۳؍ اگست سے اس تحریک نے نیا رخ اختیار کیا اور ظریف پارک میں مجلس عمل کی ہدایات پر پانچ افراد نے تین مطالبات کے لئے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ اب مطالبات یہ تھے۔

۱...... مولانا شمس الدین کو رہا کیا جائے۔
۲...... گرفتار شدگان پر سے مقدمات ختم کئے جائیں۔
۳...... مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

بھوک ہڑتال کے سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میں علماء نے بھی شرکت کی۔ ہڑتال کی صورت یہ تھی کہ پہلے روز ۲۴؍ گھنٹے کی بھوک ہڑتال ہوئی۔ تیسرے روز ۴۸؍ گھنٹے کی بھوک ہڑتال شروع ہوئی۔ ۴؍ اگست تک پہنچتے پہنچتے ۷۲؍ گھنٹے کی بھوک ہڑتال شروع ہو چکی تھی اور پروگرام یہ تھا کہ اسی طرح بھوک ہڑتال کا عرصہ بڑھایا جاتا رہے گا۔ علماء نے اس بھوک ہڑتال میں شرکت کا جواز پشتونوں کی اس روایت سے نکالا کہ جب دوست قبائل یا خاندانوں کا آپس میں کوئی تنازعہ ہو جاتا ہے تو وہ اپنے وفد لے کر دوسرے گاؤں یا گھر پہنچ جاتے ہیں۔ دھرنا دے کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس وقت تک کوئی تواضع قبول نہیں کرتے۔ جب تک ان کے مطالبات تسلیم نہیں کر لئے جاتے یا معاملہ خوشدلی سے طے نہیں ہو جاتا۔

اس روایت کو پشتو میں ''نحورہ'' کہتے ہیں۔ ''نحورہ'' کے دوران میں ہفتہ ہفتہ بھر پانی یا تمباکو تو پیا جاتا ہے لیکن کچھ کھایا نہیں جاتا اور بعض صورتوں میں چائے یا لسی پی لی جاتی ہے۔ لیکن کھانا یا ماکولات کی کسی دوسری نوعیت کی تواضع قبول نہیں کی جاتی۔ علماء نے اس بھوک ہڑتال کو جدید سیاسی ''نحورہ'' قرار دے کر اس میں شرکت کی۔ سترہ اگست کو جس دن مولانا شمس الدین کو رہا کیا گیا۔ اسی روز بھوک ہڑتال میں جامع مسجد کے خطیب مولانا میرک شاہ، مولانا محمد اسحٰق خوشی اور دوسرے جید علماء نے شریک ہونا تھا۔

اور پھر جیت ہو گئی

سترہ اگست کو رات گیارہ بجے ڈپٹی سپیکر مولانا شمس الدین سنڈیمن پہنچے۔ انہیں شہر سے سولہ میل دور جلوس کی صورت میں لایا گیا تھا۔ آدھی رات کو شہر میں میلے کا سماں تھا۔ شہر میں جلوس کا گشت ظریف پارک پر ختم ہوا۔ جہاں ۷۲؍ گھنٹے کے ۱۴؍ ہڑتالی بیٹھے تھے۔ اگلے روز صبح مجلس عمل کے کھلے اجلاس میں یہ طے کیا گیا کہ بھوک ہڑتال ختم کی جائے۔ کیونکہ ایک بڑا مطالبہ ختم نبوت کے آخری قیدی مولانا شمس الدین کی رہائی مان لیا گیا ہے اور دوسرا بڑا مطالبہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینا پورے ملک سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے لئے ملک گیر تحریک کی ضرورت ہے۔ تیسرے مطالبے مقدمات کی واپسی کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ اگر مقدمات چلانے کی کوشش کی گئی تو اس دھاندلی کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

اٹھارہ اگست کی صبح کو بھوک ہڑتال ایک تقریب کے ساتھ ختم ہوئی۔ بھوک ہڑتالیوں کو پھولوں سے لاد دیا گیا۔ جامع مسجد میں جلسہ عام ہوا۔ جس میں مولانا شمس الدین نے اپنے سرکاری

اغواء کی کہانی سنائی اور دوسرے مقررین نے تحریک کی کامیابی کا جائزہ لیا۔

دو کامیابیاں، تین سوال

ژوب کی اس تحریک نے پرامن طریقے سے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی مثال قائم کرنے کے علاوہ دو واضح کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ ضلع ژوب اب ہمیشہ کے لئے مرزائیوں سے صاف ہوگیا اور دوسری یہ کہ ژوب میں قرآن پاک کے تحریف شدہ نسخے ضبط کر لئے گئے ہیں اور اب آئندہ یقیناً کسی کو کم از کم ژوب میں ایسی حماقت کی جرأت نہ ہوگی۔ لیکن اس کے ساتھ مقامی اور ملکی سطح پر چند ایک سوال اٹھتے ہیں۔ اول تو یہ کہ قرآن پاک کے ان تحریف شدہ مرزائی نسخوں کی ضبطی کیا صرف ضلع ژوب کا مسئلہ ہے؟ کیا ملک کے دوسرے ۵۵ر پچپن اضلاع اور ریجنوں میں ایسی ہی کارروائی کی ضرورت نہیں اور پھر یہ بھی کہ آیا ضلعی حکام نے ایسے نسخوں کی ضبطی کے لئے باقاعدہ احکامات جاری کئے ہیں۔ یا صرف چند نسخوں کو قبضہ میں لے کر عوام کو مطمئن کیا جارہا ہے؟ ضلع ژوب کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (پولیٹیکل ایجنٹ) کو اس سلسلے میں واضح احکامات جاری کرنا چاہئیں۔ تاکہ تحریف شدہ نسخوں کی ضبطی باقاعدہ قانونی صورت اختیار کرلے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ تحریک ہی میں حصہ لینے والوں پر قائم شدہ مقدمات واپس کیوں نہیں لئے جارہے؟ کیا صوبائی یا مرکزی حکومت یہ مقدمات باقی رکھ کر ان لوگوں کو کسی مناسب موقع پر سزا دینا چاہتی ہے، جنہوں نے دینی غیرت وحمیت کا ثبوت دیا اور قومی اہمیت کے اور قومی سلامتی سے متعلق ایک مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی۔ اسی بات کا ایک پہلو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مرزائی عناصر نے اپنی قوت سے کام لے کر یہ مقدمات قائم رکھے ہیں۔ اور موقع پانے پر ژوب کے عوام سے بدلہ چکائیں گے۔

تیسرا سوال بلوچستان کے ڈپٹی سپیکر مولانا شمس الدین کو سرکاری طور پر اغواء اور گم رکھنے سے متعلق ہے۔ مولانا شمس الدین کی بلاوارنٹ گرفتاری کا باعث اینٹی مرزائی تحریک میں حصہ لینا ہے۔ کیا مرزائی یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جو ان کے مقابلے میں آئے گا۔ چاہے وہ منتخب نمائندہ ہو یا اسمبلی کا ڈپٹی سپیکر، اسے ایسے غائب کیا جاسکتا ہے کہ نام ونشان نہ ملے۔ پاکستان میں مرزائیوں کے ہاتھ ہمیشہ لمبے رہے ہیں اور اب اگر وہ ایسی دیدہ دلیری پر اتر آئے ہیں کہ منتخب نمائندوں کو بلاوارنٹ حبس بے جا میں رکھوا سکیں تو ان کا سدباب ہونا چاہئے۔

بشکریہ ہفت روزہ زندگی لاہور مورخہ ۱۰؍ستمبر ۱۹۷۳ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

اسلام میں عقیدہ ختم نبوت

حضرت مولانا فضل حق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

غیر سیاسی تبلیغی جماعت ہے۔ اتحاد بین المسلمین اور تردید مرزائیت مجلس کی امتیازی خصوصیت ہے۔ مجلس ہی کی مخلصانہ مساعی اور مسلسل جدوجہد سے مرزا غلام احمد قادیانی (کذاب مدعی نبوت) اور اس کے جملہ پیروکار نہ صرف پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں۔ بلکہ پورے عالم اسلام میں کسی جگہ بھی انہیں مسلمان نہیں سمجھا جاتا لیکن ابھی اندرون ملک اور بیرون ملک قادیانیوں کے متعلق بہت سے امور تشنہ تکمیل ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کا قافلہ رأس الاتقیاء مرشد العلماء والصلحاء، السیدی الحاج حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالی سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں کی زیر قیادت منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے اور انشاء اللہ تعالی اہل اسلام کے مکمل تعاون سے ناموس رسالت کے ان قزاقوں کی تمام جلی وخفی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھتے ہوئے ہے۔ اسلام اور ملت اسلامیہ کے ان غداروں کا تعاقب کر کے کامیابی حاصل کرے گا۔

اس سلسلہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت تمام مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ ختم نبوت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے مجلس سے مکمل تعاون فرمائیں۔

زیر نظر مقالہ الحاج مولانا فضل حق صاحب خطیب جامع مسجد ہشت نگری پشاور نے علماء کے دوروزہ صوبائی کنونشن پشاور منعقدہ ۶؍جون ۱۹۸۱ء کے اجلاس میں پڑھا۔

اس اجلاس کی صدارت حضرت مولانا عبدالباقی صاحب وزیر مذہبی امور سرحد نے فرمائی اور جناب عبدالہاشم خان وزیر تعلیم سرحد بحیثیت مہمان خصوصی اجلاس میں تشریف فرما تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت سرحد، وزارت مذہبی امور سرحد کے شکریہ کے ساتھ یہ مقالہ مسلمانوں کے استفادہ کے لئے شائع کر رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس مساعی کو قبول فرما کر ہم سب کو خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

اسلام میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ ومن

اعتقد غیر ذلك فقد تزندق ولا خیرله۔ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین۔ وکان اللّٰہ بکل شیٔ علیما۔ وقال النبی ﷺ انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی، اما بعد”

دین اسلام کی بنیادی اینٹ ختم نبوت کا عقیدہ ہے۔ رب کائنات نے کائنات کے لئے رشد وہدایت کا جو سلسلہ جاری فرمایا وہ نبوت ورسالت کا سلسلہ ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفی ﷺ پر ختم ہوتا ہے اور جیسا کہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ نے فرمایا کہ قصر نبوت کی میں آخری اینٹ ہوں۔ میری بعثت سے قصر نبوت کی تکمیل ہو گئی۔ میرے بعد کسی کو نبوت ملنے والی نہیں۔ ختم نبوت کے اس عقیدے کی اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب میں بے شمار تصریحات موجود ہیں۔

مذکورہ بالا آیت جس طرح ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہے۔ اسی طرح دلالت کے اعتبار سے بھی۔ علماء دین سے یہ امر مخفی نہیں کہ قرآن حکیم کی ایک بھی قطعی الدلالت آیت کریمہ ثبوت کے لئے کافی ہے۔ ختم نبوت کا ثبوت تو سو سے زیادہ آیات مبارکہ اور دو سو سے زائد احادیث متواترہ سے ملتا ہے اور تواتر بھی ایسا کہ عقیدہ توحید کے بعد اس کی نظیر نہیں ملتی اور پھر عقیدہ ختم نبوت پر امت محمدیہ کا اجماع بھی ہے اور نہ صرف امت محمدیہ کا بلکہ تمام کتب سماویہ کا اس پر اجماع ہے۔ تمام انبیاء کرام کا اس پر اجماع ہے۔ انبیاء کرام سے یہ اقرار ”**لتؤمنن به ولتنصرنه۔ قالو اقررنا**“ اس پر شاہد ہے۔ ہر جانے والے نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کی واضح طور پر نشاندہی کی اور اپنے پیروؤں کو آنے والے نبی پر ایمان اور اس کی نصرت کی وصیت فرمائی۔

اگر حضور نبی ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت ختم نہ ہوتا تو ضرور حضور اکرم ﷺ بھی سابقہ انبیاء کرام کی طرح اپنے بعد آنے والے نبی کی واضح طور پر نشاندہی فرماتے اور اپنی امت کو اس پر ایمان اور اس کی نصرت کی وصیت فرماتے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حضور پاک ﷺ نے بے شمار پیشین گوئیاں فرمائیں۔ آپ ایمان بالنبی کے اس اہم مسئلے سے کبھی بھی خاموشی اور اغماض نہ فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور پاک کا بعد والے نبی کا ذکر نہ کرنا۔ نبوت کے ختم ہونے کی وجہ سے ہے۔

“**یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك**” کے ساتھ ”**من بعدك**“ کا ذکر نہ کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ حضور ﷺ پر اور حضور ﷺ سے سابقہ انبیاء پر جو کچھ نازل کیا

گیا۔ ان پر ایمان لانا لازم اور ضروری ہے۔ اور بعد میں نہ کوئی نبی ہے۔ اور نہ اس کی وحی ہے اور نہ اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر وحی نبوت جاری ہوتی تو ضرور من بعدك بھی ہوتا۔ پس جس طرح توحید تمام ادیان کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی تمام کتب الٰہیہ تمام انبیاء کرام، تمام ادیان سماویہ کا متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ آغاز انسانیت سے لے کر آج تک از آدم تا ایں دم اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ خاتم النّبیین صرف محمد ﷺ ہی ہوں گے اور سلسلہ نبوت و رسالت آپ ﷺ کی ذات گرامی پر ختم ہو جائے گا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں اسلامی جہاد کا آغاز ہی مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت و حفاظت کے پیش نظر جنگ یمامہ سے ہوا۔ جس میں سات سو۷۰۰ / حفاظ قرآن شہید ہوئے جو صحابہؓ میں اہل القرآن کے لقب سے مشہور تھے۔ مسیلمہ کذاب سے مقابلہ میں صحابہؓ کی اتنی کثیر تعداد کی شہادت مسئلے کا واضح ثبوت ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اور باقی خلفاء ثلاثہؓ میں سے اور نہ ہی کسی دوسرے صحابیؓ نے مسیلمہ کذاب سے اس بات کی وضاحت طلب کی کہ تیرا دعویٰ نبوت تشریعی ہے یا غیر تشریعی، ظلی ہے یا بروزی، مستقل ہے یا طفیلی۔ اور نہ ہی کسی مناظرے کو ضروری سمجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت کے متعلق صحابہ کرامؓ کے اذہان کتنے صاف تھے۔ اور مسئلہ کتنا واضح تھا۔

بدقسمتی سے برطانوی اقتدار میں جب اس بنیادی عقیدہ پر ضرب لگانے والے کو کھڑا کیا گیا یہ سمجھ کر کہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کے متزلزل ہو جانے سے اسلام کی بنیادی عمارت یا تو سرے سے منہدم ہو جائے گی۔ یا کم از کم اس میں بڑے بڑے شگاف پڑ جائیں گے۔ متحدہ ہندوستان میں دور غلامی کی وجہ سے مسلمان برطانیہ کے خود کاشتہ پودے کا مقابلہ دینی بحثوں اور مناظروں کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ امام العصر مولانا سید انور شاہ صاحبؒ دیوبندی، مولانا سید پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑوی، محدث کبیر مولانا ثناء اللہ صاحبؒ امرتسری و دیگر علماء کرام و اکابرین ملت نے نہایت ہی جانفشانی سے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کام کیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ، مولانا ابوالحسنات صاحب لاہوریؒ، علامہ کفایت حسین صاحب اور مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ وغیرہم نے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔

بزرگان محترم! مقالے کے شروع میں جس آیت کریمہ کو پڑھا گیا۔ اس کا ترجمہ ہے:

"محمد ﷺ باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر……

خاتم النّبیین میں دو قرأتیںؒ ہیں۔ خاتم بفتح التاء، خاتم بکسر التا، خاتم، ختم کرنے والا

یعنی آخری، آخر القوم وفاعل الختم"

خاتم معنے مہر۔ سلسلہ نبوت پر مہر، آپ ﷺ کی بعثت سے مہر لگ گئی۔ یہ سلسلہ سربمہر کردیا گیا جیسے وثیقہ اور لفافہ لکھ کر سب سے آخر میں سربمہر کیا جاتا ہے۔ سلسلۂ نبوت کو بھی سربمہر کردیا گیا۔ حضور پاک ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت ورسالت میں آپ ﷺ کے اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے اور انتہا پر پہنچ کر اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے۔ وہی اصل مقصود ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت قرآن حکیم نے یوں فرمائی۔ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی "یعنی آج تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی۔

جس نعمت کی ابتداء پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اس کی تکمیل سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کی گئی۔ اب فہرست نبوت تمت تمام شد۔ وخاتم النّبیین میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ اوپر آنحضرت ﷺ بصفت رسول (ولکن رسول اللہ) آیا ہے۔ اس لئے بظاہر مناسب یہ تھا۔ کہ آگے وخاتم المرسلین کا لفظ اختیار کیا جاتا مگر قرآن حکیم نے اس کے بجائے خاتم النّبیین کا لفظ اختیار فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک نبی اور رسول میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ نبی تو ہر اس شخص کو کہا جاسکتا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ اصلاح خلق کے لئے منتخب فرمائیں اور اپنی وحی سے مشرف فرمائیں۔ خواہ اس کے لئے مستقل کتاب وشریعت تجویز کریں۔ یا پہلے ہی کسی نبی کی کتاب وشریعت کے تابع لوگوں کی ہدایت کرنے پر مامور فرمائیں۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کہ حضرت موسیٰ علیہما السلام کی کتاب وشریعت کے تابع ہدایت کرنے پر مامور تھے اور رسول خاص اس نبی کے لئے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب وشریعت دی گئی ہو۔ اسی طرح لفظ نبی کے مفہوم میں بہ نسبت لفظ رسول کے عموم زیادہ ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوا۔ کہ آپ سب انبیاء کے ختم کرنے والے اور سب سے آخری ہیں۔ خواہ صاحب شریعت نبی ہو یا صرف پہلے نبی کے تابع۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کی جتنی قسمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوسکتی ہیں۔ وہ سب آپ ﷺ پر ختم ہوگئیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت ملنے والی نہیں۔

امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر ہی میں فرمایا "فھذہ الایۃ فی انہ لا نبی بعدہ واذا کان لا نبی بعدہ فلا رسول بعدہ بالطریق الاولیٰ "ہاں اگر کسی کج فہم کو یہ شبہ پیدا ہو کہ ایک پیغمبر قیامت تک کیسے کافی اور مختلف انسانی نسلوں کے لئے رہنما اور قابل اتباع وتقلید نمونہ بن سکتا ہے اور اس کی شریعت وتعلیمات کیونکر تمام انسانی ضرورت، نئے نئے تقاضوں اور عہد بعہد

تبدیلیوں سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے تو اس کا جواب آیت کے آخری حصے میں معجزانہ طور پر مختلف الفاظ میں یوں دیا گیا: ”وکان اللّٰہ بکل شئ علیما“ ﴿اور اللہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔﴾ اجرائے نبوت اور ختم نبوت کی مصلحت کو خوب جانتا ہے۔ ختم نبوت کا فیصلہ دنیا کے نئے مسائل سے بے خبری میں نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ علم ازلی وابدی کے مالک علیم کا فیصلہ ہے۔ ”وما ارسلنك الاکافة للناس “ کے بعد اجرائے نبوت کا کیا فائدہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ رب الناس کے بعد دوسرا رب نہیں۔ ”مبعوث الیٰ کافة للناس “ کے بعد دوسرا نبی نہیں۔ ”قرآن هدی الناس “ کے بعد کوئی دوسری آسمانی کتاب نہیں۔

”ان اول بیت وضع للناس “ کے علاوہ کوئی دوسرا کعبہ وقبلہ نہیں۔ ”خیر امة اخرجت للناس “ کے بعد کوئی دوسری امت مسلمہ نہیں۔

اور اسی کی وضاحت ارشاد نبوی میں ”لا نبی بعدی ولا امة بعدکم “ میں فرمائی گئی۔ دین اسلام کی یہی جامعیت اس کے دین فطرت ہونے کی دلیل ہے۔

وحی الٰہی کے مراد کو صاحب وحی ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے ”انا خاتم النّبیین / انا خاتم الانبیاء لا نبی بعدی “ ﴿میں خاتم النّبیین ہوں، خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔﴾ خاتم النّبیین قرآن حکیم کا لفظ ہے۔ لا نبی بعدی اس کا مطلب۔ اب اگر کوئی لفظ خاتم النّبیین پر ایمان رکھتا ہو اور لا نبی بعدی کا قائل نہ ہو تو اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں۔ بالکل ویسے کہ جیسے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرے۔ اس کا رب اور الٰہ ہونا مانے اور اس کے باوجود اس کی صفات مخصوصہ علم وقدرت اور تصرفات دوسروں کے لئے بھی تسلیم کرے۔ اس کا دعویٰ ایمان بھی باطل ہے۔

”لا اله الا اللّٰہ وحدہ “ تب معتبر ہوگا کہ ”لاشریك له “ پر بھی ایمان ہو اور ”انا خاتم النّبیین “ تب قابل اعتبار ہوگا کہ ”لا نبی بعدی “ پر بھی ایمان ہو۔

مسلمانوں کے اتحاد کا مرکزی نقطہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اقدس ﷺ کی ختم نبوت ہے۔ جیسا کہ شاعر مشرق نے حرف اقبال میں ایک جگہ کہا۔ ”اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔“ (حرف اقبال)

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت — وحدت ہو فنا جس سے الہام بھی الحاد
(اقبال ضرب کلیم)

فقط: ناچیز فضل حق، خطیب جامع مسجد ہشت نگری بازار، پشاور شہر

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

امت مرزائیہ کی

غلط بیانیوں کا جواب

حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

جب سے آزاد کشمیر اسمبلی نے واضح اکثریت سے قادیانیوں کے خلاف قرارداد منظور کی ہے۔ ربوہ اور اس کے سیاسی حلیفوں کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ اس قرارداد کو سبوتاژ کرنے کے لئے جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک المیہ سے کم نہیں۔

انتہائی تشویشناک خبروں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ جس کے بین السطور طوفان امڈتے نظر آرہے ہیں۔ اللہ خیر کرے۔

جماعت ہائے مرزائیہ آزاد کشمیر کے امیر منظور احمد وکیل کی طرف سے ایک پریس ریلیز مطبوعہ مکتبہ جدید پریس لاہور ڈاک کے ذریعے مجھے ملا۔ معلوم نہیں ناشر کون ہے؟

اندازہ ہے کہ محکمہ اطلاعات کا اس کی پشت پر ہاتھ ہے۔ اگر میرا یہ شبہ صحیح ہے تو اس کے جو نتائج ہو سکتے ہیں وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

کتابچہ میں سوائے غلط بیانیوں کے اور کچھ نہیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ اس کا مختصر جواب شائع کر دیا جائے تاکہ منظور صاحب کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔ واللہ ولی وبیدہ التوفیق!

محمد سعید الرحمٰن علوی، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع کیمبل پور، مورخہ ۲۶؍مئی ۱۹۷۳ء

غلام قادیان اور اس کی امت کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر قرآن وسنت کے علاوہ پوری امت کا اجماع دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

دوسری حقیقت جس کو جھٹلانا آسان نہیں وہ یہ ہے کہ یہ گروہ انگریزی سامراج کے مکروہ عزائم کو پروان چڑھانے کے لئے انگریز کے اشارہ آبرو کے مطابق میدان میں آیا اور پھر اس نے اپنے آقا کی آرزوؤں کی تکمیل کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا۔ دو سال کی طویل اور صبر آزما جنگ کے بعد برصغیر کے مطلع پر آزادی کا سورج طلوع ہوا اور برصغیر کا ایک حصہ پاکستان کے نام

سے معرض وجود میں آیا تو عامۃ المسلمین بجا طور پر یہ توقع رکھتے ہیں کہ بدیسی حکمرانوں کے انخلاء کے ساتھ ساتھ ان کے دیسی مہرے بھی دفن ہو جائیں گے۔ لیکن۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

وطن عزیز کے حکمرانوں نے الحاد و دہریت پر مبنی ہر مکتب فکر کے معاملہ میں غلط قسم کی رواداری کا مظاہرہ کر کے مسلمانوں کی آرزوؤں کا خون کیا۔ اور اس فرقہ مرتدہ کے معاملہ میں تو حد کر دی۔ اگر میں یہ کہوں کہ بدیسی حکمران اپنے اس خود کاشتہ پودے پر اتنا مہربان نہیں تھا۔ جتنے ہمارے مسلم حکمران، تو یہ غلط نہ ہوگا۔

اس کفر نوازی کے جو سنگین نتائج سامنے آ چکے ہیں وہ ڈھکے چھپے نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اور پہلے سے بڑھ کر۔

اب تو ربوہ والوں نے سیاسی جماعت کا روپ دھار کر برسر اقتدار پارٹی کے ساتھ متحدہ محاذ سا بنا رکھا ہے اور ربوہ والے بڑے طمطراق سے مدعی ہیں کہ یہ بلندیاں ہماری کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

ہماری برسر اقتدار پارٹی بھی ان کی مخلصانہ خدمات کے شکریہ کے طور پر بہت کچھ کر رہی ہے۔ جس کی ایک کڑی یہ ہے کہ آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کے سلسلہ میں آزاد کشمیر پی پی پی کے بعد پاکستان کی پی پی پی حرکت میں آ چکی ہے۔ اور خود حکومت کے بعض ذمہ دار حضرات نتائج سے بے پرواہ ہو کر ربوہ کا تحفظ کرنے میں مشغول ہیں۔ کشمیر کے ایک مرزائی وکیل کا پریس ریلیز لاہور میں چھپنا اور جیسا کہ شبہ ہے کہ یہ محکمہ اطلاعات نے چھاپا ہے۔ ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔

حکومت سے کچھ کہنا تو بے سود ہے۔ صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اپنے پیش روؤں کے انجام سے سبق حاصل کرو جو ربوہ کی بھینٹ چڑھ گئے۔

البتہ زیر نظر سطور کے ذریعہ منظور وکیل کی غلط بیانیوں کا نوٹس لیا جا رہا ہے۔ تاکہ تاریخی ریکارڈ گندہ نہ ہو۔

۱...... قرارداد کے الفاظ ٹرسٹی روزنامہ مشرق کی اشاعت مجریہ یکم مئی ۱۹۷۳ء سے لئے گئے ہیں۔ اور ص۴ر پر ایک نوٹ کے ذریعے کہا گیا ہے کہ ۲۵ر کے ہاؤس میں ۱۱ر ممبر موجود نہ تھے۔

’’میری معلومات کے مطابق دس ممبر نہ تھے۔ چلو گیارہ سہی کیا۔ ۲۵ر میں ۱۴ر ممبر واضح اکثریت کے حامل نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ قرارداد کا تیاپانچہ کرانے کے لئے جو روایتی ہتھکنڈے اختیار کئے جارہے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر صحیح راہ اختیار کرنے کی آپ میں سکت ہے؟‘‘

کیا آپ ان گیارہ یا دس غیر حاضر ممبران میں سے کسی سے اس قرارداد کے برعکس قرارداد کا مسودہ اسمبلی میں پیش کرا سکتے ہیں؟ وہاں نہ سہی پاکستان کی کسی اسمبلی میں کرانے کا حوصلہ پیدا کریں؟

۲...... ’’تجزیہ کرتے ہوئے قرارداد کو مذہب کی آڑ میں ملک وقوم سے مہلک وبھیانک غداری قرار دیا گیا ہے۔‘‘ (ص۴)

غدار وغداری کا لفظ اتنا کثیر الاستعمال ہے کہ آج تک شرمندہ معنی نہیں ہوسکا۔ اسی وجہ سے غدارانہ اور وفادارانہ نظریات کے حامل عناصر وجماعتیں گڈمڈ ہوکر رہ گئی ہیں۔ تاہم سوال یہ ہے کہ آپ کس مذہب کا نام لیتے ہیں۔ محمدی مذہب کا یا غلام قادیانی کے مذہب کا؟

محمدی مذہب کی رو سے یہ قرارداد عین حق وصواب ہے اور اس کے محرک ومؤید محمدی پرچم کے نیچے ہوں گے اور اگر غلام قادیان کے مذہب کی بات ہے تو ہم ایسے مذہب کہنا ہی غلط سمجھتے ہیں۔ وہ تو مداری کی پٹاری ہے...... جس میں کرشن سے لے کر مہدی، مجدد، مسیح موعود، ظلی نبی، مستقل نبی، سب کچھ ہے۔ جس میں مرد کو حیض آتا ہے۔ مرد عورت بن کر خدا سے ملتا ہے۔ (معاذ اللہ) حمل قرار پاتا ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اتنے مرحلوں کے بعد وہ مرد ہی کہتا ہے کہ میں ہی یہ بچہ ہوں۔ (اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ من ہذہ الخرافات)

رہ گئی قوم تو آپ تو قوم کے افراد کو کنجریوں کی اولاد اور جنگلوں کے سور کہتے ہیں۔ محض اس جرم میں کہ وہ سیالکوٹ کچہری کے منشی کو بلند وبالا نہیں سمجھتے۔

اور ملک تو آپ اس ملک کے وجود کو مشیت الٰہی کے خلاف قرار دے کر مستقبل میں اکھنڈ بھارت کی پیشین گوئی کر چکے ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے ربوہ کے بہشتی مقبرہ کی بوسیدہ ہڈیوں کو کادیان دفنانے کے احکامات دفتر خلافت سے جاری ہوتے رہتے ہیں۔

جب آپ ملک وقوم کے معاملہ میں اتنے مخلص ہیں تو ان کے نام کی دہائی کیوں؟

آپ کی ذہنی بیماریوں کے پیش نظر ہی مصور پاکستان اقبال مرحوم نے آپ کو ہندوستان واسلام کا غدار قرار دیا تھا۔ غیر مسلم اکثریت کے ملک انڈیا کے غدار مسلم اکثریت کے پاکستان کے وفادار کب ہوسکتے ہیں؟

۳...... تجزیہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ قرارداد کو تحریک آزادی کشمیر اور استحکام پاکستان کے خلاف سازش سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۴...... اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر کئی صفحات سیاہ کردیئے گئے ہیں اور ۳۱ء سے لے کر اب تک کی تحریک آزادی کشمیر کے ہر موڑ کو مرزائیت کا مرہون منت قرار دیا گیا ہے۔

چونکہ یہ صفحات مغالطوں سے پر ہیں۔ اس لئے ان پر ذرا تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے۔

۵...... تحریک آزادی کشمیر ۱۹۳۱ء میں شروع ہوئی اور مرزائی جماعت اس کی روح رواں تھی۔

اس دعویٰ کے لئے دلیل کے طور پر کشمیر کمیٹی کو پیش کیا گیا ہے۔ جس کے سربراہ قادیان وربوہ کے آمر مطلق بشیرالدین محمود آنجہانی تھے اور اس میں اقبال سمیت کئی مسلم زعماء بھی تھے۔

۶...... اس کمیٹی کی اس ہیئت سے ہمیں انکار نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگلی بات کیوں نہیں بتاتے؟ موسیوں محمود کمیٹی کی آڑ میں کشمیر کو قادیانی سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ اقبال وغیرہ پر راز کھلا تو فی الفور علیحدہ ہوگئے اور اقبال تو خم ٹھونک کر میدان میں آگئے۔ انہوں نے واضح کیا کہ یہ لوگ اجتماعی مفادات کے مقابلہ میں جماعتی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اپنے امیر کے حکم کے بغیر مرتے کو پانی دینا گوارا نہیں کرتے۔

۷...... اس چار روزہ قرب کے نتیجہ میں اہل قادیان کے مالہ وماعلیہ سے واقف ہوگئے۔ نتیجتاً اسے ہندوستان واسلام کا غدار قرار دیا۔ پنڈت نہرو نے ان کی وکالت کی تو اسے دندان شکن جواب دیئے۔ عجمی یہودیت سے تعبیر کیا۔ اس طبقہ کو مسلم صفوں میں انتشار وپراگندگی کا ذمہ دار گردانا (جیسے کوثر نیازی صاحب وزیر اطلاعات پاکستان فرماتے ہیں۔ دیکھیں آپ کی کتاب بنیادی حقیقتیں ۱۱۴، ۱۱۵) اور برٹش حکومت سے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔

اور خود انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر کی حیثیت سے مرزائی ممبران کو نکال باہر کیا

جس کے صدمہ کی تاب نہ لاکر ایک مرزائی چل بسا۔

۸...... منظور صاحب یقین کریں کہ آپ کے موسیو محمود اس آڑ میں اس خطہ کو سامراجی طاقتوں کا اڈہ بنانا چاہتے تھے۔ اقبال وغیرہ کے بروقت اقدام نے اس منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔

۹...... اس کے برعکس انہی سالوں میں ملک کے ایثار پیشہ اور مخلص کارکنوں کی جماعت مجلس احرار اسلام نے ڈوگرا راج کو نیچا دکھانے کے لئے ایثار وقربانی کا ریکارڈ قائم کیا۔ بیسیوں کارکن شہید ہوئے۔ ہزاروں اپنے رہنماؤں سمیت جیل گئے۔ برطانوی ڈنڈا آپ کے اشارہ ابرو پر نہ چلتا تو کشمیر کا نقشہ آج اور ہوتا۔

۱۰...... ص۸ پر آپ نے گورداسپور کا قضیہ چھیڑ کر۔

لو اپنے دام میں صیاد آ گیا

کی شعری حقیقت کو ایک بار پھر زندہ کر دیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس ضلع کی انڈیا میں شمولیت ظلم ہے کہ یہ مسلم اکثریت کا ضلع تھا اور مسلم اکثریت کا دارومدار قادیانی جماعت پر تھا۔ اس کے بغیر تو مسلم اقلیت کا ضلع بنتا ہے۔

جان من! یہی تو قصہ ہے کہ آپ نے ”الکفر ملة واحدة“ کے مصداق اپنے کافر بھائیوں ہندوؤں کا ساتھ دے کر اپنے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور ضلع کو انڈیا میں شامل کرایا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ کے ممدوح ظفر اللہ خان باؤنڈری کمیشن کے لئے پاکستانی وکیل تھے۔ جنہوں نے دیانتداری کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے اور خود کیس کے دو حصے کر کے گورداسپور کی فائلیں شیخ بشیر قادیانی وکیل کو دے دیں اور اپنے محسنوں اور مؤکلوں (قائداعظم سمیت تمام لیگی زعماء) سے مشورہ تک نہ لیا؟

۱۱...... آپ نے وادی کشمیر کے ”لکھوکھا“ قادیانیوں کا ڈھنڈورہ پیٹ کر ایک دھونس جمانے کی کوشش کی ہے۔ (ص۹)

اور یہ تکنیک آپ کے بانی کے دور سے چل رہی ہے۔ ورنہ ہمیں آپ کی قد وقامت کا علم ہے۔ جس طرح عربی یہودی امریکہ کی سرپرستی میں زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔ عجمی یہودی بھی سامراجی طاقتوں کے پیش نظر حکومت پاکستان کے زیرسایہ نخرے کرتے پھرتے ہیں۔ ذرا

ہاتھ اٹھے تو پتہ چل جائے کہ آپ کتنے پانی میں ہیں۔

ہاں یاد آیا کہ آپ کے موجودہ خلیفہ نے اس قرارداد پر غصہ نکالتے ہوئے اپنی تعداد ایک کروڑ بتلائی ہے۔ کیا آپ کا خلیفہ اور آپ رائے شماری میں اپنے کو مرزائی لکھوا کر اس کا ثبوت پیش کریں گے؟

۱۲...... پاکستان کے بعد جماعتی خدمات کا تذکرہ بڑے طمطراق سے کیا گیا ہے۔ (ص۱۰) اور خدمات کی دلیل وسند کے طور پر آزاد خطہ کشمیر کے ایک مرزائی صدر غلام نبی گلکار کا نام لیا گیا ہے۔

بابو! یہ صدارتیں تو یونہی ملیں جیسے ظفر اللہ اور دوسرے قادیانیوں کو وزارت اور دوسرے کلیدی مناسب! ...... اور اس کی وجوہات ہیں۔ جنہیں آپ بھی جانتے ہیں اور جب تک ہم آزادی کی روح سے ہم کنار نہیں ہوتے۔ یہ سلسلہ شاید جاری رہے۔ جسمانی طور پر آزاد لیکن ذہنی غلام قوم کا اپنا ہوتا کیا ہے۔ وہاں تو بقول سردار بہادر خان (سابق گورنر مرکزی وزیر قائد حزب اختلاف وغیرہ) باہر حکومتوں کے معاملے طے ہوتے ہیں۔

باقی یہ کہ پاکستان بننے کے بعد تحریک آزادی کشمیر کا سہرا بھی ہمارے سر ہے۔ تو جانے دو وہ آزادی اور تم! جن کے گرو نے پچاس الماریاں جہاد کے خلاف لکھ ڈالیں۔ دنیا کی آزادی لوٹنے والوں کو محسن قرار دیا۔ آزادیوں کی بربادی پر چراغاں کئے۔ وہ بے چارے آزادی کے لئے کیا کریں گے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ خوش قسمتی سے یہ حصہ آپ کی دست برد سے محفوظ رہ گیا۔ بصورت دیگر یہ بھی مقبوضہ کشمیر ہوتا!

۱۳...... اقوام متحدہ میں کشمیر کیس کے عنوان سے ص۱۱ پر ظفر اللہ خان کی تربت پر پھول چڑھائے گئے ہیں اور خدمات کا تذکرہ بڑے فخر ومباہات سے کیا گیا ہے۔ میاں آپ کے چودھری صاحب کی خدمات کا قصہ بڑا طویل ہے۔ ہم معترف ہیں۔ سنئے مشتے نمونہ از خروارے۔

الف...... امریکی گندم (خواجہ ناظم الدین کا اعتراف)

ب...... باؤنڈری کمیشن کے سامنے طشتری میں رکھ کر گورداسپور انڈیا کو دینا (بھارتی ججوں کا

اعلان)

ج...... ان کے صدقے دس ہزار سے زیادہ نوجوانوں کے خون سے لاہور کے درودیوار کی مینا کاری۔

د...... ۱۹۶۵ء کی جنگ (یادرہے کہ جنگ سے چند دن پہلے انہی کی صدارت میں لندن میں متوقع قادیانی حکومت کے سلسلہ میں مشورے ہوئے) جنگ چھڑی تو تنبیہ درتنبیہ کے باوجود ربوہ میں بلیک آؤٹ نہ ہوا اور مجبوراً گورنر مغربی پاکستان نے کنکشن کٹوادیا۔

ہ...... بہ حیثیت وزیر خارجہ غلام قادیان کا ڈھنڈورہ پیٹنا۔

و...... بقول حمید نظامی سفارتی دفاتر کو قادیانیت کے اڈوں میں تبدیل کرنا۔

ز...... عالمی عدالت میں قانون کی گتھیاں سلجھانا جہاں اب جنگی قیدیوں کا مقدمہ لڑنے گئے ہیں وغیرہ۔ اللہ کرے ایک ایسی قرارداد یہاں بھی منظور ہو تو خدمات کی ''اصلیت'' بے نقاب ہوجائے۔

۱۴...... ص۱۲؍ پر استحکام پاکستان کو خطرہ کے عنوان سے رونا رویا گیا ہے۔ ۱۹۵۳ء کی یاددہانی کرائی ہے۔ حضور! ۱۹۵۳ء کی منیر رپورٹ کو چھوڑیئے، منیر بشرطیکہ اپنے انجام کا شکار نہیں ہوا، سے پوچھئے کہ یہ کیسے مرتب ہوئی؟ باقی ۱۹۵۳ء کا آنا لابدی تھا کہ میاں محمود ۱۹۵۲ء کے آنے کا اعلان کرچکے ہیں۔ ۱۹۵۲ء تو نہ آیا ۱۹۵۳ء آگیا اگرچہ ۱۹۵۳ء آپ کے آقایان ولی نعمت کی بربریت کا شکار ہوگیا۔ لیکن مبتلائے مصیبت آپ کو بھی کرگیا۔ اب آپ ۱۹۵۳ء کے خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں ۱۹۵۳ء پر بھی آسکتا ہے۔ ۱۹۵۲ء سے کوئٹہ کو مرزائی صوبہ بنانے سے' میجر جنرل نذیر قادیانی کی سربراہی میں راولپنڈی کی سازش سے اور فرقان بٹالین جس کا پردہ اسی مسلم کانفرنس کے رہنما ساغر مرحوم نے چاک کیا تھا، سے استحکام کا خطرہ نہ تھا۔ تو اس قرارداد سے بھی خطرہ نہیں۔ بلکہ مزید استحکام ہوگا۔ صرف سمجھنے کی ضرورت ہے۔

۱۵...... ص۱۳؍ پر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اس میں کسی دشمن ملک کا ہاتھ ہو۔ ظاہری دشمن برطانیہ، امریکہ، اسرائیل، بھارت اور روس ہیں۔ برطانیہ کے آپ خود کاشتہ پودے ہیں۔ امریکہ موجودہ دور میں برطانیہ کے جانشین کی حیثیت سے آپ کا مربی ہے۔ حکومت پاکستان کے

اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کے باوصف آپ کا مشن وہاں موجود ہے۔ (جبکہ اس نے اپنے آقا امریکہ کو مشن کی اجازت نہیں دی۔) اپنے مشن کا علم نہ ہو تو موجودہ خلیفہ کے بھائی کی انگریزی کتاب بیرونی مشن (خارف مشن) ملاحظہ فرمائیں۔

غالباً آپ کو اجازت اس لئے ملی کہ آپ یہودیت کا عجمی ایڈیشن ہیں۔ (بقول اقبال) اور ہاں بقول بھٹو صاحب...... بنگلہ دیش کا منصوبہ اسرائیل میں بنا۔ اسرائیل آپ کا ہے اور بنگالی رہنماؤں کا آپ کے خلاف غصہ بھی حقیقت ہے۔ ان کڑیوں کے ملانے سے دو جمع (۲+۲) نتیجہ چار لازمی ہے۔ بھارت! تو آپ اس کی جغرافیائی حدود بڑھانے کے علمبردار ہیں۔ کیونکہ پاکستان آپ کے نزدیک مشیت الٰہی کے خلاف ہے۔ اور مشیت اکھنڈ بھارت چاہتی ہے اور بھارت کی موجودہ وزیراعظم اندرا کے باپ نے آپ کی کھلم کھلا وکالت کی تھی۔ رہ گیا روس تو ''الکفر ملۃ واحدۃ'' کے مصداق اسے ان سے تو ہمدردی ہوسکتی ہے۔ جو مسلم سٹیٹ کو برباد کریں۔ مسلمانوں سے نہیں۔ اس منطقی صغریٰ کبریٰ میں، ربوہ سے قادیان، قادیان سے دہلی اور دہلی سے ماسکو کا معاملہ ناقابل فہم نہیں، اب بتلایئے کہ ہمارے دشمن۔ آپ کے تو دوست ہیں۔ پھر ان کا قرارداد سے کیا واسطہ؟

ص۱۳ پر ارشاد ہے کہ کسی دنیوی اسمبلی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو کافر کہے۔ درست لیکن چور کی نشاندہی کی تو اجازت ہے۔ اس اصول کے پیش نظر سکہ بند کافروں کو کافر کہہ دینا تو جرم نہیں۔ ایک مسلمان حقیقت میں ٹریفک کے سپاہی کی مانند ہے۔ چاہے وہ کہیں ہو اس کا فرض خطرہ کی نشاندہی ہے۔

میجر ایوب صاحب کی قرارداد میں آپ کو کافر بنایا نہیں گیا بتایا گیا ہے۔ پاکستان کے صدر و وزیراعظم کے حلف نامہ کی روشنی میں آپ کے کفر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور اس طرح خطرہ سے آگاہ کر کے فرض منصبی کو ادا کیا گیا ہے اور بس!

۱۷...... آخر میں ص۱۴ پر بانی سلسلہ غلام قادیان کے ملفوظات کی جلد نمبر۲ ص۱۰۸، ۱۰۷ کے حوالہ سے قرآن کو خاتم الکتب، رسول کریم کو خاتم الانبیاء ماننے کے ساتھ ساتھ اسلام کو زندہ اور حقیقی نجات دہندہ قرار دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ ملفوظات مرزائیوں کے نزدیک وحی والہام کی

چیزیں ہیں۔ لیکن ایسی وحی جس کے ایک صفحہ پر کچھ ہے تو دوسرے پر کچھ۔

مرزا صاحب نے وحی کے زور پر یہ بھی کہا جو اوپر ہے اور اپنے کو کرشن، مہدی، مجدد، مسیح موعود، ظلی نبی اور مستقل نبی بھی کہا۔ اپنے معجزات کی اتنی تعداد بیان کی۔ جن سے سب نبیوں کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے اور اپنے کو سب سے افضل کہا۔ اب کونسا ملفوظ مبارک مانیں؟ آپ نے جو ملفوظ نقل کئے۔ وہ سیالکوٹ کے منشی کے تھے۔ ہم جو کہہ رہے ہیں۔ وہ آپ کے سلسلہ کے بانی کے ہیں؟ یا تو آپ اپنے سلسلہ کے بانی سے لاتعلق ہو جائیں اور واضح لفظوں میں کہیں کہ مرزا قادیانی کے ملفوظات مداری کی پٹاری ہیں۔ اور مرزا قادیانی مراقی ہونے کے سبب یہ سب کچھ کہتے رہے۔ حتیٰ کہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی لے ڈوبے۔ تب تو بات بنے۔

لیکن آپ اس پٹاری کی تبلیغ کریں۔ دنیا میں اپنے گماشتے بھیجیں۔ لوگوں کو ماننے کا کہیں۔ بصورت دیگر کافر اور کنجریوں کی اولاد کا فتویٰ دیں تو پھر آپ کے اس اعتراف کو کون مانے گا؟

آپ کے بانی نے اسلام کو زندہ مذہب کہا تو آپ کے ممدوح ظفر اللہ نے اسلام کو مردہ مذہب اور قادیانیت کو زندہ مذہب قرار دیا (کراچی کی تقریر ۵۲) آپ کے ایم ایم احمد نے ملفوظات مرزا کے بل بوتے پر ہی سمری کورٹ میں اسے نبی اور اس کے نہ ماننے والوں کو کافر کہا۔ اب کچھ تو کہو کہ ہم کس کی مانیں؟ آپ کے سلسلہ کے بانی کی یا آپ کی؟ آخری سطر ہے کہ یہ میرا عقیدہ ہے۔ اگر یہ کفر ہے تو میں اس پر راضی مجھے دنیا کے کسی فتویٰ کی پرواہ نہیں تو جناب ہم نے بھی تو آپ کو کافر ہی کہا ہے۔ میجر ایوب نے بھی یہی کیا۔ اس سے پہلے مصر، شام، لیبیا، سعودی عرب، افغانستان کی حکومتوں، بہاولپور، راولپنڈی، جیمس آباد کی عدالتوں نے بھی یہی کہا۔ پھر اس پر دہائی کیوں۔

تیری زلف میں آئی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے

خدا حقائق کو سمجھ کر اپنانے کی توفیق دے۔ آمین!

✿ …… ☆ …… ✿

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

مرزائیوں کا
سیاسی کردار

حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

''الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ولا امۃ بعد امتہ اما بعد!''

اس حقیقت سے کسی فرد بشر کو انکار نہیں کہ مملکت خداداد پاکستان ایک خاص مقصد کے تحت معرض وجود میں آئی اور اسی مقصد کی خاطر مسلم قوم نے اپنی ہمت وبساط سے بڑھ کر قربانیاں دیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آج تک وہ مقصد پورا نہ ہوسکا۔

بلکہ خداوندان حکومت وسیاست نے ایسے حالات پیدا کردیئے کہ آج کچھ لوگوں کو یہ جرأت ہوگئی ہے کہ وہ اس مملکت کے معرض وجود میں آنے کا مقصد ہی کچھ دوسرا بتلا رہے ہیں۔ بلکہ تحریک پاکستان کی قیادت عظمیٰ کو بھی اس میں ملوث کیا جارہا ہے۔ اور یہ کہا جارہا کہ تحریک کی قیادت عظمیٰ ''جمہوری سیکولر سٹیٹ'' کا نقشہ ذہن میں رکھتی تھی۔ رہ گیا ''لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ تو یہ محض سیاسی سٹنٹ تھا۔ دیکھئے روزنامہ امروز لاہور کی اشاعت ۷؍مئی ۱۹۷۰ کا (ص۲) راجہ صاحب محمود آباد کا بیان۔

اور روزنامہ امروز لاہور کی اشاعت ۱۰؍مئی ۱۹۷۰ء کا (ص۱) ابوالحسن صفہانی کا بیان۔

پاکستان بن جانے کے بعد ملک کے ناخداؤں نے انگریزوں کے خودکاشتہ پودے اور برطانوی حکومت کے متوقع امیدوار مرزائیوں کو جس طرح بعض کلیدی آسامیوں پر براجمان کیا۔ وہ ملک کی نظریاتی سرحدوں پر پہلی کاری ضرب تھی۔

کیونکہ اس حقیقت کو جھٹلانا ناممکن ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز سرکار نے اپنے مخصوص مفادات کی خاطر امپورٹ کیا اور اسے منصب نبوت پر بٹھایا۔ ملک کے نامور مفکر اور مجاہد، متکلم اسلام مولانا محمد علی جالندھری نے مورخہ ۱۶؍مئی ۱۹۷۰ء کو گارڈینیہ ہوٹل سرگودھا میں اخباری نمائندوں کی ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس سازش کی مختلف کڑیوں کو یوں بیان فرمایا (افسوس کہ مقبوضہ پریس میں کچھ بھی شائع نہ ہوسکا۔ فیا حسرتا!)

مولانا نے فرمایا:

الف...... کہ نبی رحمت علیہ التحیۃ والثناء اور آپ ﷺ کے جاں نثار ساتھیوں نے دین حق کی سربلندی کے لئے جتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ اتنی کسی نے نہیں اٹھائیں اس پر خود نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد دال ہے۔ اوذیت مالم یوذین۔ اس مرحلہ پر مولانا نے فرمایا صحابی کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے۔ جس نے ایمان کے ساتھ آفتاب نبوت کا دیدار کیا ہو۔ چاہے وہ اہل خانہ ہو یا نہ!

پچھلے کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ: ”تکالیف پر خدا کی طرف سے صبر کا حکم تھا جب قتل کی سازش ہوئی تو ہجرت کا حکم ہوا۔“ اور جب جہاد فرض ہوا تو فرمایا ”فرار عن الجهاد“ گناہ کبیرہ ہے۔ ۸ھ میں اعلان فرمایا ”لاهجرة بعد الهجرة والجهاد ماض الیٰ یوم القيامة (الحدیث)“ ﴿ کہ ہجرت ختم لیکن جہاد قیامت تک رہے گا۔ ﴾

ب...... اس وقت دنیا میں دو بڑی حکومتیں تھیں۔ ایران۔ روم۔

۱۴ سو سال کے عرصہ میں تھوڑی دیر لڑائیاں تو سب سے ہوئیں۔ لیکن طویل جنگ عیسائیوں سے ہوئی جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ چونکہ جہاد حکم شرعی ہے۔ اس لئے مسلمان میدان جہاد میں ثواب کی نیت لے کر آتا ہے۔

ج...... ہندوستان پر انگریز نے قبضہ کیا تو اہل ہند نے بھرپور مقابلہ کیا۔ اس میں علماء کا بڑا حصہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے نہ صرف فتویٰ جہاد دیا بلکہ مختلف مقامات پر دست بدست لڑائی بھی لڑی۔ (اس کی تفصیلات فتاویٰ عزیزی، علماء وہند کا شاندار ماضی، نقش حیات وغیرہ میں ملیں گی۔ ۱۲۔ مرتب!) جو لڑائی ہم نے اپنے حقوق کے تحفظ اور آزادی کے حصول کے لئے لڑی۔ اسے انگریز نے غدر قرار دیا۔

(اور انگریز کے منچوں نے بھی وہی وطیرہ اختیار کیا کہ قوم فروشی کر کے جاگیریں حاصل کیں اور اپنے آقا کی کورانہ تقلید کر کے جنگ آزادی کو غدر کا نام دیا، واحسرتا ۱۲۔ مرتب!)

د...... ۱۸۶۹ء میں انگلستان سے ایک تحقیقاتی کمیشن آیا جس کا مقصد ہندوستان کے حالات کا جائزہ لینا تھا اور بالخصوص مسلم قوم کی بے چینی کے اسباب کا سراغ لگانا مقصود تھا۔ نیز یہ کہ مسلمان تاج برطانیہ کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں۔ یہ وفد سال بھر انڈیا میں مقیم رہا۔ ۱۸۷۰ء میں وائٹ ہال لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن مذکورہ کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوت خاص پر شریک ہوئے۔ جس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی جو کہ ”دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا“ کے نام سے شائع کی گئی۔

کمیشن کے سربراہ سر ولیم ہنٹر کا درج ذیل اقتباس خاص طور پر قابل غور ہے۔

"مسلمانوں کا مذہبا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے۔ اور ان کے لئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کے لئے ہر لحہ تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔"

کانفرنس میں شریک ہونے والے پادری صاحبان نے اس مشکل کا جو حل تجویز کیا وہ بھی اس رپورٹ میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے۔ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اسکے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں سے اس قسم کے دعویٰ کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ مشکل حل ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی۔ لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو گیا ہے۔ تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبہ پر عمل کرنا چاہئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہوتا۔"

(اقتباس از مطبوعہ رپورٹ کانفرنس وہائٹ ہال لندن منعقدہ ۱۸۷۰ء "دی ارائیول آف برٹش ایمپائران انڈیا")

اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ انگلستان کے وزیر اعظم گلیڈ سٹون نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ: "جب تک یہ کتاب (قرآن) دنیا میں موجود ہے۔ ہم اطمینان سے حکومت نہیں کر سکتے یہ کہہ کر اس بد بخت نے کلام الٰہی کو زمین پر دے مارا۔"

چونکہ قرآنی حکومت کے پیش نظر جہاد ایک ایسا مقدس فریضہ اور محبوب مشغلہ تھا جس کے طفیل عرب کے بادیہ نشینوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے۔ اس لئے سازشیں کی گئی کہ مسلمانوں میں کوئی غدار تلاش کیا جائے۔ وہ دعویٰ نبوت کر کے جہاد کو حرام اور انگریزی حکومت کی تابعداری کو فرض عین قرار دے۔

ہ...... مولانا نے فرمایا کہ یہ سوال حل طلب ہے کہ پادریوں نے نبی کے متعلق کیوں سوچا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت تک جہاد باقی رہنے کا اعلان چونکہ نبی علیہ السلام نے کیا ہے اور نبی

کے حکم کو نبی ہی منسوخ کر سکتا ہے۔ ایک لاکھ علماء کے مقابلہ میں دو لاکھ کھڑے ہو کر ان کی تغلیط کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ عالم کا کام مسئلہ بتانا ہے۔ بنانا نہیں۔ تبدیل شریعت نبی کا کام ہے۔ اس لئے مدعی نبوت کا منصوبہ تیار کیا گیا۔

و...... اس مقصد کی خاطر مرزا غلام احمد قادیانی سے بہتر کوئی آدمی نہ تھا کیونکہ مرزا قادیانی اور ان کے خاندان کے سرکار برطانیہ سے دیرینہ مراسم تھے۔ اور یہ لوگ برطانوی حکومت کے استحکام کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دے چکے تھے۔ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کے لاتعداد اعترافات موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

۱...... مرزا قادیانی نے لیفٹیننٹ گورنر کے نام خط میں اپنے آپ کو تاج برطانیہ کا خودکاشتہ پودا لکھا اور اپنی جماعت وخاندان کی خدمات کو درج کر کے آخر میں جماعت کے ۳۱۶ آدمیوں کے نام لکھے اور اس چٹھی کا مقصد مزید مراعات حاصل کرنا اور عنایات خسروانہ کی التماس تھی۔

دیکھیں چٹھی مرزا قادیانی مرقومہ

(۲۴ر فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نمبر ۷ ص۱۹، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۱)

۲...... وائسرائے کے خط میں مرزا قادیانی نے لکھا ''میرے باپ نے ۱۸۵۷ء کے فسادات (جنگ آزادی یا فسادات؟ ۱۲ مرتب) میں ۵۰ گھوڑے اور ۵۰ آدمی محسن گورنمنٹ (انگریز مرزائیوں کا محسن ہے ۱۲ مرتب) کو دیئے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۳۹)

۳...... ''میری عمر کا اکثر حصہ اس مقصد میں گزرا کہ جہاد حرام ہے اور انگریز کی اطاعت ضروری ہے۔'' (تبلیغ رسالت ج۷ ص۱۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۱ ملخص)

۴...... ''انگریز کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرنے اور جہاد کے تصور کو ختم کرنے کے لئے متعدد زبانوں میں لٹریچر لکھا جو پوری دنیا میں پھیلایا۔ اگر اس سارے لٹریچر کو اکٹھا کیا جائے تو پچاس الماریاں بھر جائیں گی۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ مجھے اس سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ وہ امن ملا ہے جو مکہ، مدینہ، قسطنطنیہ وغیرہ میں کہیں بھی نہ مل سکتا تھا۔''

(تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵، ۱۵۶ ملخص)

۵...... مرزا قادیانی کی کتاب ''ستارہ قیصریہ'' میں ملکہ برطانیہ کے نام ایک طویل چٹھی موجود ہے۔ جس میں جی بھر کر برطانوی سامراج کی تعریف کی گئی ہے اور اپنے لئے اس کی بھیک مانگی گئی ہے۔

۶...... شہادت القرآن کے ضمیمہ پر مرزا قادیانی نے لکھا کہ: ''چونکہ انگریز ہمارے محسن ہیں۔

اس لئے ان کا شکریہ ہم پر لازم ہے جب ہم محسن کا شکر ادا نہ کریں گے تو گویا ہم نے خدا کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔“ (شہادت القرآن ص ج۳، خزائن ج۶ ص ۳۸۰)

آگے چل کر انگریز سے لڑائی کرنے والوں کو احمق کہا ہے اور صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے کہ: ”میرا مذہب جس کو میں نے بار بار ظاہر کیا ہے۔ یہ ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ پہلا یہ کہ خدا کی اطاعت کی جائے۔ دوسرا یہ کہ اس کی سلطنت کی اطاعت کی جائے جس نے امن قائم کیا اور وہ سلطنت برطانیہ ہے۔“ (شہادت القرآن ص ج۳، خزائن ج۶ ص ۳۸۰)

نوٹ...... انگریزی حکومت کی وفاداری کے سلسلہ میں نمبر۱ سے نمبر۴ تک حوالے مولانا جالندھری کے ارشاد فرمودہ ہیں۔ باقی میں نے بڑھائے ہیں۔ (۱۲ مرتب)

سوال...... جب مرزا قادیانی انگریز کے اتنے وفادار تھے تو پھر عیسائیوں کے خلاف کتابیں کیوں لکھیں۔ ان سے مباحثے کیوں کئے؟

یہ ایک سوال ہے جو ہر ذہن میں اٹھتا ہے اس کا جواب مولانا نے خود مرزا قادیانی کی تحریروں سے دیا اور فرمایا کہ مرزا نے سرکاری عمال کو جو خطوط لکھے۔ اس میں خود ہی اس سوال کا جواب دے دیا کہ چونکہ مسلمان ایک جوش رکھنے والی قوم ہے۔ اور عیسائی پادریوں نے اس پیغمبر اسلام کے خلاف بڑی گندی زبان استعمال کی تھی۔ اس لئے میں نے محض مسلمانوں کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا۔

گویا یہ بھی ایک طرح سے انگریز کی ہی وفاداری ہے کہ: ”حکمت عملی سے وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ والد مرحوم کے اثر، گورنمنٹ عالیہ کے احسانات اور، خدا تعالیٰ کے الہام نے مجھے گورنمنٹ برطانیہ کا اول درجہ کا خیر خواہ بنادیا ہے۔“ مرزا صاحب کی عاجزانہ درخواست بحضور گورنمنٹ مرقومہ ۲۷؍ستمبر ۱۸۹۹ء۔

(منسلکہ تریاق القلوب ص ج، خزائن ج۱۵ ص ۴۹۱)

ان ساری تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کس کے کھونٹے پر ناچ کر دعویٰ نبوت کیا۔

جب دعاوی پورے ہوگئے تو اب ضرورت تھی کہ جہاد کے اسلامی نظریہ کے خلاف فضا پیدا کی جائے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اس سلسلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اعترافات ملاحظہ ہوں۔

۱…… مرزا قادیانی کی کتاب (تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ ص۲۶ تا۲۹، خزائن ج۱۷ ص۷۷ تا۸۰) میں ہے۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال   دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے   دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے   اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
تم میں سے جس کو دین ودیانت سے ہے پیار   اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقت مسیح ہے   اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے
ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا   اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

۲…… ان کی کتاب (اربعین نمبر۴ ص۱۳ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۴۴۳) پر ۱۵ر دسمبر ۱۹۰۰ء کا ایک اعلان موجود ہے۔ جس میں جہاد کو قطعاً موقوف قرار دیا گیا ہے۔

۳…… منارۃ المسیح کے لئے چندہ کا جو اشتہار دیا اسے اپنا خطبہ الہامیہ نقل کیا ہے۔ جس میں فرماتے ہیں کہ اس منارہ میں ایک گھنٹہ نصب کیا جائے گا۔ جس کا مقصد یہ ہوگا کہ لوگ وقت کو پہچان کر سمجھ لیں کہ مسیح آ چکا اور اب جہاد بند ہے۔

۴…… (تریاق القلوب کے اشتہار واجب الاظہار ص۱، ۲، خزائن ج۱۵ ص۵۱۷) پر لکھا ہے کہ: ”وہ فرقہ جس کا مجھے خدا نے امام مقرر کیا ہے۔ اپنے ساتھ بڑا امتیازی نشان رکھتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں…… اور قطعاً اس بات کو حرام سمجھتا ہے۔“

۵…… ”میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے۔ ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہے مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔“

(تبلیغ رسالت ج۷ ص۱۷ مطبوعہ فاروق پریس قادیان اگست ۱۹۲۲ء)

ان اعترافات کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قادیانی انگریز کے خودکاشتہ پودے ہیں۔ تاہم مزید چند حوالے ملاحظہ فرمائیں جس سے معلوم ہو سکے گا کہ مرزائی پوری دنیا میں انگریز کے مفادات کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں اور ان کا مقصد ہی برطانیہ کے لئے جاسوسی کرنا ہے۔

۱…… موسیو بشیرالدین آنجہانی اپنے خطبہ میں اعتراف کرتے ہیں کہ صاحبزادہ عبداللطیف کو حکومت افغانستان نے محض اس لئے مروایا کہ وہ افغانستان میں جہاد کے خلاف تبلیغ کرتے تھے اور برطانوی سرکار کے تسلط کی خاطر کوشاں رہتے تھے۔ بقول موسیو اس راز کا افشا ایک اطالوی انجینئر کی کتاب سے ہوا جو افغانستان میں ایک ذمہ دار عہدے پر فائز تھا۔ اس کی یہ کتاب چھپ کر نایاب ہو چکی ہے اور اتفاقاً ایک لائبریری میں مل گئی۔ (خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۶ر اگست ۱۹۳۵ء)

۲...... افغانستان گورنمنٹ کے وزیر داخلہ نے اعلان کیا کہ: ''ملا عبدالحلیم اور ملا نور علی قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ان کے قبضے سے سازشی خطوط برآمد ہوئے جو غیر ممالک سے آئے ہیں۔ ان خطوط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔'' (اخبار الفضل بحوالہ امان افغان مورخہ ۳/ مارچ ۱۹۲۵ء)

۳...... قادیانی مبلغ محمد امین کا بیان اخبار الفضل مورخہ (۲۸/ ستمبر ۱۹۲۲ء) میں شائع ہوا جس میں اس نے کہا کہ میں روسیہ (روس) میں اگرچہ تبلیغ احمدیت کے لئے گیا تھا لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش حکومت کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے جہاں میں اپنے سلسلے کی تبلیغ کرتا تھا۔ وہاں لازماً مجھے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت گزاری بھی کرنی پڑتی تھی۔

۴...... قادیانی خلیفہ آنجہانی موسیو بشیر الدین کا خطبہ مرقومہ (الفضل یکم نومبر ۱۹۳۴ء) ملاحظہ فرمائیں: ''دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ چنانچہ جب جرمنی میں احمدیہ عمارت کے افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔''

(پھر قادیانی خلیفہ نے اس کی کوئی تردید نہ کی۔ کرتے بھی کیسے جرمن والوں نے سچ ہی تو سمجھا تھا)

۵...... لارڈ ہارڈنگ کی سیاحت عراق پر اظہار خیال کو (الفضل ۱۱/ فروری ۱۹۱۰ء) میں ملاحظہ فرمائیں: ''ہمیں امید ہے کہ برٹش حکومت کی توسیع کے ساتھ ہمارے لئے اشاعت اسلام کا میدان بھی وسیع ہو جائے گا اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے۔''

۶...... ''فی الواقع گورنمنٹ برطانیہ ایک ڈھال ہے جس کے نیچے احمدی جماعت آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اس ڈھال کو ذرا ایک طرف کر دو اور دیکھو کہ زہریلے تیروں کی کیسی خطرناک بارش تمہارے سروں پر ہوتی ہے۔ پس کیوں ہم اس گورنمنٹ کے شکر گزار نہ ہوں۔ ہمارے فوائد اس گورنمنٹ سے متحد ہو گئے ہیں۔ اور اس گورنمنٹ کی تباہی ہماری تباہی ہے اور اس گورنمنٹ کی ترقی ہماری ترقی!...... جہاں جہاں اس گورنمنٹ کی حکومت پھیلتی جاتی ہے ہمارے لئے تبلیغ کا ایک میدان نکل آتا ہے۔'' (الفضل ۱۹/ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

۷...... ''سلسلہ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے وہ باقی تمام جماعتوں سے نرالا ہے۔ ہمارے حالات ہی اس قسم کے ہیں کہ گورنمنٹ اور ہمارے فوائد ایک ہو گئے ہیں۔ گورنمنٹ

برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ہمیں بھی آگے قدم بڑھانے کا موقع ملتا ہے اور اس کو خدانخواستہ اگر کوئی نقصان پہنچے تو اس صدمے سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔“

(خلیفہ قادیان کا اعلان مندرجہ اخبار الفضل ۲۷؍ جولائی ۱۹۱۸ء)

اتنے ٹھوس حوالوں کے بعد بھی کوئی کسر باقی رہ جاتی ہے؟ اور کوئی عقل مند آدمی اب بھی اس سے انکار کرسکتا ہے کہ مرزائی برطانوی سامراج کے مہرے اور دم چھلے نہیں؟

یہی وجہ ہے کہ مرزائی اس ملک میں انگریز کے متوقع جانشین تھے۔ ملاحظہ ہو (منیر رپورٹ ص ۱۹۶) اور اس خیال میں مرزائی اتنے مست تھے کہ انہیں ہندوستان سے بڑھ کر روس پر بھی قادیانی پھریرا نظر آ رہا تھا۔ (خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ الفضل ۳؍ اگست ۱۹۳۶ء)

قادیانی جماعت کا اصلی چہرہ خود انہی کی عبارتوں سے آپ نے دیکھ لیا۔ یہی حالات واسباب تھے کہ مصور پاکستان شاعر مشرق علامہ محمد اقبال مرحوم نے برٹش دور میں ہی اس فرقہ ضالہ کے خلاف آواز بلند کی، مرحوم اقبال نے نظم ونثر میں مرزائیت کا اصلی چہرہ بے نقاب کیا۔ ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔

وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت وشوکت کا پیام

(کلیات اقبال ضرب کلیم ص ۲۸۶)

۲...... پنڈت جواہر لال نہرو کے جواب میں اقبال مرحوم کے طویل بیان کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

الف...... ”دینیاتی نقطہ نظر سے اس نظریہ کو یوں بیان کرسکتے ہیں کہ اسلام کی اجتماعی اور سیاسی تنظیم میں محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں۔ جس سے انکار کفر کو متلزم ہو جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔“

ب...... ”علماء ہند نے قادیانیت کو ایک دینی تحریک تصور کیا اور دینیاتی حربوں سے اس کا مقابلہ کرنے نکل آئے۔ میرا خیال ہے اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ طریقہ موزوں نہیں۔ ۱۷۹۹ء سے ہندوستان میں اسلامی دینیات کی جو تاریخ رہی ہے۔ اس کی روشنی میں احمدیت کے اصل محرکات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ دنیائے اسلام کی تاریخ میں ۱۷۹۹ء کا سال بے حد اہم ہے۔ اسی سال ٹیپو کی شکست ہوئی۔ اسی سال جنگ نورینو ہوئی۔ جس میں ترکی کا بیڑہ تباہ ہوگیا اور ایشیاء میں اسلام کا انحطاط انتہا کو پہنچ گیا۔“

ج...... ''مسلمان عوام کو صرف ایک چیز قطعی طور پر متاثر کر سکتی ہے۔ اور وہ زبانی سند ہے۔ احمدیت نے اس الہامی بنیاد کو فراہم کیا اور اس طرح جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے۔ برطانوی شہنشاہیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ جو اس نے سرانجام دی ہے۔''

۳...... ''قادیانی تحریک نے مسلمانوں کے ملی استحکام کو بے حد نقصان پہنچایا اگر استیصال نہ کیا گیا تو آئندہ شدید نقصان پہنچے گا۔''

(ملفوظات اقبال مرتبہ عبدالرشید طارق)

۴...... ''ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل ہونے کے لئے کیوں مضطرب ہیں۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے کیونکہ ابھی وہ (قادیانی) اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔''

(سٹیمن کے نام علامہ اقبال کا خط ۱۰؍جون ۱۹۳۵ء)

۵...... ''بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے۔ لیکن مؤخر الذکر (قادیانیت) اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔ اس کے ضمیر میں یہودیت کے عناصر ہیں۔ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف راجع ہے۔'' (قادیانیت اور اسلام بجواب نہرو)

۶...... ملفوظات مرتبہ عرشی کا درج ذیل ملفوظ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس سے اقبال مرحوم کی بصیرت کا پتہ چل سکے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کس طرح قادیانیت کی حقیقت کو بھانپ لیا تھا۔ آخر عمر میں قریباً ہر صحبت میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر آ جاتا تھا۔ ایک دفعہ فرمایا۔

''سلطان ٹیپو کے جہاد حریت سے انگریزوں نے اندازہ کیا کہ مسئلہ جہاد ان کی حکومت کے لئے مستقل خطرہ ہے۔ جب تک شریعت اسلام سے اس مسئلہ کو خارج نہ کیا جائے۔ ان کا مستقبل محفوظ نہیں...... لیکن تنسیخ جہاد کے لئے انسانی علم کو ناکافی سمجھ کر ایک جدید نبوت کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا بنیادی مؤقف ہی یہ ہو کہ اقوام اسلامیہ میں تنسیخ جہاد کی تبلیغ دی جائے۔ احمدیت کو حقیقی سبب اسی ضرورت کا احساس تھا۔''

۷...... ''کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔ (اس ضمن میں رواداری ایک ...... اصطلاح

ہے۔) اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔ خواہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔" (بجواب نہرو) کاش اس جملہ کو ہمارے خداوندان سیاست پلے باندھتے۔

۸...... "حکومت کے لئے بہترین طریقہ کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے بھی عین مطابق ہوگا۔ مسلمان ان سے ویسی ہی رواداری برتیں گے جیسا باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتے ہیں۔" (بجواب نہرو)

۹...... "رواداری کی تلقین کرنے والے اس شخص پر عدم رواداری کا الزام لگانے میں غلطی کرتے ہیں۔ جو اپنے مذہب کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے۔"

۱۰...... "اسلام ایسی کسی تحریک کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا جو اس کی موجودہ وحدت کے لئے خطرہ اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے لئے مزید افتراق کا باعث ہو۔" **(تلك عشرة كاملة)**

مصور پاکستان مرحوم کے ارشادات وخطبات میں سے یہ دس اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں ہر مخلص وغیور پاکستانی مسلم کے لئے سرمۂ بصیرت موجود ہے کہ اقبال مرحوم قادیانی تحریک کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ عمر کے آخری دور میں خاص طور پر وہ اس مسئلہ کے حل میں کوشاں رہتے تھے کہ کسی طرح قادیانیت کو امت مسلمہ سے الگ امت قرار دے دیا جائے اور امت مسلمہ کی ملی وحدت کو مزید نقصان نہ پہنچے لیکن افسوس کہ موت کے بے رحم ہاتھوں نے انہیں آدبوچا اور ان کی تحریک ان کی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکی۔

مزید ستم اور افسوس یہ ہے کہ جس چیز کو اقبال مرحوم نے ملی وحدت کے لئے سب سے زیادہ ضرر رساں سمجھا۔ اس کے متعلق تو نام نہاد وارثان اقبال کی زبانیں گنگ ہیں۔ البتہ دائیں اور بائیں بازو کی تقسیم کا شکار ہوکر اقبال کی تعلیم کو اپنے اپنے سانچے میں ڈھالنے کی مذموم سعی کی جارہی ہے۔ ایک فریق مرحوم کو علمبردار جمہوریت ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے تو دوسرا فریق کلام اقبال سے سوشلزم کے حق میں سند لانے کی فکر میں ہے۔

حالانکہ اقبال سیدھے سادھے مسلمان تھے ان کے نزدیک دائیں اور بائیں بازو کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ وہ صراط مستقیم کی طرف جانے والے حدی خواں تھے اور اسی مقصد میں انہوں نے عمر کھپادی۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

یہ اقبال کی تعلیم کا مرکزی نکتہ ہے۔ افسوس کہ اسے بھلا کر آج اس غریب کو دوسرے پیمانوں سے ناپنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

جس پاکستان کے لئے اقبال نے الٰہ آباد کے اجلاس میں قرارداد پیش کر کے بنیادی پتھر رکھا تھا۔ وہ پاکستان آج قادیانیوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد جہاں ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ بنایا گیا۔ وہاں دوسرے مرزائیوں کو دوسری کلیدی آسامیوں پر براجمان کر کے روح اقبال کو تڑپایا گیا اور ظفر اللہ کی طوطا چشمی کا یہ عالم تھا کہ اس نے گورداسپور کے ضلع کو انڈیا کے سپرد کر کے کشمیر کے مسئلہ کو الجھایا۔ افغانستان سے ہمارے تعلقات بگڑے۔ مشرق وسطیٰ میں ہم انتہائی بدنام ہوئے اور طرفہ یہ کہ ہمیں امریکہ کے گھڑے کی مچھلی سمجھا جانے لگا۔ اور پھر اسی ظفر اللہ نے اپنے محسن بانی پاکستان کا جنازہ تک نہ پڑھا۔

۱۹۵۳ء میں جب ملک بھر کے علماء اور دیندار طبقہ نے منظم ہو کر قادیانیوں کے سلسلہ میں اقبال کے خواب کی تعبیر کا منصوبہ بنایا تو:

الف...... ایک طرف تو اقبال کی وارث مسلم لیگ نے جو عنان اقتدار کی مالک تھی۔ اہل حق کو ہی رگیدا اور مرزائیوں کو گلے لگائے رکھا شاید مسلم لیگ کا یہ پرانا وطیرہ تھا کہ اہل حق کے مقابلہ میں اس نے ہمیشہ منکرین ختم نبوت کو ہم نوالہ ہم پیالہ بنائے رکھا۔

اس جماعت کی تاریخ میں ایک دور پہلے بھی آیا جب اس کی ساکھ کو قادیانی خلیفہ نے قائم رکھا۔ دیکھیں: (مدینہ بجنور ۹ر نومبر ۱۹۳۹ء)

ب...... دوسری طرف کلام اقبال سے اپنی تقریروں کو چٹ پٹی بنانے والے علماء کرام نے نہ صرف لاتعلقی کا اظہار کیا۔ بلکہ ناموس رسالت پر کٹ مرنے والے اہل حق کو باغی ومفسد قرار دے کر حکومت وقت اور قادیانیوں کی خوشنودی حاصل کی اور روح مصطفیٰ کی پھٹکار کا طوق گلے میں باندھ لیا۔ فیا حسرتا۔

ج...... تیسری طرف اقبال کے ناکردہ گناہوں کو بخش کر حال ہی میں ''اقبال ڈے'' منانے والے اسلام کے نام نہاد اجارہ داروں نے عین وقت پر تحریک کی پیٹھ میں چھرا گھونپ کر سلطانی گواہ کا کردار ادا کر کے دارین کی ابدی لعنت کا تمغہ بحق خود رجسٹرڈ کروا لیا۔

یہ تحریک چونکہ اپنے اصلی مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اس لئے چند سالوں کے بعد جب سابق صدر ایوب خان کا دور آیا تو پھر قادیانیوں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔

پاکستان کے ابتدائی دور کی طرح یار لوگ پھر کلیدی آسامیوں پر براجمان ہو گئے اور

پھر سے ملک کے سیاہ وسفید کے قابض ہوگئے۔ مرزائیوں کے ظاہری کردار سے یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ وہ ملک کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ کیوں کہ ان کی وساطت سے ہمیں پہلے بھی غیر ملکی امداد ملتی تھی (جب ظفر اللہ تھا) اور آج بھی ملتی ہے (جب ایم ایم احمد ہے۔) ارباب بصیرت تو اس امداد کو زہر سمجھتے ہیں۔ لیکن خوش فہم طبقہ اس سے بڑا متاثر ہوتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ آخر مرزائی ملک کے دشمن کیوں ہیں؟ اس پیچیدہ اور ٹیڑھے سوال کا مفصل جواب آپ کو آئندہ صفحات میں ملے گا۔

اس کی تقریب یوں ہوئی کہ ۱۵، ۱۶ ار مئی ۱۹۷۰ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے زیر اہتمام دوروزہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پہلے دن مجلس کے ناظم اعلیٰ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ (جو حال ہی میں یورپ کے دورہ سے واپس تشریف لائے ہیں) کے علاوہ دوسرے حضرات نے خطاب کیا۔

اور اگلے دن حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا (جس کا حوالہ شروع میں گزر چکا ہے) اور رات کے جلسہ عام میں بھی ان محترم نے ہی تقریر کی۔

احقر نے بعض بزرگوں اور دوستوں کی خواہش پر یہی سوال مولانا موصوف کی خدمت میں پیش کر کے استدعا کی کہ رات کو اس سوال کا مفصل جواب عنایت فرمایا جائے۔

مجھے خوشی ہے کہ موصوف نے احقر کی اس گزارش کو شرف قبولیت سے نوازا اور وعدہ فرمالیا۔

چنانچہ رات کو آپ نے اسی موضوع پر تقریباً تین گھنٹہ مفصل تقریر فرمائی جسے فوری طور پر قلم بند کرلیا گیا اور اگلے ہی دن ضروری نوٹ مرتب کر کے جماعتی آرگن ہفت روزہ ''لولاک'' لائل پور میں اشاعت کے لئے بھیج دیئے جو لولاک کی اشاعت مجریہ ۱۲ ار جون ۱۹۷۰ء میں شائع ہوچکے ہیں۔

برادر محترم کی خواہش کو ٹالنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ تاہم بے پناہ معروفیات کے سبب دیر ضرور ہوگئی اور اب تھوڑا سا وقت نکال کر میں اس قابل ہوا ہوں کہ اس قیمتی تقریب کو مرتب کردوں۔

استدعا! ملک بھر کی سیاسی پارٹیوں اور بالخصوص موجودہ حکومت سے دردمندانہ گزارش ہے کہ یہ ملک حضور ختمی مرتبتﷺ کے جوتوں کے صدقہ میں ہمیں نصیب ہوا۔ اس کے حصول کے لئے ہمیں آگ اور خون کے سمندر سے گزرنا پڑا۔ قیام ملک کے فوراً بعد مرزائی اس ملک کے لئے خطرہ بن گئے تھے۔ جس کا سدباب تحریک ۱۹۵۳ء سے ہوا۔ آج پھر مرزائی اس ملک کے لئے

خطرہ بن چکے ہیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ دین حق کی سربلندی کی خاطر بننے والا ملک مرزائیل کی شکل اختیار کرلے اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا تو پھر یقین رکھیں کہ جہاں ہم روح مصطفیٰ کے غضب کا شکار ہوں گے۔ وہاں مصور پاکستان کی روح بھی ہمارا ماتم کرے گی۔ اور لاکھوں فرزندان توحید کی شہادت وقربانی کے لئے بھی ہمارے پاس کوئی وجہ جواز نہ ہوگی۔ لاتعداد عصمت مآب خواتین اور معصوم بچوں کی معصومانہ قربانیاں ہمارے لئے قہر خداوندی بن جائیں گی۔ ”فتدبروا وتفکروا“

اس وقت ملک میں سوشلزم اور اسلام کی جو نام نہاد جنگ چھڑ چکی ہے اور جس کے نتیجہ میں نفرت وحقارت کے جذبات بڑھ رہے ہیں اور ایک خدا کے نام لیوا ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی فکر میں ہیں۔ اس کا بانی مبانی بین الاقوامی عدالت انصاف کا جج سرظفر اللہ قادیانی ہی ہے۔ دیکھیں ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور کی اشاعت مجریہ ۵رجون ۱۹۷۰ء بعنوان ”ماضی کے آئینہ میں حال کے سیاسی چہرے۔“

یہ وہی ظفر اللہ ہے جس کے نامہ اعمال میں تحریک ختم نبوت کے ہزاروں پروانوں کا خون عذاب خداوندی کی صورت میں ثبت ہے۔ سوچیں کہ ظفر اللہ اس نام نہاد جنگ کے ذریعہ پھر سے تو کوئی ناٹک رچانا نہیں چاہتا؟

اور مشرقی ومغربی پاکستان کی بڑھتی ہوئی نفرت وبے گانگی کا سبب مرزائی افسر ایم ایم احمد ہے جو پورے ملک کی قسمت کا واحد مالک بن کر قومی منصوبوں پر اپنی چودھراہٹ قائم کئے ہوئے ہے۔

دیکھیں ہفت روزہ لولاک لائل پور مجریہ ۲۹رمئی ۱۹۷۰ء وخدام الدین لاہور مجریہ ۵رجون ۱۹۷۰ء۔

نیز حصہ پنجاب سے ملحقہ ریاست بہاولپور کے حالیہ فسادات بھی ربوہ (موجودہ چناب نگر) کی شاطرانہ چالوں میں سے ایک چال ہے۔ دیکھیں پریس کانفرنس شہزادہ مامون الرشید نائب صدر پی ٹی ڈی مغربی پاکستان، امروز لاہور ۵راپریل ۱۹۷۰ء ولولاک یکم رمئی ۱۹۷۰ء۔

جب مارشل لاء کے دور میں مرزائی یہ مکروہ کھیل کر وطن عزیز کی سالمیت واستحکام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو اس کے بعد کیا ہوگا۔ اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مولانا محمد علی جالندھریؒ ایک عظیم مدرس، مجاہد، مناظر، مفکر اور خطیب ہیں۔ حضرت

مولانا عبدالحق حقانی رئیس الجامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک الفاظ میں متکلم اسلام ہیں۔ ان کے خطیبانہ صلاحیتوں کا اعتراف ایشیا کی سب سے بڑے عوامی خطیب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو بھی تھا۔ متعدد بار شاہ جی نے ان کی تقریر کے بعد تقریر کرنے سے انکار فرمایا دیا اور انہیں وکیل ختم نبوت کہہ کر نوازا۔ جب آتش جوان تھا تو رات بھر خطابت کے جوہر دکھاتے اور سامعین سے داد حاصل کرتے۔ آج جب کہ ستر پچھتر کے پیٹے میں ہیں۔ ۳،۴ گھنٹہ مسلسل بولنا اب بھی ان کے لئے مشکل نہیں، موضوع پر مفصل گفتگو کرنا اور عوام کی زبان میں انہیں بات سمجھانا مولانا کی ایسی خصوصیت ہے جس سے ان کے ہم عصر تہی دامن ہیں۔

ان لازوال خصوصیات کے پیش نظر ان کے معاصرین بھی معترف ہیں۔ مولانا نے جس طرح مفصل گفتگو کی ہے۔ وہ ہر پڑھنے والے کو تفکر و تدبر کی دعوت دے رہی ہے۔

کاش اتر جائے کسی دل میں میری بات

احقر نے تقریر سے قبل ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے وہ درحقیقت موصوف کی تمہید ہے۔ میرا مقصد اس طول بیانی سے صرف یہ ہے کہ مرزائیت کا چہرہ پوری طرح نکھر کر سامنے آجائے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی کتابوں کے مختلف حوالے۔ موسیو بشیر الدین کے مختلف اقتباسات اور علامہ اقبال مرحوم کے رشحات فکر اسی مقصد کے پیش نظر خاص ترتیب سے میں نے نقل کئے ہیں۔

تقریر کے اجمالی نکات کی فٹ نوٹ کے ذریعہ اور زیادہ تفصیل کردی گئی ہے تاکہ کسی طرح کا ابہام نہ رہے۔ اس کے بعد یہی کچھ کہا جاسکتا ہے۔

مانو نہ مانو جاں جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

استدراک! آج سے چار سال پہلے جب احقر نصرت العلوم گوجرانوالہ میں دورہ حدیث کا طالب علم تھا۔ مرزائیوں نے خالص مسلم آبادی میں اپنا اڈہ جمانے کی نامسعود سعی کی۔ اور گوجرانوالہ کے نام نام نہاد مسلم آفیسرز نے ان کا ہاتھ بٹایا لیکن مسلمانوں کی مزاحمت سے انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ان کے پشت پناہی کرنے والے سرکاری افسران بھی اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ مسلمانوں کا جذبہ فدائیت کام آیا اور راتوں رات اس جگہ مسجد کھڑی کرکے اقبال کے اس مصرعہ کی حقیقی تعبیر پھر دہرادی۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے

اسی دوران مولانا موصوف نے ایک جمعہ کو گوجرانوالہ تشریف لانا منظور فرمالیا اور نماز جمعہ سے قبل سوا گھنٹہ کے قریب آیت خاتم النبیین کی اچھوتے انداز میں تفسیر و تشریح بیان فرمائی۔ یہ خطبہ اس وقت قلم بند کرلیا ہے۔ اب چار سال بعد کاغذات میں ملا ہے تو مناسب معلوم ہوا کہ اسے بھی اس کتابچہ میں شامل کردیا جائے۔ چنانچہ ضمیمہ کے عنوان سے وہ اچھوتا خطبہ شامل ہے۔ فدایان عشق محمدی اسے پڑھ کر یقیناً سرور محسوس کریں گے۔

محمد سعید الرحمٰن علوی حضرو، ۲ر ربیع الثانی ۱۳۹۰ء یوم الاحد، ۷ر جون ۱۹۷۰ء بعد الظہر

تقریر حضرت مولانا محمد علی جالندھری

امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

بمقام کمپنی باغ سرگودھا مورخہ ۱٦ر مئی ۱۹۸۰ء بعد نماز عشاء

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اما بعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین وکان اللہ بکل شیء علیما۔ (الاحزاب آیت ۴۰)

صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبیٌ الکریم

صدر محترم حاضرینِ مجلس! یہ جماعتی کانفرنس ہے۔ اس لئے میں وہی باتیں کروں گا جو جماعتی نقطہ نگاہ سے ضروری ہوں گی۔

مجلس تحفظ ختم نبوت، غیر سیاسی اور مستقل جماعت ہے (کسی جماعت کا ذیلی اوارہ نہیں۔) سید الاحرار سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم ساری عمر احرار میں رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک کے دوران جیل تشریف لے گئے۔ رہائی کے بعد دوستوں کو بلایا اور فرمایا کہ: ”احرار کا مقصد آزادی تھی، سو وہ حاصل ہوگئی۔ اب تبلیغی کام کریں۔ بعض دوستوں نے اختلاف کیا تو فرمایا اچھا جماعت کو بانٹ لو۔ ایک حصہ سیاسی کام کرے دوسرا تبلیغی۔“

شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین رحمہما اللہ تعالیٰ اور نوابزادہ نصر اللہ خان (موجودہ صدر پی ڈی پی مغربی پاکستان) نے احرار لے کر سیاسی کام کا اعلان کردیا۔ خود بخاری صاحب مرحوم نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی داغ بیل ڈال کر تبلیغی کام کا آغاز کیا اور مروجہ سیاسیات یعنی الیکشن سے کنارہ کشی اختیار کی۔ (گویا حتمی فیصلہ ہے کہ اب یہ کام نہیں کرنا۔) مرحوم شیخ حسام الدین نے

درخواست کی کہ (مولانا) محمد علی ہمیں دے دو۔ فرمایا انہیں تمہیں دے کر اپنے پاس کیا رکھوں؟ چنانچہ ان کی درخواست کو قبول نہ فرمایا اور مجھے اپنے ساتھ رکھا۔ جس طرح بخاری صاحب مرحوم نے جماعت کو تقسیم کیا۔ اسی طرح لاہور کے دفتر کو بھی تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ احرار ملا دوسرا مجلس کو۔ اس موقع پر مولانا نے مرحوم مجلس احرار اور اس کے جلیل القدر زعماء اور کارکنوں کی قربانیوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

مولانا نے جماعتی دستور کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے کارکن آزاد ہیں۔ جس سیاسی جماعت میں چاہیں شامل ہو کر سیاسی کام کر سکتے ہیں۔ مجلس کے عہدیدار سیاسی کام نہیں کر سکتے۔

ووٹ کے معاملہ میں آزادی ہے جس نمائندہ کو صحیح سمجھیں۔ ووٹ دیں۔ مجلس بحیثیت جماعت کے دو کام کرے گی۔

۱...... مرزائیوں کو ممبر نہیں بننے دے گی۔
۲...... جو لوگ مرزائیوں کو مسلمان سمجھیں گے۔ انہیں ممبر نہیں بننے دے گی۔

خصوصی اعلان

مولانا نے فرمایا کہ تمام مدعیان نبوت کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے گروہ کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں اور جو لوگ انہیں خارج از اسلام نہیں سمجھتے انہیں بھی دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ہر آزاد شہری کو اپنا مطالبہ پیش کرنے کا حق ہوتا ہے۔ جیسے آج کل ون یونٹ اور صوبائی خود مختاری وغیرہ کے مطالبات پیش ہو رہے ہیں۔ چونکہ میں بھی ایک آزاد شہری ہوں اور اس ملک کی خاطر جیلوں میں رہ چکا ہوں اور میرے جیل ہوتے ہوئے دو بھائی ۲۴ رگھنٹہ میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس لئے مجھے اپنا مطالبہ پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔

اس موقع پر موصوف نے لندن پارلیمنٹ کے حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جنس پرستی کا بل پیش ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ دنیا کیا کہے گی؟ ایک ممبر نے کہا کہ میں آزاد شہری ہوں۔ دنیا کچھ کہے اپنے دل کی آواز کو دبا نہیں سکتا۔ دوسرے ممبر نے بھی اس کی حمایت کی بلکہ آگے بڑھ کر عیسائی بداخلاقی و بدکرداری کا خوب خوب مظاہرہ کیا۔ اور کہا اس کام میں میرا تجربہ دو طرفہ ہے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جو مزہ نیچے لیٹنے میں ہے اوپر لیٹنے میں نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بحیثیت آزاد شہری میرا مطالبہ آج بھی وہی ہے جس سے ۱۹۵۳ء میں ملک کے درودیوار گونج اٹھے

تھے۔ یعنی جب مرزائی سماجی اور معاشرتی طور پر ہم سے علیحدہ ہے تو اسے سیاسی طور پر بھی علیحدہ کیا جائے۔

مجلس کی خدمات اور شکوہ

آپ نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ مرزائی کو کفر وارتداد کی تبلیغ کے لئے کھلی چھٹی دی جاتی ہے لیکن بیرونی ممالک میں مجلس کے لئے دروازے بند ہیں۔

مولانا لال حسین اخترؒ کا پاسپورٹ جن مشکلات سے بناوہ ہمیں معلوم ہے میں نے خود افریقہ جانے کی اجازت مانگی جواب تک نہ ملا۔ مجبوراً آج کل بذریعہ خط وکتابت سلسلہ تبلیغ جاری ہے۔ مجلس کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جماعت نے ملک کو مرزائیت سے بچالیا ہے۔ یہ تو درست ہے کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو آستین میں چھپے ہوئے دشمنوں کے عین وقت پر دھوکہ دہی قانونی طور پر مرزائیوں کو اقلیت قرار دلانے میں کامیاب نہ ہوسکی۔ لیکن الحمدللہ کہ عوامی بائیکاٹ کا مرحلہ تو مکمل ہو ہی گیا اور آج کوئی مخلص مسلمان مرزائیوں کو منہ نہیں لگاتا۔

مرزائی حکومت

آپ نے فرمایا کہ مرزائی مختلف مقامات پر بڑ ہانکتے ہیں کہ فلاں سال میں ہماری حکومت قائم ہوجائے گی۔ لیکن یادرکھو اب اس ملک میں مرزائیت کی موت ہے۔ اسے اب وقت گزارنے کے لئے امریکی اڈوں میں پناہ لینا ہوگی۔

مولانا نے سوال کیا کہ جب مرزائی اس قسم کی باتیں کہتے ہیں تو محکمہ سی آئی ڈی کہاں ہوتا ہے؟ تحقیق کیوں نہیں ہوتی؟ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ربوہ (موجودہ چناب نگر) کی بتیاں جلتی رہیں۔ لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

مرزائیوں کو شاید اس لئے مخلص پاکستانی سمجھا جاتا ہے کہ ان کی وساطت سے امریکہ گندم دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر میں ملک کا صدر ہوتا تو قوم کو مشورہ دیتا کہ بھوکے مرجاؤ۔ امریکی گندم نہ کھاؤ۔ ایم ایم احمد ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کی وساطت سے ملنے والی امریکی امداد حقیقت میں زہر ہے۔ آپ نے متنبہ کیا کہ اینگلو امریکی سامراج اسرائیل کے بعد مرزائیل کے قیام کی فکر میں ہے۔ چنانچہ بیروت سے آنے والے خط اس پر شاہد ہیں کہ تمام اسلام دشمن مل کر مرزائیل کے ذریعہ پاکستان کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ایک امریکی سیاح کا ذکر کرتے ہوئے

مولانا نے فرمایا کہ اس بنے خط میں لکھا ہے کہ میں سیاحت پاکستان کے دوران جب ربوہ (چناب نگر) گیا تو محسوس ہوا کہ ربوہ کا اسرائیل سے خاص تعلق ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جماعت کے ناظم مولانا لال حسین اخترؒ نے لندن میں پاکستانی ہائی کمشنر سے اسرائیل جانے کی اجازت مانگی تو جواب ملا کہ چونکہ تعلقات کشیدہ ہیں۔ اس لئے اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مولانا نے سوال کیا کہ جب تعلقات کشیدہ ہیں تو پھر مرزائی مشن[1] وہاں کیوں ہے؟ کیا کر رہا ہے؟

اس کا بجٹ ربوہ میں تیار ہوتا ہے۔ تفصیلات مرزائی اخبار الفضل میں شائع ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں ایک خاموشی ہے آخر کیوں؟

آپ نے فرمایا کہ مرزائی حکومت کا خواب ایک عرصہ سے دیکھ رہے ہیں۔ چنانچہ جسٹس منیر نے بھی تسلیم کیا ہے کہ قادیانی انگریز کے جانشین بننے کے متوقع امیدوار تھے۔ (منیر انکوائری رپورٹ ص۱۹۶) لیکن اس وقت ان کی آرزو پوری نہ ہوسکی۔ اب وہ آئے دن دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آج ہی ایک مرزائی نے ہمارے دوست کو پھر چند سالوں کی دھمکی دی ہے۔

لیکن یاد رکھو کہ حکومت حاصل کرنے کے دو طریقے ہوسکتے ہیں۔ پہلا آئینی یعنی انتخاب کے واسطہ سے۔ دوسرا غیر آئینی یعنی انقلاب کے راستہ سے؟

مولانا نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ جہاں تک پہلے راستہ کا تعلق ہے اس راستہ سے مرزائی کبھی برسر اقتدار نہیں آسکتے۔ اور اگر انہوں نے دوسرے راستوں سے ادھر آنے کی کوشش کی تو پھر ہمارا اعلان سن لو کہ ہم تمہاری حکومت کو تسلیم نہیں کریں گے اور بغاوت کردیں گے۔ تم اگر طاقت کے بل بوتے پر جبر وتشدد سے منوانے کی کوشش کروگے۔ تو ہم بھی مقابلہ کریں گے۔ نتیجتاً یا تو تم رہوگے یا ہم!

---

[1] روایت یہ ہے کہ جب متحدہ عرب جمہوریہ کے بیدار مغز صدر اور اینگلو امریکی سامراج کے سب سے بڑے دشمن بطل حریت جمال عبدالناصر نے مرزائیوں کو اپنے ملک سے چلتا کیا تو اسی مشن نے اسرائیل جا کر ڈیرہ بسایا۔ واللہ اعلم ۱۲ علوی

آپ نے تحریک ختم نبوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک سے ملک محفوظ ہو گیا اور اس کا اعتراف سرکاری اہل کاروں کو بھی ہے۔ چنانچہ ایوب خان نے جب فوجی حکومت کا بگل بجایا تو ملتان میں ایک سرکاری آدمی ہمارا دفتر سیل کرنے آیا۔ ہم نے اسے جماعتی دستور دکھایا کہ ہماری جماعت تبلیغی ہے سیاسی نہیں۔ اس لئے سیل کرنے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں۔ اس نے وہیں سے کسی افسر کو فون کیا افسر مذکور نے انتظار کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ انتظار کے بعد پھر یہی حکم ہوا کہ سیل کر دو۔ میں نے لاہور کے ایک ذمہ دار افسر سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا کہ جب ہماری جماعت تبلیغی ہے تو پھر دفتر کو سیل کیوں کیا گیا؟ اس نے کہا کہ یہ غلط فہمی کی بناء پر ہو گیا ہے۔ اگر ہم سیاسی جماعت سمجھتے تو لاہور اور دوسرے مقامات پر موجود دفاتر کو بھی سیل کر دیتے۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ آپ درخواست دے دیں سیل توڑ دی جائے گی۔ چنانچہ ہم نے درخواست دی، ہمارا دفتر کھول دیا گیا۔

اثناء گفتگو میں میں نے سوال کیا کہ ہمارے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے رو رو کر کہا کہ مولانا ہم بھی مسلمان ہیں اور گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن بخشش کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے شفاعت احمد مختار ﷺ کے۔

اس لئے دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں نے تحریک چلا کر ملک کو بچا لیا۔ ورنہ مرزائی گورنمنٹ بن چکی تھی۔ اسی طرح ہمارے مولانا محمد شریف جالندھری کے ایک دوست جن کا پولیس سے تعلق تھا۔ اکثر ملنے آتے۔ ایک دن کہنے لگے کہ جس دن علماء نے تحریک شروع کی۔ مجھے بڑا غصہ تھا۔ اور میں برا بھلا بھی کہتا تھا کہ یہ لوگ ملک کے دشمن ہیں۔

لیکن اب میری رائے یہ ہے کہ اگر آپ لوگ تحریک نہ چلاتے تو آپ اسلام کے بھی غدار ہوتے اور ملک کے بھی مجرم ہوتے۔ اس لئے مرزائی گورنمنٹ کا منصوبہ بن چکا تھا۔ تحریک چلا کر تم لوگوں نے اسے ناکام بنا دیا۔ آپ نے مرزائیوں کے پاکستان دشمن کردار کو بے نقاب کیا اور سلسلہ وار تفصیلات جلسہ عام میں ارشاد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا کہ پاکستان بن جانے سے پہلے میں بھی خلاف تھا اور میری رائے یہ تھی کہ پاکستان نہ بنے۔ اس موقع پر آپ نے شگفتہ انداز میں فرمایا کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ مودودی صاحب کی طرح غلط بیانی سے کام لوں کہ مخالفت کے باوجود کہوں کہ میں مخالف نہیں تھا۔

آپ نے فرمایا کہ مخالفت کے باوجود جب بن گیا تو دیانت داری کے ساتھ ہم نے

اس کے استحکام کے لئے کوششیں شروع کر دیں اور نہ صرف ہم نے کیں بلکہ ہمارے وہ اکابر جو انڈیا میں ہی مقیم تھے۔ ان کا بھی یہی خیال تھا کہ جب پاکستان بن گیا ہے تو اسے باقی رہنا چاہئے۔ چنانچہ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم ناظم عمومی آل انڈیا جمعیت علماء ہند وممبر انڈیا پارلیمنٹ نے قیام پاکستان کے بعد پٹنہ کے دوسرے فسادات کے دوران تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو قیام پاکستان کے حق میں نہ تھے۔ لیکن اب میرا ایمان ہے کہ پاکستان بن گیا ہے تو سلامت رہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی مرحوم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، صدر جمعیت علماء ہند نے اپنے ایک خادم مولوی رحمت اللہ صاحب مقیم فورٹ سنڈیمن کو خط لکھا جس میں فرمایا کہ اب جب کہ پاکستان بن گیا ہے سابقہ اختلافات کو بھول کر حکومت سے تعاون کرو اور نئے ملک کے استحکام کی طرف توجہ دو (وہ خط اب بھی موجود ہے ۱۲) آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ سیاسی نقطہ نگاہ سے ہماری ایک رائے تھی کہ ملک تقسیم نہ ہو لیکن جب تقسیم ہو گیا تو اختلاف رائے بھی ختم ہو گیا۔ اس کے برعکس مرزائیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کی وحی غلط ثابت ہوتی ہے۔ اگر وہ پاکستان کو تسلیم کریں چنانچہ موسیو بشیر الدین آنجہانی نے لکھا کہ: ”مرزا غلام احمد کا الہام چاہتا ہے کہ ہندوستان اکٹھا رہے۔ اگر تقسیم ہو گئی تو ہم اسے مجبوراً تسلیم کریں گے اور کوشش کریں گے کہ پھر ملک متحد ہو جائے۔“ مولانا نے فرمایا کہ جس پرچہ میں یہ اعلان شائع ہوا تھا۔ وہ پرچہ خواجہ ناظم الدین، شہاب الدین اور سردار عبدالرب نشتر مرحوم کو ہم نے دکھلایا لیکن افسوس کہ کسی نے توجہ تک نہ دی[1]۔

---

[1] اس کے علاوہ خود موسیو محمود کا یہ رویہ قابل ملاحظہ ہے جس میں محمود نے اس بات کا اظہار کیا کہ گاندھی جی آتے ہیں اور ایک چارپائی پر لیٹنا چاہتے ہیں اور ذرا سی دیر لیٹنے کے بعد اٹھ بیٹھے...... تعبیر کے طور پر موسیو محمود نے کہا کہ جماعت احمدیہ کا الہامی عقیدہ یہ ہے کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے۔ کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا رہیں گی۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی۔ اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ یہ بعد جلد دور ہو جائے۔ (الفضل مورخہ ۵/اپریل ۱۹۴۷ء ص ۳) حکومت مغربی پاکستان کے پانچ سوال اور ان کا جواب اس خواب کے بعد آج تک ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں پورا ٹیکس ادا کرنے والے مریدان باصفا کو امانت کے طور پر دفن کرنا اور قادیان کے بہشتی مقبرہ کے خواب دیکھنا آخر کس بات کی غمازی کرتا ہے؟ اس کے علاوہ منیر رپورٹ کے ص ۱۹۶/ پر بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ: ”مرزائی تقسیم کے مخالف تھے اور اگر تقسیم ہو گئی تو دوبارہ برصغیر کے اتحاد کے لئے وہ کوشش کریں گے۔“

۲...... مرحوم ڈاکٹر محمد اقبال نے کشمیر کمیٹی میں مرزا بشیر الدین کو صدر مان لیا۔ لیکن حالات جب کھل کر سامنے آ گئے تو مرزا کو علیحدہ کروا دیا اور کہا کہ ہر مرزائی سرکاری ملازم مرزا کا حکم پہلے مانتا ہے اور حکومت کا بعد میں[1]۔

۳...... کانگریس نے تقسیم ملک کی تجویز مان لی لیکن شرط یہ تھی کہ پنجاب و بنگال کو تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ اگست ۱۹۴۷ء میں وائسرائے نے جب پنجاب کی تقسیم کا اعلان کیا تو گورداسپور کو پاکستان میں شامل کیا لیکن چند دن بعد ڈرامائی طور پر دوبارہ اعلان کر کے گورداسپور کو ہندوستان میں شامل کر دیا۔ اس دوبارہ اعلان کا سبب کون تھا؟ یہی مرزائی جنہیں ملک کا بڑا خیر خواہ سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ پنجاب کے اضلاع تین قسم کے تھے۔

۱...... مسلم اکثریت والے۔
۲...... مسلم اقلیت والے۔
۳...... تیسری قسم کا ضلع صرف ایک ہی تھا۔ یعنی گورداسپور!

جس کی نوعیت یہ تھی کہ اگر مرزائی مسلمانوں کا ساتھ دیتے تو یہ ضلع پاکستان کو مل جاتا۔ ہندوؤں کا ساتھ دیا تو ہندوستان کو مل گیا (گویا اس قدم سے مرزائیوں نے اپنے غیر مسلم ہونے کا واضح ثبوت دے دیا لیکن افسوس ہے کہ پاکستان کی تمام حکومتیں انہیں آج تک مسلمانوں میں شامل کرنے پر مصر ہیں۔ (۱۲ مرتب)

---

[1] اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ظفر اللہ نے اپنے محسن سر فضل حسین کا جنازہ نہ پڑھا۔ اس لئے کہ وہ مسلمان تھا باوجودیکہ سر فضل حسین نے ظفر اللہ کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں اپنا جانشین بنا کر سواد اعظم کے جذبات کو مجروح کیا تھا۔ اسی طرح لاہور میں موجود ہونے کے باوجود ڈاکٹر اقبال مرحوم کا جنازہ نہ پڑھا اور حد یہ ہے کہ بانی پاکستان کا جنازہ نہ پڑھا بلکہ ۱۹۴۷ء میں بانی پاکستان کو بیوقوف قرار دیا اور کہا کہ تقسیم سے مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچے گا۔ مسٹر سری پرکاش جس کے سامنے ظفر اللہ نے اس خیال کا اظہار کیا تھا۔ اپنی سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ: ”تقسیم کے بعد کراچی میں جب ظفر اللہ سے میں نے پوچھا کہ اب تمہاری کیا رائے ہے تو کہا کہ میرا اب بھی وہی جواب ہے۔ مگر ظفر اللہ نے بعد میں اس کی تردید کی اور کہا کہ جناح صاحب تو مجھے اپنا سیاسی بیٹا سمجھتے تھے اور مجھ پر بڑے مہربان تھے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے محسن اور باپ کا جنازہ تک نہ پڑھا۔“ (حکومت کے پانچ سوال اور ان کا جواب ص۲۲، ۲۳)

۴...... پنجاب لیگ کے صدر ممدوٹ مرحوم سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ اپنی ریاست کے بچاؤ کے سلسلہ میں مرزائیوں کی سازش کا شکار ہوگئے۔ کیونکہ موصوف کے تحصیل فیروز پور میں ۸۰/گاؤں تھے اس کا سرکاری وکیل پیر اکبر علی شاہ قادیانی تھا۔

پیر اکبر علی شاہ نے ممدوٹ کو ذاتی ریاست کے بچاؤ کا جھانسہ دے کر درغلایا اور کہا کہ اگر مسلم لیگ ظفر اللہ خان کو باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنے وکیل کی حیثیت سے پیش کردے تو مزہ آجائے گا۔ ممدوٹ مرحوم قادیانی سازش کا شکار ہوگئے اور ظفر اللہ کو وکیل تسلیم کرلیا گیا۔ لیکن ظفر اللہ نے چال یہ چلی کہ مسلمانوں کا کیس تو خود لڑا اور مرزائیوں کا کیس مرزا بشیر الدین کے ہم زلف مرزا بشیر احمد کے سپرد کردیا[۱]۔ (گویا کیس کو دو حصوں میں بانٹ دیا)

---

[۱] مسلم لیگ کہ چہیتے وکیل سر ظفر اللہ نے گورداسپور کے معاملہ میں جو مکروہ کردار ادا کیا اس پر خود لیگی حلقے آج ماتم کناں ہیں۔ چنانچہ مشہور لیگی لیڈر راجہ غضنفر علی خان کی یادداشتوں کا مجموعہ بعنوان ''مارشل لاء سے مارشل لاء تک'' میں ہے کہ ''ریڈکلف اپنے سامنے پیش ہونے والے مقدمہ کے اس خاص نقطہ میں پیشگی دلچسپی لے رہا تھا جس علاقہ پر پرواز کرنا چاہتا تھا۔ وہ وہی علاقہ تھا جس کا ضلع گورداسپور کی تقسیم سے متعلق تھا جسٹس دین محمد اور جسٹس محمد منیر اس خاص نقطے کی اہمیت سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے ریڈکلف کا رویہ انہیں خاص طور پر معنی خیز معلوم ہوتا تھا۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی یہ تھی کہ کمیشن کے بچانے کے لئے وہ اتنی دور دراز کی باتیں سوچ رہے تھے اور استعفیٰ پیش کرنے کی تجویز پیش کررہے تھے۔ مسلم لیگ کے مقدمہ کی پیروی کرنے والے وکیل اسے خود ہی چاندی کی طشتری میں رکھ کر بھارت کو پیش کررہے تھے۔ ''مارشل لاء سے مارشل لاء تک'' مرتبہ سید نور احمد (ص۱۸۔۳۱۷) اسی کتاب کا ایک دوسرا اقتباس ملاحظہ فرمائیں اور پھر دیکھیں کہ کشمیر کو ہڑپ کرنے کے لئے انڈیا نے کیا سازشیں کی تھیں؟''

ز...... حد بندی کے سلسلہ میں ریڈکلف کی پیشگی دلچسپی کو بعض دوسرے واقعات کے سیاق وسباق میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن غالباً ۳رجون کے پلان کی منظوری سے پہلے ہی پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ کم از کم اس حد تک پختہ وعدہ کرچکا تھا کہ گورداسپور کے پورے ضلع کو پاکستان پنجاب میں شامل کرنے کے بجائے اس طرح تقسیم کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ کم از کم پٹھان کوٹ کی تحصیل بھارتی علاقہ میں شامل ہوجائے۔ تحصیل پٹھان کوٹ کی خاص جغرافیائی اہمیت یہ تھی کہ اس کا ایک سرا ریاست جموں وکشمیر کے علاقے سے ملحق تھا۔ لہٰذا اگر یہ تحصیل بھارت کا حصہ بن جائے تو بھارت کی سرحد ریاست (کشمیر) سے جا ملتی تھیں اور بھارت کو اس ریاست تک پہنچ جانے کا راستہ مل جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بھارت اور اس ریاست کے درمیان کوئی جغرافیائی تعلق نہ ہوسکتا تھا؟ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مولانا نے فرمایا کہ میں نے خطیب پاکستان قاضی احسان احمد مرحوم کو جسٹس منیر کے پاس بھیجا جو باؤنڈری کمیشن کا پاکستانی ممبر تھا اور اس سازش سے آگاہ کیا۔ لیکن منیر نے ہماری بات نہ مانی جب کہ ابھی دو سال پہلے اخبارات میں منیر نے ایک مضمون لکھا جس میں اس بات پر حیرت کا اظہار کیا گیا کہ ظفر اللہ نے کیس علیحدہ علیحدہ کیوں کیا؟

(لیکن اب اظہار حیرت کا کیا فائدہ؟ پہلے تو بات نہ مانی گئی۔ محض اس لئے کہ کہنے والے مولوی ہیں۔ اب حیرت واستعجاب سے کیا بنتا ہے۔

اب شور مچاوے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

کاش منیر صاحب قاضی مرحوم کی بات مان لیتے تو اسی وقت سازش سامنے آجاتی اور یہ روز بد ہمیں نہ دیکھنا پڑتا۔ ظفر اللہ کی اس بداعمالی کے سبب کشمیر کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے الجھ کر رہ گیا۔ اور آج کل نہری پانی کے جن تنازعات کا ہم شکار ہیں۔ اس کے برگ وبار انہی قادیانیوں کے پیدا کردہ ہیں۔ گورداسپور انڈیا کو نہ ملتا تو کشمیر پر اس کے قبضہ کی کوئی سبیل ہی نہ تھی اور کشمیر ہمارا ہوتا تو نہری پانی کا جھگڑا کیوں ہوتا؟ ۱۲مرتب۔)

اس مرحلہ پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تقسیم کے دوران سکھوں نے یہ مطالبہ پیش کیا تھا۔ کہ ننکانہ کو سکھ شہر قرار دیا جائے۔ اس کے مقابلہ میں پانی پت کے مسلمانوں نے درخواست دی کہ پانی پت کو مسلم شہر قرار دیا جائے۔ حیرت اس بات کی ہے کہ ظفر اللہ کے معاون وکیل مسٹر اے رحیم نے پانی پت کے مسلمانوں کی درخواست تک پیش نہ کی۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) ان اقتباسات کے بعد مرزائیوں کے مشہور مبلغ شمس صاحب کے کتابچہ ”قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ ص۵۲ر کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں: ”مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے سر ظفر اللہ خان لندن سے لاہور پہنچے اور خود امام جماعت احمدیہ بھی تمام کارروائی دیکھنے اور سننے کے لئے عدالت میں موجود تھے۔ اور مناسب ہدایات دیتے رہے۔ علاوہ ازیں لندن سکول آف اکنامکس کے پروفیسر مسٹر سپیٹ کو باؤنڈری ایکسپرٹ تھے خدمات حاصل کی گئیں۔ اور ان کے تمام اخراجات جماعت احمدیہ نے پیش کئے۔“

سابقہ اقتباسات کے ساتھ اس اقتباس کو پڑھیں اور پھر اقبال مرحوم کا قول سامنے رکھیں کہ مرزائی ہر سرکاری ملازم حکومت سے پہلے اپنی جماعت کا حکم مانتے ہیں۔ اس طرح یہ سازشی کڑیاں نکل کر سامنے آجاتی ہیں۔ کاش کہ ارباب حکومت توجہ فرمائیں۔ ۱۲مرتب

۴...... سر ظفر اللہ نے وزارت خارجہ کے دور میں شام کے مشہور شہر اور دارالسلطنت دمشق کو مرزائیوں کا اڈہ بنا دیا۔ چنانچہ نوائے وقت کے ایڈیٹر مسٹر حمید نظامی مرحوم نے لکھا کہ دمشق کا سفارت خانہ مرزائیوں کا اڈہ بن چکا ہے۔ (الحمدللہ کہ شام ومصر کے اتحاد کے دوران زعیم ملت ناصر کی بیدار مغزی کے سبب شام بھی مرزائیوں سے خالی ہوگیا اور اس طرح یہ عظیم عرب ملک مرزائی اڈہ بننے سے بچ گیا۔ ۱۲/مرتب)

۵...... روزنامہ جنگ راولپنڈی جلد ۷/شمارہ ۳۰۹/فرسٹ وچناب ایڈیشن کی اشاعت مجریہ ۴/اگست ۱۹۶۵ء کی یہ خبر ملاحظہ فرمائیں۔

''لندن ۳/اگست (نمائندہ جنگ) جماعت احمدیہ کا پہلا یورپی کنونشن جماعت کے لندن مرکز میں منعقد ہورہا ہے۔ جس میں تمام یورپی ممالک کے احمدیہ مشن شرکت کر رہے ہیں۔ کنونشن کا افتتاح گزشتہ روز ہیگ کی بین الاقوامی عدالت کے جج سر ظفر اللہ نے کیا۔ یہ کنونشن ۷/اگست تک جاری رہے گا۔ جماعت نے مختلف [illegible] ممالک میں اپنے مشن قائم کرلئے ہیں۔ برطانیہ میں جماعت احمدیہ کے اٹھارہ مرکز قائم ہوچکے ہیں۔ کنونشن میں شریک مندوبین نے اس بات پر زور دیا کہ اگر احمدی جماعت برسراقتدار آجائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے جائیں اور دولت کو ازسرنو تقسیم کیا جائے اور سود پر پابندی لگادی جائے اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے۔''

سوال یہ ہے کہ برسراقتدار آنے کے خواب کہاں دیکھے جارہے تھے؟ ظاہر بات ہے کہ لندن یا امریکہ میں احمدی برسراقتدار نہیں آسکتے؟ ان کی حسد نگاہ پاکستان ہی ہے چنانچہ آئے دن وہ دھمکیاں بھی دیتے رہتے ہیں۔

پھر ایک ماہ بعد امریکی سامراج کی شہ پر انڈیا کا پاکستان پر حملہ کرنا اور اس دوران ربوہ کی بتیاں جلتے رہنا ان کڑیوں کو بغور دیکھا جائے اور مرزائیوں کی سامراج دوستی اور سامراج نوازی کو نگاہ میں رکھا جائے تو اس جڑ کے مضمرات سے ہر کوئی آگاہ ہوسکتا ہے۔

۶...... انگریز یہ سوچ کر گئے تھے کہ مرزائی برسراقتدار آجائیں (اور مرزائی بھی متوقع جانشین تھے جیسا کہ پہلے گزرا۔ ۱۲/مرتب) اس منصوبہ کے لئے کتنے پاپڑ بیلے گئے وہ ایک بڑی کرب ناک اور دکھ بھری داستان ہے۔ مولانا کی زبانی اس کی کڑیاں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے پنجاب کے گورنر سر فرانسس موڈی نے ربوہ کی زمین الاٹ کی۔ پھر پاکستانی کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے فوج کے راستہ سے انہیں اوپر لانے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ بکثرت مرزائی بھرتی کئے۔ حتیٰ کہ خالص مرزائی بٹالین، فرقان بٹالین کے نام سے قائم کی۔ اور

مرزائی میجر جنرل نذیر احمد کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کر لیا۔

میں اور قاضی احسان احمد مرحوم پنڈی گئے۔ قائد کشمیر چودھری غلام عباس مرحوم کے دوست اللہ رکھا اور آفتاب احمد ملنے آئے۔ ان سے بھی اس منصوبہ کی تائید ہوئی۔ چنانچہ لاہور میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا اور اس میں ان کے ذریعہ سے ہی اس کا اظہار کروایا گیا۔ بات پریس میں آئی گریسی چیخ اٹھا اور چودھری مرحوم سے شکوہ کیا۔ چودھری نے ساتھیوں کو بلا لیا وہ گریسی کے گلے پڑ گئے کہ تم ملک میں مرزائیوں کو کیوں مسلط کرنا چاہتے ہو؟ گریسی نے کہا کہ تم پریس میں اپنی تقریر کی تردید کر دو میں فرقان فورسز کو توڑ دوں گا۔ انہوں نے پریس میں بیان دے دیا اور مطلوبہ چار پرچے مہیا کر کے باقی سارے اخبارات جلا دیئے گئے۔ فرقان بٹالین ٹوٹ گئی۔ لیکن مرزائی اسلحہ لے دوڑے۔ میں ملتان میں نظر بند تھا۔ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ میں نے ۷؍ دن کی اجازت مانگی لیکن نہ ملی۔ اسی دوران سکیورٹی سٹاف کے ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ فرقان بٹالین جب ٹوٹی و مرزائی اسلحہ لے کر دوڑ گئے تھے۔ کیا آپ اس کی تلاش میں ہماری مدد کر سکتے ہیں؟

میں نے کہا کہ پوری مدد کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ نہ آج تک ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا گیا۔ نہ اس اسلحہ کا پتہ چل سکا۔ آج بھی اگر حکومت اس پیش کش کو تسلیم کرے تو وعدہ پورا ہو سکتا ہے۔

۷...... راولپنڈی سازش ملک کا مشہور واقعہ ہے۔ دوسرے ملزم پکڑے گئے لیکن نذیر احمد قادیانی کی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔ قاضی احسان احمد مرحوم نے فرمایا کہ مرزائی سازش معلوم ہوتی ہے اور پھر جسٹس منیر سے ملے جو تحقیقاتی افسر تھا لیکن اس نے توجہ دی نہ دینا تھی۔

مولانا غلام غوث ہزاروی سے پشاور بازار سے کسی آدمی نے ذکر کیا اور اسی انداز کی بات کی کہ مرزائی ملوث ہیں۔ مولانا نے اسے لاہور کا مشورہ دیا وہ لاہور آیا۔ شاہ جی سے تذکرہ کیا۔ شاہ مرحوم نے مجھے بلایا اس آدمی نے سارے حالات میرے سامنے بیان کئے۔ میں نے کہا کہ آپ لکھ کر دے سکتے ہیں۔ وہ آمادہ ہو گیا اور سب کچھ لکھ کر دے دیا۔ انہی دنوں سرگودھا میں کل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ شاہ جی مرحوم نے آخری اجلاس میں تقریر کرنا تھی۔ وہ اتفاق سے بیمار تھے۔ مجھے بھیجا میں نے تقریر کی۔ عشاء سے لے کر صبح ۴؍ بجے تک تقریر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریر خوب ہوئی اور خوبی کا راز بعد میں پتہ چلا۔ جب ایک آدمی سے شاہ جی نے تقریر کی کیفیت پوچھی تو راز یہ کھلا کہ مرحوم ملتان میں عشاء سے لے کر صبح ۴؍ ب تک مصلی پر بیٹھے رہے ادھر وہ ۴؍ بجے مصلی سے اٹھے۔ ادھر میں نے تقریر ختم کر دی۔

اس تقریر کے دوران میں نے سارا قصہ کہہ سنایا اور کہا کہ میرے پاس تحریری ثبوت ہے کہ یہ مرزائی سازش ہے۔ گورنمنٹ ثبوت مانگے تو میں ثبوت مہیا کر سکتا ہوں۔ اسی طرح ساہیوال وغیرہ تقریر ہوئی اور ہر جگہ اسی انداز سے تقریر ہوئی۔ لیکن حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔

اصل یہ ہے کہ مرزائی ہر محکمہ میں چھائے ہوئے ہیں۔ (مطلب کی بات راستہ ہیں ہی رہ جاتی ہے) آخر قاضی مرحوم کے مشورہ سے لیاقت مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ علیک سلیک کے بعد مرحوم نے شاہ جی کی خیریت پوچھی۔ پھر مطلب کی بات ہوئی۔ لیاقت نے کاغذ لیا۔ پڑھا۔ پھر واپس کر دیا۔ آخر اس خط کی نقل مانگی۔ ہم نے اصل کاغذات اسے دے دیئے۔ مرحوم اگلے دن پنڈی پہنچے۔ مرزائی (نذیر) لندن سے واپسی پر ہوائی اڈہ سے ہی گرفتار ہو کر سزایاب ہوا اور فوج سے نکالا گیا۔ اس طرح خدا نے ایک فتنہ سے ملک کو بچالیا۔

۸…… موسیو بشیر الدین آنجہانی نے کوئٹہ کو قادیانی صوبہ بنانے کا اعلان کیا[1]۔

---

[1] درحقیقت مرزائی ایک عرصہ سے اقتدار کا خواب دیکھ رہے تھے۔ جسٹس منیر کو اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ برطانیہ کے متوقع جانشین تھے۔ (دیکھیں منیر انکوائری رپورٹ ص۱۹۶) اور موسیو بشیر الدین کو اس حد تک خوش فہمی تھی کہ وہ ہندوستان کے علاوہ روس کو قادیانی سٹیٹ ہی سمجھ رہے تھے۔ جیسا کہ الفضل کی ۴؍اگست ۱۹۳۶ء کی شہادت موجود ہے: ’’جماعت احمدیہ کے افراد نہ صرف پورے ہندوستان کے حکمران ہوں گے۔ بلکہ روس پر بھی ان کی حکومت ہوگی۔‘‘

مرزائی حکومت کیوں چاہتے تھے۔ انہیں اقتدار کی ہوس آخر کیوں پریشان کئے ہوئے ہے۔ اس کا جواب بھی مرزائی تحریروں سے مل سکے گا۔

۱…… مرزا بشیر الدین نے خطبہ میں کہا کہ ’’ہماری حکومت نہیں ہے کہ ہم قوت سے لوگوں کی اصلاح کریں اور ہٹلر اور مسولینی کی طرح اب سب لوگوں کو ملک بدر کر سکیں جو ہمارے احکامات کی تعمیل نہ کریں اور جو ہماری بات نہ سنیں یا نہ مانیں۔ انہیں عبرتناک سزا دے سکیں۔ اگر ہمارے پاس حکومت ہوتی تو ہم یہ نتائج ایک دن میں حاصل کر سکتے تھے۔‘‘ (الفضل ۲؍جون ۱۹۳۶ء)

۲…… بے شک قادیان ہمارا ایک مذہبی مرکز ہے لیکن اس وقت ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری قوت اور ہمارے وقار کا مرکز کون سے مقام پر قائم ہوگا۔ یہ مرکز ہندوستان کے کسی بھی شہر میں قائم ہو سکتا ہے۔ (الفضل ۲۹؍نومبر ۱۹۳۴ء) گویا بزور مسلمانوں کو قادیانی بنانے کے لئے ریاست اور اقتدار کی ضرورت تھی۔ اس کے لئے ان کی نگاہیں مختلف خطوں کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ جن کی ترتیب کچھ یوں ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(افادیت کے لئے موسیو کا وہ خطبہ نقل کیا جارہا ہے۔۱۲ مرتب)

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

۱...... ایک زمانہ میں حیدرآباد دکن کو اس مقصد کے لئے بہترین جگہ تصور کیا گیا لیکن خدا کی کروڑوں رحمتیں ہوں الیاس برنی مرحوم اور دوسرے اہل حق پر جنہوں نے اس سازش کے خلاف بند باندھا۔

۲...... پھر کشمیر کی طرف نگاہیں اٹھیں۔ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے نام پر کشمیر کمیٹی کا قیام، موسیو بشیرالدین کا اس کا صدر بننا اور بقول الفضل ۱۶ر جون ۱۹۳۱ء بار بار کشمیر جاؤ۔ اس سلسلہ کے مختلف کڑیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔ دارالعلوم دیوبند کے رئیس للاساتذہ الشیخ محمد انور شاہ کشمیری کو جن کی نگاہ بصیرت مرزائی سازش کو تاڑ گئی۔ اور علامہ اقبال مرحوم کو سمجھا کر آمادہ کیا۔ جس سے اقبال نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا اور یہ کمیٹی برباد ہوگئی۔ نیز متحدہ ہندوستان کی مخلص وایثار سازش کو پروان نہ چڑھنے دیا اور اس طرح مرزائیوں کا یہ منصوبہ خاک میں مل گیا۔ ان تفصیلات کے لئے مجلس احرار کے بیدار معزز رہنما مرحوم ماسٹر تاج الدین کا کتابچہ ''احرار اور تحریک کشمیر'' نیز محمد احمد خان صاحب کی کتاب ''اقبال کا سیاسی کارنامہ'' قابل مطالعہ ہیں۔

۳...... تقسیم کے بعد بلوچستان پر قبضہ کا منصوبہ (جس کی فضیلت متن میں موجود ہیں) جنرل گریسی کے ذریعہ فوج پر مسلط ہونے کے خواب اور پنڈی سازش کیس سب اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

۴...... مرزائیوں کا وقفہ وقفہ سے اپنے اقتدار کی دھمکیاں دینا اور منصوبہ بندی کرنا۔ جس کی ایک جھلک لندن میں مرزائی کنونشن منعقدہ ۳ر اگست ۶۵ء میں دیکھی جاسکتی ہے، بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ درحقیقت یہ سب پاپڑ برطانوی سامراج کے سب سے بڑے مہرے اور اپنے یک چشم انگریزی نبی کے اس ارشاد کی تکمیل کے لئے بیلنے پڑے جو الفضل ج۶ شمارہ ۲۴ر میں موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں مہدی موعود اور گورنمنٹ برطانیہ میری وہ تلوار ہے جس کے مقابلے میں ان علماء کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ پھر ہم احمدیوں کو اس فتح (بغداد) سے کیوں خوشی نہ ہو۔ عراق، عرب ہو یا شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان تفصیلی معروضات کی روشنی میں بلوچستان پر مرزائی قبضہ کی آرزو کی وجہ جواز آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔ کاش پاکستانی ارباب حل وعقد مرزائی ریشہ دوانیوں کو سمجھتے؟

"برٹش بلوچستان جواب پاکی بلوچستان ہے کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے۔ مگر بوجہ ایک یونٹ ہونے کے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دنیا میں جیسے افراد کی قیمت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کا کانسٹی ٹیوشن ہے۔ وہاں سٹیٹس سینٹ کے لئے اپنے ممبر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی اسٹیٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔ سب سٹیٹس کی طرف سے برابر ممبر لئے جاتے ہیں۔ غرض بلوچستان کی آبادی ۵،۶ر لاکھ ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک یونٹ ہے۔ اس لئے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے۔ لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلد احمدی بنایا جاسکتا ہے۔ یاد رکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی۔ جب تک ہماری (Base) مضبوط نہ ہو۔ پہلے بیک مضبوط ہو تو پھر تبلیغ پھیلتی ہے۔ بس پہلے اپنی بیک مضبوط کرلو۔ کسی نہ کسی جگہ اپنی بیس بنالو۔ کسی ملک میں ہی بنالو...... اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہوجائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے۔ اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔"

(خطبہ موعود بشیر الدین بمقام کوئٹہ مندرجہ الفضل ۲۳ر جولائی ۱۹۴۸ء)

مولانا نے فرمایا کہ مرزا کے اس اعلان کے بعد میں اور قاضی صاحب مرحوم کوئٹہ گئے۔ علماء کو اکٹھا کیا اور مرزائیت کے اصلی چہرے کو بے نقاب کر کے علماء کو متنبہ کیا۔ رات جلسہ عام میں ہم دونوں کی تقریر ہوئی۔ تقریر کیا ہوئی۔ پورے صوبہ میں مرزائیوں کے خلاف آگ لگ گئی اور ہمیں فخر ہے کہ ہم نے ایک پوری آبادی کو مرزائی ہونے سے بچالیا۔

مرزا محمود کی نخوت اور غرور و تکبر کا یہ عالم تھا کہ جب کوئٹہ گیا تو نوجوان مرزائی لڑکیاں زمین پر لٹائی گئیں اور دو قطاروں میں لڑکیوں کو اس طرح لٹایا گیا کہ ان کے سر جڑے ہوئے تھے اور بال بچھے ہوئے تھے۔ مرزا محمود ان بالوں پر سے گزرا اور اس متکبرانہ انداز میں بلوچستان کو مرزائی صوبہ بنانے کا اعلان کیا۔

ہماری تقریر سے مرزائیوں کے خلاف سخت نفرت پھیل گئی۔ تھوڑے دنوں بعد مولانا محمد ابراہیم سیر سیالکوٹی مرحوم کوئٹہ تشریف لے گئے۔ ان کی تقریر کے دوران ایک مرزائی ڈاکٹر (اغلباً محمود نام تھا۔ ۱۲ مرتب) نے اٹھ کر کہا مولوی صاحب بکواس بند کرو۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ دو مسلمانوں نے اسے پکڑا۔ دور لے گئے اور مار مار کر ختم کردیا اور نعش نالے میں بہادی۔ باقی مجمع

امن وسکون سے بیٹھا تقریر سنتا رہا۔

مرزا محمود کوئٹہ میں ہی تھا۔ پولیس نے اسے کہا کہ بہتر ہے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ مشتعل مسلمان تم پر برس پڑے تو ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ چنانچہ مرزا کو راتوں رات پولیس کے پہرہ میں وہاں سے نکلنا پڑا۔ اور مرزائی خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ وہ مسلمان دندناتے رہے اور کسی کو ان پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔

۹...... مرزائی افسروں نے چنیوٹ میں اچھے قسم کے پندرہ سو مکانات خالی کرانے کا حکم دیا تاکہ مرزائیوں کو آباد کیا جاسکے۔ حالانکہ مکان الاٹ ہو چکے تھے۔ لٹے پٹے مہاجرین بسیرا ڈال چکے تھے۔ گویا مرزائیوں نے اس شہر کو ایک مرزائی سٹیٹ بنانے کا منصوبہ بنایا۔ میں چنیوٹ گیا۔ تقریر کے دوران عہد لیا کہ ہماری لاشیں تو نکالی جاسکتی ہیں۔ زندہ ان مکانوں سے ہم نہ نکلیں گے۔ اس طرح خداوند قدوس نے یہاں بھی مرزائیوں کو رسوا کیا۔

یہ ساری تفصیل مرزائیوں کے کردار کو سمجھنے کے لئے کافی ہے اور اس سے معلوم ہو جائے گا کہ مرزائی ملک میں کیا گل کھلانا چاہتے ہیں۔ مرزائیوں کی دسیسہ کاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے امیر شریعت مرحوم نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بناڈالی تھی جس نے الحمدللہ تعالیٰ بے سروسامانی کے عالم میں مختلف مواقع پر ملک کو مرزائی سازشوں سے بچایا ہے۔ مجلس نے پائی پائی جوڑ کر اب دفتر تعمیر کیا ہے۔ تاہم مرزائیت کا مقابلہ کرنے کے لئے مادی اعتبار سے جو ضروریات ہیں وہ اب بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ محض حضور خاتم النبیین ﷺ کی ختم المرسلینی کا صدقہ ہے کہ اس بے سروسامان کے عالم میں بھی گاڑی چل رہی ہے۔

مولانا نے ملک کے ہر طبقہ سے اپیل کی کہ وہ اپنی اپنی جگہ ختم نبوت کے مبلغ بن جائیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر انشاءاللہ مرزائیوں کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ آپ نے افسوس کا اظہار کیا کہ سرکاری افسر مرزائی نبوت کے مرکز ربوہ کے پاسبان بنے ہوئے ہیں۔ جس کے سبب وہاں کی پراسرار سرگرمیاں منظر عام پر نہیں آسکتیں۔ اگر ان سرکاری افسروں کو بھی تین سوتین کی طرح مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر کے ان کی ملک دشمن سرگرمیوں کے پیش نظر برطرف کر دیا جائے تو ربوہ کا وجود چند لمحے بھی باقی نہ رہ سکے گا۔

آپ نے تقریر کے آخر میں ایک بار پھر اپیل کی کہ ہر کہہ ومہہ کو ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں آجانا چاہئے۔ اس طرح ہم لوگ محمدی سرکار کی شفاعت کے مستحق بن جائیں گے۔

چنانچہ رئیس المحدثین سید الاساتذہ حضرت العلام سید انور شاہ کشمیریؒ نے آخری عمر میں دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ اور طلبہ کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر شفاعت نبی علیہ السلام درکار ہے تو امت محمدیہ کو دشمنان ختم نبوت سے بچاؤ۔

اسی طرح آپ نے ایک دوسرا واقعہ ارشاد فرمایا کہ تحریک مقدسہ کے دوران ایک عورت اپنے خاوند کو روکتی تھی کہ تحریک میں شامل نہ ہو۔ لیکن سیدۃ النساء اہل الجنۃ حضرت فاطمہؓ خواب میں تشریف لائیں اور نہایت غصے میں فرمایا کہ میرے اباجی کی عزت کا مسئلہ ہے اور تم اپنے خاوند کو روکتی ہو۔ چنانچہ اس عورت نے معافی مانگی اور خاوند کو جیل بھیج دیا۔ حضرت خاتون جنت نے اسے بشارت بھی دی کہ انشاء اللہ تیرا خاوند جلدی آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ان واقعات کے اظہار کا مقصد یہ ہے کہ یہ کوئی دنیوی کام نہیں بلکہ خالصتاً دینی کام ہے اور اس کام میں معاونت وشرکت رضاالٰہی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت مولانا کی تقریر حواشی اور احقر کے قلم سے لکھا ہوا ابتدائیہ ملاحظہ فرمانے کے بعد ہر آدمی رئیس الاحرار چودھری افضل حق مرحوم کی اس رائے کو درست تسلیم کرے گا کہ ”مرزائی برٹش امپیریلزم“ کے کھلے ایجنٹ ہیں۔ مسلمانوں کی جمعیت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا ان کا مشن ہے۔ وہ اعلیٰ طبقہ کا ذہن رکھتے ہیں۔ اردگرد کی غریب آبادیوں کا بائیکاٹ کرنا اور دوسرے ذریعوں سے انہیں مرعوب کرنا ان کا دھندا ہے۔ اور وہ مسلمانوں میں بطور ففتھ کالم کام کرتے ہیں (تاریخ احرار ص۱۸۰) اور جب یہ درست ہے تو انہیں اقلیت قرار دینے میں کون سا عذر ہے؟ کیا ارباب حل وعقد اس مسئلہ پر سنجیدگی سے توجہ دیں گے۔

تقریر حضرت مولانا محمد علی جالندھری

مکی مسجد گوجرانوالہ شہر ۲۱؍اکتوبر ۱۹۶۶ء

خطبہ مسنونہ کے بعد مولانا نے درج ذیل آیت تلاوت فرمائی۔

”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم الآیۃ“

اس کے بعد فرمایا کہ میں ۱۹۴۲ء میں احرار کانفرنس میں شمولیت کی غرض سے ملتان آیا تھا ان دنوں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم جیل میں تھے۔ تقریر کے بعد دوستوں نے جیل میں مولانا سے درخواست کی۔ انہوں نے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے درخواست کی۔ اس طرح بزرگوں کے حکم سے مجھے ملتان میں قیام پذیر ہونا پڑا۔ مدرسہ بنایا اور وہیں کام شروع کر دیا اور جب ۱۹۴۷ء میں مدرسہ خیر المدارس جالندھر سے ملتان آیا تو اپنا مدرسہ ختم کر کے اس میں مدغم کر دیا۔ اس وقت سے اہل ملتان سے وعدہ کیا کہ کچھ بھی ہو، جمعہ ملتان میں ہی پڑھاؤں گا اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اگر جمعہ بھی وہاں نہ پڑھاؤں تو پھر اہل ملتان بالکل محروم رہتے ہیں۔ یہ تو درست ہے کہ میں ملتان میں کوئی باضابطہ خطیب نہیں۔ نہ تنخواہ کا سلسلہ ہے۔ البتہ ایک وعدہ ہے۔ جس کا ایفاء کر رہا ہوں۔

پھر یہ کہ تقسیم کے بعد شاہ جی مرحوم ملتان تشریف لائے۔ مرکزی دفتر بھی ملتان ہی قائم ہوا۔ اس لئے اس وعدہ کے ایفاء کے لئے مزید سامان پیدا ہو گئے۔ ۱۹۴۲ء سے لے کر اب تک سلسلہ ایسے ہی چل رہا ہے۔ دوران سفر کتنا ہی دور کیوں نہ ہوں۔ جمعہ کو ہر حال میں وہاں پہنچتا ہوں۔ آپ لوگوں نے ایک دینی جذبہ کے تحت یہ مسجد بنائی۔ اسکی خوشی میں ۲۴ سالہ روایت چھوڑ کر جمعہ کو یہاں چلا آیا۔ جب کہ احرار اور مجلس ختم نبوت کی کانفرنسوں میں بھی اصرار کے باوجود کبھی جمعہ نہیں دیا۔ بس اس مسجد کی خوشی اور آپ کی قربانی، شوق اور تڑپ کی قدر کرتے ہوئے حاضر ہو گیا ہوں۔ خدا اس حاضری کو قبول فرمائے اور آپ کی قربانی کو قبول فرما کر روز حشر اجر جزیل سے نوازے۔ (آمین) حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے دن کچھ مل گیا تو بیڑا پار ہو جائے گا۔

جب لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو ماں بنا سنوار کر رخصت کرتی ہے۔ سمجھا کر بھیجتی ہے کہ بیٹی نیا گھر ہے۔ ہوش اور عقل سے رہنا ان ساری چیزوں کے باوجود اگر خاوند کو پسند نہ آئے تو کوئی فائدہ نہیں، خاوند کو پسند آ گئی تو پھر سب ٹھیک ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو کوئی عمل پسند آ گیا تو بات بن جائے گی۔ ورنہ تباہی و بربادی ہے۔ (اعاذنا الله تعالیٰ منها)

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ پر مقدمہ چلا، حجاز میں گرفتار ہوئے، مالٹا میں اسیر ہوئے۔ (حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت کو شیخ الہند کہنے والے ان سے انصاف نہیں کرتے۔ ان کا اصل نام شیخ العرب والعجم ہے۔) انگریزی حکومت سزائے موت کا

فیصلہ کر چکی تھی اس لئے کہ ان کا جرم انگریز کے نزدیک بڑا سنگین تھا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم نے سفرنامہ اسیر مالٹا کے عنوان سے کچھ لکھا ہے۔ جس سے کچھ ارشادات ملتے ہیں۔ حضرت کی سکیم یہ تھی کہ انگریز کو نکالا جائے۔ فوج افغانستان کی ہو، جرنیل ترک ہوں۔ وہ باہر سے حملہ کریں اور اندر سے بغاوت کردی جائے۔ امروٹ شریف (سندھ) دین پور شریف (رحیم یار خان) کھڈہ کراچی، رائے پور شریف وغیرہ بغاوت کے خفیہ مراکز تھے۔ لیکن اللہ کو ابھی منظور نہ تھا۔ راز افشاء ہو گیا۔ سکیم فیل ہو گئی۔ اسی سکیم کے تحت حضرت شیخ نے امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کو بیرون ملک بھیجا۔ انگریز کو اس کا پتہ چل گیا ادھر کسی نام نہاد بغدادی مسلمان نے افغانستان اور انگریز کی صلح کرا دی۔ نتیجتاً مولانا سندھی افغانستان سے نکالے گئے۔ ان کو کہیں جگہ نہ ملی۔ پھرتے پھراتے حجاز تشریف لے گئے۔ ادھر حضرت شیخ الہند انتقال کر گئے۔ مولانا سندھی کو بڑی دیر بعد انڈیا آنے کی اجازت ملی۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت کی سکیم انتہائی سخت تھی۔ اس بناء پر سزائے موت کا فیصلہ ہوا۔ مالٹا میں پانچ ساتھیوں کو علیحدہ علیحدہ کال کوٹھڑیوں میں رکھا گیا۔ (یعنی حضرت شیخ الہند، حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی، حضرت مولانا حکیم نصرت حسین، حضرت مولانا وحید احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا عزیر گل صاحب مقیم سخا کوٹ ضلع مردان زید مجدہم ۱۲ / مرتب) ادھر انڈیا میں اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ انگریز کے خلاف نفرت بڑھی تو مصلحتاً سزائے موت کو منسوخ کر دیا گیا۔ حضرات کو کوٹھڑیوں سے نکال کر ایک میدان میں جمع کیا گیا۔ جس کے ارد گرد خاردار تاروں کی باڑ تھی۔ خدام نے حضرت شیخ کی نقاہت و کمزوری کو دیکھا تو بھانپ گئے کہ اتنے دن آپ نے کچھ کھایا پیا نہیں پوچھنے پر آپ نے تصدیق فرمائی پھر جب سوال ہوا کہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا بھائی غم اس بات کا تھا کہ مجرم تو میں تھا تم بلاوجہ مفت میں ساتھ لائے گئے۔ دوسرا یہ کہ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں۔ عمر طبعی پوری ہو چکی تم جوان ہو میری وجہ سے بیوی بچوں سے علیحدہ کئے گئے ہو تم نے ابھی زندگی کی بہاریں بھی نہیں دیکھیں۔ یہ سن کر مولانا عزیز گل نے عرض کیا۔ حضرت آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان جا رہی تھی۔ تو غم کیسا؟ حضرت نے فرمایا کیا کہتے ہو؟ اللہ کی راہ میں جان، جان دینے والا دے دے اور مالک کہے کہ مجھے منظور نہیں تو پھر؟ مقصد یہ ہے کہ تکبر و غرور نہیں ہونا چاہئے۔ کوئی کام ہو جائے تو اس کی عنایت سمجھ کر اس کا شکر بجا لانا چاہئے۔ اس لئے کہ۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

چنانچہ حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا اس کی عمر پانچ سو سال تھی۔ اس پر تعجب نہ ہونا چاہئے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی عمر ۱۴سو سال تھی۔ ساڑھے نو سو برس تبلیغ کی شروع میں قد اور عمریں بڑی تھیں۔ بعد میں کمی ہوتی چلی گئیں۔ الغرض وہ بنی اسرائیلی جزیرہ سمندر میں رہتا۔ وہاں نہ کھانا تھا نہ میٹھا پانی حق تعالیٰ نے وہاں اس کے لئے انار کا درخت اگا دیا۔ (یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "**عرفت ربی بفسخ العزائم**" یعنی میں نے اپنے رب کو جب پہچانا جب میرے ارادے پورے نہ ہوئے۔ ارادے پورے نہ ہوں اور بلا اسباب انتظام ہو جائے سب اس کے قبضہ میں ہے۔ انار کے درخت کے ساتھ کھارے پانی میں سے شیریں چشمہ ابل پڑا۔ پھر شان ربی یہ کہ انار بارہ ماہ پیدا ہوتے یہ شخص انار کھاتا پانی پیتا اور عبادت کرتا۔ یہ شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو حکم ہوگا جا تجھے اپنی رحمت سے بخش دیا۔

وہ کھڑا رہے گا جائے گا نہیں۔ سوال ہوگا جاتا کیوں نہیں؟ عرض کرے گا کہ تو نے اپنی رحمت سے بخشا ہے تو پانچ سو سال کی عبادت کہاں گئی؟ اللہ میاں فرمائیں گے کہ تجھے نجات مقصود تھی مل گئی۔ بحث نہ کر معافی مل گئی۔ غنیمت سمجھ کر چلا جا۔ وہ نہ مانے گا تو حساب ہوگا حکم ہوگا کہ جہاں تو تھا تیری خاطر شیریں پانی اور انار کا انتظام کیا تو نے کھایا تو عبادت کا معاملہ برابر ہوگیا۔ اس کے علاوہ پیدائش شکل وصورت وغیرہ کے احسانات تو اس کا بدلہ کیا ہے؟ حکم ہوگا کہ جہنم میں ڈال دو اور اب شور مچائے گا اور رحمت رب کا واسطہ دے کر معافی کی التجا کرے گا۔ لیٹ جائے گا۔ چنانچہ پھر بخشش کا حکم ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ عبادت اس کا حکم ہے ورنہ احسانات کا بدلہ کیسے ملے گا؟

جان دی، دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آپ نے ایک نیکی کا کام کیا (یعنی راتوں رات مسجد بنائی) خدا مساجد کو آباد کرنے کی توفیق دے۔ تعمیر مساجد مومنوں کا کام ہے۔ "**انما یعمر مساجد اللہ** لآیہ" اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے مسجد بنائی۔ حق تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔ آپ نے یہ نیکی کی۔ اس پر خدا کا شکر کریں کہ یہ سب کچھ اس کی توفیق سے ہوا ورنہ بغیر اس کی توفیق کچھ بھی نہیں

ہوسکتا۔ اس تمہید کے بعد میں اس آیت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو میں نے تلاوت کی۔ اس آیت کا شان نزول سمجھنا ضروری ہے۔ کسی آیت کے اترنے کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ اس کو شان نزول کہتے ہیں۔ یا مثلاً کسی واقعہ پر کوئی آیت اتری تو وہ واقعہ اس آیت کا شان نزول کہلائے گا۔

مثال نمبر۱...... سورہ نور میں کچھ آیات ہیں۔ عبداللہ بن ابی کی جماعت نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر بہتان باندھا۔ حضرت مسطحؓ حضرت حسانؓ جیسے مخلص مسلمان پروپیگنڈہ کا شکار ہوگئے۔ (اللہ تعالیٰ بہتان سے محفوظ رکھے) حضرت عائشہؓ کی صفائی میں اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں تو گویا یہ واقعہ ان آیات کا شان نزول ہے۔

مثال نمبر۲...... کفار کے مالدار طبقہ نے کہا کہ اے پیغمبر ہم تیری باتیں بھی سنیں گے۔ تیرے پاس بیٹھنے کو بھی تیار ہیں۔ بشرطیکہ یہ غریب لوگ جو آپ کے پاس بیٹھے ہیں۔ ان سے علیحدہ ہمارے لئے وقت مقرر کردیں۔ نبی رحمت جو لوگ کے ایمان کے حریص تھے اور دنیا کو عذاب خداوندی سے بچانا چاہتے تھے، نے اسے غنیمت سمجھ کر اوقات مقرر فرمادیئے اور صحابہؓ سے فرمادیا تم تو میرے ہو، ہر وقت میرے پاس رہتے ہو۔ ذرا علیحدہ ہوجایا کرو۔ ان سے باتیں کرلوں۔ شاید یہ اسلام قبول کرلیں۔ ایک دن آپ نے ان سے مصروف گفتگو تھے کہ نابینا صحابی حضرت اللہ بن ام مکتومؓ تشریف لائے۔ حضرت نبی علیہ السلام کو ان کا آنا پسند نہ آیا۔ ناپسندیدگی کے آثار چہرے پر ظاہر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا" عبس وتولیٰ وتوفیٰ لاآیہ" تو گویا اس سورہ کا شان نزدل حضرت ابن ام مکتومؓ کی آمد ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا کی جھڑک ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ حضور علیہ السلام اس کے بعد جب ابن ام مکتومؓ تشریف لاتے تو فرماتے" مرحبا بمن اعتبنی ربی "لوگ ترجمہ کرتے ہیں کہ: "مبارک ہو تجھے تیرے سبب میرے رب نے مجھے جھڑکا۔" حضرت ابن ام مکتوم عرض کرتے یا رسول اللہ ایسا نہ فرمایا کریں۔ حالانکہ یہ ترجمہ مناسب نہیں اور مجھے اعتراف ہے کہ ابھی اردو زبان تشنہ ہے۔ ہمارے امیر شریعت مرحوم ماہر مترجم قرآن تھے۔ وہ پنجابی میں ترجمہ کرتے" مبارک ہووے تینوں تیری وجہ تو مینوں میرے رب نے مہنہ دتا۔ جو لوگ پنجابی ادب سے واقف ہیں۔ وہ اس ترجمہ سے لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ مہنہ میں محبت بھرہ شکوہ ہوتا ہے اور ایک خاص قسم کی لطافت جب کہ جھڑکنا بڑا سخت لفظ ہے۔"

ایسے ہی اللہ الصمد کا معنی لوگ کرتے ہیں۔ اللہ بے نیاز ہے حالانکہ یہ ترجمہ نامکمل

ہے۔ پورا ترجمہ یہ ہے ایسی ذات جو کسی کی محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہو۔ ہندی میں اس کا متبادل لفظ موجود ہے۔ جس کو حضرت شاہ عبدالقادر مرحوم نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے کہ اللہ نرادھار ہے۔

مثال نمبر۳...... ثعلبہ بن ابی حاطب نے عرض کیا: یارسول اللہ میرے مالدار ہونے کی دعا فرمائیں۔ حضور علیہ السلام۔ نے فرمایا کہ مالدار ہو کر خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنا اس سے غربت بہتر ہے۔ عرض کی یارسول اللہ خرچ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کٹھن مسئلہ ہے۔ سوچ لو! تین دفعہ اس نے کہا حضور علیہ السلام نے اسی طرح تلقین فرمائی۔ آخر دعا کی، وہ مالدار ہو گیا۔ جنگل کے جنگل اس کے قبضہ میں اور ہر جگہ بکریاں چر رہی تھیں۔ جب اللہ میاں نے جانوروں کی زکوٰۃ کا حکم دیا تو نبی علیہ السلام نے سفیر روانہ فرمائے۔ ثعلبہ نے کہا زکوٰۃ کیسی؟ سفراء نے عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اس نے ثبوت مانگا ثبوت ملا تو کہنے لگا۔ اچھا کافروں پر جو ٹیکس تھا۔ وہ اب ہم پر بھی لاگو ہو گیا۔ انکار کر دیا اور کچھ نہ دیا۔ اس پر آیت اتری: ”ومنهم ما عاهد الله لئن اٰتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين فلما اتاهم من فضلهم بخلوا به وتولوا وهم معرضون (توبہ)“ یعنی کچھ لوگ اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ خدا نے ہمیں دیا تو ہم صدقہ دیں گے اور نیکوکار ہو جائیں گے۔ لیکن جب خدا نے انہیں نوازا تو بخل سے کام لیا اور پھر گئے (مفہوم ترجمہ) تو گویا یہ آیات ثعلبہ کے قصہ کا شان نزول ہے۔

شان نزول کا مطلب سمجھ جانے کے بعد اب اس آیت مبارکہ (ملكان محمد الآیہ) کا شان نزول سماعت فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے جو امیری غریبی کا فرق مٹانے اور نیکی بدی کا حقیقی مفہوم سمجھانے کا تہیہ کیا تو آپ ﷺ نے اپنے متبنیٰ غلام حضرت زیدؓ سے اپنی پھوپھی زاد بہن اور قریشی خاندان کے باعزت خاتون حضرت زینبؓ کا نکاح کر دیا۔ اسلام کی حقیقی مساوات کا عملی نمونہ یہ تھا کہ بنو ہاشم کی لڑکی کو غلام کے حبالہ عقد میں دے دیا۔ آخر میاں بیوی کی نبھ نہ سکی تو آپ نے ایک دفعہ تو صلح کرا دی۔ لیکن بالآخر معاملہ انقطاع کلی پر جا کر اختتام پذیر ہوا۔ طلاق کے بعد حکم خداوندی کے پیش نظر آپ نے خود نکاح کر لیا۔

عرب کے رواج کے پیش نظر متبنیٰ کے وہی حقوق تھے جو حقیقی بیٹے کے ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اس غلط رسم کو مٹانے کی خاطر پیغمبر کے ذریعہ اصلاحی منصوبہ بنایا اور نکاح کروا دیا۔ اس ترکیب سے جہاں غلط رسم مٹی اور حضرت زینبؓ کے دکھ کا مداوا ہو گیا۔ وہاں کفار کا شور مچانا لابدی تھا۔ کہنے لگے کہ دیکھو یہ نبی ہے۔ جس نے اپنی مطلقہ بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس

الزام کا جواب دیا اور فرمایا ”ماکان محمداً ابا احد من رجالکم “یعنی محمد علیہ السلام تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادگان جناب قاسم، طیب، طاہر۔ ابراہیم علیہم الرضوان تو بچپن میں انتقال فرما گئے۔ ان کی تو شادیاں نہیں ہوئیں۔ اور ان کے علاوہ بیٹا نہیں۔ جب بیٹا نہیں تو بہو کیسی؟ حضرت امیر شریعتؒ فرمایا کرتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کی صفائی جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ لیکن جب حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی یا محمد مصطفیٰ علیہ السلام پر تہمت لگی تو خدا خود کٹہرے میں آیا اور صفائی دی۔ ”ذلك فضل الله یوتیه من یشاء“

چنانچہ آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے کے نزول کے بعد کافروں نے بغلیں بجائیں کہ خدا کہہ رہا ہے۔ اس کا لڑکا کوئی نہیں۔ اس لئے اس کے بعد اس کا نام کون لے گا۔ اولاد ہی نہیں تو نام کیسا؟ جلدی جان چھوٹ جائے گی۔ اس پر اگلا ٹکڑا نازل ہوا ”ولکن رسول الله “نسبی اولاد نہ سہی، روحانی تو ہے۔ اس لئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یعنی بغلیں نہ بجاؤ کہ محمد ﷺ کے بعد اس کا نام لیوا کوئی نہ ہوگا۔ اولاد تو ناخلف ہوکر باپ کا نام مٹانے کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔ یہاں تو امت ہوگی اور نام لے گی۔ کافر پریشان تو ہوئے لیکن تسلی خاطر کے لئے کہنے لگے کہ رسول ہوا تو کیا ہوا جب تک ہی نام لیوا ہوں گے۔ جب تک دوسرا نہیں آجاتا جب دوسرا آجائے گا تو پھر جان چھوٹ جائے گی۔

اس پر ارشاد ہوا ”وخاتم النّبیین “یعنی قیامت تک یہی ہے دوسرے کے آنے کا سوال ہی نہیں۔ اب ہمیشہ کے لئے اسی کا نام لیا جائے گا۔ اب نبی کتاب کعبہ وقبلہ سب آخری ہیں۔ معاملہ ہی ختم ہے۔ گویا آیت کے تین ٹکڑے ہیں اور ہر ٹکڑے کا شان نزول جدا جدا ہے اور مقصد یہ ہوا کہ محمد مدنی علیہ السلام کے بعد نبی بنانے کی مشین ہی ختم ہے۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

افسوس یہ ہے کہ سارقان ختم نبوت کے سرخیل مرزا غلام احمد قادیانی کی خرافات کو مٹھائی کا نام دیا جاتا ہے اور ہماری مدافعت کو گالی کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قصور مرزا کا ہے اور مرزائی ہم سے لڑتے ہیں۔ میں مرزائیوں سے کہتا ہوں کہ ہم سے نہ لڑو بلکہ اپنے حضرت صاحب کو سمجھاؤ کہ یا تو محمد ﷺ سے پہلے پیدا ہو جاتا۔ اگر نبوت کا شوق تھا اور یا اس دنیا کو ختم ہو جانے دو ہم بھی ختم ہو جائیں تو دوسری دنیا میں آجاتا پھر نہ ہم ہوں گے نہ لڑائی ہوگی۔

ایک ضروری بات

نام سے سمجھ آ جاتی ہے کہ فلاں کون ہے۔ مثلاً حافظ جی سے پتہ چلے گا کہ فلاں حافظ ہے وغیرہ۔ اسی طرح پیغمبر کی دو قسمیں ہیں۔

۱...... وہ نبی جسے جدید کتاب ملے۔
۲...... وہ نبی جسے جدید کتاب نہ ملے بلکہ حکم ہو کہ پہلے کی کتاب ہی تیری کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”**انا انزلنا التورۃ فیھا ھدیً و نور یحکم بھا النبیون الآیت**“ مقصد یہ ہے کہ تورات نازل تو ہوئی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر لیکن اس کے ذریعے فیصلے کئی انبیاء کرتے تھے۔ کتاب والے انبیاء کی صحیح تعداد معلوم نہیں تین سو کے قریب کہا جاتا ہے۔ نبی کا لفظ عام ہے۔ صاحب کتاب کو بھی شامل ہے اور جسے کتاب نہیں ملی اسے بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے برعکس لفظ رسول خاص ہے۔ یعنی جسے کتاب ملی۔

آیت کریمہ میں اللہ میاں نے رسول اللہ کہہ کر حضرت محمد علیہ السلام کے صاحب کتاب ہونے کی خبر دی۔ اور خاتم النبیین کہہ کر اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ رسول عربی دونوں قسم کے انبیاء کے خاتم ہیں۔ اس لئے کہ نبی دونوں قسم کے پیغمبروں کو کہا جاتا ہے۔

مرزا کہتا ہے کہ کتاب والے تو ختم ہوگئے۔ لیکن بغیر کتاب والوں کا سلسلہ جاری ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح ماضی کا عالم ہے۔ مستقبل کا بھی ہے۔ اس لئے خدا نے خاتم النبیین فرمایا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ مرزا کی طرح کتنے ہی کذاب ودجال آئیں گے۔ اور دھوکہ دیں گے۔ اس لئے خاتم المرسلین کے بجائے خاتم النبیین فرما کر دھوکہ بازوں کے لئے موقع ہی باقی نہ چھوڑا۔ اور یہ اس لئے ہوا کہ مولیٰ کریم حکیم ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ ”**فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ**“

تو حکیم مطلق جل وعلیٰ مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے پیش نظر جھوٹ اور مکر کی بنیاد ہی ختم کردی۔ اللہ تعالیٰ راہ حق پر چلنے کی توفیق بخشے اور خاتم النبیین ﷺ کے دامن اقدس سے سچی وابستگی نصیب فرمائے اور حضور علیہ السلام کی شفاعت سے نوازے۔

خاکپائے اکابر دیوبند۔ احقر محمد سعید الرحمن علوی، خطیب مرکزی مسجد حضرو (ضلع اٹک)

التماس...... قارئین سے التماس ہے کہ ان شہ پاروں کے مطالعہ سے جب لذت قلب ونظر حاصل کریں تو بندۂ ناچیز کی بہن بھائیوں اور والدین واعزہ سمیت ان کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ خداوند قدوس خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے اور خاتمہ بالایمان نصیب فرمائے۔

علوی عفاء اللہ تعالیٰ عنہ!